مترجم:

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب:

جناب مولانا نثار احمد قاسمی صاحب

ادارۃ المعارف کراچی

مَواعِظ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

”اپنی تمام حاجتوں میں حدودِ شریعت کی محافظت اور اس کی پابندی کے ساتھ (جملہ اُمور کو) حق تعالیٰ کے حوالے کردینے والا بن، اپنا اور دُوسروں کا معاملہ سب اس کے حوالہ کر، اس کی مخلوق کے ساتھ حسنِ ادب رکھ، نہ اپنے نفس پر ظلم کر اور نہ کسی دُوسرے پر، کہ ظلم دُنیا و آخرت میں ظلمتوں کا مجموعہ ہے، ظلم دِل کو تاریک، چہرے اور نامۂ اعمال کو سیاہ کردیتا ہے۔“

مرتّب

جناب مولانا نثار احمد قاسمی مدظلہ

اِدارۃُ المعارِف کراچی

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

❊❊❊

ابتدائیہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حیات وفرمودات

از: نثار احمد القاسمی

(اُستاذ المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد دکن وجامعہ عائشہ للبنات)

ولادت وتعلیم

شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی ولادت ابن کثیرؒ[1] کے بقول ۴۷۰ھ میں "جیلان" کے مقام پر ہوئی، آپ کا سلسلۂ نسب دس پشتوں کے بعد حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے جاملتا ہے، آپؒ ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے جبکہ آپؒ کی عمر ۱۸ سال تھی، اسی سال امام غزالیؒ نے تلاشِ حق کی تگ ودو میں بغداد کو خیرباد کہا تھا۔ بغداد پر یہ اللہ کی خاص عنایت تھی کہ جب وہ ایک جلیل القدر امام سے محروم ہوا تو دوسرا جلیل القدر مصلح اور داعی الی اللہ وہاں وارد ہوا۔

آپؒ بغداد کو اپنا مسکن بنانے کے بعد پوری تندہی سے حصول علم میں مشغول ہوگئے، اور مجاہدات وعبادات سے بے پناہ وارفتگی کے باوجود آپؒ نے تحصیل علم میں قناعت وزہد سے کام نہیں لیا بلکہ ہر علم کو اس کے باکمال اُستادوں اور فن کے عالموں سے حاصل کیا، اور اس میں پوری مہارت ودسترس حاصل کی۔ آپؒ کے اساتذہ میں ابوالوفاء ابن عقیلؒ، محمد بن حسن باقلانیؒ، ابوزکریا تبریزیؒ جیسے مشہور زمانہ علماء وائمۂ فن کا نام آتا ہے۔ طریقت کی راہ مصلح شیخ ابوالخیر حماد بن مسلم الدباس رحمہ اللہ سے حاصل کی، جنہیں مریدین کی تربیت کرنے میں بلند مقام حاصل تھا، اور بغداد کے اکثر مشائخ وصوفیا انہی سے وابستہ تھے، اور

---

(۱) تاریخ ابن کثیرؒ ج:۱۲ ص:۱۲۹

بیعت و ارشاد اور سلوک کے مراحل کی تکمیل قاضی ابو سعید مخزومیؒ کے ہاتھوں کی، اور انہیں سے آپؒ نے اجازت حاصل کی۔

اصلاح

ظاہری علوم کے اکتساب اور باطنی تربیت کی تکمیل کے بعد اصلاح و ارشاد کی طرف متوجہ ہوئے، اور بیک وقت مسندِ درس پر بھی فائز رہے، اور مسندِ ارشاد پر بھی، اپنے اُستاذ شیخ مخزومیؒ کے مدرسے میں تدریسی خدمت کی انجام دہی اور وعظ و نصیحت کی مجلسوں کو رونق بخشنے میں مشغول رہے۔ ان دونوں مشغولیتوں کے سلسلے کے شروع ہونے کے بعد ہی مدرسے کی توسیع کی ضرورت پیش آ گئی، مخلصین نے عمارت میں اضافہ کر کے آپؒ کی مجلسوں کے قابل بنا دیا، مدرسے میں اس قدر ہجوم ہوا کرتا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ ملتی۔

بغداد کی پوری آبادی آپؒ کے مواعظ سے مستفید ہونے کے لئے اُمنڈ پڑتی، اللہ نے آپؒ کو ایسی وجاہت و قبولیت بخشی تھی جو بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں۔ صاحب ''مغنی'' ابنِ قدامہ المقدسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کی آپ سے بڑھ کر دین کی وجہ سے تعظیم ہوتے نہیں دیکھی۔ بادشاہ اور وزراء، حکام و اُمراء، نیازمندانہ آپؒ کی مجالس میں حاضر ہوا کرتے، ادب سے بیٹھ جاتے، علماء، فقہاء کا کچھ شمار نہ تھا، ایک ایک مجلس میں چار چار سو دواتیں شمار کی گئی ہیں، جو ہمہ تن مشغول ہو کر آپؒ کے مواعظ حسنہ قلم بند کیا کرتے تھے، اور اس مقصد سے لائے جاتے تھے۔

اخلاق

عالی مقام پر متمکن ہونے اور رفعت و منزلت کی چوٹی پر فائز ہونے کے باوجود آپؒ حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے، ایک بچہ بھی بات کرنے لگتا تو کھڑے ہو کر سنتے اور اس کی حاجت پوری کرتے، غریبوں اور فقیروں کے پاس بیٹھتے، ان کے کپڑے صاف کر دیتے، ان کی جوئیں نکال دیتے، لیکن اس کے برخلاف کسی معزز آدمی اور ارکان سلطنت کی تعظیم میں کھڑے نہیں ہوتے، خلیفہ کی آمد ہوتی تو قصداً دولت خانے میں چلے جاتے، یہاں تک کہ خلیفہ آ کر بیٹھ جاتا، پھر باہر نکلتے تاکہ تعظیماً کھڑا نہ ہونا پڑے۔

آپؒ کے معاصرین آپؒ کے حسنِ اخلاق، بلند حوصلگی، تواضع و انکساری،

سخاوت و ایثار، اور اونچے اخلاق و اوصاف کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور ضرورت مندوں پر بے دریغ خرچ کرنے کا خاص ذوق تھا، صاحب "قلائدالجواہر" لکھتے ہیں کہ حکم تھا کہ رات کو وسیع دستر خوان بچھے، خود مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، کمزوروں اور غریبوں کی ہم نشینی اختیار کرتے، طلبہ کی باتوں کو برداشت کرتے، ہمیشہ صبر و تحمل کا دامن تھامے رہتے، ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے، ہر شخص یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی ان کا مقرّب اور ان کے یہاں معزز نہیں۔ جو ساتھی غیر حاضر ہوتے، ان کے حالات دریافت کرتے، اگر کسی کے بارے میں کچھ جان لیتے اور حقیقتِ حال سے مطلع ہو جاتے تو اس کا اخفا فرماتے۔

کرامات کا ظہور

آپؒ کی کرامتوں کی کثرت پر مؤرخین کا اتفاق ہے، حافظ ابنِ تیمیہؒ اور عزالدین ابنِ عبدالسلامؒ کا قول ہے کہ شیخؒ کی کرامات حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہیں، ان میں سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی تھی، آپؒ کا وجود اسلام کے لئے ایک بادِ بہار تھی، جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی جان ڈال دی، اور عالمِ اسلام میں ایمان و روحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کر دی۔ شیخ عمر کیسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی جس میں اہلِ کتاب اور غیر مسلمین اسلام قبول نہ کرتے ہوں، اور جو ڈاکو، بدکار و بدقماش اور جرائم پیشہ لوگ اپنے گناہوں اور خصلتوں سے تائب نہ ہوتے ہوں۔

جبائی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرتِ شیخؒ نے ایک روز فرمایا کہ:-

میری تمنا ہوتی ہے کہ زمانہ سابق کی طرح صحراؤں اور جنگلوں میں رہوں، نہ مخلوق مجھے دیکھے، نہ میں اس کو دیکھوں، لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے، میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں، عیاروں اور جرائم پیشہ لوگوں میں سے ایک لاکھ سے زائد لوگ توبہ کر چکے ہیں، اور یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

علمی خدمات ومشاغل

ولایت وسلوک کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے اور نفوس و اخلاق کی اصلاح و تربیت میں ہمہ تن مشغول ہونے کے ساتھ آپؒ درس و تدریس، افتاء اور تصحیح عقائد اور مذہب اہل سنت کی نصرت وحمایت سے غافل نہ تھے، اُصول وعقائد میں امام احمد بن حنبلؒ اور محدثین کے مسلک پر تھے، یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنت کے مذہب اور سلف صالحین کے مسلک کو آپؒ سے بڑی تقویت حاصل ہوئی، اور اس کے مقابلے میں اعتقادی وعملی بدعات کا بازار سرد ہوگیا۔

مدرسے میں ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک فقہ کا، اور ایک اختلاف ائمہ اور ان کے دلائل کا پڑھاتے تھے، صبح شام تفسیر، حدیث، فقہ، مذاہب ائمہ، اُصول فقہ اور نحو کے اسباق ہوتے، ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی، اس کے علاوہ افتاء کی مشغولیت تھی، عام طور پر آپ فقہ حنبلی اور فقہ شافعی کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

شعرانی نے ''طبقاتِ کبریٰ'' (ج:۱ ص:۱۲۶) میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ استفتاء آیا کہ ''ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ وہ کوئی ایسی عبادت کرے گا جس میں عبادت کے وقت کوئی دُوسرا شریک نہ ہو، اگر اس نے قسم پوری نہیں کی تو اس کی بیوی کو تین طلاق'' علماء یہ استفتاء سن کر حیرت میں پڑ گئے کہ ایسی کون سی عبادت ہوسکتی ہے جس میں وہ بالکل تنہا ہو اور روئے زمین پر کوئی شخص بھی اس وقت وہ عبادت نہ کر رہا ہو، یہ استفتاء حضرت شیخ رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو آپ نے بے تکلف فرمایا کہ مطاف اس کے لئے خالی کردیا جائے اور سات چکر خانۂ کعبہ کا تنہا مکمل کرے۔ علماء نے اس جواب کو سن کر بے ساختہ داد وتحسین دی۔

توحید وتفویض

توحید وتفویض وتسلیم کا وصف آپؒ کے اندر بہت نمایاں تھا، آپ کبھی کبھی اس حال اور اس مقام کی تشریح فرمایا کرتے تھے، ایک مجلس کے اندر آپؒ نے ارشاد فرمایا:-

جب بندہ کسی بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے تو پہلے وہ خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے، اگر نجات نہیں پاتا تو مخلوق میں سے اوروں سے مدد

مانگتا ہے، مثلاً بادشاہوں یا حاکموں، یا دُنیاداروں یا امیروں سے، اور دُکھ درد میں طبیبوں سے، جب ان سے بھی کام نہیں بنتا اس وقت اپنے پروردگار کی طرف دُعا و گریہ وزاری وحمد وثناء کے ساتھ رُجوع کرتا ہے۔ یعنی جب تک اپنے نفس سے مدد مل جاتی ہے، خلق سے رُجوع نہیں کرتا، اور جب تک خلق سے مدد مل جاتی ہے، خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، پھر جب خدا کی طرف سے بھی کوئی مدد نظر نہیں آتی تو بے بس ہو کر خدا کے ہاتھوں میں آ رہتا ہے اور ہمیشہ سوال و دُعا اور گریہ وزاری اور ستائش و اظہارِ حاجت مندی اُمید وبیم کے ساتھ کیا کرتا ہے، پھر خدا اس کو دُعا سے بھی تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا، یہاں تک کہ تمام اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ سب سے علیحدہ ہو جاتا ہے، اس وقت اس میں قضاء و قدر کا نفاذ ہوتا ہے۔

(باب:۳)

شیخ کا زمانہ

شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے بغداد میں ۷۳ سال گزارے اور عباسی خلفاء میں سے پانچ یکے بعد دیگرے ان کی نظروں کے سامنے مسندِ خلافت پر بیٹھے، جس وقت آپؒ بغداد تشریف لائے اس وقت خلیفہ مستظہر باللہ ابوالعباس (م ۵۱۲ھ) کا زمانہ تھا، آپؒ کی عمر ۱۸ سال تھی اور بغداد فتنوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ایک طرف شیعیت، اعتزال، فتنۂ خلقِ قرآن اور باطنیت کی تحریکیں خطرۂ ایمان بنی ہوئی تھیں، دُوسری طرف علمائے سوء اور مکار صوفی لوگوں کی جان و مال اور دین و ایمان پر ڈاکے ڈال رہے تھے، حرام خوری و بدکاری اور منافقت کا بازار گرم تھا۔ مستظہر باللہ کے تختِ خلافت پر متمکن ہوئے ایک سال گزرا تھا، بنی بویہ کی حکومت کو ختم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا، اور سلجوقی آپس میں دست وگریباں تھے۔ بغداد میں کبھی کسی سلجوقی بادشاہ کا خطبہ پڑھا جاتا، اور کبھی کسی دُوسرے سلطان کا، جس سلطان کی طاقت بڑھ جاتی تھی، مجبور و بے بس خلیفہ اسی کو خلعت سلطانی

عطاء کر دیتا تھا، سلجوقیوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے باطنی تحریک پھر زور پکڑ گئی تھی، انہوں نے متعدد قلعوں پر قبضہ کر کے ملک میں اودھم مچا رکھا تھا، کسی اہلِ حق کی نہ جان محفوظ تھی اور نہ مال، بڑے اُمراء اپنے کو محفوظ رکھنے کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر مجبور تھے، ۴۸۶ھ میں ان کی دست درازی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ حاجیوں کے قافلوں کو لوٹ کر انہیں تہہ تیغ کر دیتے تھے، مستظہر کے عہدِ خلافت کا ایک اہم واقعہ جنگِ صلیبی کا آغاز بھی ہے، اسی کے عہدِ حکومت میں یہ طویل جنگ شروع ہوئی تھی، اور اس کے اثرات بھی بغداد میں محسوس کئے جا رہے تھے، مگر مستظہر باللہ کی بیدار مغزی کی وجہ سے بغداد سیاسی اعتبار سے پُرسکون تھا۔ شیخ نے اسی سیاسی سکون سے فائدہ اُٹھایا اور اپنی تعلیم و تربیت میں ہمہ تن مشغول رہے۔

مواعظ و خطبات

حضرتِ شیخ کے مواعظ دِلوں پر بھی اثر کرتے تھے، اور وہ تاثیر آج بھی آپؒ کے کلام میں موجود ہے، زیرِ نظر کتاب کے مضامین اور آپؒ کی مجالس کے وعظ کے الفاظ (زیرِ نظر کتاب انہیں مجالس کے مواعظ کا مجموعہ ہے) آج بھی دِلوں کو گرماتے ہیں۔ ایک عرصہ دراز گزر جانے اور زبان و بیان میں فرق آجانے کے باوجود بھی ان میں زندگی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے نائبین کے کلام کی طرح یہ مضامین بھی ہر وقت کے مناسب اور سامعین و مخاطبین کے حالات و ضروریات کے مطابق ہوتے تھے، عام طور پر لوگ جن بیماریوں میں مبتلا اور جن مغالطوں میں گرفتار تھے، انہیں کا ازالہ کیا جاتا تھا، اسی لئے حاضرین آپؒ کے ارشادات میں اپنے زخم کا مرہم، اپنے مرض کی دوا اور اپنے سوالات و شبہات کے جوابات پاتے تھے، اور اسی وجہ سے اس کی تاثیر زبردست اور نفع عام تھا، پھر آپؒ زبان مبارک سے جو فرماتے تھے وہ دِل سے نکلتا تھا، اس لئے دِل پر اثر کرتا تھا، آپؒ کے کلام میں بیک وقت شوکت و عظمت بھی ہے اور دِل آویزی و حلاوت بھی۔

آپؒ جس وقت نمودار ہوئے لوگوں نے مختلف انسانوں اور مختلف ہستیوں کو نفع و

نقصان کا مالک سمجھ لیا تھا، اور اَسباب کو اَرباب کا درجہ دے رکھا تھا، آپؒ نے اس فکر اور سوچ کو یکسر بدلنے کی کوشش کی اور اپنی مجالس میں مواعظ کے دوران لوگوں کے سامنے اسے واضح کیا، زیرِ نظر کتاب کے باب میں آپؒ فرماتے ہیں:-

کل مخلوقات کو اس طرح سمجھ کہ بادشاہ نے جس کا ملک بہت بڑا اور حکم سخت اور رُعب و داب دِل دہلا دینے والا اور ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پیروں میں کڑا ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک نہر کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پاٹ بہت بڑا، بہت گہری، بہاؤ بہت زوروں پر ہے، لٹکا دیا اور خود ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا مشکل ہے، تشریف فرما ہے، اور اس کے پہلو میں تیر، نیزہ و کمان اور ہر طرح کے اسلحے کا انبار ہے، جن کی مقدار بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اب ان میں سے جو چیز چاہتا ہے اُٹھا کر اس لٹکے ہوئے قیدی پر چلاتا ہے، تو کیا دیکھنے والے کے لئے بہتر ہوگا کہ وہ سلطان کی طرف سے نظر ہٹالے اور اس سے خوف واُمید ترک کردے اور لٹکے ہوئے قیدی سے اُمید وبیم رکھے؟ کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک بے عقل ہے اور ایک دیوانہ چوپایہ اور انسانیت سے خارج نہیں ہے؟

ایک دُوسری مجلسِ وعظ میں جو زیرِ نظر کتاب میں ہے، آپؒ ماسوی اللہ سے انقطاع کی تعلیم اور توحید و اخلاص کا درس اس طرح دیتے ہیں:-

اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے، اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے، اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے، اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے، اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا، اور تم کو جہل کی گمراہیوں سے نکال لے گا، اور بلاکتوں سے بچائے گا، نجاستیں دھو کر میل کچیل سے پاک کر دے گا.... الخ۔

دُنیا سے متعلق آپؒ کا نظریہ

آپ کے یہاں رہبانیت کی تعلیم نہیں تھی، وہ دُنیا کے استعمال اور اس سے بقدرِ ضرورت انتفاع سے منع نہیں فرماتے تھے، اس کی پرستش اور غلامی اور اس سے قلبی تعلق اور عشق سے منع فرماتے تھے، ان کے مواعظ جس کا یہ مجموعہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، درحقیقت حدیثِ قدسی "بے شک دُنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے، اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو (الحدیث)" کی تفسیر ہیں۔ ایک مجلسِ وعظ میں آپؒ نے فرمایا:-

دُنیا میں سے اپنا مقسوم اس طرح مت کھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو، بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازے پر اس طرح کھا کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہوئی ہو، دُنیا اس کی خدمت کرتی ہے جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے، اور جو دُنیا کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے، اس کو ذلیل کرتی ہے، کھا حق تعالیٰ کے ساتھ عزّت و تونگری کے قدم پر۔ (زیرِ نظر کتاب، باب: ۱۶)

شیخ کا تصوّف اور بیعت و ارشاد

مجلس وعظ کی جلوت ہو یا خانقاہ کی خلوت، ہر جگہ حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نصب العین ایک ہی تھا، یعنی اللہ کے دِین کا غلبہ اور شریعت اسلامی کی بالادستی و بول بالا۔ کوئی شخص کسی خطۂ زمین پر اللہ کے دِین کو اس وقت تک غالب نہیں کر سکتا جب تک اپنے دل کی زمین پر اسے غالب نہ کرلے، حضرت شیخؒ کے طریقۂ تصوّف کا مرکز اور جوہر یہی تھا کہ مؤمن اپنی تمام مرضیات کو اللہ کی مرضیات میں گم کردے، اس کے تمام خیالات، ارادات، حرکات و سکنات، حالات اور مقامات کتاب و سنت کے تابع ہو جائیں۔ آپ جس سلسلۂ طریقت کے بانی تھے اس کے دو اہم اجزاء ہیں، ایک کتاب و سنت کی مکمل پابندی و پیروی، اور دوسرے احکامِ شریعت کی محافظت اس طرح کی جائے کہ اس کی روح اور اس کا جوہر نگاہوں کے سامنے ہو۔

چونکہ اسلامی آبادی کے پھیلاؤ اور معاشی تفکرات کے بڑھ جانے کی وجہ سے مدارس کے ذریعے عمومی اصلاح و تربیت کا کام نہیں لیا جاسکتا تھا، اور نہ کسی رُوحانی انقلاب کی توقع کی جاسکتی تھی، اس لئے مسلمانوں میں نئی دینی زندگی، نیا نظم وضبط اور نئے سرے سے حرکت و عمل پیدا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ایمان و عمل اور اتباعِ شریعت کے لئے آپؒ نے بیعت لینا شروع کیا، اور مسلمان اپنی سابقہ غفلت و جاہلیت کی زندگی سے توبہ کرکے ایمان کی تجدید کرنے لگے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ سے پہلے بھی دِین کے داعیوں و مخلص خادموں نے اس راستے سے کام لیا ہے، اوران کی تاریخ بھی محفوظ ہے، لیکن حضرتِ شیخ نے اپنی محبوب و دِل آویز شخصیت، خداداد رُوحانی کمالات اور فطری علوِ اِستعداد اور ملکۂ اِجتہاد سے اس طریقے کو نئی زندگی بخشی، نہ صرف اس سلسلے کے ایک نامور امام اور ایک مشہور سلسلۂ قادریہ کے بانی ہیں، بلکہ اس فن کی نئی تدوین وترتیب کا سہرا آپؒ ہی کے سر ہے، آپؒ سے پہلے وہ اتنا مدوّن و مرتب اور مکمل و منضبط نہ تھا، نہ اس میں اتنی عمومیت اور وسعت تھی، جتنی آپؒ کی زندگی میں لاکھوں انسان اس طریقے سے فائدہ اُٹھا کر اِیمان کی حلاوت سے آشنا اور اسلامی زندگی و اخلاق سے آراستہ ہوئے۔

سانحۂ وفات

ایک طویل مدّت تک دُنیا کو اپنے کمالاتِ ظاہری و باطنی سے مستفید کرکے اور عالمِ اسلام میں رُوحانیت اور رُجوع اِلی اللہ کا عالمگیر ذوق پیدا کرکے ۵۶۱ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کرگئے۔ آپؒ اس دُنیا سے تشریف لے گئے، لیکن اپنے پیچھے دِین کے داعیوں اور نفوس و اخلاق کے مربیوں کی ایک جماعت چھوڑ گئے، جنھوں نے آپؒ کے کام کو جاری رکھا اور مادّیت اور غفلت کا مقابلہ کرتے رہے۔

مقدمہ

از: حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ۔

مذہب اسلام کو دُنیا بھر کے مذاہب پر جو شرف حاصل ہے اس کا ایک جزیہ بھی ہے کہ اس کی فیض یافتہ جماعت میں ہزارہا اَفراد اپنی قوتِ ایمانیہ کے اندر ایسے مضبوط ثابت قدم ہیں جنھوں نے پیغمبروں کی خدمتیں انجام دیں، اور سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پھیلائی ہوئی شریعت کو زندہ اور روشن کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا پورا حق ادا کیا۔ اَدیانِ باطلہ تو کسی گنتی اور شمار میں نہیں، سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاء دُنیا میں تشریف لائے ان کی اُمتوں میں مجموعی حیثیت سے بھی منصبِ نبوّت کے فرائض کو اَنجام دینے والے اتنے نہیں نکل سکتے جتنے ایک اُمتِ محمدیہ میں مختلف زمانوں اور مختلف ممالک کے اندر پیدا ہوتے اور اپنی کارگزاری کا عملی ثبوت دے کر اپنے ہادی، اپنے راہبر، اپنے آقا، اپنے مالک، اپنے بادشاہ، اپنے افسر، اپنے معلّم، اپنے محبوب، اپنے اُستاد اور اپنے محسن سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہتے ہیں۔ نخلستانِ محمدی کے باغبان ''اولیاء اللہ'' کہلاتے ہیں، اور اپنی ہمت، اپنے اِستقلال اور اپنے قلوب کی نورانیت کے فرقِ مراتب پر قربِ سبحانہ کے درجاتِ مختلف سے نوازے جاتے ہیں اور اَبدال واَغواث واَقطاب کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ چنانچہ محمدی کچھار کے شیروں کی اس بہادر و پاک و باز جماعت میں سیّدنا ابومحی الدین عبدالقادر

جیلانی قدس سرہٗ کی ذاتِ والا کو آسمانِ ولایت وقرب کے ستاروں میں شمسِ نصف النہار کی طرح جو فخر وعزّت حاصل ہے، وہ دُنیا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ کا وجود سراپا پردہ یثرب میں آرام فرمانے والے محبوبِ ربّ العالمین کے رُوحانی بچوں میں وہ خلفِ سعید ثابت ہوا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے گروہِ ملائکہ سے مباہاۃ فرمائی۔

حضرتِ ممدوح کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کے ساتھ رُوحانی بیٹے ہونے کے ساتھ جسمانی حیثیت سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں داخل ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس لئے آپ کے والد سیّد ابو صالح موسیٰ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے، اور آپ کی والدہ بی بی اُمّ الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت عبد اللہ صومعی کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اور یہ گلستانِ شہادت کے دونوں نونہال سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ نواسے اور آپ کے ثمرۃ الفؤاد صاحبزادی سیّدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں، پس حضرت غوث الاعظمؒ نسبتاً حسنی وحسینی سیّد ہیں اور قربِ حق تعالیٰ شانہٗ میں مسندِ محبوبیت کے صدر نشین۔ آپؒ کی ولادتِ شریفہ ۷۰ ۴ھ یا ۴۷۱ھ میں یکم رمضان المبارک کو بوقتِ شب قصبہ بلق میں ہوئی تھی، جو قصاب جبل میں بغداد کے قریب ''جیلان'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپؒ مرتبۂ ولایت میں قطب العالم اور غوثِ زمانہ تھے، آپؒ کو رُوحانیت کی قوتِ قدسیہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، آپؒ کی مجلس شریفہ موردِ انوارِ ربانی ومطرحِ رحمت والطافِ یزدانی تھی، جس میں صلحائے جنات وملائکہ کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی اَرواحِ طیبات کی رُوحانی شرکت ہوتی اور کبھی کبھی رُوحِ پُرفتوح سیّدِ ولدِ آدم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا نزولِ اِجلال بھی توثیق وتائید کی غرض سے ہوا کرتا تھا۔

آپؒ نازک بدن اور میانہ قد تھے، رنگ آپؒ کا گندمی اور سینہ کشادہ تھا، ریش مبارک بہت گنجان تھی اور چہرے سے پُرہیبت حق کی نوری شعاعیں دمکتی تھیں، آپؒ طبعاً مخلوق سے متوحّش، ویرانہ پسند، اِختلاط سے دِلبرداشتہ، زوایۂ خمول وگمنامی کے مشتاق اور اپنے محو واِستغراق میں منہمک بلکہ عاشقانہ، مستانہ وار، متوکلانہ گزران کے شیدا تھے، مگر چونکہ قطبیتِ کبریٰ کا تاج آپؒ کے سر پر رکھا گیا تھا کہ بھٹکے ہوئے کو راہ بتلائیں، شرابِ دُنیا

کے مخمور اور متوالوں کو ہوش میں لائیں، سوئے ہوؤں کو جگائیں، خوابِ غفلت کے بے خبروں کو بیدار کریں، جہلاء کو علماء اور علماء کو صاحبانِ عمل بنائیں، بگڑے ہوئے قلوب کو سنواریں، بیمارانِ قلب کا علاج کریں، مبتلائے معصیت مردہ دلوں کو طاعتِ حق جل وعلا کی حیات بخشیں، مخلوق پرستوں کو توحیدِ حق سکھائیں، بندۂ اسباب بنے ہوؤں کو مسبّب الاسباب کا بندہ بنائیں، حرص وہوائے نفس وشیطان کے ہاتھ میں محبوس قیدیوں کو ان کے خونخوار پنجوں سے چھڑائیں، دُنیاداروں کو دِین داری کا ذائقہ چکھائیں اور پابندو اسیرِ ہوس و طمع لوگوں کو ربانی، رحمانی، اللہ والا بنا کر اپنے مولیٰ کے سامنے پیش فرمادیں۔ اس لئے آپؓ کو مخلوق میں رہنے کی سخت ترین صعوبت میں مبتلا کیا گیا کہ مختلف الطبائع اشخاص کی طرح طرح کی ایذاؤں کو برداشت کریں اور ارشادات وفیوضات سے ان کی ظلمتوں کو مبدل بہ نور وضیاء بنائیں۔ آپؒ کا وعظ جو ربانی فتوحات، یزدانی الہامات اور سبحانی ارشادات و ہدایات کا سمندر ہوتا تھا، جس وقت جوش میں آتا تو سامعین بے تاب ہوجاتے اور بسااوقات مجلسِ وعظ سے کئی کئی جنازے اُٹھائے جاتے تھے۔ آپؒ کی مجلسِ وعظ میں چونکہ اُمراء وفقراء، رُؤساء، درویش، سلاطین و وزراء، علماء وصلحاء، زاہدین و عابدین، معتزلہ و مبتدعین، دُنیادار و دِین دار، مشائخ ومریدین، فصحاء، شعراء، اہلِ سیف واہلِ قلم، ضعفاء و اقویاء، سخت دِل ونرم دِل، اہلِ شہر واہلِ دیہات، عوام وخواص، غرض ہرقسم وہر طبقے کے لوگ حتیٰ کہ یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین بھی شریک ہوتے تھے، اور جنات وملائکہ واَرواحِ انبیاء جو اس جماعت کے علاوہ تھی جو کسی کو نظر نہ آتی تھی، بنی آدم ہی کا اتنا انبوہ جمع ہوجاتا تھا جسے کوئی شمار نہیں کرسکتا تھا اور نہ بٹھانے یا فرقِ مراتب ملحوظ رکھنے کا اہتمام تھا، اس لئے جو جہاں جگہ پاتا وہیں بیٹھ جاتا، اور جہاں تک دیکھنے والوں کی نظر جاتی تھی حاضرین کے دھٹ کے دھٹ دِکھائی دیتے تھے، اس کے بعد جب حکمت و دانش کے اَبرِ نیساں کی موسلا دھار بارش برسنی شروع ہوجاتی تھی تو کسی پر وجد طاری ہوتا تھا اور کسی پر آہ و بکا، کوئی محوِ حیرت اِستغراقی کیفیت میں ششدر بیٹھا رہ جاتا تھا اور کوئی مضطرب و بے اِختیار ہوکر کپڑے پھاڑتا، اسی میں یہ حالت بھی ہوتی تھی کہ کوئی اپنے قلب کی چوٹ کو ضبط نہ کرسکا تو اس کا جگر شق ہوگیا اور شمشیرِ محبت کا گھائل ہوکر شہادت لقائے محبوب کا شربت پیا اور موت کی

نیند سو گیا، وعظ کے ختم ہونے پر جب حاضرین منتشر ہوتے تو مئے معرفت کے متوالوں اور شہدائے عشق کی نعشوں کا پتہ چلتا تھا کہ آج اتنے جنازے اُٹھانے کی نوبت آئی۔

حضرتِ ممدوح نے حدیث شریف وتفسیر اور جملہ علوم دِینیّہ کی ظاہری تعلیم اَجلّہ علمائے زمانہ خصوصاً شیخ محمد تقی عارفؒ سے تکمیل کرنے کے بعد جب طریقت میں قدم رکھا تو مراتبِ قرب وخلوت نشینی میں اتنے بڑھے کہ مدتوں آبادی سے باہر رہے، آخر جب تقدیر کے ہاتھوں نے سراپردہ خموں سے باہر نکال کر ارشادات وتربیتِ خلق کے لئے منبر پر لا بٹھایا تو مجبور ہو کر ۵۱۱ھ میں جبکہ آپؒ کی عمر چالیس سال کی تھی، آپؒ دارالسلطنت بغداد تشریف لائے، خلفائے عباسیہ کا دور دورہ تھا اور اہلِ زمانہ دُنیا طلبی میں منہمک، مغرورِ حکومت میں بدمست اور نشۂ اِمارت میں سرشار تھے۔ معتزلہ اور مبتدعین کا رنگ جدا تھا، اور اُمراء کے سامنے طالبِ دُنیا علماء نے دِین فروشی کی بدولت اپنی اور دُوسروں کی مٹی بے حد خراب کر رکھی تھی، اس لئے شروع شروع میں صاف گوئی کی بدولت آپ کو تکلیفیں اُٹھانی پڑیں اور صبر کا امتحان دینا پڑا، اس کے بعد آپؒ کے فیوضات کا اثر عام ہو گیا اور مخلوق کے قلوب میں آپؒ کی عظمت اور محبوبیت رَچ گئی۔ چنانچہ یہ مجموعہ انہی دو سال کے ارشادات کا ملخص ہے۔ ۵۶۱ھ میں بہ ماہِ ربیع الثانی رائج روایت کی بناء پر گیارھویں تاریخ کو آپؒ کا وصال ہوا، اور بغداد کو زیارت گاہِ خلائق بنا کر آپؒ دُنیا سے سدھارے۔ آپؒ کے مواعظ کی شان حکیمانہ اور جلال کا رنگ لئے ہوئے تھی، آپؒ بلا رو رعایت کھرے اور صاف الفاظ میں نصیحت فرماتے تھے، بایں ہمہ یہ تختی وزراء وسلاطین کے لئے عزت کا تاج تھی، جو اس سے گھبرا کر ناک چڑھاتا وہ فلاحِ ابدی سے محروم رہتا تھا۔ کبھی آپؒ خاص مرید کو خطاب فرماتے اور ''یا غلام!'' کے عنوان سے پکارتے تھے، اور کبھی عام مجمع کو مخاطب بناتے اور ''یا قوم!'' کہہ کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔

جو کیفیت حضرتِ ممدوح کے وعظ کی مجلس میں حاضر ہونے والے کو حاصل ہوتی ہے، اس کا نقشہ اُتارنا زبان وقلم کی طاقت سے باہر ہے، مگر حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت شیخ عفیف الدین ابن المبارکؒ کو کہ آپ نے آنے والی نسلوں کی پیاس پر نظر رکھی اور اس ضرورت کو محسوس فرمایا کہ اس آبِ شیریں کے بادل کا برسنا جس وقت ختم

ہو جائے گا تو تشنہ گانِ ہدایت اور قطب العالم کے مواعظ و ملفوظات کا فیضان حاصل کرنے کے متمنی و طلب گار مسلمان حسرت کے ساتھ "العطش! العطش!" پکاریں گے، اور آسمانِ ولایت کے آفتاب کو غروب ہو جانے کی وجہ سے جب دیکھ نہ سکیں گے تو کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ بن نہ پڑے گا، اس لئے اس گہر بار مجلس کے ستر اَسّی وعظ قلم بند کر دیئے، اور حضرت محبوب سبحانی کے دہن فلاح معدن سے حکمت و دانش کے جو پھول مختلف مجالس میں جھڑا کرتے تھے، جتنا کچھ ہو سکا ان کو فراہم فرما کر ہمارے لئے ذخیرہ چھوڑ گئے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ ان مواعظ و ارشادات کو کتاب میں پڑھنے سے وہ لذت حاصل نہیں ہو سکتی جو سامعین و حاضرینِ مجلس کو دہنِ شیخ سے سن کر حاصل ہوا کرتی تھی لیکن چونکہ کلمات اور الفاظ وہی ہیں جو آپؒ کی زبان سے نکلا کرتے تھے، اس لئے جتنا لطف آج بھی ان میں چھپا ہوا ہے وہ متفرق کتابوں یا دوسروں کی تصانیف کے پڑھنے میں نہیں آ سکتا۔ اصل کتاب چونکہ عربی زبان میں تھی اور ضرورت تھی کہ پیرانِ پیرؒ کے نام اور کام پر تن، من، دھن نثار کرنے والے ہندی مسلمانوں کو جیلانی مواعظ و ملفوظات سے متمتع کرنے کے لئے ایسا اُردو ترجمہ کر دیا جائے جو نہایت سلیس اور عام فہم ہو، مگر مجھ کو متعدد مواقع درپیش تھے، جس کی وجہ سے اس کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ آخر ماہِ رمضان المبارک میں میرے محبِ مکرم مولوی محمد ابراہیم خان صاحب جودھپوری نے جو اس وقت حسنِ اتفاق سے ویراول کے مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے مہتمم ہیں، مجھ پر زور دیا کہ کسی طرح اس دینی خدمت کا انصرام ہو جائے۔ مولانا ممدوح کے ساتھ مدت سے میرا مخلصانہ اور قومی دوستانہ تعلق ہے، اس لئے میں نے ان کو لکھ دیا کہ مجھے اس نیک مشغلے میں وقت صرف کرنے پر مسرت ہے، چونکہ میری طبیعت کا انداز شروع سے ایسا رہا ہے کہ جس کتاب کے ترجمے یا تصنیف کا قصد ہوا تو ساتھ ہی ساتھ اس کی کتابت و چھپائی بھی شروع کر دی گئی، کیونکہ لکھائی اور چھپائی والوں کا جب تک مجھ پر تقاضا نہ ہو اس وقت تک میری طبیعت مضمون دینے پر مجبور نہیں کرتی، اس لئے یہ تو ناممکن ہے کہ ترجمہ مکمل کر کے آپ کے حوالے کر سکوں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب طبع کرانے کے لئے تیار ہو جائے اور ہر قسم کے انتظام کی تکمیل کا بار مجھ پر ڈال دیں، تو میں ترجمہ و کتابت و چھپائی ایک ساتھ شروع کر دوں، چنانچہ ممدوح نے اپنے مدرسے کے نیک دل بانی حاجی

عبدالحبیب بن علی الحق جوہری رئیس ویراول بانی و مالک مدرسہ اسلامیہ عربیہ سلّمہ ربہ سے اس کی تحریک کی اور الحمدللہ وہ اس پر آمادہ ہوگئے اور بقدرِ مصارف ماہوار پیشگی روپیہ بھیجنے کا وعدہ فرما کر اس کا سبب ہوئے کہ چھ ماہ کے اندر یہ جمالِ یوسفی نظارہ گاہِ خلائق بن گئے۔

مولانا محمد ابراہیم خان صاحب سلّمہ جن کا وجود اہلِ ویراول کے لئے نعمتِ الٰہیہ، مدرسہ اسلامیہ کی خوش نصیبی و موجبِ برکات ہے، اس قدر صالح وسعید شخص ہیں کہ اس صدقۂ جاریہ کا اصل محرک ہونا ان کی طرف منسوب کر کے شائع کیا جائے تو ان کو شاید پسند نہ ہوگا۔ اور میں بھی نہیں چاہتا کہ جو رُوحانی تعلقات میرے ان کے ساتھ ہیں، ان کی بناء پر اس تحریک اور اس پر آمادہ ہوجانے کی وجہ بیان کروں، مگر حاجی عبدالحبیب صاحب کی ہمت و دِین دارانہ حمیت کا احسان مند ہو کر عرض کروں گا کہ حق تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، اگر وہ اس کارِ خیر میں اتنا حصہ نہ لیتے تو میں ایک صفحے کا بھی ترجمہ نہ کرسکتا اور میرا اور مولانا ممدوح کا یہ ارمان قبر میں ساتھ جاتا۔ پس اگر سچ پوچھئے تو حاجی صاحب کا احسان میری ہی گردن پر نہیں بلکہ جملہ مسلمانانِ ہند کی گردنوں پر ہے کہ انہوں نے تشنگانِ فیوضِ یزدانی کے لئے آبِ حیات کا شیریں چشمہ بہادیا اور ہر شخص کو اجازت دی کہ کنارے پر آ کر حسبِ حوصلہ و استعداد جتنا چاہے سیراب ہو۔

دُنیا امروزہ ہے اور اس کا مال و زَر پتھر کی سفید و سرخ کنکریاں ہیں، جو عنقریب ہاتھ سے نکل جانے والی ہے، کوئی شخص قارون کے برابر بھی خزانہ فراہم کرلے تو نہ اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے اور نہ اس کی محبت سے فلاح پاسکتا ہے۔ زہے قسمت اس شخص کی جس کا پیسہ حق تعالیٰ کے دِین کی خدمت میں صَرف ہوا، اور خوش نصیب ہے وہ جس کی کمائی مخلوق کے دِینی کاموں کا وسیلہ بنی، پس اگر اس کتاب کے کسی ایک مضمون سے بھی کسی ایک شخص کو فلاحِ آخرت حاصل ہوگئی تو اس کا معاوضہ حاجی عبدالحبیب کو جو کچھ عطا ہوگا اس وقت ان کو اس کی قدر ہوگی، اور وہ تمنا کریں گے کاش! بدن کے کپڑے بھی فروخت ہوکر اس کام میں لگائے جاتے تو یہ تجارت بڑے نفع کی تجارت تھی۔

مجھے معلوم ہے کہ حاجی صاحب کی تجارتی اور مالی حالت اس وقت کمزور ہورہی ہے، چونکہ اس حالت پر ان کی ہمت محض ان کی دِین دارانہ حمیت ہے اس لئے بے اختیار

دُعا نکلتی ہے کہ حق تعالیٰ اس کے صلے میں ان کو دین و دُنیا دونوں بھرپور نصیب فرمادیں، ان کی اولاد میں برکت وصلاح بخشے اور دُنیوی عزت وجاہ کے ساتھ اپنے قرب ولطف وامتنان سے مالا مال بنائے، اور اُمید ہے کہ وہ اپنی نیک نیتی کے پھل اور برکات کے ثمرات سے ان شاء اللہ جلد متمتع ہوں گے، خدا کرے کہ دُوسرے اہلِ ثروت بھی ان کی ہمت سے سبق لیں اور جہاں ہزار ہا روپیہ اپنی لذات وشہوات میں برباد کرتے ہیں، کچھ رقم ایسی کتابوں کی اشاعت پر لگادیا کریں، جس کی بدولت اسلامی دُنیا میں ان کا نام بھی مدتوں باقی رہے اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بھی ان کا تذکرہ کیا جاسکے کہ اس کی نعمت کی قدر آج نہیں معلوم ہوتی، مگر لحد میں پہنچنے کے وقت جب آنکھیں کھل جائیں گی تو سب قدر ومنزلت معلوم ہوجائے گی۔

مجھے اس کتاب کے ترجمے میں مختلف قسم کی دِقتیں پیش آئی ہیں، جن کو معذرت کے درجے میں ذکر کرتا ہوں۔ اوّل یہ کہ عربی زبان قدرتی طور پر اتنی وسیع ہے کہ اُردو کا تو کیا پوچھنا، کوئی زبان بھی ایسی نہیں ہے جو اس کے مطلب کو عربی کی طرح مختصر الفاظ میں ادا کرسکے، خصوصاً حضرت محبوبِ سبحانی کا کلام جس کے اندر تصوف اور طریقت کے وہ عالی مضامین بھرے ہوئے ہیں جن کا سمجھنا اہلِ زبان کو بھی دُشوار ہوتا ہے۔ پس ترجمہ کرتے وقت جو تنگی مجھ کو لاحق ہوتی تھی اس کو میرا دل ہی جانتا ہے کہ دِماغ بعض دفعہ چکر کھانے لگتا ہے، مگر وہ اردو لفظ نہیں ملتے تھے جن میں حضرتِ شیخ کی عبارت کا مطلب عام فہم بنادوں۔ تاہم جہاں تک ہوسکا میں نے عربی الفاظ کو اُردو کا خوب صورت جامہ پہنایا اور بہ ضرورت جہاں کچھ عبارت کا اضافہ کرنا پڑا اس کو خطِ قوسی میں بند کردیا تاکہ شیخ کی عبارت کا لفظی ترجمہ مترجم کے اضافے سے ممتاز رہے۔ دوم اصل کتاب میں جو مجھے ہاتھ آئی اگرچہ مصری مطبوعہ تھی مگر اس قدر غلط چھپی تھی کہ بلا مبالغہ پانچ سو سے زیادہ اس میں غلطیاں تھیں اور کوئی دُوسرا قلمی یا مطبوعہ صحیح نسخہ نصیب نہ ہوسکا جس سے اس کا مقابلہ ہوسکتا، اس لئے اس کی تصحیح میں دِماغ بہت خرچ ہوا، بڑی دِقت یہ تھی کہ کتاب مصر میں چھپی تھی جہاں کی زبان عربی ہے اس لئے اہلِ مطالعہ نے جہاں کوئی لفظ بھی سمجھ میں نہیں آیا تو عربی ہی کا دُوسرا لفظ اس کی جگہ رکھ دیا، پس لفظاً تو غلطی محسوس نہ ہوئی مگر معناً غلطی تھی، اس لئے بعض جگہ تو ذرا غور کرنے

سے صحیح لفظ کا پتہ چل گیا، مگر بعض جگہ ہفتوں دماغ پریشان رہا، لیکن اللہ کا شکر ہے جہاں تک استعداد نے یاری دی اس کی بہت کچھ تصحیح ہوگئی، غلط مقام پر میری یہ کوشش ہوتی تھی کہ تصحیف سے تجاوز نہ ہونے پائے اور لفظوں کے اُلٹ پھیر یا مشابہ حروف کی ادل بدل سے غلط لفظ نہ بن جائے، نہ یہ کہ اپنی تصنیف یا ایجاد ہو، سوالحمدللہ کہ تصحیح اسی وضع پر ہوئی ہے۔

الحمدللہ کہ اس کتاب میں وہ معنوی حسن پیدا ہوگیا جس کے قدردان اہلِ بصیرت اور اہلِ علم عموماً ہوا کرتے ہیں، اب رہا کتابت وچھپائی اور کاغذ کا حسنِ صوری! سو جہاں تک ہوسکا اس میں بھی توجہ کی گئی مگر حق یہ ہے کہ ان ضروری معنوی اصطلاحات کی تو بے حد مشغولیت نے زیادہ توجہ ادھر نہیں ہونے دی، اور چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت محبوبِ سبحانی کے شیدائی ہندوستان میں لکھوں لاکھ مسلمان ہیں اس لئے یہ مقدس اور مفید ذخیرہ جس کا سرسری مطالعہ بھی برکت سے خالی نہیں ہے، ہاتھوں ہاتھ جائے گا۔ پس وہ وقت بہت قریب ہے کہ یہ دوبارہ طبع ہو اور اس وقت چونکہ صوری حسن کی طرف توجہ کرنے کے لئے میرا دماغ خالی اور ہمت مستعد ہوگی لہٰذا اس کی بھی باحسن وجوہ تکمیل ہوجائے گی، اور کیا عجب ہے کہ اس کا بار بھی کوئی خوش نصیب صاحبِ مال باخدا اپنے ذمے لے لے کہ دوبارہ اس یوسف گیلانی کو ظاہری لباس بھی عمدہ سے عمدہ پہنا سکوں۔

یہ دیباچہ کتاب کی تیاری کے بعد چھپ رہا ہے، اس کی تکمیل کے فراغ کے چند ہی روز قبل یکے بعد دیگرے اس کتاب کے دو ترجمے بھی میری نظر سے گزرے، مگر ان مروارید ناسفتہ کو جس خدمت کی ضرورت تھی ناظرینِ کتاب کو معلوم ہوجائے گا کہ الحمدللہ اسی کتاب میں حاصل ہوئی، میں نے اس سمندر کو جو کوزے میں بند تھا اُردو کا جامہ پہناتے وقت مختصر اور جامع الفاظ لانے میں اپنی پوری ہمت صرف کردی ہے، کہ مضمون کا مطلب بھی کھل جائے اور عبارت بھی نہ بڑھے، مگر پھر بھی بعض دقیق باتیں اس سے سمجھ میں آنی مشکل ہیں کیونکہ ان کو شرح کی حاجت ہے، جی چاہتا ہے کہ وضاحت بڑھا کر آئندہ اس کو ایسا عام فہم کردوں جیسا کہ آج کل مسلسل تقریر کے وعظ ہوا کرتے ہیں، اور عربی چھوڑ کر صرف ترجمہ مگر شرح ترجمہ طبع کروں جس کی نرالی شان قابلِ دید ہو کہ تصوف کے دقیق مضامین حل اور شبہات وشکوک رفع ہوتے چلے جائیں، اور اتنا دلچسپ ہو کہ شروع کرنے

کے بعد ختم کئے بغیر کتاب ہاتھ سے رکھنے کو جی نہ چاہے، یہ مسلسل عبارت نہایت پیاری ہوگی اور اس میں جس قدر حضرت محبوب سبحانی کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا ترجمہ ہوگا اس پر خط کھینچ دیا جائے گا تاکہ جو اضافہ شرح کی صورت سے ہو وہ جدا ہو جائے اور امام ربانی قدس سرہٗ کے الفاظ ممتاز ہو کر دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تاکہ ترجمے کا ترجمہ ہو اور شرح کی شرح، اس گوہر شہوار کو ملاحظہ فرما کر معمولی استعداد کے اُردو خواں بھی محظوظ ہوں گے۔ اگر توفیقِ حق شاملِ حال ہوئی تو ماہِ رجب ۱۳۳۳ھ میں یہ لعلِ بدخشان ولایت بھی دفتر خیر المطابع میرٹھ سے تیار ملے گا اور اس کی بدولت بہت کچھ کتابوں سے استغناء حاصل ہو جائے گا۔

اب میں دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنے محبوب سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس ترجمے کو قبول فرما وے اور سب سے پہلے اس کے اصل بانی و محرک مولانا محمد ابراہیم خان صاحب اور حاجی عبدالحبیب سیٹھ سلمہما اللہ تعالیٰ کو، اور پھر اس کے مترجم و کاتب، اعوان و انصار اور سامعین و ناظرین کو رُوحانیتِ قادریہ سے بہرہ مند فرما کر اپنی محبت، اپنے قرب، اپنی اطاعت، اپنے دیدار اور اپنی عنایات و الطافِ بے پایاں سے نوازے، قلوب و اَجسام کی اِصلاح فرمائے اور دِینی و دُنیوی جملہ ضروریات و مہمات کو اَنجام دے کر حسنِ خاتمہ بخشے، آمین یا ربّ العلمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب

آپ کا اسم مبارک عبدالقادر اور کنیت ابو محمد ہے، آپ کے والد کا نام موسیٰ اور کنیت ابو صالح، ان کے والد عبداللہ جیلی، ان کے والد یحییٰ زاہد، ان کے والد محمد، ان کے والد داؤد، ان کے والد موسیٰ، ان کے والد عبداللہ، ان کے والد موسیٰ، ان کے والد عبداللہ المخلص، ان کے والد حسن مثنیٰ، ان کے والد حسن، ان کے والد سیّدنا علی بن ابی طالب، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

باب نمبر ①
اپنی آخرت کس طرح سنواریں؟[1]

نزولِ تقدیر کے وقت حق تعالیٰ شانہٗ پر اِعتراض کرنا موت ہے، دِین کی موت ہے توحید کی، اور موت ہے توکل و اِخلاص کی، ایمان والا قلب لفظ ''کیوں'' اور ''کس طرح'' کونہیں جانتا کہ ''بلکہ'' کیا ہے، اس کا قول تو ''ہاں'' ہے کہ (کہ حکم تقدیر کی موافقت کرتا ہے اور چون وچرا کے ساتھ رائے زنی نہیں کرتا) نفس کی عادت ہی ہے کہ خلاف اور نزع کرے، پس جو شخص اس کی ہستی چاہے وہ اس کو اتنا مجاہدہ میں ڈالے کہ اس کے شر سے بے خطر بن جائے، نفس تو شر ہی شر ہے، مگر جب مجاہدے میں پڑتا ہے اور مطمئن بن جاتا ہے تو خیر ہی خیر ہوجاتا ہے اور تمام طاعتوں کے بجالانے اور معصیتوں کے چھوڑ دینے میں موافقت کرنے لگتا ہے، پس اس وقت ارشاد ہوتا ہے کہ ''اے اطمینان والے نفس! لوٹ اپنے رَبّ کی طرف کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش'' اب اس کا جوش بھی صحیح اور اس کا شر بھی اس سے زائل ہوجاتا ہے اور مخلوقات میں کسی شے کے ساتھ بھی وہ لگاؤ نہیں رکھتا اور اس کا نسب اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ صحیح بن جاتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے نفس سے باہر نکل گئے اور بلاخواہشِ نفس باقی رہ گئے اور آپ کا قلب صاحبِ سکون تھا، (نارِ نمرودی میں گرنے کے وقت) آپ کے پاس طرح طرح کی مخلوقات آتیں اور انہوں نے آپ کی مدد کرنے کے لئے اپنے اپنے نفسوں کو پیش کیا، اور آپ فرمارہے تھے کہ ''مجھے تمہاری مدد درکار نہیں ہے، وہ میرے حال سے واقف ہے اور اس لئے مجھے سوال کی بھی حاجت نہیں'' جب شانِ تسلیم وتوکل صحیح ہوئی تو آگ سے کہہ دیا گیا کہ ''ہوجا ٹھنڈی اور سلامتی والی ابراہیم پر'' جو شخص حق تعالیٰ کے ساتھ (اس کی قضا وقدر پر راضی بن کر) صبر

---

(۱) بوقتِ صبح بروز یکشنبہ بتاریخ ۳ رشوال المکرم ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

اختیار کرتا ہے اس کے لئے دُنیا میں خدا کی بے شمار مدد ہے اور آخرت میں بے شمار نعمت، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اَجر بے شمار دیا جاوے گا۔

اللہ پاک سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، اس کی نظر کے سامنے ہے، جو کچھ بھی برداشت کرنے والے اس کی وجہ سے برداشت کرتے ہیں، اس کے ساتھ ایک ساعت کے لئے صبر کرو کہ برسہا برس اس کے لطف و اِنعام کو دیکھتے رہو گے، ایک ساعت کا صبر ہی تو شجاعت ہے، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے، مدد کرنے اور کامیاب بنانے میں اس کے ساتھ با اِستقلال رہو اور اس کے لئے بیدار ہو جاؤ اور اس سے غافل مت ہو، اپنے بیدار ہونے کو موت کے بعد کے لئے نہ چھوڑو، کہ اس وقت بیدار ہونا تم کو مفید نہ ہوگا، اس لئے بیدار بنو اس سے ملنے سے قبل، بیدار بنو اپنے غیر اِختیاری بیدار ہونے سے قبل ورنہ پشیمان ہو گے، ایسے وقت کی پشیمانی تم کو مفید نہ ہو گی۔ اور اپنے قلوب کی اِصلاح کرلو، کیونکہ قلوب ہی ایسی چیز ہیں کہ جب وہ سنوَر جاتے ہیں تو سارے حالات سنوَر جاتے ہیں، اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

ابنِ آدم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ سنوَر جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا سارا بدن سنوَر جاتا ہے، اور جب وہی بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، اور وہ قلب ہے۔

قلب کا سنوَرنا، پرہیزگاری، حق تعالیٰ پر توکل، اس کی توحید اور اَعمال میں اِخلاص پیدا کرنے سے ہے، اور اس کا بگڑنا ان خصلتوں کے معدوم ہونے سے ہے، قلب گویا پرند ہے بدن کے پنجرے میں، گویا موتی ہے ڈبے میں، گویا مال ہے صندوق میں، پس اعتبار پرند کا ہے پنجرے کا نہیں ہے، اعتبار موتی کا ہے ڈبے کا نہیں، اعتبار مال کا ہے صندوق کا نہیں۔

اے میرے اللہ! ہمارے اعضاء کو اپنی اِطاعت میں، قلوب کو اپنی معرفت میں مشغول فرما اور مدّت العمر ساری رات اور سارے دن اسی میں مشغول رکھ اور ہم کو شامل فرما اسلاف کے ساتھ اور ہم کو نصیب فرما جو ان کو نصیب فرمایا تھا، اور ہمارا ہو جا جیسا کہ ان کا

ہو گیا تھا۔

صاحبو! اللہ کے ہو جاؤ جیسا کہ نیک بندے اس کے ہو گئے تھے، یہاں تک کہ اللہ تمہارا ہو جائے جیسا کہ ان کا ہو گیا تھا، اگر تم چاہتے ہو کہ حق تعالیٰ تمہارا ہو جائے تو اس کی اطاعت اور اس کے ساتھ صبر کرنے اور اس کے افعال پر جو تمہارے اور دُوسروں کے اندر صادر ہوں، راضی ہونے میں مشغول ہو جاؤ۔ اور وہ لوگ زاہد بنے تھے دُنیا میں اور جو کچھ اپنا مقسوم انہوں نے لیا تھا، تقویٰ اور پرہیزگاری کے ہاتھ سے لیا تھا، پھر وہ طالبِ آخرت بنے اور جو اس کے کام تھے وہ انہوں نے کئے، اپنے نفسوں کا کہنا نہ مانا اور اپنے رَبّ عزّ وجلّ کی اطاعت کی، انہوں نے پہلے اپنے آپ کو نصیحت کی اور اس کے بعد دُوسروں کے ناصح بنے۔

صاحبزادے! اوّل اپنے کو نصیحت کر اس کے بعد دُوسرے کے نفس کو نصیحت کرنا، خاص اپنے نفس کی اِصلاح اپنے ذمے لازم سمجھ اور جب تک تیرے اندر کچھ اِصلاح کی ضرورت باقی رہے دُوسروں کی طرف مت جھک، تجھ پر افسوس ہے کہ خود ڈُوب رہا ہے پھر دُوسرے کو کیونکر بچائے گا؟ تو خود اَندھا ہے، دُوسرے کا ہاتھ کس طرح تھامے گا؟ لوگوں کا ہاتھ وہی پکڑتا ہے جو بینا ہو، اور ان کو دریا سے وہی نکال سکتا ہے جو خود تیرنا جانتا ہو، اللہ تعالیٰ تک لوگوں کو وہی پہنچا سکتا ہے جو اس کی معرفت حاصل کر چکا ہو، اور جو خود ہی اس سے جاہل ہے وہ کیونکر اس کا راستہ بتا سکتا ہے؟ اگر تو اس کو محبوب سمجھتا، خاص اسی کے لئے عمل کرتا اور صرف اسی سے ڈرتا کسی دُوسرے سے نہیں، تو اللہ کے تصرفات میں کلام مت کر، یہ مضمون قلب سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ زبان کی بک بک سے، اور یہ خلوَت میں ہوتا ہے نہ کہ جلوَت میں، جبکہ توحید گھر کے دروازے پر ہو اور شرک گھر کے اندر تو یہی نفاق ہے، افسوس تجھ پر کہ تیری زبان تقویٰ پکارتی ہے اور تیرا دِل فاجر بن رہا ہے، تیری زبان شکر کرتی ہے اور تیرا قلب اعتراض کر رہا ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم! میری طرف سے تو خیر تیری جانب اُترتی ہے اور تیری طرف سے شر میری جانب چڑھتا ہے، افسوس ہے تجھ پر، تو دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ کا بندہ ہے اور اِطاعت کرتا ہے اس کے ماسوا کی، اگر تو واقعی اس کا بندہ ہوتا، اسی کے لئے عداوت کرتا اور اسی کے لئے محبت، سچا مؤمن اپنے نفس، اپنی خواہش کی اِطاعت نہیں کیا کرتا، وہ شیطان کو جانتا ہی نہیں اس کی اِطاعت تو کیا کرے گا، وہ دُنیا کی

پرواہی نہیں کرتا اس کے سامنے ذلیل تو کیا ہوگا، بلکہ وہ تو دُنیا کو خود ذلیل سمجھتا اور آخرت کا طالب بنتا ہے، اور جب آخرت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کو چھوڑ دیتا اور اپنے مولیٰ عزّ وجل سے تعلق ہو جاتا ہے، کہ اپنے تمام اوقات میں خالص اس کی عبادت کرتا رہتا ہے، وہ اللہ عزّ وجل کا ارشاد سن چکا کہ:-

لوگوں کو نہیں حکم دیا گیا مگر اسی کا کہ وہ اس کی عبادت کریں، اسی کے لئے عبادت کو خالص بنا کر اور یک جہت ہو کر۔

مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک کرنا چھوڑ دے اور حق تعالیٰ کو یکتا سمجھ، وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہیں تمام اشیاء، اے غیر اللہ سے کسی چیز کے مانگنے والے! تو بے وقوف ہے، کیا کوئی ایسی چیز بھی ہے جو اللہ کے خزانوں میں نہ ہو؟ اللہ فرماتا ہے:-

کوئی چیز بھی نہیں مگر ہمارے پاس ہیں اس کے خزانے۔

صاحب زادے! صبر کا تکیہ اور موافقت کا پٹہ باندھ کر کشائش کے انتظار میں عبادت کرتے رہو اور تقدیر کے پرنالے کے نیچے سوؤ، جب تو ایسا ہو جائے گا تو مالکِ تقدیر اپنا فضل و انعامات تجھ پر اتنے برسائے گا جن کی طلب اور تمنا بھی تُو اچھی طرح نہ کر سکتا۔

صاحبو! تقدیر کی موافقت کرو اور عبد القادر کی بات مانو جو تقدیر کی موافقت میں کوشاں ہے، تقدیر کے ساتھ میری موافقت ہی نے مجھ کو قادر کی طرف آگے بڑھایا۔

صاحبو! آؤ ہم سب اللہ اور اس کے فعل اور تقدیر کے سامنے جھکیں اور اپنے ظاہری اور باطنی سروں کا جھکا دیں، تقدیر کی موافقت کریں اور اس کے ہم رکاب بن کر چلیں اس لئے کہ وہ بادشاہ کی بھیجی ہوئی ہے، ہمیں اس کے بھیجنے والے کی وجہ سے اس کی عزت کرنی چاہئے، پس جب ہم اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں گے تو ہم کو اپنے ساتھ اُٹھا کر قادر تک لے جائے گی،'' اس جگہ ولایت اللہ سچے ہی کی ہے'' اس کے دریائے علم سے پینا اور اس کے خوانِ فضل سے کھانا اور اس کے اُنس سے مانوس ہونا، اور اس کی رحمت میں چھپنا تجھ کو مبارک و خوش گوار ہوگا، یہ ایک ایک بات لاکھوں میں فرد ہے، تمام کنبوں اور قبیلوں میں سے گویا ایک ہے۔

صاحب زادہ! تقویٰ کو ضرور سمجھ، شریعت کے حدود کو اپنے اوپر لازم کر، نفس اور خواہش اور شیطان اور بُرے ہم نشینوں کی مخالفت کا پابند ہو، ایمان والا بندہ ہمیشہ ان کے ساتھ جہاد میں رہتا ہے کہ نہ اس کے سر سے خود ہٹتا ہے نہ تلوار نیام میں جاتی ہے اور نہ اس کے گھوڑے کی پیٹھ اس کی زین سے خالی ہوتی ہے، ان کا سونا اہل اللہ کی طرح غلبے کی حالت میں ہوتا ہے، فاقہ ان کی خوراک ہے، ان کا کلام عبادت ہوتا ہے، گونگا رہنا ان کی عادت ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ تقدیرِ خداوندی ان کو بلواتی ہے، اللہ کا فعل ہی ان کو بلاتا اور ان کے لبوں کو حرکت دیتا ہے، ان کا بولنا دُنیا میں ایسا ہے جیسے اعضاء کل کو قیامت کے دن بولیں گے کہ خدا ہی ان کو گویائی عطا فرماتا ہے جو ہر بولنے والے کو گویائی بخشتا ہے، وہی ان کو بھی گویا کرتا ہے جیسا کہ پتھر کو گویائی دے دیتا ہے، ان کے بولنے کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے پس وہ بولنے لگتے ہیں، جب ان سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو ان کو اس کے لئے تیار کر دیتا ہے، اس نے چاہا کہ مخلوق کو بشارت و تہدید کی تبلیغ ہو تا کہ ان پر حجت قائم ہو سکے تو انبیائے مرسلین کو گویائی عطا فرمائی، پھر جب ان کو اپنے پاس بلائے تو علماء کو جو ان کے علم پر عامل تھے کھڑا کر دیا، پس ان کی طرف سے نیابۃً وہ باتیں پہنچانے کو جو مخلوق کے لئے مفید ہیں ان کو گویائی بخشتا ہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

علماء وارث ہیں انبیاء کے۔

صاحبو! اللہ عزّوجل کا شکر ادا کرو اس کے اِنعامات پر، اور ان کو اسی کی طرف سے سمجھو کیونکہ وہ فرماتا ہے:-

جو کچھ بھی نعمت تمہارے شاملِ حال ہو وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

اے خدا کی نعمتوں میں کروٹیں لینے والو! تمہاری شکر گزاری کہاں گئی؟ اے شخص جو اس کی نعمتوں کو غیر کی طرف سے سمجھتا ہے! کبھی تو تم اس کی نعمتوں کو غیر کی طرف سے سمجھتے ہو اور کبھی اپنے آپ کو ان کا مستحق سمجھ کر اس کے منتظر رہتے ہو جو تمہارے پاس نہیں ہے، اور کبھی ان نعمتوں سے اس کی معصیتوں پر اعانت حاصل کرنے لگتے ہو۔

صاحب زادہ! تجھ کو خلوت میں ایسے تقویٰ کی حاجت ہے جو تجھ کو معصیتوں اور لغزشوں سے باہر نکالے اور ایسے مراقبے کی ضرورت ہے جو تجھ کو حق تعالیٰ کا تیری طرف نظر

رکھنا تجھ کو یاد دِلاتا رہے، تو حاجت مند ہے کہ تیری خلوَت میں یہ حالت تیری ساتھی ہو، اس کے بعد تجھ کو حاجت ہے نفس اور شیطان کے ساتھ جنگ کرنے کی، عام لوگوں کی بربادی لغزشوں سے، اور زاہدوں کی تباہی خواہشاتِ نفس سے، اور اَبدال کی ہلاکت خلوَت میں خطرات سے، اور صدیقین کی بربادی اِدھر اُدھر توجہ کرنے سے ہے کہ ان کا شغل صرف اپنے قلوب کی حفاظت میں رہنا ہے، اس لئے کہ وہ شاہی آستانے پر ہونے والے ہیں، وہ دعوت کے مقام پر کھڑے ہونے والے ہیں کہ مخلوق کو اللہ کی معرفت کی طرف بلائیں، وہ ہمیشہ قلوب کو پکارتے اور کہتے ہیں کہ اے قلوب! اے ارواح! اے انسان! اے جن! اے بادشاہ کے طلب گارو! چلو شاہی دروازے کی طرف لپکو اس کی جانب اپنے قلوب کے قدموں سے، اپنے تقویٰ اور توحید اور معرفت اور بارفعت وَرَع اور دُنیا وآخرت میں ماسوی اللہ بے توجہی و زُہد کے قدموں سے، یہ ان لوگوں کا شغل ہے اور ان کی ہمتیں مخلوق کی اصلاح میں مصروف ہیں، ان کی ہمتیں عرش سے لے کر ثریٰ تک آسمان وزمین کو شامل ہیں۔

صاحب زادے! نفس اور خواہش کو اپنے سے دُور کر، ان مقدس لوگوں کے قدموں کے نیچے کی زمین ہوجا، ان لوگوں کے سامنے خاک بن جا (خدا تجھ میں حیات ڈال دے گا کیونکہ) حق تعالیٰ نکالتا ہے زندہ کو مُردے سے اور نکالتا ہے مُردہ کو زندہ سے، ابراہیم کو پیدا فرمایا ان کے والدین سے جو مُردہ تھا بوجہ کفر کے، مؤمن تو زندہ ہے اور کافر مُردہ، صاحبِ توحید زندہ ہے اور مشرک مُردہ ہے، اور اسی لئے حق تعالیٰ نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا ہے سب سے پہلا شخص جو میری مخلوق میں مُردہ پیدا ہوا وہ اِبلیس ہے، یعنی وہ میری معصیت کے نافرمانی کے سبب مُردہ بن گیا۔ یہ آخری زمانہ ہے کہ نفاق کا بازار اور جھوٹ کا بازار گرم ہے، مت بیٹھو منافقوں، جھوٹوں اور دجالوں کے ساتھ، افسوس ہے تجھ پر! تیرا نفس منافق ہے، جھوٹا ہے، کافر ہے، فاجر ہے، مشرک ہے، تو اس کے ساتھ کس طرح بیٹھتا ہے؟ اس کی مخالفت کر، اس کی موافقت مت کر، اس کو قید کر، اس کو آزاد مت کرو، اس کو جیل میں بند کر، اس کا حق جس کا اَدا کرنا ضرور ہے اس کو پہنچاتا رہ، اس کو مجاہدے سے کوٹ اور جس کا نام "خواہش" ہے اس پر سوار ہوجا، اور اس کو چھوڑ مت کہ وہ تجھ پر سوار ہوجائے گی۔ اور طبیعت کا ساتھ مت دے کیونکہ وہ ناسمجھ اور چھوٹے بچے کے مثل ہے، تو پھر طفلِ صغیر سے

کس طرح پڑھتا اور قبول کرتا ہے؟ اب رہا شیطان تو وہ دشمن ہے تیرے باپ آدم علیہ السلام کا، پھر اس سے کیونکر مانوس ہوتا اور اس کی بات مانتا ہے؟ حالانکہ تیرے اور اس کے درمیان خون اور پرانی عداوت ہے، تو اس سے نڈر مت ہو کہ وہ قاتل ہے تیرے باپ (آدم) اور تیری ماں (حوا) کا، پس جب تجھ پر قابو پائے گا تجھ کو بھی قتل کر دے گا جیسا کہ ان کو قتل کیا تھا۔ تقویٰ کو اپنا ہتھیار بنا اور اللہ عزوجل کی توحید کو، اس کے مراقبے کو، خلوتوں میں پرہیزگار رہنے کو، سچائی کو اور اللہ سے مدد چاہنے کو، اپنا لشکر بنا، پس یہی ہتھاری اور یہی لشکر ہے جو اس کو شکست دے گا اور اس کے لشکر کو توڑ دے گا، جبکہ حق تیرا ساتھی ہے تو اس کو شکست کیوں نہ دے سکے گا۔

صاحب زادہ! دُنیا اور آخرت کو ملا اور دونوں کو ایک جگہ رکھ دے اور بلا دُنیا و آخرت کے اپنے قلب کے اعتبار سے بالکل خالی ہو کر صرف اپنے مولیٰ کا ہو رہ اور ماسوا سے خالی ہوئے بغیر اس طرف متوجہ نہ ہو، اور خالق سے جدا ہو کر مخلوق کے ساتھ مقید مت ہو، ان اسباب کو قطع کر دے اور ان اَرباب کو جنھیں معبود بنا رکھا ہے نکال کر باہر کر، پس جب اس پر قدرت ہو جائے تب دُنیا کو اپنے نفس کے لئے اختیار کر اور آخرت کو قلب کے لئے اور مولیٰ کو باطن کے لئے۔

صاحب زادے! ساتھ نہ دے نفس کا اور نہ خواہش کا اور نہ دُنیا کا اور نہ آخرت کا اور نہ پیچھے پڑ ماسوی اللہ کے پس ایسا خزانہ پائے گا جو کبھی فنا نہ ہوگا، اور حق تعالیٰ کی طرف سے تیرے پاس وہ ہدایت آئے گی جس کے بعد گمراہی نہ ہوگی۔ توبہ کر اپنے گناہوں سے اور بھاگ اپنے مولیٰ کی طرف، جب تو توبہ کرے تو چاہئے کہ تیرا ظاہر بھی توبہ کرے اور باطن بھی، توبہ حکومت کی کایا پلٹ ہے، معصیتوں کے کپڑے اُتار ڈال، خالص توبہ کر اللہ سے حقیقی حیا کر کے۔ یہ قلوب کے اعمال ہیں، اعمالِ شریعت سے اعضاء کو پاک بنانے کے بعد قالب کا بھی ایک عمل ہے اور قلب کا بھی، جب اسباب اور مخلوقات کے تعلقات کے بیابانوں سے نکل جاتا ہے تو سب کو چھوڑ کر خالقِ سب کی طلب اور اللہ کی معرفت اور اللہ کے علم کے سمندر پر سوار ہوتا ہے، پھر جب سمندر کے وسط میں پہنچتا ہے تو اس وقت کہتا ہے ''جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے راستہ دکھائے گا'' تب اس کو ہدایت ہوتی رہتی ہے، ایک

ساحل سے دُوسرے ساحل کی طرف اور ایک جگہ سے دُوسری جگہ کی جانب یہاں تک کہ راہِ مستقیم پر جا ٹھہرتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے رَبّ کو یاد کرتا ہے تو اس کا راستہ روشن اور اس سے گرد و غبار دُور ہوتا رہتا ہے، پھر جب کسی راستے میں ہلاکت کا خوف کرتا ہے تو اس کا ایمان ظاہر ہوتا ہے اور اس کو شجاع بناتا ہے، پس وحشت و خوف کے شعلے بجھ جاتے ہیں اور اس کے بدلے اُنس اور قربت کی فرحت کا نور آ جاتا ہے۔

صاحب زادہ! جب تجھ کو کوئی مرض لاحق ہو تو صبر کے ہاتھ سے اس کا اِستقبال کر اور سکون سے رہ یہاں تک کہ اس کی دوا آ جائے، پھر جب دوا آوے تو اس کا اِستقبال شکر کے ہاتھ سے کر، دُنیا میں بھی تجھ کو عیش حاصل رہے گا۔ جہنم کا خوف مؤمنین کا کلیجہ کاٹتا، ان کے چہروں کو زَرد اور دِل کو محزون بناتا ہے، اور جب یہ کیفیت قائم ہو جاتی ہے تو اللہ ان کے قلوب پر اپنی رحمت اور لطف کا پانی چھڑکتا ہے اور آخرت کا دروازہ کھول دیتا ہے، پس وہ وہاں کی جائے امن کو دیکھتے ہیں اور جب سکون پاتے اور مسرور ہوتے ہیں تو ان کے لئے جلال کا دروازہ کھول دیتا ہے، پس وہ ساکن بن جاتے اور بیدار ہو جاتے ہیں اور اُونچے درجات میں جو اُوپر تلے یکے بعد دیگرے طبقات ہیں قیام پذیر ہوتے ہیں۔

صاحب زادہ! تیری فکر یہ نہ ہونی چاہئے کہ کیا کھائے گا، کیا پیئے گا اور کیا پہنے گا، کس سے نکاح کرے گا، کہاں آرام کرے گا اور کیا جمع کرے گا؟ یہ سب تو نفس اور طبیعت کا فکر ہے، پس کہاں ہے قلب اور باطن کی فکر یعنی حق تعالیٰ شانہٗ کی طلب؟ تیرا فکر وہی ہے جو تجھ کو مشغول و محزون بنائے، پس مناسب ہے کہ تیری فکر تیرا رَبّ حق تعالیٰ اور وہ چیز ہو جو رَبّ کے پاس ہے، دُنیا کا بدل بھی موجود ہے یعنی آخرت، اور مخلوق کا بدل بھی موجود ہے یعنی خالق، پس اس دُنیا میں جس چیز کو بھی تو چھوڑے گا عقبیٰ میں اس کا عوض اور اس سے بہتر بدل تیرے لئے پیدا ہو جائے گا۔ یوں سمجھ کہ تیری عمر میں صرف یہی ایک دن باقی رہ گیا ہے پس آخرت کے لئے تیار ہو جا اور ملک الموت کا نشانہ بن، دُنیا لوگوں کی روٹی پکانے والی ہے اور آخرت ان کے آباد ہونے کا مقام ہے، پس جب حق تعالیٰ کی طرف سے غیرت آتی ہے تو ان کے آخرت کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور تکوین آخرت کے قائم مقام بن جاتی ہے، پس یہ لوگ نہ دُنیا کے محتاج رہتے ہیں نہ آخرت کے۔

اے کذاب! تو نعمت کی حالت میں خدا کو محبوب سمجھتا ہے، لیکن جب بلا آتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے، گویا اللہ تیرا محبوب تھا ہی نہیں، بندہ تو آزمائش کے وقت ہی ظاہر ہوتا ہے، پس جب اللہ کی طرف سے بلائیں آویں اور تو جمارہے تو بے شک تو محبّ ہے، اور اگر تیری حالت میں تغیر آجائے تو جھوٹ کھل گیا اور پہلا دعویٰ محبت کا ٹوٹ گیا۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کو محبوب سمجھتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقر کو چادر بنانے کے لئے تیار ہو جا۔ اور دُوسرا شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ! میں اللہ کو محبوب سمجھتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا کو چادر بنالے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت فقر اور بلا کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اور اسی لئے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ بلا و مصیبت ولایت پر تعینات کردی گئی ہے، تاکہ ہر کوئی دعویٔ ولایت نہ کرسکے، اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر شخص اللہ کی محبت کا مدعی بن بیٹھتا، پس بلا و فقر پر جمے رہنے کو خدا اور رسول کی محبت کی علامت بنادیا گیا ہے۔

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو دُنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے'' آمین۔

باب نمبر ②
آخرت کی کامیابی کے لئے قلب کی اِصلاح ضروری ہے[1]

تیری علیحدگی اور خدا سے غیر حاضر رہنے نے تجھ کو خدا کے ساتھ مغرور بنا دیا ہے، اپنے غرور سے باز آجا، اس سے پہلے کہ تجھ پر مار پڑے اور ذلیل کیا جائے، اور مسلط کر دیئے جائیں تجھ پر بلیات کے سانپ اور بچھو، تو نے بلا کا مزہ نہیں چکھا ہے، پس ضرور ہوا کہ مغرور بنے تو جو کچھ تیرے پاس ہے اس پر اِترا مت کہ یہ سب عنقریب جاتا رہے گا، اللہ عزّوجل فرماتا ہے کہ:-

یہاں تک کہ جب وہ اِترائے اس مال و دولت پر جو ان کو دی گئی تھی تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا۔

جو نعمتیں اللہ پاک کے پاس ہیں ان سے بہرہ یابی صبر ہی کی بدولت ہو سکتی ہے، اور اسی لئے اللہ پاک نے صبر کی جگہ جگہ تاکید فرمائی ہے، فقر اور صبر دونوں جمع نہیں ہو سکتے مگر مؤمن کے حق میں، جو بندے محبّ ہوتے ہیں وہ تکلیفوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں، پس صبر کرتے ہیں اور ان کو نیک کاموں کا بلا کے ساتھ ساتھ اِلہام کیا جاتا ہے، اور جو نئی تکلیف ان کو ان کے رَبّ کی طرف سے پہنچتی رہتی ہیں اور وہ اس پر جمے رہتے ہیں، اگر صبر نہ ہوتو تم مجھ کو اپنے اندر نہ دیکھتے، گویا میں جال بنایا گیا ہوں جو پرندوں کا شکار کرتا ہے رات بھر کے لئے آنکھیں کھول دی جاتی ہیں اور ان میں میرے پاؤں سے جال چھڑا لیا جاتا ہے درآنحالیکہ آنکھیں بند رکھی جاتی ہیں (کہ چشم پوشیاں کروں) اور میرا پاؤں جال میں بندھا رہتا ہے (کہ کہیں جا نہ سکوں)، اور نصیحت سے آزاد اِنسانوں کو پابندِ شرع اور غلامِ حق بناتا

(۱) بروز سہ شنبہ بتاریخ ۵ رشوال المکرم ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

رہوں، یہ تمہاری ہی مصلحت کے لئے ہے، مگر تم جانتے نہیں، اگر حق تعالیٰ کی موافقت (جو میرے ذمے فرض ہے) نہ رہتی تو کون عاقل ہے جو اس شہر میں بیٹھنا گوارا کرے اور اس کے باشندوں میں رہے، کہ عام طور پر اس میں ریاونفاق اور ظلم وشبہات اور حرام کی کثرت ہے، حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکر گزاری اور نعمتوں سے فسق وفجور پر امانت حاصل کرنا بڑھا ہوا ہے، کثرت سے وہ لوگ ہیں جو گھر میں بیٹھیں تو درماندہ و بے کار بنیں، اور دُکان پر آئیں تو بڑے پرہیزگار بنیں، کھانے پینے میں زندیق اور منبر پر آویں تو گویا صدیق ہیں، (اگر حکم کا) پابند نہ ہوتا تو میں بتادیتا جو کچھ تمہارے گھروں میں ہے، لیکن میرے لئے ایک بنیاد ہے جس کو تعمیر کی ضرورت ہے اور میرے بہت کچھ (رُوحانی) بچے ہیں جو تربیت کے محتاج ہیں (بس نصیحت وتبلیغ کی بنیاد پر اصلاحِ خلق کی تعمیر اور مریدوں کی مکمل تربیت کے لئے مجھ کو پردہ پوش بنایا گیا ہے کہ لوگ متوحش نہ ہوں، اور پاس آ کر مستفیض ہوتے رہیں)، جو میرے پاس ہے اگر اس میں سے کچھ بھی کھول دُوں تو وہ میرے اور تمہارے درمیان مفارقت کا سبب بن جائے گا، میں اس حالت میں جس کے اندر اس وقت ہوں انبیاء و مرسلین کی طاقت کا حاجت مند ہوں، مجھ کو ضرورت ہے ان کے سے صبر کی جو آدم (علیہ السلام) سے میرے زمانے تک گزر چکے ہیں، میں حاجت مند ہوں ربانی قوت کا، اے میرے اللہ! لطف و مدد کر اور رضا نصیب فرما، آمین۔

صاحب زادہ! تم دُنیا میں رہنے اور یہاں کے مزے اُڑانے کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہو، حق تعالیٰ کی ناراضیوں کی جس حالت میں تو مبتلا ہے اس کو بدلو، تو نے اللہ کی اطاعت میں صرف "لا إله إلّا الله محمد رسول الله" کہہ لینے پر قناعت کر لی ہے، حالانکہ جب تک اس کے ساتھ دُوسری چیز (یعنی عمل کو) نہ ملائے گا یہ تجھ کو نافع نہ ہوگا۔ ایمان مجموعہ ہے قول اور عمل کا، ایمان نہ معقول ہوگا اور نہ مفید جبکہ تو معصیتوں ولغزشوں اور حق تعالیٰ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا اور اس پر اَڑا رہے گا، اگر نماز روزہ اور صدقہ اور نیوکاریاں چھوڑے گا تو وحدانیت ورِسالت کی محض گواہی کیا نفع دے گی؟ جب تو نے "لا إله إلّا الله" کہا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے تو (توحید کا) مدعی بن گیا، اب کہاں جائے گا، بتا کوئی تیرا گواہ بھی ہے؟ وہ گواہ کیا ہے؟ حکم کا ماننا، ممنوعات سے باز رہنا، مصیبتوں پر صبر کرنا اور تقدیر کے

سامنے سر جھکانا، یہ اس دعوے کے گواہ ہیں، اور یہ بھی حق تعالیٰ کے لئے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے، کیونکہ کوئی قول قبول نہیں ہوتا بغیر عمل کے، اور کوئی عمل قبول نہیں ہوتا بغیر اِخلاص اور سنت کی موافقت کے۔

اپنے مال سے جو کچھ ہو سکے فقیروں کی غم خواری کرو، اگر کسی چیز کے دینے کی طاقت ہو، خواہ ذرا سی ہو یا بہت سی ہو، سائل کو واپس نہ کرو، عطا کو محبوب سمجھنے میں حق تعالیٰ کی موافقت کرو اور شکر گزار بنو کہ اس نے تم کو اس کا اہل بنایا اور عطا پر قدرت بخشی، تجھ پر افسوس ہے جبکہ سائل اللہ عزّ وجل کا ہدیہ ہے (جو تیرے پاس بھیجا گیا ہے) اور تو اس کو دینے پر قدرت بھی رکھتا ہے تو ہدیے کو اس کے بھیجنے والے پر کس طرح رَدّ کرتا ہے؟ میرے پاس بیٹھ کر تو سنتا اور روتا ہے اور جب فقیر آتا ہے تو تیرا قلب سخت بن جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تیرا رونا اور کان لگانا خالص اللہ کے واسطے نہ تھا، میرے پاس بیٹھ کر سننا اوّلاً باطن سے ہونا چاہئے، پھر قلب سے، اس کے بعد اعضاء کو نیکوکاریوں میں مشغول کرنے سے جب تو میرے پاس آیا کر تو ایسی حالت میں آیا کر کہ اپنے علم، عمل، زبان اور نسب حسب سے یکسو ہو اور مال اور اہل کو بھولا ہوا ہو، میرے سامنے بیٹھا کر ما سوی اللہ سے قلب کو برہنہ بنا کر یہاں تک کہ خدا اس کو اپنے قرب اور فضل واحسانات کا جامہ پہنائے، میرے پاس آنے کے وقت جب تو ایسا کرے گا تو اس پرند جیسا بن جائے گا جو صبح کا بھوکا اُٹھتا اور شام کو پیٹ بھرا واپس آتا ہے (کہ خوانِ توکل سے بلا سبب شکم سیر ہوتا ہے)۔ حق تعالیٰ کے نور سے قلب کو منوّر بنا اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

مؤمنین کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اے فاسق! ڈر مؤمن سے اور اپنے معاصی کی گندگی میں لتھڑا ہوا اس کے پاس مت آ کیونکہ وہ اللہ عزّ وجل کے نور سے اس حالت کو دیکھتا ہے جس میں تو ملوّث ہے، وہ دیکھتا ہے تیرے شرک کو، تیرے نفاق کو، وہ دیکھتا ہے تیری اس حالت کو جو تیرے کپڑوں کے نیچے چھپی ہوئی ہے، دیکھتا ہے تیری نصیحت کو اور ہتک والی بداَعمالیوں کو، جو شخص اہلِ فلاح کو دیکھتا نہیں وہ فلاح نہیں پاتا، تو ابوالہوس اور تیرا میل جول بھی بوالہوسوں کے ساتھ ہے، (کسی شخص نے شیخ رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ یہ اندھاپن کب تک رہے گا؟ تو آپؒ نے

جواب دیا) جب تک تو کسی طبیب کے ہاتھ نہ پڑے اور اس کی چوکھٹ کو تکیہ نہ بنائے کہ اس کے متعلق اچھے گمان رکھے اور اپنے قلب سے اس کے لئے تہمت کو نکال پھینکے، اپنے بال بچوں کو لے کر اس کے دروازے پر جا بیٹھے اور اس کی دوا کی تلخی پر صبر کرے، پس اس وقت تیری آنکھوں سے اندھا پن جاتا رہے گا، اللہ عزوجل کے لئے ذلت اختیار کر اور اپنی ساری حاجتیں اسی پر پیش کر، کوئی عمل اپنے نفس کے لئے مت کر اس سے ملاقات کر افلاس کے قدموں پر مخلوق کے دروازوں کو بند کردے اور اپنے اور خدا کے درمیان دروازہ کھول لے، اپنے گناہوں کا فقر ہو کر اپنی تقصیر کی اس کے حضور معذرت کر اور یقین کر کہ کوئی مضرت پہنچانے والا نہیں، کوئی نفع دینے والا نہیں، کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کوئی روکنے والا نہیں مگر وہی اللہ، پس اس وقت تیرے قلب کی آنکھوں کا اندھا پن زائل ہو جائے گا اور ظاہری و باطنی بینائی حرکت کرنے لگے گی۔

صاحب زادہ! کھردرے اور موٹے کپڑے پہننے اور روکھا سوکھا کھانا کھانے میں شان نہیں ہے، شان تیرے قلب کے زہد اختیار کرنے میں ہے، لباس میں سچا شخص سب سے پہلے اپنے باطن پر صوف پہنتا ہے، اس کے بعد اس کا اثر ظاہر تک پہنچتا ہے، پس اس کا باطن صوف پہنتا ہے پھر اس کا قلب، اس کے بعد اس کا نفس اور اس کے بعد اس کے اعضاء یہاں تک کہ وہ سرتاپا کھردرا (کثیف الہیئۃ) بن جاتا ہے تب شفقت، رحمت اور احسان ہاتھ آتا اور اس مصیبت زدہ کی حاجت میں تبدیلی پیدا کرتا ہے کہ اس کے بدن سے سیاہ کپڑے اُتارتا اور خوشی کے کپڑے پہنا دیتا ہے، تکلیف کو راحت سے، ناگواری کو فرحت سے، خوف کو امن سے، بعد کو قرب سے اور فقر کو تونگری سے بدل دیتا ہے۔

صاحب زادہ! طرح طرح کی غذائیں کھا مگر زہد کے ہاتھ سے، رغبت کے ہاتھ سے، جو شخص کھاتا اور روتا ہے وہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا جو ہنستا ہے، (پس کھانے میں اگرچہ دونوں برابر ہیں مگر دُنیا والوں کے کھانے کا انجام رونا ہے اور زاہد کے کھانے کا انجام ہنسنا)، انواع و اقسام کھا مگر اس طرح کہ تیرا قلب حق تعالیٰ کے ساتھ ہو، اس طرح تو کھانوں کے شر سے محفوظ رہے گا، اگر تو طبیب کے ہاتھوں سے کھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تنہا ایسی چیز کھائے جس کی تجھ کو اصلیت معلوم نہیں۔

تمہارے دِل کس قدر سخت ہوگئے؟ تم سے امانت کا مضمون جاتا رہا، تمہارے درمیان سے رحمت، شفقت اُٹھ گئی، شریعت کے اَحکام تمہارے پاس امانت تھے جن کو تم نے چھوڑ دیا، جس میں (بدعتیں ایجاد کر کے) تم نے خیانت کی، تجھ پر افسوس اگر تو اَمانت کی حفاظت ضروری نہیں سمجھے گا تو عنقریب تیری آنکھ میں پانی اُتر آئے گا، تیرے ہاتھوں اور پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہوں گی، حق تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ تجھ سے بند کرلے گا، اپنی مخلوق کے دِلوں میں تیرے ہاتھ سخت دِلی کا برتاؤ ڈال دے گا اوران کو تجھ پر عطاو بخشش کرنے سے روک دے گا، اپنے سروں کی، اپنے رَبّ عزّوجل کے ساتھ حفاظت کرو (کہ اس کے سوا کسی کے سامنے جھکنے نہ پائیں)، اس سے ڈرتے رہو کہ اس کی پکڑ سخت دردناک ہے، تم کو پکڑ لے گا، تمہاری جائے امن سے تمہاری عافیت سے، تمہارے متکبر کو اور تمہارے اِترانے والے مغرور کو۔ ڈرو اس سے جو معبود ہے آسمان کا اور معبود ہے زمین کا، اس کی نعمتوں کو شکر گزاری کے ساتھ محفوظ رکھو، اس کے حکم اور ممانعت کا سننے اور ماننے کے ساتھ اِستقبال کرو، تنگ حالی کا مقابلہ کرو صبر سے اور خوش حالی کا شکر سے، یہی حال تھا تم سے پہلے گزر جانے والے نبیوں، پیغمبروں اور نیک بندوں کا کہ شکر کرتے تھے نعمتوں پر اور صبر کرتے تھے مصیبتوں پر۔ کھڑے ہو جاؤ اس کی مصیبتوں کے دسترخوان سے اور کھاؤ اس کی اطاعت کے دسترخوان سے، اس کی قائم کی ہوئی حدود کی حفاظت کرو، جب خوش حالی تمہارے شاملِ حال ہو تو اس کا شکر کرو، اور جب تنگی آئے تو توبہ کرو اپنے گناہوں سے، اور جھگڑا کرو اپنے نفسوں سے (کہ وہی اس کا سبب بنا ہے) کیونکہ (اللہ) جل شانہٗ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اور یاد کرو مرنے کو اور اس کے بعد آنے والے معاملات کو، اور یاد کرو رَبّ عزّوجل کو اور اس کے حساب اور اپنی طرف دیکھتے رہنے کو۔ جاگ اُٹھو! کب تک رہے گی یہ نیند، کب تک رہے گی یہ جہالت، اور باطل میں متردّد رہنا اور نفس وخواہش کی پاس داری، اور ''کیوں، کیوں'' کی عادت؟ حق تعالیٰ کی عبادت اور اس کی شریعت کی متابعت سے ادب سیکھو، ''کیوں، کیوں'' کی عادت کا چھوڑنا عبادت ہے، ادب پکڑو قرآن اور کلامِ رسالت کے آداب سے۔

صاحب زادہ! اندھے پن، جہالت، غفلت اور خراب لوگوں کے ساتھ میل جول

مت رکھ بلکہ بصیرت اور علم و بیداری کے ساتھ ان سے مل جل کہ جب ان کی طرف سے ایسی بات دیکھو جو تجھ کو اچھی معلوم ہو تو اس کی اتباع کر اور جب ایسی بات دیکھو جو بُری لگے تو اس سے خود بھی بچو اور ان کو بھی روکو۔ تم حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے غفلت میں ہو، اس کے بیدار ہو جانے کو اپنے اُوپر لازم سمجھو، اور مسجدوں سے چمٹے رہنے اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت دُرود بھیجنے کو ضروری خیال کرو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

اگر آسمان سے آگ نازل ہو تو اس سے کوئی نجات نہ پائے گا بجز مسجد والوں کے۔

جب تم کامل بن جاؤ گے نماز کے بارے میں تو تمہارے تعلقات حق تعالیٰ کے ساتھ منقطع ہو جائیں گے، اسی لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

سب سے زیادہ قرب جو بندے کو اپنے ربّ سے حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ مسجد میں ہو۔

افسوس تجھ پر کہ تو کس قدر تاؤیلیں کرتا اور رُخصتیں ڈھونڈتا ہے، تاویل کرنے والا بدعہد و باغی ہے، اے کاش جبکہ ہم اصل عزیمت اختیار کریں اور اجماعِ اُمت کے ساتھ وابستہ رہیں اور اپنے اعمال میں اِخلاص کریں تب ہی حق تعالیٰ سے نجات پا جائیں، پھر کیا پوچھنا اس حالت کا جبکہ ہم تاؤیلیں کرنے لگیں اور رُخصت ڈھونڈنے لگیں، عزیمت جاتی رہی اور اس کے اہل جاتے رہے، یہ زمانہ رُخصتوں کا رہ گیا نہ کہ عزیمتوں کا، یہ زمانہ تو رِیا و نفاق کا اور ناحق دُوسروں کے اموال لینے کا رہ گیا ہے، کثرت کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جو کچھ بھی نیک کام کرتے ہیں وہ مخلوق کے لئے کرتے ہیں خالق کے لئے نہیں، اس دُنیا کا بڑا حصہ مخلوق ہی مخلوق بن گیا بلا خالق کے (کہ کسی عمل میں بھی اکثروں کے اِخلاص نہیں)، تم سب مُردہ دِل ہو، زندہ نفس ہو، زندہ خواہش والے ہو، اور طالبِ دُنیا ہو، قلب کی زندگی اس میں ہے کہ مخلوق (کے خیال) سے نکل جائے اور حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہو معنی کے اعتبار سے (نہ کہ صورت کے اعتبار سے) کیونکہ یہاں صورت کا اعتبار نہیں، قلب کی زندگی حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعت سے باز رہنے اور

اس کی ڈالی ہوئی مصیبتوں اور قضاوقدر پر صبر کرنے سے ہے۔

صاحب زادہ! مقدّراتِ الٰہیہ میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کر پھر اس پر جمارہ کیونکہ ہر اَمر کو ضرورت ہے بنیاد کی اور اور اس کے بعد کی تعمیر کی (پس رضا و تسلیم بہ منزلہ بنیاد کے ہے اور حق تعالیٰ کی یاد پر بقاء بہ منزلہ تعمیر کے)، اس پر جملہ اوقات میں مداومت رکھ، رات میں بھی اور دن میں بھی، افسوس ہے تجھ پر، اپنے معاملے میں فکر کر اور فکر کرنا قلب کا کام ہے، پس جب اپنے لئے کوئی خوشحالی دیکھو تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور جب کوئی بدحالی دیکھو تو اس سے توبہ کرو، اسی فکر سے تیرا دِین زندہ بنے گا اور شیطان مُردہ، اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر شب بیدار سے بہتر ہے۔

اے اُمتِ محمدیہ! اللہ عزّوجل کا شکر کرو کہ اس نے تم سے پہلے جانے والے لوگوں کی بہ نسبت تمہارے تھوڑے عمل پر اِکتفا فرمایا، تم (دُنیا میں وجود کے اعتبار سے) سب کے بعد ہو اور مرتبے کے اعتبار سے) قیامت کے دن اوّل ہوگے، جو شخص تم میں تندرست ہے تو اس جیسا کوئی تندرست نہیں، تم سردار ہو اور تمہارے سوا ساری اُمتیں رعیت ہیں، جب تک تو اپنے نفس، اپنی خواہش اور اپنی طبیعت کے گھر میں بیٹھا رہے گا تندرست نہ بنے گا، جب تک تو مخلوق سے جھگڑتا اور اس مال ومتاع میں جو ان کے پاس ہے رغبت والا اور اپنے رِیا، نفاق سے اس کے حصول کا خواہاں رہے گا تو تیرے لئے تندرستی نہیں، جب تک تو دُنیا میں رغبت رکھنے والا رہے گا تیرے لئے تندرستی نہیں، اور جب تک تو حق تعالیٰ کے ماسویٰ پر دِل سے اعتماد رکھے گا تیر۔ ے لئے تندرستی نہیں، اے میرے اللہ! ہم کو اپنے ساتھ (رکھ کر) صحت عطا فرما اور ہم کو دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

باب نمبر ③

درجات کی بلندی، دُنیا سے بے رغبت ہو کر ملتی ہے[1]

اے فقیر! تو غنی بننے کی تمنا مت کر، کیا عجب ہے کہ وہ تیری بربادی کا سبب ہو، اور اے مبتلائے مرض! تو تندرستی کی آرزو مت کر، شاید وہ تیری ہلاکت کا سبب ہو، صاحبِ عقل بن، اپنے ثمر کو محفوظ رکھ، تیرا انجام محمود ہوگا، قناعت کر اسی پر جو تجھ کو حاصل ہے اور اس پر زیادتی کا خواہاں مت ہو، حق تعالیٰ جو چیز تجھ کو تیرے مانگنے پر دے گا، وہ مقدر ہوگی، میں اس کو آزما چکا ہوں، البتہ اگر بندے کو قلب کے اعتبار سے مانگنے کا حکم کیا جائے (تو سوال میں مضائقہ نہیں) کہ حکم کے وقت مانگے گا، اس میں برکت دی جائے گی اور اس سے گندگیاں دُور کر دی جائیں گی، اور مناسب ہے کہ تیرا اکثر سوال جرائم، عافیتِ دارین اور دِین و دُنیا و آخرت میں دائمی فلاح ہو، فقط اسی سوال پر قناعت کر، اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کا انتخاب نہ کر (کہ اپنی طرف سے تخصیص کر کے وہ شے مانگے جو حق تعالیٰ نے ازخود تیرے لئے انتخاب نہیں کی) اور متکبر مت بن ورنہ اللہ تجھ کو توڑ دے گا، اپنی جوانی، اپنی قوت اور اپنے مال کے گھمنڈ میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق پر تکبر مت کر، ورنہ وہ تجھ کو گرفتار کرے گا اور پکڑے گا ان کا سا پکڑنا جن کو پہلے پکڑ چکا ہے، پس اس کی پکڑ سخت دردناک ہے، تجھ پر افسوس ہے کہ تیری زبان مسلمان ہے مگر قلب مسلمان نہیں، تیرا قول مسلمان ہے مگر خلوت میں مسلمان نہیں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب تو نماز پڑھے گا اور سارے نیک کام کرے گا ان اعمال سے اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود نہ سمجھے گا تو تو منافق ہے اور اللہ عزّ وجل سے دُور ہے، اب اللہ کے جناب میں اپنے تمام افعال و اقوال اور خسیس مقاصد سے توبہ کر، فلاح پانے والے وہی ہیں جن کے اعمال میں (مخلوق کی) خوشامد نہ ہو، وہی لوگ صاحبِ یقین ہیں،

(۱) وقتِ صبح بروز جمعہ ۸ رشوال المکرم ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمور۔

اہلِ توحید ہیں، مخلص ہیں، اللہ کی ڈالی ہوئی مصیبت وآفات پر صبر کرنے والے ہیں، اس کی نعمتوں اور عطاؤں پر شکر کرنے والے ہیں، اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں اپنی زبانوں سے، اپنے قلوب سے اور اس کے بعد اپنے باطن سے، جب مخلوق کی طرف سے ان کو ایذائیں پہنچتی ہیں تو ان کے رُوبرو وہ ہوتے ہیں، بادشاہانِ دُنیا ان کے نزدیک معزول و بے اختیار ہیں، اور زمین میں جو کچھ مخلوق آباد ہے ان کے نزدیک سب مردہ ہیں، عاجز اور محتاج ہیں، ان کے اعتبار سے جنت گویا ویران ہے (کہ اس کی تمنا نہیں)، دوزخ ان کے اعتبار سے گویا بجھی ہوئی ہے (کہ اس کے خوف سے واسطہ نہیں)، نہ زمین ہے، نہ آسمان اور نہ اس میں کوئی باشندہ ان کی جہتیں متحد ہو کر صرف ایک جہت رہ جاتی ہے، اوّل وہ دُنیا اور اہلِ دُنیا کے سات تھے، پھر آخرت اور اہلِ آخرت کے ساتھ ہو گئے، اور اس کے بعد (اس سے بھی نظر ہٹ گئی اور) دُنیا و آخرت کے رَبّ کے ساتھ ہو گئے، اللہ اور اس کے محبین کے ساتھ لاحق ہو گئے، چلے اس کی محبت میں اپنے قلوب سے یہاں تک کہ اس سے واصل ہو گئے اور راستہ چلنے نے پہلے رفیق کو حاصل کر لیا اپنے اور اس کے درمیان راستہ کھول لیا کہ وہ ان کو یاد فرماتا رہتا ہے، جب تک کہ یہ اس کو یاد کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس یادداشت نے ان کے بوجھ اور گناہ ان سے اُتار پھینکے، غیر اللہ کے ساتھ یہ مفقود ہیں اور حق تعالیٰ کے ساتھ موجود، انہوں نے حق تعالیٰ کا ارشاد سنا کہ "تم یاد کرو مجھ کو، میں یاد کروں گا تم کو، اور میرا شکر کرو اور ناشکر مت بنو" پس انہوں نے اس کی یاد کو لازم پکڑ لیا اس طمع میں کہ ان کو یاد فرمائے گا، انہوں نے حق تعالیٰ کا قول من جملہ اقوال کے سنا کہ "میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے" پس انہوں نے چھوڑ دیا مخلوق کو، مجلسوں کو اور ذکرِ حق پر اِکتفا کیا کہ ان کو اس کی ہم نشینی حاصل ہو۔

صاحبو! بوالہوس مت بنو، تم لوگ سرتا پا ہوس ہو، یہ علم تم کو بغیر عمل کے مفید نہ ہوگا، تم حاجت مند ہو کہ عمل کرو کتاب اللہ پر، حکمِ اِلٰہی ہے کہ (نماز وغیر فرائضِ یومیہ پر) روزانہ اور (زکوٰۃ و روزہ وغیرہ فرائضِ سالانہ پر) ہر سال مدت العمر عمل کرتے رہو، یہاں تک کہ اس کا پھل تمہارے ہاتھ آ جائے۔

صاحب زادہ! تیرا علم تجھ کو پکار رہا ہے کہ میں تجھ پر حجت ہوں اگر تو نے عمل نہ کیا،

(بےعملی کا مجرم بنانے کو سرکاری گواہ کا کام دُوں گا)، اور تیرے لئے حجت ہوں اگر تو نے مجھ پرعمل کیا (کہ تیرا گواہ صفائی بنوں گا)۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

علم پکارا کرتا ہے عمل کو، پس اگر عمل آ جاتا ہے تو علم ٹھہرتا ہے ورنہ چلا جاتا ہے۔

علم کے چلے جانے سے مراد یہ ہے کہ اس کی برکت چلی جاتی ہے اور محنت ہی محنت رہ جاتی ہے، اپنے مولیٰ سے اس کا سفارش کرنا رُخصت ہو جاتا اور تیری حاجتوں کے وقت اس کا تیرے پاس آنا بند ہو جاتا ہے، علم رُخصت ہو جاتا ہے اس لئے کہ پوست ہی پوست رہ گیا کیونکہ علم کا مغز عمل ہے، تیری متابعت جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحیح نہیں جب تک کہ اس شریعت پر عمل نہ کرے جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ کو حکم دیا ہے، اور جب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد پر عمل کرے گا تو وہ تیرے قلب اور باطن کا استقبال کریں گے اور ان کو اپنے رَبّ کے حضور میں پیش کریں گے، تیرا عمل تجھ کو پکارتا ہے لیکن تو سنتا نہیں کیونکہ تیرے پاس دِل ہی نہیں، اس کو سن اپنے دِل کے کان سے اور باطن کے کان سے اور اس کا کہنا مان کہ تو اس سے نفع پائے گا، وہ علم جو عمل کے ساتھ ہوگا تجھ کو مقرّب بنائے گا علم کے نازل فرمانے والے علیم کا، جب تو اس حکم پر عمل کرے گا جو پہلا علم ہے تو دُوسرے علم کا چشمہ تجھ پر جاری ہو جائے گا، اور تجھے دو چشمے بہتے ہوئے حاصل ہوں گے یعنی حکم و علم اور ظاہر و باطن جو تیرے قلب کو بھر دیں گے، اس وقت تجھ پر اس نعمت کی زکوٰۃ واجب ہوگی کہ اس سے بھائیوں اور مریدوں کی غم خواری کرو کیونکہ علم کی زکوٰۃ اس کا پھیلانا اور مخلوق کو خدا کی طرف بلانا ہے۔

صاحب زادہ! جس نے صبر کیا صاحبِ قدرت بنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

صبر کرنے والوں کو اَن گنت بھرپور اَجر دیا جائے گا۔

کھا اپنے کسب کے ذریعے سے اور مت کھا اپنے دِین کے ذریعے سے (کہ دِین کو بیچ کر معاش کمانا حرام ہے)، کما اور کھا اس سے دُوسروں کی غم خواری بھی کر، مؤمنین کی کمائی صدیقین کا طشت ہے (کہ جو کماتے ہیں صلحاء کی نذر کر دیتے ہیں)، ان کے

مسائلِ معاش تو صرف فقراء و مساکین کی غرض سے ہے، وہ مخلوق تک رحمت کو پہنچانے کی آرزو میں رہتے ہیں اور اس سے حق تعالیٰ کی رضا اور اپنے لئے اس کی محبت چاہتے ہیں، وہ سن چکے ہیں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ:-

آدمی حق تعالیٰ کی عیال ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کا پیارا اللہ کی عیال کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا شخص ہے۔

اولیاء اللہ مخلوق کے اعتبار سے گونگے، بہرے، اندھے ہیں، چونکہ ان کے قلوب حق تعالیٰ کے قریب ہیں اس لئے وہ غیر کی بات سنتے نہیں، غیر کو دیکھتے نہیں، قرب ان کو متوالا بنائے رکھتا ہے، ہیبت ان پر چھائی رہتی ہے، اور محبت ان کو محبوب کے پاس مقید رکھتی ہے، پس وہ جلال و جمال کے درمیان رہتے ہیں کہ دائیں طرف جھکتے نہ بائیں طرف، ان کے لئے صرف سامنے کا رُخ ہے جس کا پیچھا نہیں، ان کی خدمت میں لگے رہتے ہیں اِنسان، جنات اور فرشتے، اور قسم قسم کی مخلوق ان کی خادم ہے، اور حکم اور علم ان کو غذا پہنچاتا ہے، فضلِ خداوندی اور ان کو سیراب کرتا ہے اُنسِ حق، وہ اس کے فضل کا کھانا کھاتے اور اس کے اُنس کا شربت پیتے رہتے ہیں، ان کے پاس ایسا شغل ہے جس نے مخلوق کی باتیں سننے سے ان کو روک دیا ہے، پس وہ ایک جنگل میں ہیں اور مخلوق دُوسرے جنگل میں، وہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب بن کر مخلوق کو اَحکامِ خداوندی کا حکم دیتے اور ممنوعاتِ خداوندی کی ممانعت کرتے رہتے ہیں، درحقیقت وارث وہی ہیں ان کا کام مخلوق کو خدا کی طرف لے چلنا ہے، وہ (تبلیغ کرکے) لوگوں پر اللہ کی محبت قائم کرتے ہیں، ہر چیز کو اس کے موقع پر رکھتے اور ہر صاحبِ فضل کو اس کا فضل دیتے رہتے ہیں، وہ دُوسروں کے حقوق لیتے نہیں اور نہ اپنے حقوق جو کچھ وصول کرتے ہیں اپنے نفس اور طبیعت کے اقتضا سے کرتے ہیں، وہ اللہ عزّ وجل کے بارے میں محبت کرتے ہیں اور اللہ ہی کے بارے میں بغض رکھتے ہیں، وہ سرتاپا اللہ ہی کے ہیں، غیر کا ان میں ذرا بھی حصہ نہیں، جس کی یہ حالت تام ہوئی، اس کی محبت کامل ہوئی اور نجات و فلاح حاصل ہوئی، انسان، جنات، فرشتے، زمین و آسمان سب اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ اے مخلوق و اسباب کی پرستش کرنے والے! اور حق تعالیٰ کو بھول جانے والے! اور اے منافق! تو چاہتا ہے کہ یہ مرتبہ تیرے ہاتھ

آ جائے اور تیری یہی حالت (بے فکری و تونگری کی) رہے، تو اس سے تیری کوئی حرمت و عزت نہیں ہے کہ محنت و کسب وعطا کا مستحق ہو، گردن جھکا پھر توبہ کر، اس کے بعد علم سیکھ، عمل کر اور اِخلاص پیدا کر، اگر یہ نہ ہوا تو کبھی ہدایت نہ پائے گا، افسوس ہے تجھ پر، میرے اور تیرے درمیان کچھ عداوت نہیں ہے (کہ اس کی وجہ سے جھڑکتا ہوں) بجز اس کے کہ میں سچی بات کہتا ہوں اور سچ بات تلخ معلوم ہوا کرتی ہے، اور اللہ کے دِین کے متعلق تیرا لحاظ قائم نہیں رکھتا، بے شک میری تربیت مشائخ کے دُرست کلام اور غربت وفقر کی درشتی پر ہوئی ہے (کہ بد دِینی دیکھ کر ضبط اور نصیحت کے وقت رو رعایت نہیں کر سکتا)، جب میری طرف سے تجھ کو کوئی قول معلوم ہو تو اس کو اللہ عزّ وجل کی طرف سے اِلہام سمجھ کر قبول کر، کیونکہ وہی ہے جس نے مجھ سے کہلوایا، جب تو میرے پاس آیا کر تو اپنے آپ سے برہنہ ہو کر آیا کر، یعنی اپنے نفس اور خواہش کے کپڑے اُتار کر، اگر تیرے دِل کی آنکھیں ہوتیں تو مجھ کو بھی تو برہنہ (یعنی بے نفس اور بلا خواہش) سمجھتا، مگر تیری بیمار سمجھ تیری لئے آفت ہے (کہ بھلی بات عداوت و سختی معلوم ہوتی ہے)۔ اے مجھ سے نفع اُٹھانے اور میری صحبت میں رہنے کے خواہش مند! میری حالت تو یہ ہے کہ نہ اس میں مخلوق ہے، نہ دُنیا ہے، نہ آخرت، پس جو شخص میرے ہاتھ پر توبہ کرے گا اور میری صحبت میں رہے گا اور میرے متعلق گمان اچھا رکھے گا اور جو کچھ میں کہوں گا اس پر عمل کرتا رہے گا تو اِن شاء اللہ ایسا ہی وہ بھی ہو جائے گا۔ انبیاء کی تربیت حق تعالیٰ اپنے کلام سے فرماتا ہے، اور اولیاء اللہ کی تربیت اپنی حدیث سے، مراد اِلہام ہے، جو ان کے قلوب میں کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ انبیاء کے وصی ہیں، انبیاء کے خلفاء و جانشین اور ان کے غلام ہیں۔ اللہ عزّ وجل کلام فرماتا ہے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، اسی نے ان سے کلام فرمایا تھا، کسی مخلوق نے نہیں، ان سے خالق نے ہی کلام فرمایا، علام الغیوب نے ہی کلام فرمایا، ایسا کلام جس کو انہوں نے سمجھ لیا اور بلا واسطہ ان کی عقل تک پہنچ گیا، نیز اس نے کلام فرمایا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ، یہ قرآن اللہ کی ایک مضبوط رَسّی ہے جو تمہارے درمیان تمہارے رَبّ جل شانہٗ کے درمیان ہے (کہ اس کے واسطے سے خدا تک رسائی ہوتی ہے) اس کو جبرئیلؑ نے آسمان سے خاص اللہ پاک کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا اور نازل کر دیا، جیسا کہ فرمایا اور خبر دی ہے، اس کا

انکار کرنا جائز نہیں۔ اے میرے اللہ! سب کو ہدایت دے، سب پر توجہ فرما، اور سب پر رحم کر۔ امیر المؤمنین معتصم باللہ کی حکایت ہے کہ جس وقت ان کو موت آئی تو انہوں نے کہا ''بخدا! میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اس حرکت سے جو میں نے احمد بن حنبلؒ کے ساتھ کی، حالانکہ میں ان کے اس (ایذا رسانی و اہانت کے) قصے کا محرک نہ تھا بلکہ دُوسرے ہی اس کے بانی مبانی تھے، مگر پھر بھی مجھ پر واجب تھا کہ دُوسروں کے کہنے میں نہ آتا اور اِمامِ ممدوح پر ظلم نہ کرتا۔

اے مسکین! ایسے معاملات میں گفتگو کرنا چھوڑ دے جو تجھ کو نفع نہ دیں، مذہب کے بارے میں تعصب کو چھوڑ (کہ اپنے اِمام کے سوا دُوسروں پر طعن کرنے لگو)، اور مشغول ہو ایسے کام میں جو تجھ کو فائدہ پہنچائے دُنیا اور آخرت میں، عنقریب اپنا انجام دیکھ لے گا اور یاد کرے گا میری باتوں کو بہت جلد، دیکھے گا نیزہ بازی کے وقت جبکہ میرے سر پر بھی خود ہوگا کہ اس پر کتنے گہرے اور کاری زخم آئے، اپنے قلب کو دُنیا کے تفکرات سے خالی کر کہ تو عنقریب ان سے رُخصت ہو جائے گا، دُنیا کی خوش عیشی کا طالب مت بن کہ یہ تیرے ہاتھ نہ آئے گی، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

عیش بس آخرت کا عیش ہے۔

اپنی آرزو کو کوتاہ کر کے دُنیا میں زُہد حاصل ہو جائے گا کیونکہ سارا زُہد آرزو کو کم کر لینا ہی ہے۔ بُرے ہم نشینوں کو چھوڑ، اپنے اور ان کے درمیان محبت کے علاقے کو توڑ اور اپنے اور نیکوکاروں کے درمیان اس تعلق کو جوڑ، اگر قریبی رشتہ دار بھی من جملہ بدکار ہم نشینوں کے ہوں تو اس سے الگ ہو جاؤ، دُور والے سے دوستانہ کر بشرطیکہ وہ اچھا ہم نشین ہو، جس سے دوستانہ کرے گا تیرے اور اس کے درمیان قرابت ہو جائے گی، پس دیکھ لیا کر کہ کس شخص سے دوستانہ کرتا ہے۔

بعض صلحاء سے پوچھا گیا کہ قرابت کیا ہے؟ تو فرمایا دوستانہ، جو تیرے حصے میں لکھ دیا گیا اس کی طلب بھی چھوڑ، اور جو نہیں لکھا گیا اس کی بھی طلب چھوڑ، اس لئے کہ جو مقدر ہو چکا ہے اس کی طلب محض مشقت ہے (کہ بلا طلب بھی ضرور حاصل ہوتی ہے) اور جو مقدر نہیں، اس کی طلب عذاب و رُسائی ہے (کہ فضول محنت بھی اُٹھائی اور حق تعالٰی کو بھی

ناراض کیا) اس لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

یہ بھی بندوں پر اللہ کا عذاب ہے کہ جو چیز قسمت میں نہیں اس کا طالب ہو۔

صاحب زادہ! اللہ کی صنعت سے اس کے وجود پر دلیل پکڑ، غور کر اس کی صناعی میں کہ پہنچ جائے گا صانع تک۔ صاحبِ یقین و معرفت مؤمن کے لئے دو آنکھیں ظاہری ہیں اور دو آنکھیں باطنی، پس ظاہری آنکھوں سے ان چیزوں کو دیکھتا ہے جو حق تعالیٰ نے زمین میں پیدا فرمائی ہیں، اور باطنی آنکھوں سے وہ چیزیں دیکھتا ہے جو حق تعالیٰ نے آسمانوں میں پیدا فرمائی ہیں کہ اس کے بعد قلب سے پردے اُٹھا دیئے جاتے ہیں، پس حق تعالیٰ کو بلا شبہ اور بلا کیف دیکھتا ہے پھر مقرب و محبوب بن جاتا ہے، اور محبوب سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی جاتی، ہاں پردے اس قلب سے اُٹھائے جائے جاتے ہیں جو برہنہ ہو چکا ہو مخلوق سے، طبیعت سے، خواہشِ نفس سے، اور شیطان سے، اور اس کے ہاتھ سے زمین کے خزانوں کی کنجیاں گرادی جاتی ہیں، پس اس کے نزدیک پتھر اور ڈھیلے یکساں ہو جاتے ہیں، عقل مند بن اور سوچ کہ میں کیا کہتا ہوں، سمجھ سے کام لے کہ کلام کے مغز پر پہنچا ہوا ہوں اور سنار ہا ہوں کہ اس کا جوہر اس کا اندرون اور اس کے معانی کی نصیحتیں ہیں۔

صاحب زادہ! خالق کا شکوہ مخلوق سے مت کر، بلکہ اسی سے کر کہ وہی قادر ہے اور اس کے سوا دُوسرے تو کچھ بھی نہیں، راز کا چھپانا مصیبتوں، بیماریوں اور خیرات کا مخفی رکھنا من جملہ خوبیوں کے خزانوں کے ہے، اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات دے اور کوشش کر کہ اس کی خبر تیرے بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو، اس بحرِ دُنیا سے ڈر کہ بہت سی مخلوق اس میں ڈُوب چکی ہے، مخلوق میں کوئی اس سے نجات پاتا ہے، یہ بڑا گہرا سمندر ہے، سب کو غرق کر سکتا ہے، مگر ہاں اللہ عزّ وجل اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے اس سے نجات دے دیتا ہے جیسا کہ قیامت کے دن ایمان والوں کو دوزخ سے نجات دے گا کہ سب ہی (پل صراط کے واسطے سے) اس پر عبور کریں گے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا بچالے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس پر ہو کر نہ گزرے، یہ تیرے رَبّ

پر ضروری و طے شدہ بات ہے۔

اللہ عزّ وجل دوزخ سے فرمائے گا کہ ٹھنڈی اور سلامتی والی بنی رہو یہاں تک کہ گزر لیں میرے بندے جو مجھ پر ایمان لائے تھے، جو میرے مخلص تھے، جنھوں نے مجھ سے رغبت کی اور ماسویٰ سے زُہد و بے رغبتی اِختیار کی، آگ سے حق تعالیٰ یہ ارشاد فرمائے گا جیسا کہ نمرود کی آگ سے فرمایا تھا، جس کو اس نے سلگایا تھا کہ اس میں ابراہیم علیہ السلام کو جلائے، اس طرح اللہ عزّ وجل دُنیا سے (جو گویا غرق سمندر ہے) فرماتا ہے کہ اے بحرِ دُنیا! اے پانی! اس بندے کو غرق مت کر جو میرا مطلوب ہے، پس وہ اس سے نجات پا جاتا ہے اور کسی کو بھی خبر نہیں ہوتی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس دریائے (نیل) سے نجات دی، وہ جس پر چاہے فضل فرمائے اور جس کو چاہے بے شمار رزق دے، ساری بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے، دِین اس کے ہاتھ میں ہے، دُنیا اس کے ہاتھ میں ہے، تونگری اس کے ہاتھ میں ہے، فقر اس کے ہاتھ میں ہے، اور عزّت و ذِلت اس کے ہاتھ میں ہے، دُنیا اس کے ساتھ، کسی کے ہاتھ اختیار کچھ بھی نہیں، پس عقل مند وہ ہے جو اس کے دروازے کو چمٹ جائے اور دُوسرے کے دروازے سے منہ پھیر لے۔

اے مبتلائے اَدبار! میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ مخلوق کو راضی کرتا ہے اور خالق کو ناراض، اپنی دُنیا کی آبادی کے پیچھے اپنی آخرت کو ویران کئے دیتا ہے، عنقریب تو گرفتار ہوا چاہتا ہے، تجھ کو پکڑے گا وہ جس کی پکڑ سخت دردناک ہے، اس کی پکڑ کے مختلف طریقے ہیں، تجھ کو پکڑے گا تیری ولایت سے تجھ کو معزول فرما کر، پکڑے گا مرض سے، ذِلت سے اور فقر سے، تجھ کو پکڑے گا سختیوں اور طرح طرح کے رنج و غم مسلط فرما کر، تجھ کو پکڑے گا مخلوق کی زبانوں اور ہاتھوں کو تیرے اُوپر حاکم بنا کر، اپنی ساری مخلوقات کو تیرے اُوپر مسلط کر دے گا، اے سونے والے! بیدار ہو، اے میرے اللہ! ہم کو بیدار فرما اپنے ساتھ اور اپنے لئے، آمین۔

صاحب زادہ! دُنیا حاصل کرنے میں ایسا مت بن جیسے رات کے وقت لکڑیاں جمع کرنے والا کہ اسے خبر نہیں کہ اس کے ہاتھ میں کیا آتا ہے (یعنی لکڑی یا سانپ)، میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ اپنے کاروبار میں ایسا ہے جیسے لکڑیاں جمع کرنے والا سخت اندھیری رات

ہیں کہ نہ اس میں چاند ہے، نہ کوئی روشنی اس کے ساتھ، نیز وہ ایسے ریگستان میں بھی ہے جہاں قاتل کیڑے مکوڑے بکثرت ہیں، پس قریب ہے کہ ان میں سے کوئی اس کو قتل کر ڈالے، لکڑیاں جمع کرنے کے لئے دن کا وقت لازم پکڑ تا کہ آفتاب کی روشنی تجھ کو ایسی چیز پر ہاتھ ڈالنے سے روکتی رہے جو تجھ کو نقصان پہنچانے والی ہو، پس اپنے کاروبار اور مشاغل میں توحید اور شریعت اور تقویٰ کے آفتاب کے ساتھ رہ کیونکہ یہ آفتاب میں عجلت کرنے سے روکے رہیں گے، تجھ پر افسوس ہے جلد مت کر، جو جلدی کرتا ہے وہ غلطی کھاتا یا غلطی کے قریب پہنچ جاتا ہے، اور جو اطمینان سے چلتا ہے وہ راہ یاب ہوتا ہے یا قریب ہے کہ راہ یاب ہو، جلد بازی شیطان کا کام ہے اور سوچ سمجھ کر کام کرنا رحمٰن کا، اکثر جو عجلت پر تجھ کو برانگیختہ کرتی ہے وہ دُنیا جمع کرنے کا حرص ہے، قناعت اختیار کر کیونکہ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا، ایسی چیز کا کیوں طالب ہوتا ہے جو تیرے لئے مقدر نہیں، اور جو تجھ کو کبھی ملے گی نہیں، روک لے اپنے نفس کو اور اسی موجود پر راضی اور اس کے ماسوا سے بے رغبت بن جا، اس پر جمارہ یہاں تک کہ تو اللہ تعالیٰ کی معرفت والا بن جائے، پس اس وقت تو ہر شے سے بے نیام ہو جائے گا، قلب تیرا اِعتماد کرے گا اور باطن تیرا صاف ہوگا اور تیرا رَبّ ہوگا اور تیرا رَبّ عزّ وجل تجھ کو تعلیم فرمائے گا پس دُنیا تیرے چہرے کی ظاہری آنکھوں میں حقیر بن جائے گی اور آخرت تیرے قلب کی دونوں آنکھوں میں حقیر دِکھلائی دے گی اور ماسوی اللہ تیرے باطن کی دونوں آنکھوں میں حقیر معلوم ہوں گے اور کوئی چیز بھی بجز حق تعالیٰ شانہٗ کے تیرے نزدیک باعظمت نہ رہے گی، پس اس وقت ساری مخلوق کے نزدیک تو باعظمت بن جائے گا۔

صاحب زادہ! اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے سامنے کوئی دروازہ بھی بند نہ رہے تو اللہ عزّ وجل سے ڈرتا رہ، بس یہ ہر دروازے کی کنجی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے نکلنے کے لئے راستہ کر دیتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

حق تعالیٰ سے معارضہ نہ کر (اگر ایسا کیوں نہ کیا) نہ اپنے نفس کے بارے میں، نہ اپنے بال بچوں کے بارے میں، نہ اپنے مال کے بارے میں، نہ اپنے

ہمعصروں کے بارے میں، کیا تجھ شرم نہیں آتی کہ خدا پر حکم چلاتا ہے کہ اس حالت کو بدل دے، متغیر کردے، تو اس سے بھی بڑا حاکم، بڑا عالم اور بڑا رحیم ہوگیا؟ اور ساری مخلوق اس کے غلام اور بندے ہیں، وہی تیرا بھی مدبر ہے اور مخلوق کا بھی منتظم، اگر تو اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے دُنیا اور آخرت میں تو لازم پکڑ سکون، خاموشی، گونگے بن جانے کو، اولیاء اللہ اس کے حضور میں مؤدّب رہتے ہیں اپنے قلوب کے لئے، اس کی صریح اجازت ہوئے بغیر نہ حرکت کرتے اور نہ اپنے اسباب میں سے کسی شے میں کوئی تصرف کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ ان کے قلوب کو (الہام کے ذریعے) صریح اجازت حاصل نہ ہو، وہ دست بستہ قائم ہیں حق عزّوجل کے حضور، کھڑے ہوئے ہیں مقلب القلوب والابصار کے حضور، ان کو اپنے ربّ عزّوجل کے بارے میں قرار نہیں جب تک کہ وہ اس سے نہ ملیں دُنیا میں اپنے قلوب کے ساتھ اور آخرت میں اپنے اَجسام کے ساتھ۔

یا اللہ! ہم کو نصیب فرما اپنی لقاء دُنیا میں، اور آخرت میں ہم کو لذّت بخش اپنے قرب اور اپنے دیدار کی، ہم کو بنا ان لوگوں میں جو تیرے ماسویٰ کو چھوڑ کر تجھ سے راضی ہوتے ہیں، اور ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے، آمین۔

باب نمبر ④
خدا شناسی ہی سے سلوک کے مدارج طے ہوتے اور اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے[(۱)]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

جس کے لئے خیر کا کوئی دروازہ کھولا جائے تو اسے چاہئے کہ اس کو غنیمت سمجھے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کب بند کر دیا جائے گا۔

صاحبو! خوش ہو اور غنیمت سمجھو زندگی کے دروازے کو جب تک کہ کھلا ہوا ہے، وہ عنقریب بند کر دیا جائے گا، غنیمت سمجھو نیکوکاریوں کو جب تک کہ تم ان کے کرنے پر قادر ہو، غنیمت سمجھو توبہ کے دروازے کو اور اس میں داخل ہو جاؤ جب تک کہ وہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے، غنیمت سمجھو دعا کے دروازے کو کہ وہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے، غنیمت سمجھو اپنے دین دار بھائیوں کی روک ٹوک کے دروازے کو کہ وہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے، ورنہ پھر کوئی بھی تم کو بداَعمالیوں سے روکنے یا نصیحت کرنے والا نہیں۔ لوگو! بنالو جو کچھ توڑ چکے ہو، دھولو جس کو نجس کر چکے ہو، سنوار لو جس کو بگاڑ چکے ہو، صاف کر لو جس کو مکدّر کر چکے ہو، اور لوٹا دو جو کچھ لے چکے ہو، اپنے فرار اور بھاگنے سے تائب ہو کر لوٹ آؤ اپنے مولیٰ عزّ وجل کی طرف۔

اے صاحب زادہ! یہاں کوئی نہیں بجز خالق عزّ وجل کے، پس اگر تو خالق کے ساتھ رہے تب تو تُو اس کا بندہ ہے، اور اگر مخلوق کے ساتھ رہے تب تُو ان کا بندہ ہے، تجھے واعظ بننا زیبا نہیں جب تک کہ اپنے قلب کی حیثیت سے بیابان اور جنگل و میدان قطع نہ کرے، اور اپنے باطن کے اعتبار سے سب کو چھوڑ نہ دے، کیا تو نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کا

(۱) وقت صبح بروز یکشنبہ ۱۰ رشوال ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

طالب سب سے مفارقت اختیار کرتا ہے، یہ بات یقینی ہے کہ مخلوق میں سے ہر چیز بندے اور اس کے خدا کے درمیان پردہ ہے، پس وہ جس شے پر بھی پڑے گا وہ حجاب بن کر اس کو چھپا لے گی۔

صاحب زادہ! کاہل مت بن کیونکہ کاہل ہمیشہ محروم رہتا ہے اور پشیمانی کی رسّی اس کی گردن میں ہوتی ہے، اپنے اعمال کو عمدہ بنا کہ حق تعالیٰ تجھ پر دُنیا و آخرت کی سخاوت فرمائے گا۔ ابو محمد عجمی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ:۔

اے اللہ! ہم کو اچھے اعمال والا بنادے۔

اگرچہ عجمی ہونے کے سبب یہ لفظ ان کی زبان سے اچھی طرح ادا نہیں ہوتا تھا، مگر مطلب یہی تھا کہ جس کو صاحبِ ذوق پہچانتا ہے۔ مخلوق کے ساتھ خوبی سے میل جول رکھنا اور اس کی موافقت کرنا اچھی بات اور مبارک ہے بشرطیکہ شریعت کی حدود اور اس کی رضا کے ساتھ ہو، لیکن اگر اس کی حدود میں سے کسی حد سے تجاوز یا شریعت کی ناراضی لازم آئے تو اچھی نہیں۔

صاحب زادہ! دُعا کا جال کھڑا کر اور رضا کی طرف لوٹ (یعنی دُعا مانگ مگر ملنے اور نہ ملنے پر بہرحال راضی رہو)، زبان سے ایسی حالت میں دُعا مت کر کہ تیرا قلب اعتراض کر رہا ہو۔ قیامت کے دن انسان یاد کرے گا جو کچھ بھلائی یا بُرائی دُنیا میں کر چکا تھا، پس وہاں پشیمانی نفع نہ دے گی اور یاد کرنا مفید نہ ہوگا، موت سے پہلے آج یاد کرنے میں بے رشک شان ہے، لوگوں کے کھیتی کاٹتے وقت بیج بونے اور جوتنے کا تذکرہ سودمند نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

پس جو شخص بھلائی بوئے گا وہ غلہ کاٹے گا (کہ لوگ اس کی عمدہ حالت پر رشک کریں گے) اور جو بدی بوئے گا وہ ندامت کاٹے گا (کہ بدی کا ثمرہ پشیمانی ہے) جب موت تیرے سامنے آ کھڑی ہوگی تب تو بیدار ہوگا ایسے وقت کہ بیدار ہونا تجھ کو فائدہ نہ دے گا۔ یا اللہ! ہم کو ان لوگوں کی نیند سے بیدار کر جو تجھ سے غافل اور تیری ذات وصفات سے جاہل ہیں، آمین۔

صاحب زادہ! تیرا بدکاروں کے ساتھ رہنا تجھ کو نیکوکاروں سے بدگمانی کے اندر ڈال دے گا، اللہ عزّوجل کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سایہ کے نیچے چلو، یقیناً فلاح پاؤ گے۔

صاحبو! شرماؤ حق تعالیٰ سے جیسا کہ شرمانا چاہئے، غفلت میں نہ پڑے رہو، تمہارا وقت بے کار جا رہا ہے، تم مشغول ہو ایسی چیز کے جمع کرنے میں جس کو کھا نہ سکو گے، آرزو رکھتے ہو ایسی چیزوں کی جن کو نہیں پا سکو گے، اور تعمیر کرتے ہو ایسے مکانات کی جن میں نہیں رہ سکو گے، یہ ساری چیزیں تم کو تمہارے رَبّ کے مقام سے محجوب کرتی ہیں، اللہ عزّوجل کی یاد اہلِ عرفان کے دِلوں میں خیمہ لگاتی اور ان کو گھیر لیتی ہے اور ہر مذکور کی یاد ان کو بھلا دیتی ہے، پس جب یہ حالت کامل ہو جاتی ہے تو اَب جنت ٹھکانا ہے، ایک جنت نقد اور دُوسری جنت وہ ہے جس کا وعدہ ہے جو دُنیا میں ملتی ہے، وہ رضا برقضا اور قلب کا اللہ تعالیٰ سے قرب اور اس کے ساتھ رازو نیاز اور اس کے اور خدا کے درمیان سے پردے کا اُٹھ جانا ہے کہ ایسے قلب والا شخص اپنی خلوت میں ہر حالت کے اندر حق تعالیٰ کے ساتھ ہے بلا کیفیت اور بلا شبہ کے کہ اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے (پس اس معیت کی کوئی کیفیت کیا بیان کرے) اور جنت موعود وہ ہے جس کا حق تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے، اور حق تعالیٰ کریم کا دیدار بلا حجاب ہے، کوئی شبہ نہیں کہ خیر و خوبی ہر قسم کی اللہ کی طرف سے ہے اور بُرائی و شر دُوسروں کی طرف سے، اس کی طرف متوجہ ہونے میں خیر ہے اور اس سے روگردانی میں شر، ہر عمل جس کا تو معاوضہ چاہے وہ تیرا ہے اور ہر عمل جس کا مطلوب اللہ تعالیٰ کی ذات ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ہے، جب تو عمل کرے گا اور معاوضے کا طالب ہوگا تو اس کی جزا بھی مخلوق ہی ہوگی (خواہ جنت ہو یا حوریں) اور جب عمل کرے گا خاص حق تعالیٰ کے لئے تو اس کی جزا اس کا قرب اور اس کا دیدار ہے، پس مناسب ہے کہ اپنے اعمال پر معاوضے کا خواہاں مت ہو، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کیا ہستی ہے آخرت اور ماسوی اللہ کی، طالب بنو منعم کا اور مت طلب کرو نعمت کو، طلب کرو پڑوسی کو گھر سے پہلے (کہ اصل راحت پڑوس کے عمدہ ہونے سے ہے نہ کہ گھر سے، اسی طرح اصل راحت دیدارِ حق میں ہے نہ کہ جنت میں)۔ وہی ہر چیز سے پہلے تھا اور وہی ہر شئی کا موجد ہے اور وہی ہر چیز کے

بعد ہوگا۔ موت کو یاد رکھنا، مصیبتوں پر صبر کرنا اور تمام حالتوں میں حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا لازم سمجھ، جب یہ تینوں خصلتیں تیرے لئے کامل ہو جائیں گی تب تیرے پاس بادشاہت آئے گی کہ موت کے یاد رکھنے سے تیرا زُہد صحیح ہو جائے گا، اور صبر کے سبب جو کچھ تو اپنے رَبّ سے چاہے گا اس میں بامراد ہو جائے گا، اور توکل سے ساری چیزیں تیرے قلب سے باہر نکل جائیں گی، تیرا تعلق تیرے رَبّ عزّوجل سے ہو جائے گا تو تُو دُنیا و آخرت اور ماسویٰ سے دُور ہو جائے گا، تیرے پاس ہر طرف سے راحت آئے گی اور ہر جانب سے حفاظت و نگہبانی آئے گی، تیرا آقا عزّوجل ہر چھ اَطراف سے تیری حفاظت فرمائے گا، مخلوق میں کسی کو تجھ پر (حملہ کرنے کا) راستہ باقی نہ رہے گا، ساری جہتیں تیری طرف سے مسدود اور دروازے تیری طرف سے بند کر دیئے جائیں گے اور تُو من جملہ ان لوگوں کے بن جائے گا جن کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

(اے شیطان!) میرے وہ بندے بھی ہیں جن پر تجھے کسی قسم کی دسترس نہیں۔

اس کو موحدین مخلصین پر کس طرح دسترس ہو سکتی ہے جو اپنے اعمال میں مخلوق کا دِکھاوا جانتے ہی نہیں، گویائی تو اِنتہاء میں ہوتی ہے نہ کہ ابتداء میں، ابتداء تو سارا گونگا پن ہے، انتہا سارا گویائی ہے، مخلص کی بادشاہت اس کے قلب میں ہے اور سلطنت اس کے باطن میں، ظاہری حکومت کا اعتبار نہیں اور شاذ و نادر مخلص ایسے بھی ہوتے ہیں جو ظاہری و باطنی بادشاہت کے جامع بنتے ہیں، ہمیشہ پوشیدہ حال بنا رہ، یہاں تک کہ تُو کامل بن جائے اور تیرا قلب تیرے رَبّ عزّوجل تک پہنچ جائے، پس جب تُو کمال پر پہنچ گیا تو اَب (اِظہارِ حال کی) پروا نہیں ہے، اب کیوں پروا جبکہ حال یہ ہے کہ حال محقق بن چکا اور تُو اپنے مقام میں قائم و صاحبِ تمکین ہو گیا، تیرے محافظ سپاہی تجھ کو گھیرے ہوئے ہیں، مخلوق تیرے نزدیک ستون اور درختوں جیسی (بے اختیار) بن گئی اور تیرے نزدیک ان کی مدح اور مذمت اور توجہ و رُوگردانی برابر ہو گئی، اور تُو ان کا بنانے والا اور تو توڑنے والا ہے کہ ان میں اپنے خالق کے اِذن سے تصرف کرتا ہے، عزل و نصب کا اختیار وہ تجھ کو عطا فرماتا ہے اور تیرے قلب کے ہاتھ میں حکم نامہ حوالے کر دیتا اور تیرے باطن کے ہاتھ میں شناخت بخشتا

ہے، جب تک یہ حالت صحیح نہ ہو جائے وعظ کا موقع نہیں، صاحبِ عقل بن، ہوس مت کر، تو اَندھا ہے، اس کا طلب گار رہو جو تیرا ہاتھ پکڑے، تو جاہل ہے پس تلاش کر اسے جو تجھے عالم بنائے، اور جب وہ ہاتھ آ جائے تو اس کا دامن پکڑ لے اور اس کے قول اور رائے کو قبول کر اور اس کی رہبری سے راستے پر قدم رکھ، پھر جب راستے تک پہنچ جائے تو وہاں بیٹھا رہ یہاں تک کہ اس کی معرفت تیرے لئے محقق ہو جائے اور اِستقامت کی بدولت راہِ حق کی شناخت پوری ہو جائے، پس اس وقت ہر بھولا بھٹکا تیری پناہ میں آئے گا، اور تو فقیر و مسکین کا طباق بن جائے گا (کہ حاجت مند مخلوق تجھ سے رہنمائی اور تربیت کا نفع اُٹھائے گی)۔ جوانمردی ہے حق تعالیٰ کے راز کی حفاظت کرنا اور لوگوں سے خوش خلقی کا خوگر ہونا۔ (اے مخاطب!) ماسوی اللہ کو چھوڑ کر حق تعالیٰ سے راضی ہونے اور طالبِ حق بننے سے تو کتنی دُور جا پڑا؟ کیا تو نے ارشادِ خداوندی نہیں سنا کہ:-

بعض تم میں وہ ہیں جو دُنیا چاہتے ہیں، اور بعض تم میں وہ ہیں جو آخرت چاہتے ہیں۔

اور دُوسری جگہ مخلصین کی شان اس طرح بیان فرمائی کہ:-

وہ چاہتے ہیں اللہ کی ذات کو۔

(اس سے معلوم ہوا کہ طالب تین قسم کے ہیں، جن میں سب سے افضل وہی ہیں جو طالبِ ذاتِ حق ہیں)۔ اگر تیرا نصیبہ اچھا ہے تو عزت کا ہاتھ تجھ تک پہنچے گا جو تجھ کو جملہ ماسوی اللہ کے ہاتھ سے چھڑا لے گا اور قربِ حق کے دروازے تک لے آئے گا، پس وہاں ولایت اللہ سچے ہی کی ہے، جب تیری یہ حالت کامل ہو جائے گی تو دُنیا اور آخرت دونوں خادم بن کر بلا مضرت و بلا مشقت تیری طرف آئیں گی، حق تعالیٰ کے دروازے پر دستک دے اور اسی کے دروازے پر جما رہ، جب تو وہاں پڑا رہے گا تو خواب کی اصلیت تجھ پر واضح ہو جائے گی، پس تو پہچان لے گا، خاطرِ نفس، خاطرِ ہویٰ، خاطرِ قلب، خاطرِ ابلیس اور خاطرِ فرشتے کو، تجھ سے کہا جائے گا کہ یہ خاطرِ حق ہے اور یہ خاطرِ باطل، ہر ایک تجھ کو اس علامت سے معلوم ہو جائے گا جس کو تو پہچانتا ہوگا، جب تو اس مرتبے پر پہنچ جائے گا تو حق تعالیٰ کی طرف سے خاطر (جس کو اِلہام کہنا چاہیے) تیرے پاس آئے گی جو تجھ کو اَدب

سکھائے گی، تجھ کو ثابت قدم بنائے گی، وہی تجھ کو کھڑا کرے گی، وہی تجھ کو بٹھائے گی، وہی حرکت کرے گی، وہی سکون دے گی، اور وہی منع کرے گی۔

صاحبو! زیادتی کے طالب بنو نہ کمی کے، نہ آگے بڑھنے کے اور نہ پیچھے ہٹنے کے، کیونکہ تقدیر تم میں سے ہر شخص کو جدا جدا محیط ہو چکی ہے، تم میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کے لئے خاص لکھت اور مخصوص تحریر نہ ہو، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

تمہارا ربّ فراغت پاچکا پیدائش، رزق، موت اور زندگی سے، خشک ہو چکا قلم اس سے جو ہونے والا ہے۔

فارغ ہو لیا حق تعالیٰ ہر شے (کی لکھت) سے اس کی تقدیر کی لکھت مقدم ہے لیکن حکم بعد میں، اور اَمر، نہی اور اِلزام نے اس کو پردہ اُڑھا دیا ہے (کسی کو خبر نہیں کہ اس کی تقدیر میں اِطاعت لکھی ہے یا معصیت)، پس کسی کے لئے جائز نہیں کہ حکم پر حجت پکڑے پہلی لکھت سے (اور یوں کہے کہ "جب میں نے اس کے موافق کیا جو میری تقدیر میں میری پیدائش سے قبل ہی لکھ دیا گیا تھا، تو پھر سزا کیوں دی جاتی ہے؟") بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ "حق تعالیٰ سے جو وہ کرے اس کی بازپُرس نہیں ہو سکتی اور لوگوں سے پوچھ ہوتی ہے۔"

صاحبو! عمل کرتے رہو اس ظاہر پر، اس سیاہی پر جو سفیدی کے اُوپر ہے، یعنی کتاب وسنت پر یہاں تک کہ یہ ظاہر کہ اس پر عمل کرنا تم کو اس کے باطن پر عمل کرنے پر آمدہ کرے، جب تو اس ظاہر پر عمل کرے گا تو یہ باطن کے سمجھنے کی طرف تجھ کو پہنچائے گا، پس اوّل سمجھنے والا تیرا باطن ہوگا، اس کے بعد قلب تیرے نفس پر اِلقا کرے گا، اور نفس زبان پر، اور زبان مخلوق کو سنائے گی، اور مخلوق تک ان باطنی مضامین کا پہنچنا ان کی مصلحتوں اور منفعتوں کے لئے ہوگا۔ مبارک ہو تجھ کو اگر تو نے حق تعالیٰ کی موافقت کی اور اس کو محبوب سمجھا، افسوس ہے تجھ پر! دعویٰ کرتا ہے اللہ عزّ وجل کی محبت کا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس کی شرطیں بھی ہیں، پس اللہ کی محبت کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی موافقت ہو اپنے نفس کے بارے میں اور دُوسروں کے بارے میں، اس کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ ماسوی اللہ سے سکون نہ پائے اور اللہ ہی سے اُنس رکھے اور اس کے ساتھ وحشت میں نہ پڑے، جب اللہ کی محبت بندے کے قلب میں ٹھہر جاتی ہے تو وہ اس سے مانوس ہوتا اور اس چیز کو دُشمن سمجھنے

لگتا ہے جو اس کو اللہ سے غافل بنائے، اپنے جھوٹے دعوے سے توبہ کر، یہ بات ہوس اور آرزو اور جھوٹ، نفاق اور تصنع سے حاصل نہیں ہوا کرتی، توبہ کر اور توبہ کر اور اپنی توبہ پر قائم رہ کیونکہ شان تو درخت کے جمے اور شاخوں کے پھوٹنے اور پھل لانے میں ہے، لازم پکڑو حق تعالیٰ کی موافقت کو رنج میں، تکلیف میں، افلاس میں، تونگری میں، سختی میں، ارزانی میں، بیماری میں، تندرستی میں، بھلائی میں، بُرائی میں، بخشش کے وقت اور ہاتھ روکنے کے وقت، میرے نزدیک شانِ تسلیم کے سوا تمہاری کوئی دوا نہیں، جب حق تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی حکم فرمائے تو اس سے گھبراؤ مت اور نہ اس کے متعلق اس سے نزاع کرو اور نہ اس کی دُوسروں سے شکایت کرو، کیونکہ اس سے مصیبت اور بڑھے گی بلکہ سکون، خاموشی و خمول اختیار کرو، جمے رہو اس کے حصے میں اور دیکھتے رہو کہ وہ تمہارے اندر اور تمہاری بابت کیا عمل فرماتا ہے، پس خوش ہوؤ اس کے تغیر و تبدل پر، جب تم اس کے ساتھ اس طرح رہو گے تو بالضرور وحشت کو اُنس سے بدل دیا جائے گا اور اقرارِ توحید کے ساتھ توحید پر مسرور رہنا ملا دیا جائے گا۔

یا اللہ! ہم کو اپنی بارگاہ میں اور ہم کو دُنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

باب نمبر ⑤
اللہ صورت کو نہیں، سیرت و کردار کو دیکھتا ہے[1]

صاحب زادہ! حق تعالیٰ شانہٗ کی غلامی کہاں گئی؟ سچی غلامی کو اختیار کر اور دینی تمام ضروریات میں کفایتِ خداوندی حاصل کر، تو اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہے، لوٹ اس کی طرف اور اس کے حضور میں ذِلت اختیار کر، اس کے حکم کی تعمیل کر کے اور ممانعت سے باز رہ کے اور قضا و قدر پر صبر اور موافقت دِکھا کے، جب تجھ کو یہ بات پوری طرح حاصل ہو جائے گی تب تیری غلامی اپنے آقا کے لئے کامل ہو گی اور وہ تیری ضرورت کا خود متکفل ہو جائے گا، حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کہ کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔

جب تیری غلامی صحیح ہو جائے گی تو وہ تجھ سے محبت فرمائے گا اور اپنی محبت تیرے قلب میں قوی کر دے گا اور تجھے اس سے مانوس بنا دے گا اور تجھ کو بلا مشقت غیر اللہ سے محبت کی خواہش باقی رہے بغیر اپنا مقرّب بنالے گا، پس تو اس سے ہر حال میں راضی رہنے لگے گا، پھر اگر وہ تیرے اُوپر زمین کو باوجود اتنی وسعت کے تنگ اور دروازوں کو باوجود اتنی فراخی کے بند کر دے گا تو نہ تو اس پر غصہ ہوگا، نہ غیر کے دروازے کو طلب کرے گا اور نہ دُوسرے کا کھانا کھائے گا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جا شامل ہو جیسا کہ ان کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ" کہ ہم نے ان پر حرام کر دیا پستانوں کو (کہ ماں کے پستان کے سوا باوجود ناسمجھ بچہ ہونے کے انہوں نے کسی دایہ کا دُودھ پیا ہی نہیں)، ہمارا ربّ عزّ و جل ہر چیز پر گواہ ہے، ہر چیز پر نگہبان ہے اور ہر چیز کے قریب ہے، تم اس

---

(۱) بوقتِ شام بروز شنبہ بتاریخ ۱۲/ شوال ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

سے بے نیاز کسی طرح نہیں ہوسکتے، معرفت کے بعد پھر انکار کی وجہ کیا؟ تجھ پر افسوس! جبکہ تو اللہ عزّوجل کو پہچانتا ہے، پھر لوٹ جاتا اور اس کا اِنکار کرنے لگتا ہے، اس کے پاس سے واپس مت ہو، ورنہ ساری خوبیوں سے محروم رہ جائے گا، اسی کے پاس جمارہ اور اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ قرار مت پکڑ، کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو صبر کرتا ہے وہ قدرت پاتا ہے؟ پھر یہ سمجھ کیسی اور یہ جلد بازی کیسی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران)

کہ اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر دِلاؤ اور جمے رہو، ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

صبر کے متعلق قرآن شریف میں بہتیری آیتیں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ صبر میں کیا کچھ بھلائی، نعمتیں، اچھا معاوضہ، عطائیں اور دُنیا و آخرت کی راحتیں ہیں۔ صبر کو اپنے اُوپر لازم کرلو، پھر دیکھو دِین و دُنیا کی خوبیاں کیسی ملتی ہیں۔ ضروری سمجھ قبروں کا دیکھنا اور نیکوکار بندوں کا قصد کرنا اور خیر کے کام کو اَنجام دینا، تاکہ تمہارا کام ٹھیک ہوجائے، ان لوگوں میں سے مت بنو جن کو نصیحت کی جاتی ہے تو وہ مانتے نہیں اور جب سنتے ہیں تو عمل نہیں کرتے۔ تمہارے دِین کی بربادی چار چیزوں سے ہے، اوّل یہ کہ تم کو جو کچھ علم ہے اس پر عمل نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ جس کا علم نہیں اس پر عمل کرتے ہو۔ سوم یہ کہ جو بات معلوم نہیں اس کا علم حاصل نہیں کرتے، جاہل بنے رہتے ہو۔ چہارم یہ کہ دُوسروں کو روکتے ہو کہ جس کا ان کو علم نہیں وہ اس کو سیکھیں۔

صاحبو! جب تم وعظ وذکر کی مجلسوں میں آتے ہو تو سیر کے لئے آتے ہو، معالجے کے لئے نہیں آتے، واعظ کے وعظ پر اِعتراض کرتے ہو، اس کی غلطیوں اور لغزشوں کی گرفت کرتے ہو، مذاق اُڑاتے ہو، ہنستے ہو اور کھیلتے ہو، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قمار بازی کرتے ہو (کہ حسنِ اتفاق سے نفع ہوگیا ہوگیا، نہ ہوا نہ ہوا)۔ اللہ عزّوجل کے دُشمنوں کی سی صورت مت بناؤ اور جو کچھ سنو اس سے نفع اُٹھاؤ۔

صاحب زادہ! تو اپنی عادت کا قیدی ہے (کہ نماز بھی پڑھتا ہے تو صرف عادت

ہو جانے کی وجہ سے)، اور مقید ہے اللہ سے طرح طرح کی چیزیں مانگنے کا، اور خالقِ اسباب کو بھول کر سبب کے پاس ٹھہر جانے اور اَسباب پر بھروسہ کرنے کا، از سرِ نو عمل کر اور اس میں اِخلاص پیدا کر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ (الذاریات)

کہ میں نے نہیں پیدا کیا جن اور اِنسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

ان کو ہوس کے لئے پیدا نہیں کیا، کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا، اور کھانے پینے، سونے اور نکاح کے لئے پیدا نہیں کیا، اے غافلو! اپنی غفلتوں سے بیدار ہو جاؤ، تیرا قلب اس کی طرف ایک قدم چلتا ہے تو اس کی محبت تیری طرف کئی قدم چلتی ہے، وہ اپنے عشاق سے ملنے کا عشاق سے زیادہ مشتاق ہے کہ عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے اَن گنت، جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے لئے اس کے سامان جمع فرما دیتا ہے، یہ ایسی بات ہے جس کا تعلق معنی سے ہے، صورت سے نہیں، جب یہ مضمون جو میں نے ذکر کیا بندے کے لئے کامل ہو جاتا ہے تو اس کا دُنیا و آخرت اور ماسوی اللہ سے زُہد صحیح ہو جاتا ہے، صحت اس کے پاس آتی ہے، قرب اس کے پاس آتا ہے، حکومت و سلطنت اس کے پاس آتی ہے، اور سرداری اس کے پاس حاضر ہوتی ہے، اس کا ذرہ پہاڑ بن جاتا ہے، اس کا قطرہ دریا بن جاتا ہے، اس کا ماہتاب آفتاب ہو جاتا ہے، اس کا تھوڑا بھی بہت ہو جاتا ہے، اس کا عدم بھی وجود ہوتا ہے، اس کی فناء بقاء بن جاتی ہے، اور اس کی حرکت ثبات بن جاتی ہے، اس کا درخت اُونچا چڑھ کر عرش تک رفعت پاتا ہے، اس کی جڑ ثریٰ تک پھیلتی ہے، اس کی ٹہنیاں دُنیا و آخرت میں سایہ پھیلاتی ہیں، وہ شاخیں کیا ہیں؟ حکم اور علم، دُنیا اس کے نزدیک ایسی ہے جیسے انگوٹھی کا حلقہ، نہ دُنیا اس کو غلام بنا سکتی ہے اور نہ آخرت اس کو قید کر سکتی ہے، نہ کوئی بادشاہ یا ماتحت اس کا آقا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی دربان اس کو روک سکتا ہے اور نہ کوئی کدورت اس کو مکدر کر سکتی ہے، پس جب یہ حالت پوری ہو جائے تو اس بندے کو مخلوق کے ساتھ ٹھہرنا اور ان کی دست گیری کرنا اور ان کو دُنیا کے علاوہ سے خلاصی دینا (یعنی شیخ بننا) صحیح ہو جاتا ہے، جب حق تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو

لوگوں کا راہبر، ان کا طبیب، ان کا ادب سکھانے والا، ان کو مہذب بنانے والا، ان کا ترجمان، ان کو بہتر بنانے والا، ان کا میل کچیل کھرچنے والا، ان کا چراغ اور ان کا آفتاب بنادیتا ہے، پس اگر بندے سے یہ (ارشاد و تربیت کا) کام لینا چاہتا ہے تو ایسا ہوتا ہے، ورنہ اس کو اپنے پاس چھپالیتا اور اپنے اَغیار سے غائب کرلیتا ہے (کہ کسی کو اس کا پتہ ہی نہیں چلتا)، اس نوع کے افراد میں سے کسی کسی کو پوری حفاظت اور کامل سلامتی کے ساتھ مخلوق کی طرف لوٹا دیتا ہے اور ان کو لوگوں کی مصلحتوں اور ان کی ہدایت کرنے کی توفیق بخشتا ہے، جو شخص صرف دُنیا سے بے رغبت ہو اس کی آزمائش آخرت سے ہوتی ہے، اور جس نے دُنیا و آخرت دونوں سے زُہد اختیار کیا وہ آزمایا جاتا ہے، دُنیا و آخرت کے پروردگار سے تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو، گویا تم کو موت ہی نہ آئے گی، گویا قیامت کے دن محشر میں نہ لائے جاؤ گے، حق تعالیٰ کے حضور حساب نہ دو گے، پل صراط پر عبور نہ کرو گے، یہ تو تمہاری حالتیں ہیں اور دعویٰ کرتے ہو اِسلام اور اِیمان کا، یہ قرآن اور علم تم پر حجت پیش کریں گے اگر تم نے ان پر عمل نہ کیا۔ جب تم علماء کے پاس آؤ اور جو وہ تم سے کہیں تم اس کو قبول نہ کرو تو یہ تمہارا ان کے پاس آنا تم پر حجت بنے گا (کہ اب سزا سے بچنے کے لئے کونسا عذر باقی رہا)، اس کا گناہ تم پر ایسا ہی ہوگا جیسا کہ تم ملاقات کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہ مانتے۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ کے جلال وعظمت اور کبریائی وعدل کا خوف ساری مخلوق پر عام ہوگا، شاہانِ دُنیا سے جاتے رہیں گے اور اسی کی بادشاہت باقی رہے گی، سب قیامت کے اس کی طرف لوٹ کر جائیں گے اور اللہ والوں کی حکومت ظاہر ہو جائے گی، ان کی عزت، ان کی تونگری اور جو کچھ حق تعالیٰ نے ان کا احترام فرمایا ہے سب ظاہر ہو جائے گا، آج بھی وہ کوتوال ہیں رعایا کے اور شہروں کے، اَوتاد (میخیں) ہیں زمین کی، ان کے سبب زمین قائم ہے، پس ان کو جو مخلوق کا سردار رئیس اور حق تعالیٰ کا نائب کہا جاتا ہے تو معنی کے اعتبار سے ہے نہ کہ صورت کے اعتبار سے، آج معنی ہیں اور کل (قیامت کے دن) صورت ہوگی (کہ ظالم بادشاہانِ دُنیا آج صورۃً باعزت اور معنیً ذلیل ہیں، پس فردائے قیامت کو معنی صورت سے بدل جائے گی اور ان کی ذِلت وخواری کھل جائے گی، اور اولیاء و اَقطاب و اَبدال آج صورۃً محکوم اور معناً حاکم و سردار ہیں، پس

قیامت کے دن معناً اپنی صورت لے کر ان سیات وشاہی مرتبے کو کھول دیں گے) کافروں سے مباحثہ ومخاصمت کرنے والوں کی شجاعت اس میں ہے کہ ان سے لیں اور جمے رہے، اور صالحین کی شجاعت اس میں ہے کہ اپنے نفس، اپنی خواہشوں، اپنی طبیعتوں، شیطانوں اور بُرے ہم نشینوں سے جو شیاطین الانس ہیں ملیں (اور متاثر نہ ہوں)، اور خواص کی شجاعت دُنیا وآخرت اور ماسوی اللہ سے زُہد اختیار کرنے اور دُوسروں کی طرف رغبت نہ کرنے میں ہے۔

صاحب زادہ! بیدار ہواس سے پہلے کہ اپنے اختیار کے بغیر بیدار ہوگا، دِین دار بن اور اہلِ دِین سے مل جل کیونکہ حقیقت میں آدمی وہی ہیں۔ سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو اللہ عزّوجل کی اطاعت کرے، اور سب سے زیادہ نادان وہ ہے جو اس کی نافرمانی کرے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

خاک آلود ہوں تیرے دونوں ہاتھ۔

یعنی تو فقیر اور مستغنی بنے، پس یہ بددُعا نہیں بلکہ دُعا ہے کہ کاش جب تو اہلِ ایمان سے ملے جلے تو سونا اور مٹی تیرے نزدیک برابر ہو جائے۔ منافق ریا کار کا کوئی عمل (مقبول) نہیں، تجھ سے کوئی نیکی قبول نہ ہوگی جب تک کہ تو اس سے ذاتِ حق کو مقصود نہ سمجھے گا، تیرے عمل کی صورت قبول نہ ہوگی اس کے معنی قبول کئے جائیں گے (کہ اخلاص ہے یا نہیں) جب تو اپنے عمل میں، اپنے نفس، اپنی خواہش، اپنے شیطان اور اپنی دُنیا کا مخالف بنے گا تو وہ اس کو قبول فرمائے گا، عمل کر اور اخلاص کے ساتھ کر اور اپنے کسی عمل کی طرف بھی نظر مت کر، تیرا عمل وہی مقبول ہوگا جس سے تو ذاتِ حق کو مقصود سمجھے گا نہ کہ وہ جس سے مخلوق مقصود ہو، تجھ پر افسوس کہ عمل تو مخلوق کے لئے کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، یہ ہوس ہی ہوس ہے، تکبر ونخوت اور اترانے کو چھوڑ، اپنی خوشی کو کم کر اور حزن کو بڑھا کہ تو دارالحزن اور (دُنیا کے) قید خانے میں ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ فکر میں رہتے، خوش کم ہوتے اور غمگین زیادہ رہتے تھے، بہت کم ہنستے اور صرف تبسم فرماتے تھے، وہ بھی دُوسروں کا دِل خوش کرنے کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں اَحزان واَشغال بھرے ہوئے تھے، اگر صحابہؓ اور دُنیا کے معاملات جن کی

تکمیل کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے، نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر بھی نہ نکلتے اور نہ کسی کے پاس بیٹھتے۔

صاحب زادہ! جب حق تعالیٰ کے ساتھ تیری خلوت صحیح ہو جائے گی تو تیرا باطن مدہوش اور قلب صاف ہو جائے گا، تیری نگاہ نگاہِ عبرت بن جائے گی، تیرا قلب فکر بن جائے گا اور تیری رُوح اور اندرون حق تعالیٰ سے واصل ہو جائے گا، دُنیا کے متعلق فکر کرنا تو عذاب اور حجاب ہے اور آخرت کے متعلق فکر کرنا علم اور قلب کی حیات ہے، جس بندے کو فکر عطا کیا جاتا ہے اس کو دُنیا اور آخرت کے اَحوال کا علم عطا کیا جاتا ہے، تیری حالت پر افسوس ہے کہ دُنیا کے بارے میں اپنے قلب کو برباد کر رہا ہے حالانکہ دُنیا جو تیرے حصے میں آئی ہے اس کی تقسیم سے حق تعالیٰ فارغ ہو چکا اور اس کے اوقات بھی مقرّر فرما دیئے ہیں، جس کا علم اسی کو حاصل ہے، پس تو طلب کرے یا نہ کرے تیرا رزق ہر روز تجھ کو پہنچتا رہے گا، تیری حرص تجھ کو خوار کرے گی، خدا کے نزدیک بھی اور مخلوق کے نزدیک بھی، تیرے ایمان میں نقصان ہوگا تو تو طالبِ رزق بنے گا اور زیادتی ہوگی تو طلب سے بیٹھ جائے گا، اور جب ایمان کامل حاصل ہوگا تو طلب سے سو جائے گا کہ طلب کی اہمیت بھی سلب ہو جائے گی۔

صاحب زادہ! واقعیت کو تخیّل کے ساتھ مخلوط مت کر، کیونکہ جب تو نے اپنے دِل میں مخلوق کو جگہ دے لی تو اَب وہ خالق کے ساتھ مجتمع کیونکر ہو سکتا ہے، تو سبب کو خدا کا شریک بنائے ہوئے ہے، پھر خالق سبب کے ساتھ کس طرح رہ سکتا ہے، اور ظاہر اور باطن اِکٹھے کیونکر ہو سکتے ہیں؟ نیز جس کو تو سمجھتا ہے اور جس کو نہیں سمجھتا اور جو خالق کے پاس ہے اور جو مخلوق کے پاس ہے کس طرح برابر ہو سکتا ہے؟ کس قدر نادان ہے جو خالقِ سبب کو بھول گیا اور سبب میں مشغول ہو گیا، سبب کے ساتھ ٹھہر گیا اور خالقِ سبب کو چھوڑ دیا، باقی رہنے والے کو بھولا اور فنا ہونے والے سے مسرور ہوا۔

صاحب زادہ! تو جاہلوں کی صحبت اِختیار کرتا ہے، پس ان کا جہل تجھ تک بھی پہنچے گا، احمق کی صحبت بڑے نقصان کی صحبت ہے، صحبت اِختیار کر ایمان والوں کی، ایقان والوں کی اور ان عالموں کی جو اپنے علم پر عمل کرنے والے ہیں، کیا اچھی حالت ہے ایمان والوں کی، ان کے جملہ تصرفات میں وہ لوگ کس قدر قوی ہیں اپنے مجاہدوں میں اور اپنے نفوس

اور خواہشات کو مغلوب کرنے میں، اور اسی لئے فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:-

مؤمن کی مسرّت چہرے پر ہوتی ہے اور غم دِل کے اندر۔

یہ ان کی قوت ہی کی بات ہے کہ مسرّت ظاہر کرتے ہیں مخلوق کے رُوبرو اور چھپائے رکھتے ہیں غم کو اپنے اور حق تعالیٰ کے درمیان، ان کا غم دائمی ہے، ان کا غم کثیر ہے، ان کا گریہ زیادہ اور ہنسنا کم ہے، اسی لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

مؤمن کے لئے راحت نہیں بجز اپنے رَبّ عزّ وجل سے ملنے کے۔

مؤمن اپنے حزن کو اپنی خندہ روئی سے چھپاتا ہے اور اس کا ظاہر کسب کے لئے حرکت کرتا ہے اور باطن ساکن رہتا ہے اپنے رَبّ عزّ وجل کے حضور میں۔ اس کا ظاہر اس کے اہل وعیال کے لئے ہے اور اس کا باطن اس کے رَبّ عزّ وجل کے لئے، اس کا راز فاش نہیں ہوتا اہل پر نہ اولاد پر، نہ پڑوسی پر نہ پڑوسن پر، اور نہ مخلوقِ خداوندی میں سے کسی شخص پر، وہ سنتا ہے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اپنے کاموں پر اِعانت چاہو اِخفا کے ساتھ۔ پس وہ ہمیشہ اِخفا کرتا ہے اپنی حالت کا، پس اگر کبھی غلبہ ہوتا یا زبان سے کوئی بات نکل جاتی ہے تو تلافی کرتا ہے اور حالت کو بدلتا ہے، جو کھل گیا اس کو چھپانے کی فکر کرتا اور جو ظاہر ہو گیا اس کی معذرت کرتا ہے۔

صاحب زادہ! مجھ کو اپنا آئینہ بنا، مجھ کو اپنے قلب اور باطن کا آئینہ بنا، اپنے اعمال کا آئینہ بنا، میرے قریب آ کہ تجھ کو اپنے اندر وہ (عیوب) نظر آئیں گے جو مجھ سے دُور رہ کر نظر نہ آئیں گے، اگر تجھ کو دِین سنبھالنے کی ضرورت ہے تو میرے پاس آنا ضروری سمجھ، میں اللہ تعالیٰ کے دِین کے متعلق تیری رورعایت مطلق نہ کروں گا، دِین کے بارے میں حیا کرنا میرا کام نہیں ہے، میں ایسے سخت ہاتھوں سے پرورِش پایا ہوں جو نہ منافق تھے، نہ طالبِ عوض، اپنی دُنیا کو اپنے گھر میں چھوڑ اور میرے قریب آ کیونکہ میں کھڑا ہوا ہوں آخرت کے دروازے پر، کھڑے ہو میرے پاس اور سن میری بات کو اور اس پر عمل کر اس سے پہلے کہ عنقریب موت آ جائے، دارومدار اللہ کے خوف اور خشیت پر ہے، جب تجھ کو اس کا خوف نہیں تو نہ تیرے لئے دُنیا میں امن ہے نہ آخرت میں، حق تعالیٰ کا خوف ہی

اصل علم ہے اور اسی لئے حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

کہ بس اللہ سے اہلِ علم ہی ڈرتے ہیں۔

یعنی اللہ سے نہیں ڈرتے مگر وہ علماء جو علم پر عمل کرنے والے ہیں، وہ جو کچھ جانتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال کا بدلہ نہیں مانگتے ہیں بلکہ اس کی ذات اور اس کا قرب چاہتے ہیں، اس کی محبت اور اس کے بعد حجاب سے خلاصی چاہتے ہیں کہ ان کی طرف سے دیدارِ حق کا دروازہ بند نہ کیا جائے دُنیا میں اور نہ آخرت میں، نہ ان کو رغبت ہے دُنیا کی نہ آخرت کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کی، دُنیا ایک گروہ کے لئے ہے اور آخرت ایک گروہ کے لئے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ ایک گروہ کے لئے، اور یہ (تیسرا گروہ) ایمان والوں، ایقان والوں، اللہ کے پیاروں، پرہیزگاروں، خشوع والوں اور اس کے لئے غمگین رہنے والوں، اور شکستہ خاطروں کا ہے، یہی لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں اللہ عزوجل سے غائبانہ کہ وہ غائب ہے ان کی ظاہری آنکھوں سے اور حاضر ہے قلوب کی آنکھوں کے سامنے، اس سے کیوں نہ ڈریں، وہ ہر دن ایک جدا شان میں ہے کہ ادلتا بدلتا رہتا ہے، اس کی مدد فرماتا ہے، اُس کو مردود بناتا ہے، اس کو قریب کرتا ہے، اُس کو دُور کرتا ہے، اس سے پوچھ نہیں اس کے فعل کی اور لوگوں سے پوچھ ہوتی ہے۔

یا اللہ! ہم کو قریب کر لے اور اپنے سے دُور مت فرما، ہم کو دُنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

باب نمبر ⑥
بے نفسی سے دُنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی[1]

اہل اللہ کے قلوب صاف ہوتے ہیں، پاک ہوتے ہیں، مخلوق کو بھول جانے والے اللہ کو یاد رکھنے والے، دُنیا کو بھول جانے والے آخرت کو یاد رکھنے والے، اس ناپائیدار کو بھول جانے والے ہیں جو تمہارے پاس ہے، اس پائیدار کو یاد رکھنے والے جو اللہ کے پاس ہے، تم ناواقف ہو ان سے، ان کیفیات سے جن میں وہ مشغول ہیں، تم اپنی دُنیا میں آخرت کو چھوڑے ہوئے ہو، اپنے رَبّ عزّ وجل سے حیا کرو، بے شرم بنے ہوئے ہو، اس کے بارے میں اپنے صاحبِ ایمان بھائی کی نصیحت قبول کر اور اس کی مخالفت نہ کر کہ وہ تیری وہ حالت دیکھتا ہے جو تو خود اپنی نہیں دیکھ سکتا، اور اسی لئے فرمایا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

"المؤمن مرأة المؤمن"

کہ مؤمن آئینہ ہے مؤمن کے لئے (کہ اس کی واقعی حالت جانچ لیتا ہے)۔

مؤمن ہمیشہ اپنے مؤمن بھائی کا سچا خیر خواہ ہوتا ہے، اس سے بیان کر دیتا ہے جو کچھ اس سے پوشیدہ رہتا ہے، اس کے لئے نیکوکاروں کو بدکاروں سے جدا کر دیتا اور اس کی پہچان کرا دیتا ہے نافع اور مضر کی پاک ذات ہے جس نے میرے قلب میں مخلوق کی خیر خواہی کا مضمون ڈالا اور اس کو میرا مقصودِ اعظم بنا دیا، میں خیر خواہ ہوں اور اس پر معاوضہ نہیں چاہا، میری آخرت مجھ کو مل چکی ہے میرے رَبّ کے پاس، میں دُنیا کا طالب نہیں ہوں، میں نہ بندہ ہوں دُنیا کا، نہ بندہ ہوں آخرت کا، اور نہ ماسوی اللہ کا، میں بندہ ہوں

---

(۱) بروزِ جمعہ بتاریخ ۱۵ رشوال ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

صرف خالق کا جو یکتا، یگانہ اور قدیم ہے، تمہاری فلاح میں میری خوشی ہے اور تمہاری ہلاکت میں میرا غم، جب میں سچے مرید کا منہ دیکھتا ہوں جس نے میرے ہاتھ پر فلاح حاصل کی تو سیر ہو جاتا ہوں، صاحب لباس ہو جاتا ہوں اور مسرور ہو جاتا ہوں کہ اس جیسا شخص میرے ہاتھ سے کس طرح نکل آیا۔

صاحب زادہ! تو ہی میری مراد ہے میں خود نہیں ہوں، اگر تیری حالت میں تغیر آئے اور میں بدستور رہوں تو رو پڑتا ہوں، اور میں اپنے آپ کو جو محبوب سمجھتا ہوں تو صرف تیری ہی وجہ سے، پس میرے ساتھ علاقہ رکھ کہ جلد عبور کر سکے۔

صاحبو! چھوڑ دو تکبر کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق پر، اپنی حقیقت کو پہچانو اور تواضع کرو اپنے نفسوں میں، تمہاری ابتداء ایک نطفے سے ہے جس سے گھن آئے، ذلیل پانی (یعنی منی) ہے اور تمہاری انتہاء مردار ہے جس کو پھینک دیا جائے گا ان میں سے مت بنو جن کو حرص کھینچے لئے جاتی ہے، خواہش ان کا شکار کرتی اور ان کو ذلت وخواری کے ساتھ لادے ہوئے پھرتی ہے، بادشاہوں کے دروازوں پر کہ ان سے ایسی شے طلب کریں جو ان کی تقدیر میں نہیں، یا ایسی چیز مانگیں جو ان کے نصیب میں لکھی جا چکی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

> اللہ کا سخت ترین عذاب بندے کے لئے یہ ہے کہ وہ مانگتا پھرے ایسی چیز جو اس کی قسمت میں نہ ہو۔

تجھ پر افسوس اے تقدیر اور مقسوم سے ناواقف! کیا تیرا یہ گمان ہے کہ اہلِ دُنیا تجھ کو اس چیز کے دینے کی قدرت رکھتے ہیں جو تیرے مقسوم میں نہیں ہے، یہ شیطانی وسوسہ ہے جو تیرے قلب اور دِماغ میں ٹھہر گیا ہے، تو اللہ عزّ وجل کا بندہ نہیں، تو بندہ ہے اپنے نفس کا، اپنی خواہش کا، اپنے شیطان کا، اپنی طبیعت کا، اپنے وہم کا، اور اپنی دُنیا کا، کوشش کر کہ کسی فلاح پانے والے کو دیکھے تاکہ تو بھی اس طریقے سے فلاح پائے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ جس نے فلاح پانے والے کو نہ دیکھا، اس کو فلاح نہ ملی۔ لیکن تو اس کو دیکھے گا اپنے چہرے کی آنکھ سے نہ کہ اپنے باطن اور اپنے ایمان کی آنکھوں سے، ایمان تو تیرے پاس ہے ہی نہیں، پس ضرور ہے کہ بصیرت بھی نہ ہوگی کہ اس سے دیکھ سکے اپنے غیر کو، حق

تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ (سورۃ الحج)

پس آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں لیکن دِل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

جو شخص مخلوق کے ہاتھوں سے دُنیا حاصل کرنے کی طمع میں رہتا ہے وہ اپنے دِین کو دُنیا کے بدلے، اور باقی رہنے والی کو فنا ہوجانے والی کے بدلے میں بیچتا ہے، پس ضروری بات ہے کہ اس کے ہاتھ نہ یہ آئے گی نہ وہ، جب تک تیرے ایمان میں ضعف رہے تو اپنی معاش کی اصلاح کے درپے رہ تاکہ لوگوں کا محتاج نہ بنے کہ خرچ کرنے لگے ان کے لئے اپنے دِین کو اور کھانے لگے ان کے اموال کو دِین کے بدلے میں، پھر جب تیرا ایمان قوی اور کامل ہوجائے تو اللہ پر توکل رکھنے، اسباب سے باہر نکل جانے، اربابِ باطلہ سے منقطع ہوجانے اور قلب سے تمام چیزوں کو چھوڑ دینے کو اختیار کر کے اپنے قلب کو باہر نکال دے اپنے شہر سے، اپنے متعلقین سے، اپنی واقفیتوں سے، اور سونپ دے جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اپنے اہل کو، اپنے بھائیوں کو، اپنے دوستوں کو، پس ایسا بن جا گویا کہ ملک الموت نے تیری رُوح قبض کر لی، گویا کہ پنجہ موت نے تجھ کو اُچک لیا، گویا کہ زمین پھٹ گئی اور تجھ کو نگل لیا، اور گویا کہ تقدیر....................۔

باب نمبر ۷
زبان و نگاہ کی حفاظت کے بغیر نجات ممکن نہیں[1]

صاحب زادہ! حق تعالیٰ کے لئے تیری ارادت صحیح نہیں ہوئی اور نہ تو اس کا طالب ہے کیونکہ جو شخص دعویٰ کرے حق تعالیٰ کو مطلوب سمجھنے کا اور طلب کرے غیر کو تو اس کا دعویٰ باطل ہے، طالبانِ دُنیا کی کثرت ہے، اور طالبانِ آخرت کی قلت ہے، اور طالبانِ حق اور اس کی ارادت میں سچے تو بہت ہی کم ہیں کہ کم یابی و نایابی میں کبریتِ احمر جیسے ہیں، اس درجہ شاذ و نادر ہیں کہ ایک آدھ ہی پایا جاتا ہے، وہ کنبوں قبیلوں میں سے ایک ایک دو دو ہیں، وہ معدن ہیں زمین میں، بادشاہ ہیں زمین کے، کوتوال ہیں شہروں اور باشندوں کے، ان کے طفیل مخلوق سے بلائیں دُور ہوتی اور ان پر بارشیں برستی ہیں، ان کی برکت سے حق تعالیٰ آسمانوں سے پانی برساتا ہے، ان کی وجہ سے زمین روئیدگی لاتی ہے، وہ اپنے ابتدائے حال میں بھاگتے پھرتے ہیں ایک پہاڑ کی چوٹی سے دُوسری چوٹی پر، ایک شہر سے دُوسرے شہر کی طرف، اور ایک ویرانے سے دُوسرے ویرانے کی جانب، جب کسی جگہ پر پہچان لئے جاتے ہیں تو وہاں سے چل دیتے ہیں، سب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکتے، دُنیا کی کنجیاں اہلِ دُنیا کے حوالے کرتے اور برابر اسی حالت پر قائم ہیں یہاں تک کہ ان کے گرد قلعے تعمیر کردیئے جاتے ہیں (کہ کہیں جا نہیں سکتے)، نہریں ان کے قلوب کی طرف بہنے لگتیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے لشکران کے اردگرد پھیل جاتا ہے کہ ہر ایک کی جدا حفاظت کی جاتی ہے، سب کا اعزاز کیا جاتا اور نگہبانی ہوتی اور ان کو مخلوق پر حاکم بنایا جاتا ہے، یہ ساری باتیں عام عقلوں سے باہر ہیں، پس اس وقت ان کو مخلوق پر توجہ کرنا فرض بن جاتا ہے، وہ طبیبوں جیسے ہوتے ہیں اور ساری مخلوق بیماروں جیسی، تجھ پر افسوس، دعویٰ کرتا ہے کہ

(۱) وقت صبح بروز یکشنبہ ۲ رذیقعدہ ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

تو بھی ان میں سے ہے، پس بتا ان کی کونسی علامت تجھ میں موجود ہے، حق تعالیٰ کے قرب اور ان کے لطف کی کیا نشانی ہے؟ تو خدا کے نزدیک کس مرتبے اور کس مقام میں ہے؟ ملکوتِ اعلیٰ میں تیرا نام اور لقب کیا ہے، ہر شب کو تیرا دروازہ کس حالت میں بند کیا جاتا ہے؟ تیرا کھانا اور پینا مباح ہے یا حلالِ خالص؟ تیری خواب گاہ دُنیا ہے یا آخرت یا قربِ حق تعالیٰ؟ تنہائی میں تیرا انیس کون ہے؟ خلوت میں تیرا ہم نشین کون ہے؟ اے دروغ گو! تنہائی میں تو تیرا انیس تیرا نفس اور شیطان اور خواہش اور دُنیا کے تفکرات ہیں، اور جلوت میں شیاطین الانس ہیں جو بدترین ہم نشین اور فضول بکواس والے ہیں، یہ بات بکواس اور محض دعویٰ سے نہیں آتی، اس میں تیری گفتگو محض ہوس ہے جو تجھ کو مفید نہیں، لازم پکڑ سکون اور گمنامی کو حق تعالیٰ کے حضور میں، اور بے ادبی سے احتراز کر، اور اگر اس میں تیرا بولنا ضروری ہی ہو تو حق تعالیٰ کے ذکر سے اور اہل اللہ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لئے ہونا چاہئے، نہ اس طرح کہ تو اس کا مدعی بن جائے اپنے ظاہر سے حالانکہ تیرا قلب اس سے خالی ہے، ہر ایسا ظاہر کہ جس کے موافق باطن نہ ہو، ہذیان ہے، کیا تو نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ:-

جو شخص غیبت کر کے دن بھر لوگوں کا گوشت کھاتا رہا اس کا روزہ نہیں ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا کہ کھانا پینا اور افطار کرنے والی چیزوں ہی کے چھوڑنے کا نام روزہ نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ گناہوں کے چھوڑنے کا بھی اضافہ کرنا چاہئے، پس بچو غیبت سے کہ وہ نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو کھا لیتی ہے، جس شخص کی تقدیر میں فلاح ہے وہ اس کی عادت کبھی نہیں ڈالتا اور جو غیبت میں مشہور ہو جاتا ہے اس کی لوگوں میں حرمت کم ہو جاتی ہے، اور بچو شہوت کے ساتھ نگاہ کرنے سے کہ وہ تمہارے قلوب میں معصیت کا بیج بو دے گی اور اس کا انجام نہ دُنیا میں اچھا ہے نہ آخرت میں، اور بچو جھوٹی قسم کھانے سے کہ وہ آباد شہروں کو چٹیل بیابان بنا چھوڑتی ہے کہ مال اور دِین دونوں کی برکت لے جاتی ہے، تجھ پر افسوس کہ اپنی تجارت کو جھوٹی قسم سے رواج دیتا اور اپنے دِین کا خسارہ اُٹھاتا ہے، اگر تجھے عقل ہوتی تو جانتا کہ اصلی خسارہ یہی ہے، تو کہتا ہے کہ ”خدا کی قسم مجھ کو اتنے میں پڑا ہے“ حالانکہ تو اپنی ساری گفتگو میں جھوٹا

ہے، پھر اپنے جھوٹ پر گواہی دیتا اور اللہ عزّ وجل کی قسم بھی کھاتا ہے کہ ''میں سچا ہوں!''
عنقریب وہ وقت آئے گا تو اندھا اور اپاہج ہوگا کہ خدا تم پر رحم کرے، حق تعالیٰ کے حضور میں
باادب رہو، جو شخص شریعت کے آداب سے ادب نہ سیکھے گا اس کو قیامت کے دن آگ ادب
سکھائے گی۔ اس مقام پر کسی نے سوال کیا کہ ''پھر جس شخص میں یہ پانچ خصلتیں (دعویٰ
کمال، غیبت، نظر باشہوت، کذب اور دروغ حلفی) ہوں اس کے روزے اور وضو کے باطل
ہونے کا حکم دینا چاہئے؟'' آپ نے فرمایا کہ نہیں، روزہ اور وضو تو باطل نہ ہوگا، لیکن یہ
ارشاد بطریقِ وعظ اور تہدید و تخویف کے ہے۔

صاحب زادہ! کیا عجب ہے کہ کل کا دن اسی حالت میں آئے کہ تو سطحِ زمین سے
گم اور قبر کے اندر موجود ہو، بلکہ کیا عجب ہے کہ اگلی ساعت ہی میں ایسا ہو جائے، کیا ٹھکانا
ہے اس غفلت کا، تمہارے دِل کس قدر سخت ہیں؟ تم سرتا پا پتھر ہو کہ میں بھی تم کو سناتا ہوں
اور دُوسرے بھی سناتے ہیں مگر تم ایک حالت پر قائم ہو، قرآن تم پر پڑھا جاتا ہے، پیغمبر کے
ارشادات اگلوں کے حالات تم کو سنائے جاتے ہیں، مگر تم عبرت نہیں پکڑتے، نہ بچتے ہو،
اور نہ اپنے اعمال بدلتے ہو، جو شخص ایسی جگہ آئے جہاں وعظ ہو رہا ہو اور نصیحت نہ پکڑے تو
وہ بدترین اہل ہے جو بہترین موقع پر حاضر ہوا۔

صاحب زادہ! تیرا اولیاء اللہ کو ذلیل سمجھنا حق تعالیٰ کی معرفت کم ہونے کے سبب
سے ہے، تو ان کو متہم کرتا اور اعتراض کرتا ہے کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ مزے کیوں نہیں
اُڑاتے؟ ہمارے پاس بیٹھتے اُٹھتے کیوں نہیں؟ یہ تیرا کہنا اس لئے ہے کہ تو اپنے نفس سے
جاہل ہے، جب تجھ کو اپنے نفس کی پہچان کم ہوئی تو لوگوں کے مرتبوں کی پہچان کم ہوگئی، جتنی
تیری دُنیا اور اس کے انجام کی شناخت میں کمی آئی اسی قدر تیری آخرت کی شان میں کمی آئی،
اور جتنی آخرت کی شناخت میں کمی آئی اسی قدر حق کی معرفت میں کمی آئی۔

اے دُنیا میں مشغول ہونے والے! عنقریب خسارہ اور پشیمانیاں تجھ پر دُنیا اور
آخرت میں کھل جائیں گی، تیری پشیمانیاں ظاہر ہوں گی قیامت کے دن جو نقصان اور
رُسوائی کا دن ہے، پشیمانیوں اور خسارے کا دن ہے، آخرت کے آنے سے قبل اپنے نفس
سے حساب لے اور حق تعالیٰ کے حکم اور اپنے اُوپر انعام و اکرام سے دھوکا مت کھا، تو

معصیتوں لغزشوں اور لوگوں پر ظلم وزیادتیوں کے بدترین حالات پر قائم ہے، معصیتیں کفر کی قاصد ہیں، جس طرح بخار موت کا قاصد ہے، ضروری سمجھ توبہ کر موت سے پہلے اور اس فرشتے کے آنے سے پہلے جو اَرواح قبض کرنے پر تعینات ہے۔

اے جوانو! توبہ کرو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ تم کو بلا میں مبتلا کرتا ہے تاکہ تم توبہ کرلو، مگر تم سمجھتے نہیں اور اَڑے ہوئے ہو اس کی معصیتوں پر، اس زمانے میں بجز خاص افراد کے جو شخص بھی بلا میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کے لئے عذاب ہے نعمت نہیں ہے، اور گناہوں کی سزا ہے، زیادتیٔ درجات وکرامات نہیں ہے، البتہ اہل اللہ جو مبتلا ہوتے ہیں تو اس لئے کہ ان کے مراتب ان کے بادشاہ کے نزدیک بلند ہوتے ہیں، وہ اس کے ساتھ صبر کرتے ہیں اس لئے کہ ان کے طالب ہیں، جب ان کے لئے یہ تمام ہوجاتا ہے تو ان کی بادشاہت پوری ہوجاتی ہے، اور یہ تمام نہیں ہوتی تو ان کو یقین ہوتا ہے کہ وہ ہلاکت میں ہیں۔ اے میرے اللہ! تباہ نہ کیجئے، ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں تیرے قرب کا اور دُنیا اور آخرت دونوں میں تیرے دیدار کا کہ دُنیا میں تجھ کو اپنے دِل کی آنکھوں سے (دیکھیں) اور آخرت میں سر کی آنکھوں سے۔

صاحبو! اللہ کی رحمت اور کشائش سے مایوس مت ہو کہ وہ قریب ہے، نااُمید مت ہو کیونکہ صانع تو اللہ ہے، اور کیا عجب ہے کہ اللہ اس کے بعد کوئی صورت پیدا فرمادے، بلا سے بھاگو مت کہ وہ بلا جو صبر کے ساتھ ہو، ہر قسم کی بھلائی کی بنیاد ہے، نبوّت کی، رسالت کی، ولایت کی، معرفت کی اور محبت کی، سب کی بنیاد بلا رہی ہے، پس جب تو نے بلا پر صبر نہ کیا تو تیرے لئے بنیاد نہ رہی، اور بنیاد کے بغیر تعمیر میں کوئی پائیدار نہیں، کیا تو نے کوئی بلند تعمیر زمین کی کوڑی پر بھی قائم دیکھی ہے؟ پس تو جو بلا اور آفتوں سے بھاگتا ہے تو بس اس لئے کہ تجھے معرفت، ولایت اور قربِ الٰہی کی کچھ حاجت نہیں ہے، صبر کر اور عمل کرتا رہ یہاں تک کہ تو اپنے قلب اور اپنے باطن اور اپنی رُوح سے حق تعالیٰ کے قرب کے دروازے کی طرف چلنے لگے، علماء اور اولیاء اور اَبدال وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے، انبیاء سوداگر ہیں اور یہ لوگ ان کے پیش دست آواز دینے والے، بندۂ مؤمن خدا کے سوا نہ کسی سے ڈرتا ہے، نہ کسی سے توقع رکھتا ہے، اس کے قلب اور باطن میں ایک خاص قوت

عطا کر دی گئی ہے، مؤمنین کے قلوب کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر قوت کیوں نہ ہو حاصل جبکہ اس نے خود ہی ان کو اپنی طرف چڑھایا ہے کہ وہ ہمیشہ اس کے پاس رہیں، پس ان کے قلوب اس کے پاس ہیں اور قالب زبان پر، حق تعالیٰ فرماتا ہے اور بے شک وہ ہمارے نزدیک البتہ برگزیدہ و منتخب لوگوں میں سے ہیں کہ منتخب ہوتے ہیں اپنے متعلق اور اہلِ زمانہ میں سے کہ ان کے اندرون ممتاز اور بیرون منور ہوتے ہیں، اور اسی لئے وہ مخلوق سے جدائی اختیار کرتے اور مرغوب سے بے رغبت بنتے اور آگے کے رُخ چلتے ہیں کہ پیچھے گھاس اُگ آتی ہے اور لوٹنے کی صورت نہیں رہتی، تنہائی سے مانوس ہوتے ہیں، آبادیوں کو چھوڑ کر ویرانوں اور سمندروں کے کناروں اور بیابانوں کو اختیار کرتے ہیں، جنگلوں کی گھاس پات کھاتے اور تالابوں کے پانی پیتے اور جنگلی جانورں کے مثل بن جاتے ہیں، اس وقت حق تعالیٰ ان کے دِلوں کو قرب نصیب فرماتا اور ان کو اپنے ساتھ اُنس بخشتا ہے، ان کے اَجسام کو پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کے اَجسام کے ساتھ کھڑا کرتا اور ان کے اندرون کو اپنے ساتھ قائم بناتا ہے کہ وہ ہمیشہ اس کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں، ان کا رات اور دن خلوَت میں گزرتا ہے، اور مشتاقوں کی راحت اور اُنس چاہنے والوں کی خوش عیشی اللہ جل جلالہٗ ہی سے ہے۔

صاحب زادہ! پرکھ شیرینی اور تلخی، سنوار اور بگاڑ میلا پن اور صفائی، پس اگر تو پوری صفائی چاہے تو اپنے دِل کو مخلوق سے جدا کر اور حق تعالیٰ سے ملا، دُنیا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ اور ان کو اپنے رَبّ عزّ و جل کے حوالے کر اور سب سے اپنے قلب کو برہنہ کر کے نکال، اور آخرت کے دروازے کے پاس آ، پھر اس میں داخل ہو جا، پس اگر وہاں بھی اپنے رَبّ عزّ و جل کو نہ پائے تو وہاں سے بھی بھاگتا ہوا اور قربِ حق کو ڈھونڈتا ہوا باہر آ جا، جب تو اس کو پالے گا تو پوری صفائی تجھ کو اس کے پاس ملے گی، اللہ کا محبّ دُوسری چیزوں کو لے کر کیا کرے گا؟ جنت تو طلب گارانِ درجات کا مکان ہے جنھوں نے دُنیا کو بیچ کر اسے خریدا، اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

جنت میں موجود ہے جو کچھ خواہش کریں نفس اور لذت پائیں آنکھیں۔

قلب کا ذکر نہیں فرمایا، باطن کا ذکر نہیں فرمایا (کہ ان کی مرغوبات بھی موجود ہوں

گی یا نہیں) جنت ان کے لئے ہے جنھوں نے روزے رکھے، شب بیداریاں کیں، شہوتوں اور لذتوں میں زُہد اِختیار کیا اور ان کو چھوڑ دیا، پس ان لوگوں نے (دُنیا کا ہر مزہ دار) طعام بیچ کر (جنت کا مزہ دار) طعام خریدا، دُنیا کا باغ بیچ کر (جنت کا) باغ خریدا، (ناپائیدار) گھر کے بدلے (پائیدار) گھر خریدا، میں تم سے اعمال کا طالب ہوں گفتار کا نہیں، عارف جو خالص اللہ عزوجل کی ذات کے لئے عمل کرتا ہے ہاون کی طرح ہے کہ اس پر (لوہے کو) خوب کوٹا جاتا ہے اور وہ بولتا نہیں، زمین کی طرح ہے کہ اس کو مخلوق قدموں سے روندتی ہے، اُلٹتی رہتی ہے مگر وہ گونگی بنی ہوئی ہے، اہل اللہ نہ غیر اللہ کو دیکھتے ہیں اور نہ غیر اللہ کی سنتے ہیں، ان کے دِل ہیں بغیر زبان کے، وہ فنا ہو چکے اپنے آپ سے اور مخلوق سے، سدا ایسے ہی رہتے ہیں اور جب اللہ چاہتا ہے تو ان کو زندہ کر دیتا اور قلب کو زبان دیتا ہے، گویا وہ متوالے ہیں بادشاہ ان کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اپنی شفقت اور رحمت کے ہاتھ سے، ان کو ڈھالتا ہے اپنے لئے اور نیا جسم عطا فرماتا ہے اپنے لئے نہ کہ غیر کے لئے، خاص اپنا بناتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بنایا تھا، چنانچہ ان کے لئے فرماتا ہے کہ "میں نے تم کو بنایا ہے خاص اپنے لئے" اور اس کی صورت کوئی کیا بیان کرے کہ اس کے مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا ہے، اس نے بنادی راحت بلا مشقت، اُنس بلا وحشت، نعمت بلا قسمت، مسرت بلا حزن، شیرینی بلا تلخی، سلطنت بلا زوال، اس جگہ حکومت اللہ سچے ہی کی ہے، جو اس حالت تک پہنچ گیا اس کو دُنیا ہی میں راحت مل گئی، اور اس حالت سے جس میں تو مصروف ہے تو دُنیا میں بھی راحت نہیں پا سکتا کیونکہ دُنیا تو کدورتوں اور آفتوں ہی کا گھر ہے، تجھے اس سے نکلنا ضرور ہے، پس اپنے دِل اور اپنے ہاتھ سے اس کو پہلے ہی سے نکال دے، اور اگر اتنا نہ ہو سکے تو صرف ہاتھ میں رہنے دے اور اپنے دِل سے نکال دے، پھر جب تجھ میں قوت آ جائے تو ہاتھ سے بھی نکال دینا اور فقراء و مساکین کو جو اللہ کی عیال ہیں، سونپ دینا، اور باوجود اس کے جو تیرا مقسوم ہے وہ تجھ سے فوت نہ ہوگا، وہ ضرور آ کر رہے گا خواہ تو غنی ہو یا فقیر، اور رغبت کرے یا نہ کرے، مدار قلب اور باطن کی صحت و صفائی پر ہے اور ان کی صفائی علم سیکھنے، اس پر عمل کرنے، عمل میں اِخلاص لانے اور حق تعالیٰ کی سچی طلب اختیار کرنے سے ہوتی ہے۔

صاحب زادہ! کیا تو نے سنا نہیں کہ فقہ حاصل کر اس کے بعد عزلت نشین بنو، یعنی اوّل ظاہری فقہ حاصل کر اس کے بعد باطنی فقہ کی تحصیل میں عزلت اختیار کر، ظاہر شرع پر عمل کرتا رہ یہاں تک کہ یہ عمل تجھ کو اس عمل تک پہنچا دے جو تو نے سیکھا نہیں، یہ ظاہری علم نور ہے ظاہر کا، اور باطنی علم نور ہے باطن کا، نور ہے تیرے رَبّ کے درمیان، جتنا تو اپنے علم پر عمل کرے گا اس قدر حق تعالیٰ کی طرف تیرا راستہ قریب ہوگا، اور تیرے اور حق تعالیٰ کے درمیان دروازہ کشادہ ہوتا جائے گا، اور اس دروازے کے پٹ کھل جائیں گے جو تیرے لئے مخصوص ہوگا۔

اے ہمارے رَبّ! ہم کو دُنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

باب نمبر ۸

عمل کے بغیر علم کا فائدہ نہیں، دُوسروں کی بُرائیوں کے بجائے اپنی بُرائی پر نظر ہو (۱)

صاحب زادہ! آخرت کو دُنیا پر مقدم سمجھ، دنوں میں نفع پائے گا، اور جب تو دُنیا کو آخرت پر مقدم سمجھے گا تو دونوں میں خسارہ اُٹھائے گا، اور یہ اس کی سزا ہوگی جس کا تجھ کو حکم نہ تھا، اس میں کیوں مشغول ہوا؟ اور جب تو دُنیا کے ساتھ مشغول نہ ہوگا تو حق تعالیٰ اس پر اعانت فرما کر تیری مدد کرے گا، مؤمن شخص دُنیا میں بھی کماتا ہے اور آخرت میں بھی، مگر دُنیا صرف اسی قدر جتنے کی اس کو حاجت ہے، اس کو اتنی مقدار قانع بنادیتی ہے جتنا سوار کا توشہ، وہ زیادہ مقدار میں دُنیا حاصل نہیں کرتا، نادان کا سارا اہتمام دُنیا ہی دُنیا ہے، اور عارف کا سارا اہتمام آخرت ہے اور آخرت کے بعد مولیٰ تعالیٰ، شاید جب دُنیا کی معاش میں ایک روٹی تیرے سامنے آجائے اور تیرا نفس تجھ سے منازعت کرے (کہ اتنا کم کیوں لایا) اور خواہشات کا طالب ہو تو اس شخص کے حال پر نظر کر جسے ٹکڑا بھی میسر نہیں، جب تک تو حق تعالیٰ کے معاملے میں اپنے نفس کو مبغوض اور اپنا دُشمن سمجھے گا اس وقت تک تجھے فلاح نہ ہوگی، صدیقین باہم ایک دُوسرے کو پہچان لیتے ہیں کہ ہر صدیق دُوسرے صدیق سے مقبولیت وصدق کی بو سونگھتا ہے۔

اپنے حق تعالیٰ سے اور اس کے صدیق بندوں سے اعراض کرنے والے اور مخلوق کو شریکِ خدا بنا کر ان پر متوجہ ہونے والے! مخلوق پر تیری یہ توجہ کب تک رہے گی؟ وہ تجھے کیا نفع دے سکتے ہیں؟ نہ ان کے ہاتھ میں نقصان ہے نہ نفع، نہ عطا ہے نہ منع، نفع اور نقصان کے متعلق تو ان میں اور جمادات میں کچھ فرق نہیں ہے، بادشاہ ایک ہی ہے، نقصان

(۱) بوقتِ شام بروز سہ شنبہ بتاریخ ۴ ذیقعدہ، بمقام مدرسہ معمورہ۔

پہنچانے والا ایک ہی ہے، نفع پہنچانے والا ایک ہی ہے، حرکت دینے والا وہی ایک، سکون دینے والا وہی ایک، مسلط کرنے والا وہی ایک، مسخر کرنے والا وہی ایک، معطی اور مانع وہی ایک، روزی رساں وہی ایک، یعنی اللہ عزوجل، وہی قدیم اور ازلی و ابدی ہے، وہی موجود تھا مخلوق سے پہلے، تمہارے باپ اور ان سے پہلے اور تمہارے دولت مندوں سے پہلے، وہی پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں، اس کی مثل کوئی نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ افسوس تم پر اے اللہ کی مخلوق! کہ تم اپنے خالق کو نہیں پہچانتے جیسا کہ پہچاننا چاہئے، اگر قیامت کے متعلق حق تعالیٰ کے نزدیک مجھے کچھ بھی اختیار حاصل ہو تو میں اول سے لے کر آخر تک تم سب کے بوجھ ضرور اُٹھالوں۔

اے قرآن پڑھنے والے! اہلِ آسمان وزمین کو چھوڑ کر صرف مجھ ہی پر قرآن پڑھ (کہ مجھ ہی کو اس کا حظِ کامل حاصل ہوتا ہے)، جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان ایک دروازہ کھل جاتا ہے، جس سے اس کا قلب اس کی بارگاہ میں داخل ہوتا ہے۔ اور اے مولوی! تو تو قیل و قال میں مشغول اور اپنے علم پر عمل کرنے کے بجائے مال کے جمع کرنے میں مصروف ہے، پس یقیناً تیرے ہاتھ علم کی صرف صورت آئے گی نہ کہ معنی، جب حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو علم عطا فرماتا اور اس کے بعد عمل اور اِخلاص اِلقا فرماتا ہے، اور اپنے نزدیک کر لیتا اور اپنا مقترب بنالیتا ہے، اپنی معرفت بخشتا اور قلوب اور اسرار کا وہ علم اس کو نصیب فرما دیتا ہے جو اس کے لئے مخصوص ہوتا ہے، اسے منتخب فرماتا ہے جیسا کہ منتخب فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو، اور ان سے فرمایا کہ میں نے تم کو اپنے لئے بنایا ہے دُوسرے کے لئے نہیں، نہ شہوتوں کے لئے، نہ لذتوں اور خرافات کے لئے، نہ زمین کے لئے اور آسمان کے لئے، نہ دوزخ کے لئے، نہ جنت کے لئے، نہ سلطنت کے لئے، نہ ہلاکت کے لئے، نہ کوئی چیز تم کو مجھ سے مقید کر سکے، اور نہ بجز میرے کوئی مشغول کرنے والا تم کو مشغول بنا سکے، نہ کوئی صورت تم کو مجھ سے قید کر سکتی ہے اور نہ کوئی مخلوق تم کو مجھ سے حجاب میں ڈال سکتی ہے اور نہ کوئی خواہش تم کو مجھ سے غنی بنا سکتی ہے۔

صاحب زادہ! کسی معصیت کے ارتکاب کے سبب حق تعالیٰ کی رحمت سے

نااُمید مت ہو بلکہ اپنے دِین کے کپڑے کی نجاست کو توبہ اور اس میں اِخلاص اور اس پر قائم رہنے کے پانی سے دھو ڈال، اور معرفت کی خوشبو سے اس کو دُھونی دے اور معطر بنا، اس منزل سے جس میں تو ہے ڈرتا ہے کہ جدھر بھی تو دیکھے گا تیرے گرد درندے ہی درندے ہیں اور اِیذائیں دینا تجھ کو اپنا مقصود سمجھے ہوئے ہیں، یہاں سے رُخ پھیر اور اپنے قلب سے حق تعالیٰ کی طرف لوٹ، مت کھا اپنی طبیعت اپنی خواہش اور اپنی شہوت سے، مت کھا مگر دو عادل گواہ بنا کر، اور وہ دونوں گواہ کتاب اور سنتِ رسول ہیں، پھر ان کے بعد دُوسرے دو گواہوں کا طالب بن، اور یہ دو گواہ تیرا قلب اور حق تعالیٰ کا فعل ہے کہ جب کتاب اور سنت اور تیرا قلب تینوں اجازت دے دیں تو چوتھے کی اجازت کا منتظر رہ، یعنی عزّ وجل کے فعل کا، رات کے وقت لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح مت بن کہ وہ لکڑیاں اِکٹھی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ میں کیا آتا ہے؟ خالق بھی ہو اور مخلوق بھی؟ (یہ نہیں ہوسکتا) یہ بات تزین اور تمنا اور تکلف اور تصنع سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک چیز ہے جو سینے میں جگہ پاتی ہے اور عمل اس کی تصدیق کیا کرتا ہے، لیکن کون سا عمل؟ وہ جس سے مقصود اللہ عزّ وجل کی ذات ہو۔

صاحب زادہ! عافیت اسی میں ہے کہ عافیت کی طلب چھوٹ جائے اور تونگری یہی ہے کہ تونگر بننے کی طلب ترک ہو جائے، اور دوا یہی ہے کہ دوا کی طلب جاتی رہے، ساری دوا دِل سے اسباب کو قطع، اسباب کو ترک اور جملہ معاملات کو حق تعالیٰ کے حوالہ کردینے میں ہے، دوا حق تعالیٰ کو دِل سے یکتا جاننے میں ہے نہ کہ فقط زبان سے، توحید اور زُہد بدن اور زبان پر نہیں ہوتی، توحید بھی قلب میں ہوتی ہے اور زُہد بھی قلب میں اور تقویٰ بھی قلب میں، اللہ عزّ وجل کی محبت بھی قلب میں اور اس کا قرب بھی قلب میں ہوتا ہے، سمجھ دار بن، بوالہوس مت بن، نہ تصنع کر نہ بناوٹ، تو ہوس اور تصنع وتکلف اور کذب وریا ونفاق میں مبتلا ہے، تیری ساری فکر مخلوق کو اپنی طرف کھینچنا ہے، کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب کبھی مخلوق کی طرف ایک قدم چلے گا تو حق تعالیٰ سے دُور پڑ جائے گا، دعویٰ تو تیرا یہ ہے کہ تُو طالبِ حق ہے، حالانکہ تو مخلوق کا طالب ہے، تیری مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ ''میں مکہ جارہا ہوں'' اور سمت اختیار کرے خراسان کی، پس مکہ سے دُور ہوتا چلا گیا۔ دعویٰ

تیرا یہ ہے کہ تیرا قلب مخلوق سے باہر نکل گیا، حالانکہ تو انہیں سے ڈرتا اور انہیں سے اُمید رکھتا ہے، تیرا ظاہر زُہد ہے، مگر باطن سرتاپا رغبت، تیرا ظاہر حق ہے اور تیرا باطن خلق ہی خلق، یہ بات زبان کی بک بک سے نہیں آیا کرتی، یہ وہ حالت ہے جس میں نہ خلق ہے، نہ دُنیا، نہ آخرت اور نہ اللہ کے ماسویٰ کوئی چیز، وہ ایک ہے اور انہیں قبول فرماتا مگر ایک کو (کہ خلق کو چھوڑ کر اسی کا ہورہے گا) شریک کو قبول نہیں کرتا، پس وہی تیرے حال کی تدبیر فرمائے گا، جو تجھ سے کہا جاتا ہے اس کو مان، اس کے سامنے ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، پس حق تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھوں سے کرادیتا ہے، تیرے اندر اور مخلوق کے اندر مفید یا مضر ہے تصرف فرما، اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ جو موحد اور نیکوکار ہیں وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں، بعض ان میں سے ایسے ہیں جو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے دُنیا سے برہنہ ہیں (کہ نہ قلب میں دُنیا ہے نہ ہاتھ میں)، اور بعض وہ ہیں جو صرف باعتبارِ قلب کے دُنیا سے برہنہ ہیں (گو دولت مند ہیں مگر) حق تعالیٰ ان کے اندرون پر دُنیا کا کوئی بھی اثر نہیں پاتا، یہی قلوب ہیں جو صاف ہیں، جو شخص اس پر قادر ہو اس کو مخلوق کی بادشاہت مل گئی، وہی بہادر پہلوان ہے، بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوی اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروازے پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہوگیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا، اپنے قلب کو مقلّب القلوب سے وابستہ کرتا ہے، شریعت اس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید و معرفت باطن کو مہذّب بناتی ہے۔

اے شخص! اس بات سے کچھ حاصل نہیں کہ "انہوں نے یوں کہا" تو کہتا تو ہے کہ یہ چیز حرام ہے مگر اس کا مرتکب ہوتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ حلال ہے مگر نہ اس کو کرتا ہے نہ استعمال میں لاتا ہے، تو ہوس در ہوس ہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تباہی ہے جاہل کے لئے ایک مرتبہ، اور عالم کے لئے سات مرتبہ، جاہل کے لئے ایک یہی ہے کہ عالم کیوں نہ بنا، اور عالم کے لئے سات بار اس لئے کہ اس نے جانا بوجھا اور پھر عمل نہ کیا، علم کی برکت اس سے اُٹھ گئی اور حجت باقی رہ گئی۔ اوّل سیکھ اس کے بعد عمل کر، اور اس کے بعد اپنی خلوت میں مخلوق سے یکسو ہو، اور حق تعالیٰ کی محبت

میں مشغول رہ، پس جب یکسوئی اور محبت تیرے لئے صحیح ہو جائے گی تو وہ تجھ کو اپنا مقرب بنا لے گا، اپنی ذات میں فنا فرمالے گا، اس کے بعد اگر چاہے گا تو تیری شہرت فرما کر تجھ کو مخلوق کے لئے ظاہر کردے گا اور مقسوم پورا کرنے کی طرف تجھ کو لوٹا دے گا کہ تیرے متعلق اپنے علم اور تقدیرِ سابق کی ہوا کو حکم دے گا پس وہ تیرے خلوت خانے کی دیواروں پر چلے گی اور ان کو شکستہ کردے گی، اور تیرا حال مخلوق پر کھول دے گی، پس ایسی حالت میں تو اپنی گم نامی و شہرت کے درمیان خدا ہی کے ساتھ ہوگا نہ کہ اپنے نفس کے، اور اپنی دُنیا کا مقسوم پورا کرے گا نفس اور طبیعت اور خواہش کی نحوست کے بغیر کیونکہ تجھ کو تیرے مقسوم کی طرف خدا ہی نے لوٹایا ہے تا کہ اس کے علم کا قانون تیرے متعلق غلط نہ ہو جائے، تُو اپنا نصیب حاصل کرے گا اور تیرا قلب حق تعالیٰ کے ساتھ ہوگا، سنو اور عمل کرو۔

اے حق تعالیٰ اور اس کے اولیاء سے ناواقفو! اور اے حق تعالیٰ اور اس کے اولیاء میں طعن کرنے والو! حق وہی حق تعالیٰ شانہٗ ہے، اور باطل تم ہو، اے مخلوق! جو حق ہے وہ قلوب میں، باطن میں اور معانی میں ہے، اور باطل نفوس اور خواہشات اور طبیعتوں اور عادات اور دُنیا اور ماسوی اللہ میں ہے، یہ قلب کبھی فلاح نہ پائے گا جب تک کہ حق تعالیٰ سے قرب نہ ہو جائے جو قدیم ہے، اَزَلی ہے، دائم اور اَبدی ہے۔

اے منافق! مزاحمت مت کر، تیرے پاس اس سے بہتر نہیں ہے، تو بندہ ہے اپنی روٹی کا، اپنے سالن کا، اپنی مٹھائی کا، اپنے کپڑوں کا، اپنے گھوڑے کا اور اپنی حکومت کا، سچا قلب مخلوق کو چھوڑ کر خالق کی طرف سفر کرتا ہے اور راستے میں بہت سی چیزیں دیکھتا ہے اور ان کو سلام کرتا ہوا (کہ بس مجھے معاف رکھو) آگے بڑھ جاتا ہے، علماء جو اپنے علم پر عامل ہیں وہ سلف کے جانشین ہیں، وہ انبیاء کے وارث اور بقیۃ الخلف ہیں، وہ پیغمبروں کے پیش دست ہیں کہ لوگوں کو شریعت کے شہر کو آباد کرنے کا حکم دیتے اور اس کو ویران کرنے سے منع کرتے ہیں، قیامت کے دن وہ انبیاء علیہم السلام ایک جگہ جمع ہوں گے، اور انبیاء علیہم السلام اپنے رَبّ عزّوجل سے ان کی پوری مزدوری ان کو دِلوائیں گے، حق تعالیٰ نے اس عالم کو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا، گدھے کے مثل فرمایا ہے کہ وہ اس گدھے کی مثل ہے" جو علم کی کتابیں لادے ہوئے ہے" گدھے کو علم کی کتابوں سے کیا نفع؟ بجز تعب و مشقت کے اس

کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا۔ جس شخص کا علم بڑھے تو چاہئے کہ حق تعالیٰ سے اس کا خوف اور اطاعتیں بڑھیں، اے علم کا دعویٰ کرنے والے مولوی! حق تعالیٰ کے خوف سے تیرا رونا کہاں ہے؟ تیرا ڈر اور حذر کہاں ہے؟ تیرا اپنے گناہوں کا اقرار کہاں ہے؟ تیرا اللہ کی اطاعت میں روشنی (یعنی دن) کو تاریکی (یعنی رات) سے ملانا کہاں ہے؟ تیرا اپنے نفس کو ادب دینا اور حق تعالیٰ کے متعلق اس کو مجاہدے میں ڈالنا اور اس کی وجہ سے (اس کے دشمنوں کو) برا سمجھنا کہاں ہے؟ تیری ساری ہمت کرتا، عمامہ، کھانے پینے، نکاح، مکانات، دکانوں، مخلوق کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور انہیں کے ساتھ مانوس رہنے میں مصروف ہے، اپنی ہمت کو ان تمام چیزوں سے علیحدہ کرلے، پھر ان میں سے کوئی شے تیرے نصیب میں ہوگی تو وہ اپنے وقت پر خود تیرے پاس آجائے گی، تیرا قلب انتظار کی تکلیف اور حرص کی گرانی سے آرام میں اور حق تعالیٰ کے ساتھ قائم رہے گا، پھر ایسی چیزیں جس سے (روزِ اوّل ہی میں) فراغت ہو چکی، مشقت اُٹھانے سے تجھ کو کیا حاصل؟

صاحب زادہ! تیری خلوت فاسد ہے صحیح نہیں ہوئی، نجس ہے پاک نہیں ہوئی، میں تجھے لے کر کیا کروں؟ تیرا قلب ایسا ہے جس میں توحید و اخلاص صحیح نہیں ہوا، اے سونے والو! کہ دوسرے ان کی طرف سے غافل نہیں ہو سکتے، اے اعراض کرنے والو! کہ دوسرے ان سے اعراض نہیں کر سکتے، اور اے چھوڑ دینے والو! کہ دوسرے ان کو نہیں چھوڑ سکتے، اے حق تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سب اگلوں پچھلوں سے بے خبر و جاہلو! تم لمبی سوکھی لکڑی جیسے ہو جو کھینچ کر ڈال دی جائے کہ کسی مصرف کی نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے، آمین ثم آمین۔

باب نمبر ⑨

دِین داروں پر اُنگلی اُٹھانا بد دِینی کی علامت ہے[1]

اے منافق! اللہ تعالیٰ عزّوجل زمین کو تجھ سے پاک کرے، کیا تجھ کو تیرا نفاق کافی نہ ہوا کہ علماء وصلحاء اور اولیاء کی غیبت کر کے ان کے گوشت کھانے لگا، تُو اور تجھ جیسے تیرے منافق بھائی عنقریب کیڑوں کی غذا بنیں گے جو ان کی زبان اور گوشت کو کھالیں گے، تم سب کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کر دیں گے، زمین تم کو بھینچے گی، پس پیس دے گی اور اُلٹ پلٹ کر دے گی۔ جو شخص اللہ عزّوجل اور اس کے نیک بندوں کے ساتھ اچھا گمان نہ رکھے اور ان کے سامنے تواضع نہ کرے، اس کو فلاح نصیب نہ ہوگی، تو ان کے سامنے تواضع کیوں نہیں کرتا؟ جبکہ وہ سردار امین ہیں، ان کے مقابلے میں تیری کیا ہستی ہے، حق تعالیٰ نے باندھنا اور کھولنا (یعنی انتظامِ ملکی) ان کے حوالے کیا ہے، ان کی بدولت آسمان بارش برساتا اور زمین رُوئیدگی لاتی ہے، ساری مخلوق ان کی رعایا ہے، ان میں ہر شخص پہاڑ کی طرح ہے کہ اس کو آفات ومصائب کی آندھیاں نہ ہلا سکتی ہیں نہ جنبش دے سکتی ہیں، وہ اپنی توحید کے مقام سے ہلتے بھی نہیں اور نہ اپنے نفوس اور دُوسروں کے لئے اپنے مولیٰ کی خوشنودی کے طلب گار بننے سے ہٹتے ہیں، توبہ کرو اللہ کے جناب میں اور معذرت کرو، اِقرار کرو اپنے گناہوں کا جو تمہارے اور اس کے درمیان (لوگوں کی نظر سے مخفی) ہیں، اور اس کے حضور میں گڑگڑاؤ، تمہارے سامنے کیا چیز ہے؟ اگر تم کو معرفت حاصل ہوتی ہے کہ (موت اور شہنشاہی اور دربار کی پیشی سامنے آرہی ہے) تو جس حالت پر ہو اس کو بدل کر دُوسری حالت پر آجاتے، باادب بنو حق تعالیٰ کے سامنے جیسے کہ اسلاف باادب رہتے تھے، تم ان کے مقابلے میں ہیجڑے اور عورتیں ہو، تمہاری شجاعت انہیں باتوں میں ہے جن کا تم کو تمہارے نفس، تمہاری خواہش اور تمہاری طبیعتیں تم کو حکم دیتی ہیں، شجاعت دِین کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں ہوا کرتی ہے، حکماء اور علماء کے کلام کو حقیر

---

(۱) بوقتِ صبح بروزِ جمعہ بتاریخ ۷ رذیقعدہ ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

مت سمجھ کہ ان کا کلام دوا ہے اور ان کے کلمات حق تعالیٰ کی وحی کا ثمرہ ہیں، تمہارے درمیان صورۃً نبی موجود نہیں کہ تم اس کی اتباع کرو، پس جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی فرمانبرداروں کی اتباع کرو گے تو گویا تم نے نبی ہی کی اتباع کی، اور جب ان کو دیکھا تو گویا نبی ہی کو دیکھ لیا، پرہیز گار علماء کی صحبت اختیار کر کیونکہ تمہارا ان کی صحبت اختیار کرنا تمہارے لئے برکت ہے، اور ان علماء کی صحبت مت اختیار کرو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے کہ تمہارا ان کی صحبت اختیار کرنا تم پر نحوست ہے۔

اے مخاطب! جب تو اس شخص کی صحبت اختیار کرلے گا جو تجھ سے تقویٰ اور علم و عمل میں بڑا ہے تو یہ صحبت تیرے لئے بابرکت ہوگی، اور جب ایسے کی صحبت اختیار کرے گا جو تجھ سے عمر میں بڑا ہے مگر نہ اس کے پاس تقویٰ ہے نہ علم، تو یہ صحبت تیرے لئے منحوس ہوگی۔ اور غیراللہ کے لئے (کسی گناہ کا) ترک کرنا ریا ہے، جو شخص اس سے واقف نہ ہو اور اس کے خلاف کرے تو وہ مبتلائے ہوس ہے کہ عنقریب موت آئے گی اور اس کی ہوس کو کاٹ ڈالے گی، تجھ پر افسوس! اپنے دِل کے ساتھ اپنے پروردگار عزّ وجل سے علاقہ جوڑ اور غیراللہ سے توڑ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

جوڑ اس علاقے کو جو تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے، اس سے سعادت پاؤ گے۔

صاف رکھو وہ معاملہ جو تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے صالحین کے قلوب کی نگہداشت سے۔

صاحب زادہ! اگر تو غنی اور فقیر کے درمیان اپنے پاس آتے وقت کچھ فرق پائے تو ہرگز تجھے فلاح نصیب نہ ہوگی، اِکرام کر صابر فقراء کا، ان سے اور ان کی ملاقات اور ان کے پاس بیٹھنے سے برکت حاصل کر، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

صبر کرنے والے فقراء بروزِ قیامت رحمٰن کے ہم نشین ہوں گے۔

آج اس کے ہم نشین ہیں اپنے قلوب کے اعتبار سے اور کل کو ہم نشین ہوں گے اپنے اجسام کے اعتبار سے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے قلوب نے دُنیا میں زُہد اختیار کیا، دُنیا کی زیب و زینت سے منہ پھیرا، اپنے فقر کو تونگری پر ترجیح دی، اور اس پر صابر بن کر جمے رہے، پس جب یہ حالت ان کے لئے تام ہوگئی تو آخرت نے ان کے پاس پیامِ نکاح بھیجا اور اپنا

نفس ان پر پیش کیا، پس ان کو آخرت سے وصل حاصل ہوا، اور جب وہ ان کو حاصل ہو گئی تو انہوں نے آخرت سے عقد کو فسخ کر لیا اور اپنے قلوب کی پشت اس کی طرف سے پھیر لی اور اس سے بھاگے حق تعالیٰ سے شرما کر کہ غیر کے پاس کیوں ٹھہرے اور مخلوق سے اُنس وسکون کیوں چاہا، پس اعمال وحسنات اور جو کچھ طاعتیں کی تھیں سب آخرت کے حوالے کر دیں اور اپنے مولیٰ کی طرف اُڑے، آخرت کے پاس پنجرہ چھوڑا اور اپنے وجود کو پنجروں سے باہر نکال کر اپنے موجد کی طرف پرواز کی، انہوں نے طلب کیا رفیقِ اعلیٰ کو، طلب کیا اس کو کہ وہی آخر ہے، وہی باطن ہے، اس کے قرب کے برج تک جا پہنچے اور ان لوگوں میں سے بن گئے جن کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

بے شک وہ ہماری سرکار میں منتخب اور برگزیدہ ہیں۔

کہ ان کے قلوب بھی ہمارے ہی پاس ہیں، ان کی ہمتیں بھی ہمارے پاس ہیں، ان کے اندرون بھی ہمارے پاس ہیں، اور ان کی عقلیں بھی دُنیا اور آخرت میں ہمارے ہی پاس ہیں، یہ حالت جب تام ہو جاتی ہے تو ان کے نزدیک نہ دُنیا آتی ہے نہ آخرت، آسمان اور زمین اور ان کے اندر جو کچھ بھی ہے سب ان کے لئے مسخر ہو جاتی ہے، اور وہ ان سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اپنے قلوب اور باطن کے اعتبار سے سب لپٹ جاتے ہیں اور وہ گویا معدوم ہو جاتے ہیں، حق تعالیٰ ان کو اپنے غیر سے فنا کر دیتا اور اپنے ساتھ موجود فرماتا ہے، پھر اگر دُنیا میں ان کے لئے کوئی حصہ مقدر ہوتا ہے تو ان کو ان کا مقسوم پورکرنے کے لئے ان کی آدمیت اور بشریت کی طرف واپس فرما دیتا ہے تاکہ مقسوم اور قضا وقدر میں تغیر نہ آئے، پس وہ بشر بن کر (اپنا مقسوم لیتے وقت) اللہ کے علم اور قضا وقدر کے ساتھ حسن وادب ملحوظ رکھتے اور جو کچھ ان کو عطا کیا جاتا ہے ان کو زُہد اور ترک کے قدم پر (کھڑے ہو کر) لیتے ہیں، نفس اور خواہش اور ارادہ سے نہیں لیتے اور جملہ حالتوں میں حکمِ شریعت ان کے نزدیک ملحوظ رہتا ہے، دُنیا کے متعلق مخلوق سے بخل نہیں کرتے اور اگر ان کو قدرت ہو تو ساری مخلوقات کو حق تعالیٰ کا مقرب بنا دیں، مخلوقات اور محدثات میں سے کسی چیز کی ان کے قلوب میں ذرہ برابر وقعت نہیں رہتی۔

اے مخاطب! جب تک تو دُنیا کے ساتھ ہے تو آخرت کے ساتھ تجھ کو اِتصال نصیب نہ ہوگا، اور جب تو آخرت کے ساتھ رہے گا تو مولیٰ کا وصل نصیب نہ ہوگا، صاحب

عمل بن، جان بوجھ کر جاہل مت بن، تو ان میں سے ہے جن کو اللہ نے علم دے کر گمراہ بنادیا، من جملہ حق تعالیٰ کے مواصلت کے یہ بھی ہے کہ تو اپنے کسی قدر مال سے فقیروں کی بھی دست گیری کرے، کیا تجھے معلوم نہیں کہ صدقہ حق تعالیٰ شانہٗ سے معاملہ کرتا ہے جو غنی اور کریم ہے، اور کیا غنی و کریم کے ساتھ معاملہ کرنے والا بھی کبھی خسارے میں رہا؟ تو لوجہ اللہ ایک ذرّہ خرچ کرے گا تو وہ تجھ کو پہاڑ عطا فرمائے گا، تو ایک قطرہ خرچ کرے گا تو وہ تجھ کو سمندر عطا فرمائے گا، دُنیا میں بھی آخرت میں بھی تیرا اجر اور تیرا ثواب بھرپور دے گا۔

صاحبو! جب تم حق تعالیٰ سے معاملہ کرو گے تو تمہاری کھیتیاں پھلیں گی، تمہاری نہریں بہہ پڑیں گی، تمہارے درختوں پر پتے بھی آئیں گے، شاخیں بھی پھوٹیں گی اور پھل بھی پیدا ہوں گے، نیک کام کا حکم اور بُرے کام سے منع کرو، اللہ عزّوجل کے دِین کی مدد کرو اور اسی کے بارے میں عداوت کرو، صدیق وہی ہے جو خدا سے سچی دوستی کرے، نیکوکاری میں اس کی دوستی خلوت وجلوت اور رنج وراحت اور تنگ حالی و بدحالی ہر حال میں قائم رہتی ہے، اپنی حاجتیں حق تعالیٰ ہی سے مانگو، اس کی مخلوق سے مت مانگو اور مخلوق سے مانگنے بغیر چارہ نہ ہو تو اوّل اپنے قلوب کے اعتبار سے حق تعالیٰ پر داخل ہو (یعنی دِل سے اس کی طرف توجہ کرو)، پس وہ تم کو جہتوں میں کسی خاص جہت سے مانگنے کا اِلہام فرمادے گا (اس وقت مخلوق سے مانگنا بھی تعمیلِ حکم بن جائے گا) پھر اگر تم کو وہاں سے ملا، یا نہ ملا تو دونوں امرِ خدا ہی کی طرف سے ہوں گے نہ کہ مخلوق کی طرف سے۔ اہل اللہ نے رزق کی فکر کو اپنے دِلوں سے نکال ڈالا، انہوں نے جان لیا کہ رزق تو اوقاتِ معینہ پر ملنے کے لئے مقدّر ہو چکا ہے، سو انہوں نے اس کی تلاش چھوڑ دی اور اپنے بادشاہ کے آستانے پر ڈیرہ ڈال دیا، اللہ عزّوجل کے فضل، اس کے قرب اور اس کے علم کی بدولت ہر شے سے بے نیاز بن گئے، پس جب یہ ان کے لئے تمام ہوگا تو وہ قبلۂ مخلوقات بن گئے اور اپنے بادشاہ کے دربار میں مخلوق کو داخل کرنے کے لئے خطیب قرار پائے کہ ان کو اپنے دِل کے ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کر اس تک پہنچاتے اور ان کے لئے مقبولیت اور خوشنودی کی خلعتوں کا حق تعالیٰ سے باصرار سوال کرتے ہیں۔

ایک بزرگ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزّوجل شانہٗ کے وہ بندے جن کی عبودیت متحقق ہو چکی ہے حق تعالیٰ سے نہ دُنیا مانگتے ہیں نہ آخرت بلکہ اس سے صرف اسی کو مانگتے ہیں (کہ بس تو حاصل ہو جا)۔ اے میرے اللہ! مخلوق کو اپنے دروازے کا

راستہ دِکھلا دے، میرا سوال تو ہمیشہ یہی ہے اور اختیار تیرے ہاتھ میں ہے۔ یہ عام دُعا ہے جس پر مجھے ثواب ملے گا، اور کرنے والا حق تعالیٰ ہے کہ اپنی مخلوق کے متعلق جو چاہے کرے، جب قلب صحیح بن جاتا ہے تو مخلوق پر شفقت اور ترس کھانے سے لبریز ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ'' مؤمن وہ ہے جو اکثر نیک کام کرے کیونکہ سارے گناہوں کو صدیق ہی چھوڑ سکتے ہیں۔'' صدیق ہی ہے جو کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو چھوڑتا ہے، اس کے بعد اپنے تقویٰ کو دقیق بناتا ہے کہ خواہشات کو ترک کرتا ہے اور پھر اس مباح کو بھی جو عام مخلوق میں مشترک ہے چھوڑتا اور حلالِ خالص کو تلاش کرتا ہے، (جو اپنے ارادے و تدبیر کے بغیر محض توکل سے حاصل ہو)۔ صدیق ہمیشہ اپنی رات اور دن کا بڑا حصہ اپنے ربّ کی عبادت میں گزارتا اور مخلوق کی عادتوں (کسب وطلبِ معاش وافکارِ دُنیا وغیرہ) کو چھوڑنے والا بنتا ہے، پس ضرور ہے کہ اس کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے خرقِ عادت امر ظاہر ہو (کہ بلا اسباب اس کی حاجت پوری کی جاویں) اور اس کو رزق دیا جائے ایسی جگہ سے جہاں اس کا گمان بھی نہ جاسکے، اور اس کے لینے کا اس کو حکم کیا جاتا ہے، ساری چیزیں اس کے لئے خاص اور صاف ہو جاتی ہیں، اس لئے کہ مدّت دراز تک اس کی یہ حالت رہی ہے کہ اس کو کچھ نہیں دیا گیا، اس کی حاجتوں کا اس کے سینے میں چورا کر دیا گیا اور اپنی اغراض کے شکستہ ہونے پر صبر کرتا رہ تمام حالتوں میں کہ اسے بے نیل ومرام لوٹا دیا جاتا تھا (اور وہ اُف تک نہ کرتا تھا)۔ دُعا میں مانگا کرتا تھا اور وہ قبول نہ کی جاتی تھی، درخواست کرتا تھا اس کو اور بڑھا دیا جاتا تھا، وہ خوشی خوشی مانگتا تو اس کو پاتا نہ تھا، خوف کھاتا تھا اور کہیں خلاصی نصیب نہ ہوتی تھی، موحد اور مخلص بن کر عمل کرتا تھا مگر اس کا قرب نظر نہ آتا تھا، جیسے وہ نہ مؤمن ہو، نہ موحد، اور باوجود ان بے التفاتیوں کے ہمیشہ مدارات اور صبر کرنے والا بنا رہا کہ ان اشیاء کی خاطرداریاں کرتا اور جانتا رہا کہ صبر ہی اس کے قلب کی دوا اور اس کی صفائی وتقریب کا سبب ہے، اور اس آزمائش کے بعد خیر ضرور بالضرور آئے گی، اور یہ بھی سمجھتا رہا کہ یہ امتحان اس لئے ہے کہ مؤمن منافق سے ممتاز وجدا ہو جائے، اور موحد مشرک سے کھل جائے اور معلوم ہو جائے کہ کون مخلص ہے اور کون ریا کار؟ کون بہادر ہے کون بزدل؟ کون جمنے والا ہے اور کون ہل جانے والا؟ کون صابر ہے اور کون گھبرا جانے والا؟ کون اہلِ حق میں ہے اور کون اہلِ باطل؟ کون جھوٹا ہے اور کون سچا؟ کون دوست ہے

اور کون دشمن؟ کون متبع ہے اور کون مبتدع؟ سن! ایک بزرگ کیا فرماتے ہیں:۔

دُنیا میں ایسا بن جیسے زخمی مصیبت زدہ کہ اپنے زخم کی دوا کرتا اور بلا کے زائل ہونے کی طمع میں دوا کی تلخی پر صبر کرتا ہے۔

ساری بلائیں اور بیماریاں بس یہ ہیں کہ تو مخلوق کو شریکِ خدا ٹھہرائے اور نفع و نقصان، عطا و منع کے متعلق ان پر نگاہ ڈالے، اور ساری دواؤں اور بلاؤں کا ازالہ اس میں ہے کہ مخلوق تیرے قلب سے نکل جائے اور قضا و قدر کے نازل ہوتے وقت تو پختگی کے ساتھ جما رہے، مخلوق پر حکومت و رفعت کا طالب نہ بنے، اور تیرا قلب حق تعالیٰ کے لئے خالص، تیرا باطن اس کے لئے صاف اور تیری ہمت اس کی جانب بلند ہوتی رہے، جب تیرے لئے یہ امر متحقق ہو جائے گا تو تیرا قلب اُونچا چڑھے گا اور نبیوں، پیغمبروں، شہیدوں، نیکوکاروں اور مقرب فرشتوں کی صفوں میں جا شامل ہوگا، اور جس قدر بھی تجھ کو اس پر بقا حاصل ہوگی اسی قدر تو بڑا رہے گا، باعظمت بنایا جائے گا، صاحبِ رفعت ہوگا، آگے بڑھایا جائے گا، حاکم اور امیر قرار دیا جائے گا، تیرے پاس بہت کچھ آئے گا، ولایت نصیب ہوگی تجھ کو جیسی بھی نصیب ہو، اور داد و دہش سے نوازا جائے گا، جس قدر بھی نوازا جانا منظور ہوگا، حرمان نصیب وہی ہے جو اس کلام کو سنے، اس کا یقین لانے اور جن کو یہ حاصل ہے ان کو احترام کرنے سے محروم رہا۔

اے وہ لوگو جو مجھے چھوڑ کر اپنی معاش میں مشغول ہو! اصل معاش میرے پاس ہے، منافع میرے پاس ہے اور آخرت کا سودا میرے پاس ہے، میں کبھی تاجر کا پیش دست ہوں (کہ گاہکوں کو آواز دوں) اور کبھی سوداگر ہوں اور کبھی خود متاع کا مالک کہ ہر شئ کو اس کا حق عطا کروں، جب آخرت کی کوئی چیز مجھ کو حاصل ہوتی ہے تو میں اس کو تنہا نہیں کھاتا، اس لئے کہ کریم تنہا خور نہیں ہوتا، وہ شخص جو حق تعالیٰ کے کرم سے آگاہ ہو گیا ہے تو اس کے پاس بخل نہ پائے گا، ہر وہ شخص جو اللہ عزّ وجل کو پہچان گیا ہے اس کے نزدیک اللہ کے سوا ہر چیز بے قدر بن گئی ہے، بخل تو نفس کی خصلت ہے اور صاحبِ معرفت کا نفس مخلوق کے مقابلے میں مرا ہوا ہے، وہ مطمئن ہے اور اللہ عزّ وجل کے وعدوں پر ٹھہرا ہوا اور اس کی وعید سے خائف ہے۔ اے اللہ! ہم کو بھی نصیب فرما جو تو نے نصیب فرمایا اولیاء کو، اور دے ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے، آمین۔

باب نمبر ⑩
کلمۂ توحید کا تقاضا غیر اللہ سے لاتعلق ہونا ہے[۱]

مؤمن زادِ راہ لیتا اور کافر مزے اُڑاتا ہے، مؤمن زادِ راہ لیتا ہے کیونکہ وہ بر سرِ راہ ہے، پس اپنے تھوڑے سے مال پر قناعت کرتا اور بڑا حصہ آخرت کی طرف آگے بھیج دیتا ہے، اپنے نفس کے لئے اسی قدر رہنے دیتا ہے جتنا سوار کا توشہ ہوتا ہے اور جس کو وہ اُٹھا سکتا ہے، اس کا سارا مال آخرت میں ہے اس کا سارا دِل اور ساری ہمت وہیں مصروف ہے، اس کا دِل دُنیا سے ہٹ کر وہیں کا ہو رہتا ہے، وہ اپنی ساری طاقتوں کو آخرت ہی کی طرف چلتا کر دیتا ہے، نہ کہ دُنیا اور اہلِ دُنیا کی طرف، اگر اس کے پاس عمدہ کھانا ہوتا ہے تو اس کو فقراء پر ایثار کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ آخرت میں اس سے بہتر کھانے کو ملے گا۔ مؤمنِ عارف و عالم کی ہمت کا منتہیٰ حق تعالیٰ کے قرب کا دروازہ ہے، اور یہ کہ کسی طرح اس کا قلب کے قدموں اور باطن کی رقت اور سیر و غایت حق تعالیٰ شانہٗ کا قرب ہے۔

اے مخاطب! میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ کبھی قیام میں ہے، کبھی قعدہ میں، کبھی رُکوع میں اور کبھی سجدے میں، کبھی بیدار میں اور کبھی دُوسری (عبادت کی) محنت و مشقت میں، مگر تیرا قلب اپنی جگہ سے نہیں ٹلتا، نہ اپنے وجود کے گھر سے باہر نکلتا ہے اور نہ اپنی خو اور عادت سے باز آتا ہے، اپنے مولیٰ کی طلب میں سچا بننا تجھ کو بہت سی مشقتوں سے بے نیاز بنا دے گا، اپنے وجود کے انڈے کو اپنے صدق کی چونچ سے کھٹک اور اس مخلوق پر نگاہ رکھنے اور ان کے ساتھ مقید رہنے کی دیواروں کو اِخلاص اور توحید کے پھاوڑوں سے ڈھا دے، اپنے اشیاء کی طلب کے پنجرے کو ان چیزوں میں زُہد اِختیار کر لینے کے ہاتھ سے توڑ ڈال اور اپنے قلب سے پرواز کر یہاں تک کہ تو قربِ حق تعالیٰ کے ساحلِ سمندر پر آ اُترے، پس

(۱) بروز یکشنبہ بتاریخ ۹ رذیقعدہ ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

اس وقت تقدیرِ خداوندی کا ملاح تیرے پاس آئے گا کہ اس کی عنایت حق کی کشتی ہو گی، پس وہ تجھ کو لے گا اور عبور کرا کے تیرے رَبّ عزّ وجل تک پہنچا دے گا، یہ دُنیا ایک سمندر ہے اور تیرا ایمان اس کی کشتی ہے، اور اسی لئے لقمان حکیمؒ نے فرمایا تھا کہ "اے میرے بیٹے! دُنیا سمندر ہے اور ایمان کشتی ہے اور طاعت ملاح ہیں اور آخرت ساحل ہے۔" اے معصیتوں پر اِصرار کرنے والو! وقت آیا چاہتا ہے کہ تمہاری آنکھیں نہ ہوں گی، کان تمہارے نہ ہوں گے، تم اپاہج ہو گے، مفلس ہو گے اور مخلوق کے قلوب تم پر سخت ہوں گے (کہ کوئی تم پر ترس نہ کھائے گا) تمہارا سارا مال وزر خساروں، ٹیکس اور تاوانوں اور چوریوں میں جاتا رہے گا، سمجھ دار بنو! توبہ کرو اپنے رَبّ عزّ وجل کے حضور میں، اپنے سوال کو شریکِ خدا مت ٹھہراؤ کہ ان پر بھروسہ کر بیٹھو، ان کے ساتھ ٹھہرو بھی مت، ان کو نکال دو اپنے دِلوں سے اور ان کو رکھ دو اپنے گھروں اور جیبوں میں، اپنے غلاموں اور ملازموں کے پاس، اور موت کے منتظر رہو، اپنی حرص کو کم کرو اور آرزوؤں کو کوتاہ۔ ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

مؤمنِ عارف اللہ عزّ وجل سے نہ دُنیا مانگتا ہے نہ آخرت بلکہ مولا سے مولا ہی کو مانگتا ہے۔

صاحب زادہ! اپنے دِل سے اللہ عزّ وجل کی طرف رُجوع کرو، اللہ سے توبہ کرنے والا ہی اس کی طرف رُجوع کرنے والا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ رُجوع کرو اپنے رَبّ کی طرف، یعنی ہر چیز کو اس کے حوالے کردو، اپنے نفس کو اس کے سپرد کردو اور ان کو اس کی قضاء وقدر اور اَمر ونہی اور تصرفات کے سامنے ڈال دو (کہ جس طرح چاہے تصرف فرمادے) اور اپنے قلوب کو اس کے آگے پھینک دو کہ نہ زبانیں ہوں، نہ ہاتھ نہ پاؤں ہوں نہ آنکھیں، نہ چوں ہو نہ چرا، نہ منازعت ہو نہ مخالفت بلکہ ہر اَمر میں موافقت ہو اور ہر شان میں تصدیق، کہو کہ بے شک سچا ہے حکم، سچی ہے تقدیر اور سچا ہے علمِ سابق، جب تم ایسے بن جاؤ گے تو ضرور تمہارے قلوب اس کی طرف رُجوع کرنے والے اور اس کا مشاہدہ کرنے والے بن جائیں گے کہ کسی چیز سے بھی مانوس نہ ہوں گے بلکہ عرش سے لے کر فرش تک ہر چیز سے وحشت کھائیں گے، ساری مخلوقات سے بھاگیں گے اور جملہ محدثات سے

الگ تھلگ رہیں گے، مشائخ کا حسنِ ادب وہی کر سکتا ہے جو اُن کا خادم رہ چکا اور ان کے کسی قدر اُن حالات سے جو عزّ وجل کے ساتھ ہیں، آگاہ ہو چکا ہو، اہل اللہ نے مخلوق کی تعریف و مذمت کو ایسا سمجھ لیا ہے جیسے گرمی اور سردی یا جیسے رات اور دن کہ ان دونوں کو حق تعالیٰ ہی کی طرف سے جانتے ہیں، کیونکہ بجز اللہ عزّ وجل کے کسی کو بھی قدرت نہیں کہ مدح کو لائے یا ہجو کو، پس جب ان کے نزدیک یہ مستحق ہو گیا تو نہ انہوں نے تعریف کرنے والوں کا اعتبار کیا اور نہ ہجو کرنے والوں سے جنگ کی، اور نہ ان کے ساتھ مشغول ہوئے، اُن کے قلوب سے مخلوق کا محبوب اور مبغوض سمجھنا دونوں نکل چکے، نہ وہ کسی سے محبت کرتے ہیں نہ بغض بلکہ (محبت اور بغض رکھنے والوں پر) ترس کھاتے ہیں (کہ افسوس! کس بلا میں مبتلا ہے)، صدق کے بغیر تجھ کو علم کیا نفع دے گا؟ تجھ کو خدا نے علم دے کر گمراہ بنایا، تیرا علم سیکھنا نمازیں پڑھنا اور روزے رکھنا مخلوق کے لئے ہے، تاکہ لوگ تیری ضیافتیں کیا کریں، اپنے اموال تجھ پر خرچ کریں اور اپنے گھروں اور مجمعوں میں تیری تعریفیں کریں، مان لے کہ یہ تجھ کو حاصل بھی ہو گیا مگر جب تجھ کو موت آئے گی اور عذاب اور تنگی اور ہول و ہراس کا سامنا ہو گا تو تیرے اور ان کے درمیان آڑ ہو جائے گی اور وہ لوگ تیرے کچھ بھی کام نہ آ سکیں گے، ان سے تو نے مال حاصل کیا تھا اس کو کھائیں گے دُوسرے اور عذاب و حساب تجھ پر ہو گا۔ اے مبتلائے ادبار! اور اے بےنصیب! تو ان میں داخل ہے جو مبتلائے مشقت ہیں کہ یہاں دُنیا میں بھی اعمال اور اَفکارِ معاش کی مشقت میں مبتلا ہیں، اور دوزخ میں بھی مبتلائے مشقت۔ عبادت ایک صفت ہے اور اس کے اہل اولیاء، اَبدال، مخلص اور حق تعالیٰ کے مقربین ہیں، وہ علماء جو علم پر عمل کرتے ہیں درحقیقت اللہ کے نائب ہیں اس کی زمین میں، اور اس کے پیغام رساں ہیں، وہی انبیاء و مرسلین کے وارث ہیں نہ کہ تم۔ اے بوالہوسو! زبان کی بک بک میں اور باطن کی جہالت کے ساتھ ظاہر کے فقہ میں مشغول رہنے والو!

صاحب زادہ! تو کچھ بھی نہیں، نہ تیرا اسلام ہی صحیح ہوا جو بنیاد ہے اور جس پر تعمیر ہوتی ہے، اور نہ تیری شہادت (توحید و رسالت) تام ہوئی، تو کہتا ہے کہ "کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے" مگر جھوٹ کہتا ہے، کیونکہ معبودوں کا ایک بڑا گروہ تیرے قلب میں موجود ہے، اپنا بادشاہ اور اپنے میر محلّہ تیرے معبود بنے ہوئے ہیں، اپنی کمائی، اپنے نفع، اپنی طاقت،

اپنی قوت، اپنی سماعت، اپنی بصارت اور اپنی گرفت پر تیرا اعتماد کرنا تیرے معبود بنے ہوئے ہیں، مخلوق میں بہت سے لوگ ہیں جو اپنے قلوب سے ان چیزوں پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ان کا بھروسہ خدا پر ہے، ان کا حق تعالیٰ کو یاد کرنا محض عادت ہے اور وہ بھی صرف زبانوں سے ہے نہ کہ قلوب سے، اور جب اس کی جانچ کی جاتی ہے تو بھڑک اُٹھتے اور کہتے ہیں کہ ''ہم کو ایسا کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا ہم مسلمان نہیں؟'' کل کو ساری نصیحتیں کھل جائیں گی اور پوشیدہ چیزیں ظاہر ہو جائیں گی، تجھ پر افسوس! جب تو کہتا ہے تو اپنی بات کے درمیان کہتا ہے "لا اِلٰـہ" کلی نفی ہے، اور "اِلَّا اللّٰہ" کلی اِثبات ہے کہ معبودیت اللہ ہی کے لئے ہے کسی غیر کے لئے نہیں، پس جس وقت بھی تیرے قلب نے اللہ عزوجل کے سوا کسی شے پر اعتماد کیا تو معبودیت کو حق تعالیٰ کے لئے مخصوص کرنے میں تو جھوٹا بن گیا اور وہی تیرا معبود یا جس کے ساتھ ایمان کا تعلق ہے وہی موحد ہے، وہی مخلص، وہی متقی، وہی پرہیزگار، وہی زاہد، وہی صاحبِ یقین، وہی عامل اور وہی سردار، باقی سب (اس کے لشکر اور ماتحت ہیں)۔ جب تو "لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ" کہے تو اول اپنے قلب سے کہہ، اس کے بعد زبان سے اور اسی پر توکل کر اور اسی پر اعتماد، اس کے سوا کسی پر بھی بھروسہ مت رکھ، اپنے ظاہر کو شریعت کے ساتھ مشغول رکھ اور باطن کو حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ، بھلائی اور بُرائی کو اپنے ظاہر پر چھوڑ اور اپنے باطن سے بھلائی و بُرائی پیدا کرنے والے کے ساتھ مشغول ہو۔ جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ اس کا مطیع ہوا، اس کی زبان اس کے حضور میں گونگی بن گئی، اور وہ اس کے اور اس کے نیکوکار بندوں کے ساتھ متواضع بن گیا، اس کا فکر وغم اور گریہ مضاعف ہو گیا، اس کا خوف اور خشیت بڑھ گئی، اس کی حیا زیادہ ہو گئی، اپنی گزشتہ تقصیر پر اس کی پشیمانی بڑھ گئی، اور جو کچھ معرفت وعلم اور قرب ملا ہے اس کے جاتے رہنے کا اندیشہ وڈر بڑھ گیا۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" ہے، جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ وہ کیا کرتا ہے، اور مخلوق سے باز پُرس ہوتی ہے۔ عارف دو نگاہوں کے درمیان مسرور رہتا ہے، کبھی تو اپنی گزشتہ کوتاہی و بے حیائی و نادانی و بے باکی پر نگاہ کرتا ہے تو شرم کے مارے پگھلا جاتا اور مؤاخذے کے اندیشے سے گھلا جاتا ہے، اور کبھی آئندہ کی حالت پر نگاہ کرتا ہے کہ دیکھئے مقبول ہونا ہے یا مردود؟ اور جو کچھ عطا ہوا ہے وہ چھنتا ہے یا اپنے حال پر باقی رکھا جاتا ہے،

اور دیکھئے قیامت کے دن ایمان والوں کی معیت نصیب ہوگی یا کافروں کی؟ اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

میں تم سب سے زیادہ حق تعالیٰ کو پہچاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

عارفین کے گروہ میں شاذ و نادر ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو بجائے خوف کے امن نصیب ہوتا ہے کہ جو کچھ علمِ خداوندی میں ان کے لئے مقدر ہوا ہے وہ پڑھ کر ان کو سنا دیا جاتا ہے کہ وہ اپنا انجام اور وہ انعام جس کی طرف ان کو لوٹ کر جانا ہے معلوم کر لیتے ہیں، ان کا باطن اس کو پڑھ لیتا ہے جو اس کے لئے لوحِ محفوظ میں مسطور ہے، اس کے بعد قلب کو اس سے آگے بڑھاتا اور پوشیدہ رکھنے کی اس کی تاکید کر دیتا ہے کہ نفس اسی پر مطلع نہ ہونے پائے، اس اَمر کی اِبتدا تو اِسلام لانے، حکم کی تعمیل کرنے، ممنوع سے بچنا اور آفتوں پر صبر کرنا ہے، اور اِنتہا ماسوی اللہ سے رغبت کا ہٹا لینا ہے، اور یہ کہ اس کے نزدیک سونا اور مٹی، مدح اور ذم، عطا اور منع، جنت اور دوزخ، نعمت اور نقمت، تونگری اور اِفلاس، مخلوق کا وجود اور ان کا عدم سب یکساں ہو جائے، پس جب یہ بھی تام ہو جاتا ہے تو اَب سب کے بعد اللہ ہی اللہ ہے (کہ بجز اس میں فنا اور مستغرق رہنے کے اور کوئی کام ہی نہیں) اس کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر اس کے دار اور حاکم ہونے کا فرمانِ شاہی اس کے پاس آ جاتا ہے، جو کوئی بھی اس کو دیکھتا ہے وہ حق تعالیٰ کی معیت اور اس کے نور کی وجہ سے جو اس کا لباس بنا ہوا ہے، نفع اُٹھاتا ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

باب نمبر (۱۱)

زندگی عاریت ہے، اسے آخرت کے لئے سینچیں(۱)

(اوّل کچھ اور تقریر کی اس کے بعد فرمایا) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:-
دُنیا کی اہانت کرو کہ خدا کی قسم وہ اپنی اہانت کے بعد ہی لذیذ بنتی ہے۔

صاحب زادہ! قرآن پر عمل کرنا تجھ کو قرآن کے نازل فرمانے والے کے پاس لے جا کر کھڑا کرے گا، اور سنت پر عمل کرنا پیغمبر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لے جا کر کھڑا کرے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلب اور اپنی ہمت و توجہ سے بندگان اہل اللہ کے قلوب سے کسی وقت ہٹتے نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کو معطر اور خوشبودار بنانے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کے باطن کا تصفیہ کرنے والے اور زینت بخشنے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کے لئے قرب کا دروازہ کھلوانے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بناؤ سنگھار کرنے والے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قلوب و اسرار اور ان کے رَبّ عزّوجل کے درمیان سفیر ہیں، جب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک قدم بھی بڑھے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت بڑھے گی، جس شخص کو یہ حال نصیب ہو اس پر واجب ہے کہ شکر کرے اور اس کی طاعتیں بڑھ جاویں، اور اس کے علاوہ تو خوش ہونا ہوس ہی ہوس ہے۔ جاہل شادماں ہوتا ہے دُنیا میں، اور عالم غمگین رہتا ہے دُنیا میں، نادان مناظرہ اور منازعت کرتا ہے تقدیر سے، اور دانا اس سے موافقت کرتا اور اس پر راضی رہتا ہے۔

اے مسکین! تقدیر سے مناظرہ اور مخالفت مت کر، ورنہ تباہ ہو جائے گا، مدار اس پر ہے کہ تو حق تعالیٰ کے افعال پر راضی ہو اور اپنے قلوب کو مخلوق سے باہر نکال لے،

---

(۱) بروز سہ شنبہ تاریخ ۱۸ ذیقعدہ ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

اور اس قلب سے خالق مخلوقات کے ساتھ ملاقات کرے جب تو حق تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور نیک بندوں کی ہمیشہ تابعداری میں رہے گا تو حق تعالیٰ سے ملاقات کرے گا، اپنے قلب، اپنے باطن اور اپنے اندرون سے، اگر تجھ سے ہو سکے کہ صالحین کی خدمت میں رہے تو ضرور ایسا کر کہ یہ تیرے لے بدرجہا بہتر ہے دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اگر تو ساری دُنیا کا بھی مالک ہو جائے مگر تیرا قلب اہل اللہ کے قلوب کی طرف نہ ہو تو گویا تو ایک ذرّے کا بھی مالک نہیں، ہر وہ شخص جس کا قلب اللہ عزّ وجل کے لائق بن جاتا اور اس کے ساتھ دُنیا اور آخرت ہوتی ہے تو وہ حق تعالیٰ کے حکم سے عوام اور خواص میں حکومت کرتا ہے، تجھ پر افسوس! اپنے مرتبے کو پہچان! ان کے سامنے تو چیز ہی کیا ہے؟ تیری ساری فکر کھانا پینا، نکاح، دُنیا جمع کرنا اور اس پر حریص بنا رہنا کہ دُنیا کے کاموں میں بڑا کارگزار اور آخرت کے متعلق بڑا کام چور، تو اپنے گوشت کو فربہ کر رہا ہے اور اس کو زمین کے کیڑوں مکوڑوں کا نشانہ بنا رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

> حق تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روزانہ صبح وشام اس طرح ندا دیتا ہے کہ اے بنی آدم! جیو مرنے کے لئے، اور بناؤ ویرانی کے لئے، اور جمع کرو دشمنوں کے لئے۔

مؤمن کی نیت، اس کے تمام تصرفات ایک ہوتے ہیں، وہ دُنیا میں رہ کر دُنیا کے لئے ایک کام بھی نہیں کرتا، دُنیا میں کوئی مکان بھی بنایا ہے تو آخرت کے لئے مسجدیں بنواتا ہے، مدرسے اور خانقاہیں بناتا ہے، مسلمانوں کے راستے اور سڑکیں صاف کراتا ہے اور اس کے علاوہ بھی کوئی مکان بناتا ہے تو بال بچوں کے لئے، رانڈوں اور محتاجوں کے لئے یا مسکونہ مکان جس کے بغیر چارہ نہیں ہے، یہ ساری تعمیرات اس لئے کرتا ہے کہ (مقبول ہو کر) آخرت میں اس کے لئے (صدقہ جاریہ بن جائیں)۔ جب ابنِ آدم صحیح القلب بن جاتا ہے تو اپنے جملہ احوال میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے، اس کا گم ہونا بھی اللہ اور وجود بھی اللہ سے اس کا قلب جا ملتا ہے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ کہ جو کچھ بھی وہ لے کر آئے تھے اس کو قبول کرتا ہے، زبان سے اس کا قائل ہو کر اور (اعضاء سے) عمل

کرکے اور (قلب سے) ایمان لاکر اور یقین رکھ کر، لیکن دین ضرور ہے تو ان کے ساتھ شامل رہ دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اللہ عزّوجل کو یاد رکھنے والا سدا زندہ ہے کہ ایک حیات سے دُوسری حیات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، پس ایک لحظہ کے سوا اس کو کبھی موت نہیں، ذکر جب قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو بندے کا اللہ عزّوجل کو یاد رکھنا دائمی بن جاتا ہے، اگرچہ زبان سے یاد بھی نہ کرے، اور جب بندہ ہمیشہ اللہ عزّوجل کی یاد میں رہتا ہے تو اس کی موافقت اور اس کے افعال پر راضی رہنا دائمی ہو جاتا ہے۔ اگر گرمی کا موسم آئے اور ہم حق تعالیٰ کی موافقت نہ کریں تو گرمی ہم کو پریشان کردے گی، اسی طرح سردی کا موسم آئے اور اس کی موافقت کریں تو بہتر ہے، ورنہ جاڑا ہم کو ٹھٹھرا دے گا، اور ان دونوں موسموں میں موافقت کا اختیار کرنا ان کی اذیت اور اثر کی شدّت کو زائل کردے گا (کہ نہ گرمی کی تکلیف معلوم ہوگی نہ سردی کی)۔ یہی حال تمام بلا و مصائب اور آفات کا ہے کہ ان کے نزول کے وقت ان کی موافقت کرنا کرب اور ضیق اور تنگی اور تنگ دِلی اور اضطراب کو زائل کردیتا ہے (کہ کچھ تکلیف محسوس نہیں ہوتی)۔ اہل اللہ کے معاملات بھی کیسے عجیب اور ان کے حالات کس قدر پیارے ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی پہنچتا ہے وہ ان کو لذیذ معلوم ہوتا ہے، چونکہ حق تعالیٰ نے ان کو اپنی شرابِ معرفت پلادی ہے اور اپنے لطف کی گود میں سلا لیا ہے اور اپنے اُنس سے مانوس بنادیا ہے، اس لئے ضرور ہے کہ ان کے لئے حق تعالیٰ کے ساتھ قیام اور ماسوی اللہ سے غیر حاضری خوش گوار ہو، وہ حق تعالیٰ کے حضور ہمیشہ مردہ بنے رہتے ہیں کہ ہیبت ان پر مسلط ہے، پس جب چاہے گا ان کو اُٹھا کر کھڑا کردے گا اور حیات عطا فرما کر بہادر کردے گا، وہ اس کے حضور میں ایسے ہیں جیسے اصحابِ کہف اپنے غار میں کہ ان کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

ہم ان کو کروٹ دیتے رہتے ہیں داہنی طرف اور بائیں طرف۔

وہی سب سے زیادہ عقل مند ہیں، ہر حال میں اپنے پروردگار عزّوجل سے مغفرت و نجات کی لَو لگائے رہتے ہیں، یہی ان کی ہمت ہے، تجھ پر افسوس! کہ کام تو دوزخیوں کے کرتا ہے اور آرزو رکھتا ہے جنت کی، سو تیری طمع بے محل ہے۔ (عاریت) پر

مغرور نہ ہو، اور اس کو اپنا مت سمجھ کہ وہ عنقریب تجھ سے لے لی جائے گی، تجھ کو زندگی بطور عاریت دی ہے تاکہ اس میں تو اس کی اطاعت کرے، مگر تو نے اس کو اپنی ہی چیز سمجھ لیا اور جو چاہا کرنے لگا، اسی طرح عافیت بھی تیرے پاس عاریت ہے، تونگری بھی تیرے پاس عاریت ہے اور امن وعزت وغیرہ اور جو کچھ بھی تیرے پاس نعمتیں ہیں سب تیرے پاس عاریت ہیں، ان عاریتوں میں کوتاہی مت کر کہ تجھ سے ان کا مطالبہ ہوگا اور ان میں سے ہر چیز کے متعلق تجھ سے بازپُرس ہوگی۔ تمہارے پس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں، پس ان سے اعانت حاصل کرو طاعت پر، اور تمام وہ چیزیں جن کو تم مرغوب سمجھتے ہو، اہل اللہ کے نزدیک مشغول بنانے والے مشغلے ہیں، وہ دُنیا اور آخرت میں حق تعالیٰ کے ساتھ سلامتی کے سوا کچھ بھی نہیں چاہتے، ایک بزرگ سے منقول ہے کہ:-

خلق کے معاملے میں حق تعالیٰ کی موافقت کر، اور حق تعالیٰ کے معاملے میں خلق کی موافقت مت کر، خواہ ٹوٹ جائے جسے ٹوٹنا ہو اور جڑ جائے جسے جڑنا ہو۔

تم حق تعالیٰ کی موافقت کرنا اس کے ان نیک بندوں سے سیکھو جو اس کی موافقت کرنے کے عادی ہیں۔

باب نمبر ⑫
آخرت کی باز پُرس سے بچنے کے لئے
دُنیا کی محبت دِل سے نکالنی ہوگی[(۱)]

اپنی روزی کی فکر میں مت پڑ کہ جتنا تو اس کی تلاش کرتا ہے، اس سے بدرجہا زیادہ وہ تجھ کو ڈھونڈتی ہے، جب تجھ کو ایک دن کی روزی مل جائے تو کل کی روزی کی فکر مت کر، جس طرح گزشتہ دن کو تو چھوڑ گیا کہ وہ گزر گیا، آئندہ دن کے متعلق خبر نہیں کہ تجھ تک پہنچے گا یا نہیں، پس آج ہی کے دن میں مشغول رہ، اگر تجھ کو حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی تو اس کے ساتھ مشغول ہو کر تو رزق کی طلب سے غافل بن جاتا، اس کی ہیبت تجھ کو طلبِ معاش سے روک دیتی، کیونکہ جو عارفِ حق بن جاتا ہے اس کی زبان عاجز بن جاتی ہے، عارف ہمیشہ حق تعالیٰ کے سامنے زبان کا گونگا بنا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کو مخلوق کی مصلحتوں کے لئے واپس فرمائے، پس اس کو مخلوق کی طرف واپس بھیجتا ہے تو اس کی زبان گونگے کے مانند بنا کر اس کو بلند فرما دیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جب تک بکریاں چراتے رہے ان کی زبان میں لکنت اور عجلت اور رُکاوٹ وہکلاہٹ رہی، مگر جب حق تعالیٰ نے ان کو مبعوث فرمانا چاہا تو ان کو اِلہام فرما دیا کہ اللہ سے دُعا کریں "الٰہی! میری زبان سے گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھیں" گویا انہوں نے عرض کیا کہ جب تک میں بکریاں چرانے کو جنگل میں رہا تو مجھے اس کی حاجت نہ ہوئی، مگر اب مخلوق کے ساتھ میری مشغولیت اور ان سے گفتگو کرنے کا موقع آیا تو میری زبان سے ماندگی کو دُور فرما کر میری مدد کر، چنانچہ ان کی زبان کی گرہ اُٹھا دی گئی، کہ جتنی دیر میں دُوسرا شخص چند کلمات ادا کرسکتا تھا، اتنی دیر میں آپ نوے کلمات فصاحت والے بول سکتے تھے، جو اچھی طرح سمجھ میں آتے تھے، چونکہ

---

(۱) بوقت صبح بروز جمعہ بتاریخ ۱۴ ذیقعدہ ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

بچپن میں فرعون اور آسیہ کے سامنے بروقت بولنے کا قصد کیا تھا، اس لئے چنگاری کو آپ کا لقمہ بنا کر زبان کو جلوا دیا گیا۔

صاحب زادہ! میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ اللہ عزّ وجل اور اس کے رسول کی معرفت بھی تجھ کو کم ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے نبیوں کے جانشین اَبدال کی معرفت بھی کم ہے، جو مخلوق میں اس کے خلفاء ہیں، تو معنی سے بالکل خالی ہے، تو بغیر پرند کا پنجرہ ہے، تو خالی اور ویران مکان ہے، اور ایسا درخت ہے جو سوکھ گیا، اور اس کے پتے جھڑ گئے، بندے کے قلب کی آبادی اسلام سے ہے، اس کے بعد حقیقتِ اسلام کی تحقیق یعنی اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دینے سے، تو اپنے آپ کو بالکل خدا کے حوالے کر دے، وہ تیرا نفس اور اس کے سوا سب کچھ تیرے حوالے کر دے گا، اپنے قلب کے ساتھ تو نفس سے اور ساری مخلوق سے باہر نکل آئے گا، انانیت سے برہنہ ہو کر اس کے حضور میں کھڑا ہو جائے گا، پھر جب وہ چاہے گا تو تجھ کو لباس دے گا، تجھ کو کپڑے پہنائے گا اور مخلوق کی طرف واپس کر دے گا، پس تو اپنے اندر اور مخلوق کے اندر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے والے خدا کی خوشنودی کے ساتھ اس کے حکم کی تعمیل کرے گا، اور اس کے بعد حکم کے انتظار میں کھڑا ہو جائے گا کہ اب کیا حکم فرماتا ہے؟ جبکہ تو ہر اس حکم کی موافقت کرنے والا ہوگا جو تجھ پر صادر فرمادے، جو شخص ماسوی اللہ سے مجرد ہو کر اپنے قلب اور باطن کے قدموں پر حق تعالیٰ کے سامنے آ کھڑا ہوا تو وہ بہ زبانِ حال کہہ رہا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ ”اے میرے پروردگار! میں تیری طرف جلد آ گیا ہوں تا کہ تو خوش ہو جائے، چھوڑ آیا میں اپنی دُنیا کو، اپنی آخرت کو، اور ساری مخلوق کو، اسباب کو قطع کر چکا اور بہ عجلت تیرے پاس آ حاضر ہوا ہوں تا کہ تو مجھ سے خوش ہو جائے اور اس سے قبل جو مخلوق کے ساتھ میں ٹھہرا رہا اس کو بخش دے۔“

اے نادان! تجھے ان باتوں سے کیا مناسبت؟ تو بندہ بنا ہوا ہے اپنے نفس، اپنی دُنیا کا اور اپنی خواہش کا، تو بندہ بنا ہوا ہے خلق کا کہ ان کو شریکِ خدا بنائے ہوئے ہے، کیونکہ نفع اور نقصان میں تیری نگاہ ان پر جاتی ہے، تو بندہ بنا ہوا ہے جنت کا کہ آرزومند ہے اس میں داخل ہونے کا، اور بندہ بنا ہوا ہے دوزخ کا کہ خائف ہے اس میں داخل ہونے سے، تم

سب کہاں (دُور چلے) گئے اس ذات سے جو قلوب اور اَبصار کا پلٹنے والا اور جس شے کا وجود چاہے اس کو کُن فرما کر کر دینے والا ہے؟

صاحب زادہ! اپنی طاعت پر مغرور مت ہو، اور نہ اس پر گھمنڈ کر، حق تعالیٰ سے اس کے قبول ہو جانے کی درخواست کر، اور ڈر کہ وہ تجھ کو معصیت کی طرف منتقل نہ فرما دے، بھلا تیرے لئے اس بات سے مطمئن بن جانے کی کیا وجہ ہے کہ کہہ دیا جائے تیری اطاعت سے کہ معصیت بن جا، اور تیری صفائی سے کہ مکدّر بن جاؤ، جس شخص کو اللہ عزّ وجل کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے وہ نہ کسی سے قرار پکڑتا ہے اور نہ کسی شے پر مغرور ہوتا ہے، اور جب تک اپنے دِین کو سلامت اور اس معاملے کو جو اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان ہے محفوظ لے کر دُنیا سے چلا نہ جائے، نڈر نہیں ہوتا۔

صاحبو! قلوب، اعمال اور ان کے اِخلاص کو اِختیار کرو، پورا اخلاص اللہ کے سوا سب سے خالص کرنے کا نام ہے اور اللہ عزّ وجل کی معرفت رب کی جڑ ہے، میں تم میں اکثر کو خلوتوں، جلوتوں اور اَفعال میں جھوٹا دیکھ رہا ہوں، تمہیں قرار ہی نہیں، تمہارے اقوال بلا اَفعال کے اور اَفعال بلا اِخلاص اور توحید کے ہیں۔ اگر تو نے اس کسوٹی کو جو میرے ہاتھ میں ہے اور جسے ابھی دے دیا اور وہ تجھ سے خوش بھی ہوگئی، تو یہ تجھ کو فائدہ کیا دے گا؟ تو چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ بھی اس کو قبول کرے اور راضی ہو جائے؟ سو عنقریب آگ کے دھونکانے اور تیار کر کے ڈھالنے کے وقت تیرے پتروں کا فضیحتہ ہو جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ یہ مفید ہے اور یہ سیاہ اور یہ طمع، پس سب کو نکال دیا جائے گا، قیامت کے دن تیرے اعمال سے جن میں تم نے نفاق کیا ہوتا ہے یہی کیا جائے گا، ہر عمل جو غیر اللہ کے لئے کیا جائے باطل ہے، کام کرو اور محبت کے ساتھ کرو، صحبت اِختیار کرو اور طالب بنو اس کے جس کی مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ سب کی سننے والا اور سب کو دیکھنے والا ہے۔ اوّل نفی کرو اس کے بعد اِثبات، یعنی نفی کرو اس سے ہر اس چیز کی جو اس کو شایان نہیں، اور اس کے لئے ثابت کرو ہر اس شے کو جو اس کے شایانِ شان ہے، اور وہ وہی صفات ہیں جن کو اس نے خود اپنے لئے پسند فرمایا ہے اور جن کو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے پسند فرمایا ہے، جب تم ایسا کرو گے تو تشبیہ اور تعطیل تمہارے قلوب سے زائل ہو جائے گی۔ ساتھ وہ

اللہ عزّوجل اور اس کے رسول اور اس کے نیکوکار بندوں کے (ان کی تعظیم اور تکریم واحترام کرکے) (کہ یہی ان کے ساتھ رہنا ہے)۔ اگر تم فلاح چاہتے ہو تو تم میں سے جو کوئی بھی میرے پاس آوے وہ حسنِ ادب کے ساتھ آوے ورنہ نہ آیا کرے، تم ہر وقت فضولیات میں رہتے ہو، پس جتنی دیر میرے پاس رہا کرو اس میں تو فضولیات کو چھوڑ دو کہ بسا اوقات اس وقت مجمع میں وہ (فرشتے اور اَرواحِ طیبہ) ہوتے ہیں جو ایسے احترام اور حسنِ ادب کے لائق ہیں جو تمہاری عقل اور وہم سے باہر ہے۔ باورچی اپنے پکائے ہوئے کھانے کو پہچانتا ہے، نان بائی اپنی روٹی کو پہچانتا ہے، صناع اپنی صنعت کو پہچانتا ہے، اور دعوت کرنے والا ان کو پہچانتا ہے جن کی دعوت کی ہے، اور جو آکر شریک ہوئے (اسی طرح اہلِ بصیرت اَرواح وملائکہ کو خوب پہچانتے ہیں) تمہاری دُنیا نے تمہارے قلوب کو اندھا بنادیا ہے، پس تم کو ان میں سے کچھ بھی نظر نہیں آتا، ڈرو دُنیا سے کہ وہ تم کو اپنے نفس پر آہستہ آہستہ قدرت دے گی، یہاں تک کہ تم کو لپیٹ لے گی، اور آخرت میں تم کو ذبح کر ڈالے گی، اوّل تم کو اپنی شراب اور بھنگ پلاکر (متوالا بنائے گی) اس کے بعد تمہارے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گی اور آنکھوں میں گرم سیخوں کی سلائی پھیرے گی، پس جب قبر میں پہنچ کر بھنگ کا نشہ اُتر جائے گا اور ہوش آئے گا، اس وقت تم دیکھو گے کہ اس نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا، یہ ہے انجام دُنیا سے محبت رکھنے کا اور اس کے پیچھے دوڑنے اور اس کے اکٹھا کرنے کی حرص کرنے کا، اور یہ ہے اس کا برتاؤ، پس بچو اس سے!

صاحب زادہ! دُنیا سے کچھ بھی محبت رکھے گا تو ہرگز تجھ کو فلاح نصیب نہ ہوگی، اور اے حق تعالیٰ کی محبت کے مدعی! جب تک تو آخرت کو یا حق تعالیٰ کے سوا کسی ایک چیز کو بھی محبوب سمجھے گا تو ہرگز تجھ کو فلاح نہ ہوگی، عارف محبّ نہ اس کو محبوب رکھتا ہے نہ اس کو، اور نہ حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو، جب اس کی محبت حق تعالیٰ کے ساتھ کامل اور محقق ہو جاتی ہے تو دُنیا کے عیش جو اس کے مقسوم میں ہیں مبارک اور خوش گوار بن کر اس کے پاس آتے ہیں، اور اسی طرح جب وہ (وفات پاکر) آخرت میں پہنچے گا تو تمام چیزیں جن کو اپنی پشت کے پیچھے چھوڑ گیا تھا سب کو حق تعالیٰ کے دروازے کے پاس دیکھے گا کہ وہ اس سے پہلے وہاں حاضر ہو گئیں، اس لئے اس نے ان کو اللہ عزّوجل ہی کے لئے چھوڑا تھا، حق تعالیٰ اپنے

اولیاء کو وہ چیزیں جو ان کے مقسوم میں ہیں عطا فرماتا ہے اور وہ ان سے یکسو ہوتے ہیں۔ قلوب کے حظ (جن میں دِلوں کو مزہ آتا ہے) باطنی ہیں، اور نفس کے حظ ظاہری ہیں، پس جب تک نفس کو اس کی حظ والی چیزوں سے روکا جائے تو قلوب کو حظ دینے والی چیزیں نصیب نہیں ہوتیں، اور جب نفس اس کے حظوظ سے رُک جاتا ہے تو حظوظِ قلب کے دروازے کھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب قلب بھی اپنے ان حظوظ سے جو حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں استفادہ کرتا ہے (کہ مجھے یہ درکار نہیں بلکہ مولیٰ درکار ہے) تو (امتحان ختم ہو جاتا ہے اور) نفس کے لئے رحمت آتی ہے، اور اس بندے سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اپنے نفس کو قتل مت کر، پس اسی وقت حظوظِ نفس بھی آجاتی ہے اور وہ ان کو استعمال کرتا ہے نفسِ مطمئنہ بن کر۔

اے مخاطب! ان لوگوں سے میل جول ترک کردے جو تم کو دُنیا کی رغبت دِلائے، اور ان کی ہم نشینی تلاش کر جو تم کو اس سے بے رغبت کرے، ہر جنس اپنے جنس کی طرف جھکا کرتی ہے اور ہر قماش کا شخص اپنے قماش ہی کے گرد چکر لگایا کرتا ہے، محبّ تو محبین ہی کے گرد رہتا ہے یہاں تک کہ اپنا محبوب ان کے پاس پالے، اور محبینِ خدا چونکہ حق تعالیٰ ہی کے لئے باہم محبت رکھتے ہیں، پس وہ ضرور ان کو محبوب بناتا اور ان کی تائید فرماتا ہے اور ان میں ایک دُوسرے سے تقویت پہنچاتا ہے، پس وہ مخلوق کو تبلیغ کرنے میں ایک دُوسرے کے معاون بنتے ہیں، ایمان و توحید اور اعمال میں اِخلاص پیدا کرنے کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں، لوگوں کے ہاتھ پکڑتے اور ان کو حق عزوجل کے راستے پر لا کھڑا کرتے ہیں، جس نے خدمت کی وہ مخدوم بنا اور جو اِحسان کرتا ہے اس کے ساتھ اِحسان کیا جاتا ہے، اور جو کسی کو دیتا ہے اس کو دیا جاتا ہے، جب تو آگ کا کام کرے گا تو کل کو تیرے لئے آگ ہی ہے جیسا کرے گا ویسا بھرے گا، جیسے تم ہوگے ویسے تم پر حاکم بنائے جائیں گے، تمہارے کرتوت ہی تمہارے انجام ہیں۔ تو کام تو دوزخیوں کے سے کرتا ہے اور توقع رکھتا ہے اللہ عزوجل سے جنت کی، تعجب ہے کہ عمل کے بغیر جنت کی آرزو کس طرح کرتا ہے؟ اہلِ جنت تو وہ ہیں جو دُنیا میں اہلِ دِل تھے کہ دِل سے کام کئے تھے نہ کہ صرف اعضاء سے، قلب کی موافقت کے بغیر عمل کیا کام دے سکتا ہے؟ رِیاکار اپنے اعضا سے عمل کرتا ہے اور

مخلص اپنے قلب اور اپنے جوارح دونوں سے عمل کرتا ہے، اور اَعضاء سے بھی پہلے قلب سے عمل کرتا ہے، مؤمن زندہ ہے اور منافق مُردہ، مؤمن عمل کرتا ہے اللہ عزّوجل کے لئے اور منافق عمل کرتا ہے مخلوق کے لئے کہ اپنے عمل پر انہیں سے عطا اور مدح چاہتا ہے، مؤمن کا عمل ظاہر میں بھی ہے اور باطن میں بھی، خلوَت میں بھی اور جلوَت میں بھی ہے، راحت میں بھی اور تکلیف میں بھی، اور منافق کا عمل فقط جلوَت میں ہے، اس کا عمل صرف راحت کے وقت ہے، اور جب تکلیف کا وقت آ جاتا ہے تو نہ اس کا عمل رہتا ہے نہ حق تعالیٰ کی معیت، نہ اللہ عزّوجل پر اِیمان رہتا ہے نہ اس کے رسولوں اور کتابوں پر، نہ وہ حشر ونشر کو یاد رکھتا ہے اور نہ حساب وکتاب کو، اس کا مسلمان ہونا صرف اس لئے ہے کہ دُنیا میں اس کا سر اور مال محفوظ رہے، اس لئے نہیں ہے کہ آخرت میں آگ سے محفوظ رہے، جو حق تعالیٰ کا عذاب ہے، اس کا روزہ، نماز اور علم پڑھنا لوگوں ہی کے رُوبرو ہے، پس جب ان سے جدا ہو کر خلوَت میں جاتا ہے تو اپنے اسی شُغل اور کفر کی طرف لوٹ آتا ہے۔ یااللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس حالت سے، اور تجھ سے سوال کرتے ہیں اِخلاص کا دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، آمین!

صاحب زادہ! اعمال میں اِخلاص اختیار کر اور اپنے عمل سے، نیز اس پر خلق یا خالق سے اس کا معاوضہ چاہنے کی نظر اُٹھا لے، عمل کر خاص اللہ کے لئے نہ کہ اس کی نعمتوں کے لئے، ان لوگوں میں سے بن جو اس ذات کے طالب ہیں، تو بھی اس کی ذات کا طالب بنا رہ یہاں تک کہ وہ تجھ کو عطا فرمائے، پس جب وہ تجھ کو اپنی ذات عطا فرمائے گا تو دُنیا اور آخرت دونوں جگہ تجھ کو جنت مل جائے گی کہ دُنیا میں اس کا قرب اور آخرت میں اس کے دیدار اور روزِ جزا جس کا وعدہ ہے، یہ ایک بیع ہے باضمانت (کہ جو خریدار رہے گا اس تک بیع پہنچانے کا خدا ضامن ہے)۔

صاحب زادہ! اپنے نفس اور مال کو اس کے حکم اور قضاء وقدر کے سپرد کر دے، سودا (یعنی جان، مال اور اعمال جن کی قیمت جنت قرار پائی ہے) خریدار (یعنی حق تعالیٰ) کے حوالے کر دے، کل کو وہ قیمت تجھے دیدے گا، یوں کہہ دو کہ جنس بھی تیرا، مال بھی تیرا اور جنت بھی تیری، اور ماسویٰ سب کچھ تیرا، ہم کو تیرے پڑوس کے سوا کچھ بھی نہیں چاہئے،

مکان سے پہلے پڑوسی حاصل کرو اور راستے سے پہلے رفیق حاصل کرو۔

اے وہ شخص جو جنت چاہتا ہے! اس کی خریداری اور آبادی کے لئے آج کا دن ہے، کل کا دن نہیں ہے، پس آج (عمل کر کے جتنا ہو سکے) بڑھا لو اس کی نہروں کو اور بھر لو ان میں پانی، کل (قیامت کے دن) کو یہ نصیب نہ ہوگا (کیونکہ وہ جزا کا دن ہوگا نہ کہ عمل کا)۔

صاحبو! قیامت کے دن وہ قلوب اور ابصار کو اُلٹ پلٹ دے گا، وہ ایسا دن ہے جس میں بہت سے پاؤں پھسلیں گے، مؤمنین میں سے ہر شخص اپنے ایمان اور تقویٰ کے قدم پر کھڑا ہوگا، اور قدموں کا جماؤ ایمان کی مقدار کے موافق ہوگا، اس دن ستم گر اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا کہ آہ کیسا ستم کیا؟ مفسد اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا کہ کیسا فساد مچایا اور اصلاح نہ کی، اپنے آقا سے کیسا بھاگا پھرا (اور توبہ نہ کی)۔

صاحب زادہ! کسی عمل پر مغرور مت ہو، کیونکہ اعمال کا اعتبار خاتمے پر ہے، حق تعالیٰ سے یہ درخواست لازمی سمجھ کہ وہ تیرا خاتمہ بخیر فرمادے اور اس عمل پر تیری رُوح قبض فرمادے جو اس کو سب سے زیادہ پیارا ہو، جب تو توبہ کرے تو بچ اور بہت بچ کہ اس کو توڑ بیٹھے اور پھر معصیت کی طرف لوٹ جائے۔

کوئی بھی کہے تو اپنی توبہ سے ہرگز رُجوع مت کر، اپنے نفس، اپنی خواہش اور اپنی طبیعت کی موافقت میں اللہ عزوجل کی مخالفت نہ کر، بس معصیت آج تک تھی اور (توبہ کے بعد) کل کو جب تو حق تعالیٰ کی معصیت کرے گا تو وہ تجھ کو رُسوا فرمادے گا، اور تیری مدد نہ کرے گا۔

اے میرے اللہ! ہماری مدد فرما، اپنی طاعت کی توفیق دے، اور ہم کو رُسوا نہ فرما اپنی معصیت سے، اور ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے، آمین!
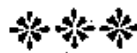
باب نمبر ⑬
دُوسروں کی خیر خواہی کے بغیر اِیمان ممکن نہیں[1]

حق تعالیٰ نے تجھ کو دو جہاد کی اطلاع دی ہے، ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ پس باطنی جہاد تو نفس وخواہش اور طبیعت وشیطان سے لڑنا، معصیتوں اور لغزشوں سے توبہ کرنا اور اس توبہ پر قائم رہنا، اور شہوتوں اور حرام چیزوں کو ترک کرنا ہے۔ اور ظاہری جہاد ان کافروں سے لڑنا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھتے ہیں، اور ان کی تلواروں، ان کی برچھیوں اور ان کے تیروں کی سختیوں کو جھیلنا ہے کہ قتل کریں اور قتل کیے جاویں۔ پس جہادِ باطن زیادہ سخت ہے جہادِ ظاہر سے، اس لئے کہ وہ ہر وقت اور بار بار کا جہاد ہے، اور جہادِ ظاہر سے زیادہ سخت کیوں نہ ہو جبکہ وہ نام ہے تمام اُلفت ورغبت والی چیزوں کے قطع کرنے کا اور ان کے چھوڑنے کا، اور شریعت کے جملہ اَحکام بجالانے اور تمام ممنوعات سے باز رہنے کا، تو جس شخص نے دونوں جہادوں کے متعلق حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی، اس کو دُنیا اور آخرت دونوں جگہ اِنعام ملا۔ شہید کے بدن میں جو زخم لگتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے تم میں سے کسی شخص کے ہاتھ میں فصد کھولی جائے کہ شہید کو ان کا ذرا بھی درد نہیں ہوتا، اور اپنے نفس پر جہاد کرنے والے اور گناہوں سے توبہ کر لینے والے شخص کے حق میں موت ایسی ہے جیسے پیاسے آدمی کا ٹھنڈا پانی پینا (کہ تکلیف تو درکنار وصالِ محبوب کا وسیلہ ہونے کے سبب پیاری معلوم ہوتی ہے)۔

صاحبو! ہم تم کو جس شے کی تکلیف دیتے ہیں، اس سے بہتر تم کو عطا بھی کر دیتے ہیں، (پس جہادِ نفس کی تکلیف سے گھبراؤ مت کہ دُشمن نفس کے بدلے دوست نفس ملے گا اور دُنیا کی ناپائیدار لذتوں کے بدلے آخرت کی پائیدار لذتیں)۔ محبوب کے لئے ہر لحظہ ایک خاص اَمر اور خاص نہی ہے، جو بہ لحاظِ قلب اسی کے لئے مخصوص ہے، بخلاف باقی مخلوق

---

(۱) بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۶ رذیقعدہ ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

کے (کہ وہ صرف ظاہری اَحکامِ شریعت کے مکلّف ہیں) اور بخلاف منافقوں کے جو خدا اور رسول کے دُشمن ہیں کہ حق تعالیٰ سے نا آشنا اور دُشمنی رکھنے کے سبب دوزخ میں جائیں گے (پس ان کو موت سے گھبراہٹ ہوتی ہے)، اور کیوں نہ جائیں جبکہ یہ لوگ دُنیا میں حق تعالیٰ کی مخالفت کرتے رہے اور اپنے نفسوں، اپنی خواہشوں، اپنی طبیعتوں، اپنی عادتوں اور اپنے شیطانوں کی موافقت کرتے رہے اور اپنی دُنیا کو اپنی آخرت پر ترجیح دیتے رہے، وہ دوزخ میں کیوں نہ جائیں، جبکہ انہوں نے قرآن کو سنا اور اس پر اِیمان نہ لائے، نہ اس کے اَحکام پر عمل کیا اور نہ اس کی منہیات سے باز آئے۔

صاحبو! اس قرآن پر اِیمان لاؤ اور اس پر عمل کرو، اور اپنے اعمال میں اِخلاص پیدا کرو، نہ اپنے اعمال میں ریاکار و منافق بنو اور نہ مخلوق سے مدح اور اعمال پر معاوضہ چاہو۔ مخلوق میں وہ لوگ بہت ہی کم ہیں جو اس قرآن پر ایمان لاتے اور خالص اللہ کے لئے اس پر عمل کرتے ہیں، اسی لئے اِخلاص والوں کی قلت ہے اور نفاق والوں کی کثرت، تم لوگ کس درجہ سست ہو اللہ کی اطاعت میں، اہل اللہ تمنائیں کرتے ہیں کہ تکالیفِ خداوندی سے کبھی خالی نہ رہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس کی تکلیف اور اس کے قضاوقدر پر راضی رہنے میں دُنیا اور آخرت کی بہت کچھ بھلائی ہے، وہ موافقت کرتے ہیں حق تعالیٰ کی اس کے تصرفات اور اس کی تبدیلیوں میں، وہ کبھی صبر میں ہیں اور کبھی شکر میں، اور کبھی قرب میں اور کبھی بُعد میں، کبھی مشقت میں کبھی راحت میں، کبھی تونگری میں کبھی فقر میں، کبھی عافیت میں اور کبھی مرض میں، ان کی ساری آرزو اپنے قلوب کو حق تعالیٰ کے ساتھ حفاظت میں رکھنا ہے، یہی ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہے، تمنائیں کرتے ہیں کہ کاش! ان کو اور ساری مخلوق کو حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ سلامتی نصیب ہو، وہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے مخلوق کی بہبودی کا سوال کرتے رہتے ہیں۔

صاحب زادہ! صحیح بن کہ فصیح ہو جائے گا، تو حکم میں صحیح بن (کہ تعمیل میں کوتاہی نہ ہو) علم میں فصیح بن جائے گا (کہ اس کے چشمے زبان سے جاری ہو پڑیں گے)، پوشیدہ صحیح بن علانیہ فصیح بن جائے گا، ساری سلامتی حق تعالیٰ کی اطاعت میں ہے کہ جو کچھ بھی وہ فرمائے سب کی تعمیل ہو، اور جس شے سے بھی منع فرمائے اس سے باز رہے، اور بحکمِ قضاء و

قدر جو کچھ صادر فرمائے اس پر سیر ہو، جو شخص اللہ کی بات مانتا ہے تو اللہ اس کی بات مانتا ہے، اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اللہ اپنی ساری مخلوق کو اس کا مطیع بنا دیتا ہے۔

صاحبو! میرا کہنا مانو میں تمہارا خیر خواہ ہوں، میں جس حالت میں ہوں یکسو ہوں اپنے وجود سے اور تم سے، میں اس سے الگ ہوں کہ سیر کرتا رہتا ہوں افعالِ خداوندی کی جو میرے اور تمہارے اندر وقوع میں آتے ہیں، مجھ کو متہم مت کرو کیونکہ میں تمہارے لئے وہی چاہتا ہوں جو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

مؤمن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے۔ (متفق علیہ)

یہ ارشاد ہے ہمارے سردار کا، ہمارے افسر کا، ہمارے حاکم کا، ہمارے سپہ سالار کا، ہمارے سفیر کا، ہمارے شفیع کا، اور اس پیارے رسول کا جو زمانۂ آدم سے لے کر قیامت تک کے سارے پیغمبروں اور نبیوں کا سردار ہے، کہ نفی فرما دی کمالِ ایمان کی اس شخص سے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس جیسی چیز کو محبوب نہ سمجھے جس کو اپنے لئے محبوب سمجھ رہا ہے، پس جب تُو نے اپنے نفس کے لئے تو مزیدار کھانے اور نفیس کپڑے، اچھے مکان، حسین صورتیں اور ہر قسم کے بکثرت اموال کو محبوب سمجھا اور اپنے بھائی مسلمان کے لئے ان کے برخلاف پسند کیا تو اپنے کمالِ ایمان کے دعوے میں تو جھوٹا ہے۔

اے کم عقل! تیرا پڑوسی فقیر ہے اور تیرے متعلقین حاجت مند ہیں، اور تیرے پاس اتنا مال موجود ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے، اور تجھ کو (تجارت میں) ہر روز نفع حاصل ہوتا ہے جو دن بدن رُو بہ ترقی ہے، اور تیرے پاس تیری ضرورت سے زائد موجود ہے، اس پر بھی ان کو نہ دینا درحقیقت ان کے فقر پر جس میں وہ مبتلا ہیں، رضا مند ہونا ہے (اور یہی دعویٰ کمالِ ایمان کے کذب کی شناخت ہے) لیکن جب تیرا نفس، تیری خواہش اور تیرا شیطان تیرے پیچھے لگا ہوا ہے تو بے شک خیرات کرنا تجھ کو آسان نہیں ہے، تیرے ساتھ تو حرص کی قوت، اُمیدوں کی کثرت، دُنیا کی محبت اور تقویٰ اور ایمان کی قلت لگی ہوئی ہے، تُو اپنے، اپنے مال اور مخلوق کو شریکِ خدا بنائے ہوئے ہے، تجھ کو خبر نہیں، جس نفس میں دُنیا کی رغبت زیادہ ہوتی ہے اور اس پر اس کی حرص بڑھ گئی اور وہ مرنے اور حق تعالیٰ سے ملنے کو بھولا

رہا اور حلال وحرام میں تمیز نہ کی، تو وہ ان کافروں کے مشابہ ہوگیا جنھوں نے کہا تھا کہ:-

بس ہماری زندگی تو یہی دُنیا کی زندگی ہے اور ہم کو نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ۔

گویا انہیں میں سے ایک تو بھی ہے، مگر تُو نے اسلام کا زیور پہن لیا ہے اور کلمۂ شہادت سے اپنی جان کو (جہاد وقتل سے) محفوظ کرلیا، اور نماز وروزہ میں مسلمانوں کی محض عادت کے درجے میں موافقت کرنے لگا ہے نہ کہ بطورِ عبادت، لوگوں سے ظاہر کرتا ہے کہ متقی ہے، حالانکہ تیرا قلب فاجر ہے، یہ تجھ کو فائدہ مند نہ ہوگا۔

صاحبو! (روزہ دار بن کر) دن بھر بھوکا اور پیاسا رہنا اور رات کو حرام پر افطار کرنا تم کو کیا کارآمد ہوگا؟ دن کو تم روزے رکھتے ہو اور رات کو معصیتیں کرتے ہو۔ اے حرام خورو! تم دن میں تو اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب اِفطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے اِفطار کرتے ہو (کہ ان پر ظلم کر کے اور ان کے دِل کو کڑھا کر جو مال حاصل کیا، اس کو نگلتے ہو)۔ اور بعض تم میں وہ ہیں جو دن بھر روزہ دار بنے رہتے ہیں اور رات کو فاسق و فاجر بن جاتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

میری اُمت ذلیل وخوار نہ ہوگی جب تک کہ ماہِ رمضان کی عظمت کرتی رہے گی۔

اس کی عظمت یہ ہے کہ اس میں تقویٰ ہو اور یہ کہ اس میں روزہ رکھو خالص اللہ کے واسطے، شریعت کے حدود کی حفاظت کے ساتھ۔

صاحب زادہ! روزہ رکھ اور جب اِفطار کر تو اپنی اِفطاری میں سے کچھ فقراء کو بھی دیا کر، تنہا مت کھا کیونکہ جو شخص تنہا کھاتا ہے اور دُوسرے کو کھلاتا نہیں، اس پر اندیشہ ہے کہ وہ محتاج اور بھک منگا نہ بن جائے۔

صاحبو! (افسوس کہ) تم سیر ہو کر کھاتے ہو حالانکہ تمہارے پڑوسی بھوکے ہیں، اور پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم مؤمن ہیں، تمہارا ایمان ہرگز صحیح نہیں، حالانکہ تم میں سے ایک شخص کے سامنے اتنا زیادہ کھانا ہوتا ہے جو اس سے اور اس کے بال بچوں سے فاضل ہے، اور سائل دروازے پر کھڑا رہ کر ناکام واپس ہو جاتا ہے، قریب ہے وہ وقت کہ تجھ کو اپنا حال

معلوم ہو جائے گا، عنقریب تُو بھی ایسا ہی بن جائے گا کہ جس طرح دینے کی قدرت کے باوجود تو نے اس کو لوٹا دیا ہے، تجھ کو بھی لوٹا دیا جائے گا۔ تجھ پر افسوس! تُو کھڑا کیوں نہ ہو گیا کہ جو کچھ تیرے سامنے رکھا ہوا تھا اس کو اُٹھاتا اور اسے دے دیتا کہ دونوں خصلتوں کا جامع بن جاتا، یعنی خود کھڑے ہونے میں تواضع اور اپنے مال کے دینے میں سخاوت۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو اپنے ہاتھ سے دیا کرتے تھے، متابعت کا دعویٰ کس طرح کرتے ہو؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال میں، سب میں تمہارا دعویٰ تو لمبا چوڑا ہے مگر گواہ کوئی نہیں۔ کہاوت کہی جاتی ہے کہ:-

''تو خالص یہودی بن ورنہ توریت کی محبت مت بگھار''

اسی طرح میں تجھ سے کہوں گا کہ'' یا تو اِسلام کی جملہ شرائط کا پابند رہو، ورنہ یوں مت کہو کہ میں مسلمان ہوں'' اسلام کی شرائط بجالاؤ اور اسلام کی حقیقت یعنی حق تعالیٰ کے سامنے گردن جھکانے اور سب کچھ اس کے حوالے کر دینے کو اِختیار کرو، آج تُو مخلوق کی غم خواری کرے گا تو کل کو حق تعالیٰ اپنی رحمت سے تیری غم خواری فرمائے گا، تُو رحم کر زمین والوں پر، تجھ پر رحم کرے گا وہ جو آسمان میں ہے۔ (اس کے بعد کچھ اور تقریر کی، اور فرمایا) جب تک تُو اپنے نفس کے ساتھ ہے اس وقت تک اس مقام تک کبھی نہ پہنچے گا، اور جب تک تُو نفس کو اس کی لذتیں اور حظوظ پہنچاتا رہے گا اس وقت تک تُو اس کی قید میں ہے، اس کا حق تو اس کو پورا دے اور اس کے حظ سے اس کو باز رکھ، اس کا حق اس تک پہنچا دینے میں اس کی بقا ہے اور اس کا حظ پہنچانے میں اس کی ہلاکت ہے، اس کا حق تو صرف اتنی مقدار کھانا اور پینا اور کپڑا اور پڑے رہنے کے قابل مکان ہے جس کے بغیر چارہ نہیں، اور اس کا حظ لذتیں اور خواہشات ہیں، اور اس کا حق بھی (جس کا پہنچانا ضروری ہے) شریعت کے ہاتھ سے لے اور اس کے حظ کو تقدیر اور حق تعالیٰ کے علم سابق کے حوالے کر (کہ مقدر ہوگا تو اس طرف سے حکماً پہنچے گا)، اس کو حلال غذا کھلا، حرام مت کھلا، شریعت کے دروازے پر بیٹھ اور پابندی کے ساتھ اس کی خدمت کرتا رہ کہ ضرور فلاح پائے گا۔ کیا تو نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ:-

جو کچھ تم کو رسول دیں اس کو لو، اور جس سے وہ تم کو منع کریں اس سے باز رہو۔

تھوڑے پر قناعت کر اور اسی پر اپنے نفس کو جمائے رکھ، پھر اگر علمِ سابق اور تقدیر کے ہاتھ سے زیادہ آئے گا تو اس میں خود ہی مشغول ہو جائے گا، جب تو تھوڑے پر قناعت کرے گا تو تیرا نفس ہلاک نہ ہوگا، اور جو کچھ اس کے مقسوم میں ہے وہ اس سے جا نہ سکے گا۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

مؤمن کو تو اتنی مقدار کافی ہے جتنی بکری کے بچے کو کافی ہے، یعنی ایک مٹھی ناقص چھوارے اور ایک گھونٹ پانی۔

مؤمن تو زادِ راہ لیتا ہے اور منافق مزے اُڑاتا ہے، مؤمن بقدرِ ضرورت لیتا ہے کیونکہ وہ راستے میں ہے کہ پڑاؤ تک ابھی پہنچا نہیں، وہ جانتا ہے کہ اس کے لئے پڑاؤ پر ضرورت کی ہر چیز موجود ہے، اور منافق کا نہ کوئی پڑاؤ ہے نہ کوئی مقصد جہاں پہنچنے کے قصد سے چلا ہو، پھر اس کو دُنیا جمع کرنے میں کیوں تأمل ہو؟ دِین داری میں کس درجہ تمہاری کوتاہی بڑھی ہوئی ہے، تم اپنی زندگیاں بے فائدہ ختم کر رہے ہو، میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ اپنی دُنیا کے معاملے میں تو کوتاہی نہیں کرتے اور اپنے دِین کے بارے میں کوتاہیاں کرتے ہو، اس کے برعکس کر دو تو راہِ صواب پر آجاؤ گے، دُنیا کسی کے پاس نہیں رہی اور اسی طرح تمہارے پاس بھی نہیں رہے گی۔

صاحبو! کیا تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے زندگی کا کوئی پروانہ آگیا ہے؟ تمہاری انجام بینی کس درجہ کمزور ہوگئی؟ (کہ موت سے اطمینان ایک سانس بھی نہیں اور سامان ہے ہزار ہا برسوں کا)۔ وہ شخص اپنی آخرت کو ویران کر کے دُوسروں کی دُنیا آباد کرتا ہے، وہ اپنے دِین کو ٹکڑے کر کے دُوسرے کے لئے دُنیا جمع کرتا، اپنے اور حق تعالیٰ کے درمیان پردہ ڈالتا اور اپنی جیسی مخلوق کی رضامندی کے لئے خدا کا غصہ اپنے اُوپر لیتا ہے، اگر اس کو علم اور یقین ہو کہ وہ عنقریب مرنے والا ہے اور حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے والا اور اپنی جملہ حرکات وافعال کا حساب دینے والا ہے تو اپنی بہت کچھ بداعمالیوں سے رُک جائے۔ لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! جس طرح تو بیمار ہو جاتا ہے اور تو نہیں سمجھ سکتا کہ کس طرح بیمار ہوگیا، اسی طرح ایک دن تو مر جائے گا اور سمجھ نہ سکے گا کہ کس طرح موت آگئی۔ میں تم کو ڈراتا ہوں اور منع کرتا ہوں مگر

نہ ڈرتے ہو اور نہ باز آتے ہو، اے بھلائی سے غیر حاضر اور دُنیا کے مشغلے میں رہنے والو! قریب ہے وہ وقت کہ دُنیا تم پر حملہ کرے گی اور تمہارے گلا گھونٹ دے گی، اور جو کچھ تم نے اس کے ہاتھ سے لے کر جمع کیا تھا نہ وہ تمہارے کام آئے گی اور نہ وہ لذتیں جن کے تم نے مزے اُڑائے تھے، بلکہ یہ ساری چیزیں تم پر وبال ہو جائیں گی۔

صاحب زادہ! برداشت اور قطعِ شر کی عادت ڈال، باتوں کے بہت کچھ بھائی بہن ہیں، جب کوئی شخص تجھ سے ایک بات کہتا ہے اور اس کے بعد تو اس کو اس بات کا جواب دے دیتا ہے تو اس کے بھائی بہن آ موجود ہوتے ہیں (اور یوں ہی سوال و جواب ہو کر بات بڑھتی جاتی ہے) پھر تم دونوں کے درمیان شر کی آمد ہو جاتی ہے (کہ لڑائی ہونے لگتی ہے، پس اگر پہلی بات کو برداشت کر جاتا تو نہ جواب کی نوبت آتی نہ شر بڑھتا)۔

مخلوق میں بہت کم افراد ہیں جنھیں مخلوق کو حق تعالیٰ کے دروازے کی طرف بلانے کی خدمت کا اہل بنایا جاتا ہے، اگر لوگ ان کے بلاوے کو قبول نہ کریں یہ ان پر حجت ہیں، مؤمنین کے حق میں نعمت ہیں اور ان منافقین کے حق میں جو دینِ خداوندی کے دُشمن ہیں، نقمت اور عذاب ہیں۔ یا اللہ ہم کو عطرِ توحید سے معطر فرما اور مخلوق سے اور جملہ ماسوا سے فنا ہو جانے کی دُھونی دے۔ اے موحد اور اے مشرکو! مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب عاجز ہیں، کیا بادشاہ اور کیا غلام، کیا سلاطین اور کیا اَغنیاء، اور کیا فقراء سب تقدیرِ خداوندی کے قیدی ہیں، سب کے قلوب اس کے ہاتھ میں ہیں کہ ان کو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا پلٹتا ہے۔

اس کے مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ سب کی سننے والا اور سب کو دیکھنے والا ہے، اپنے نفسوں کو موٹا مت کرو، ورنہ وہ تم ہی کو کھائیں گے، جیسے کوئی شخص شکاری کتے کو لے کر پالے اور کھلا پلا کر اس کو فربہ کرے اور اس کے ساتھ تنہائی رکھے تو ضرور ہے کہ وہ اسی کو کھائے گا۔ نفسوں کی بات مت چھوڑو اور اس کی چھریوں کو تیز نہ ہونے دو، ورنہ وہ تم کو ہلاکت کے جنگل میں پھینک دے گا، اور تمہارے ساتھ دھوکا کرے گا، اس کے مواد کو ختم کر دو، اس کی شہوتوں میں اس کو آزاد نہ پھرنے دو۔

یا اللہ! ہمارے نفسوں کے مقابلے میں ہماری مدد کر اور ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے، آمین۔

باب نمبر (۱۴)

زبان سے اسلام کا دعویٰ مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں، بلکہ اس کے اَحکام پر عمل کرنا ضروری ہے (۱)

اگر حق تعالیٰ شانہٗ دوزخ اور جنت کو نہ پیدا فرماتا تب بھی اس کی ذات، اس کی مستحق تھی کہ اسی سے ڈرا جائے اور اسی سے اُمید رکھی جائے۔ پس اس کی اطاعت کرو اس کی ذات کے طالب بن کر (گویا کہ نہ تم پر اس کی عطا ہے نہ سزا)، اس کے حکم کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعت پر رُک جانے اور اس کے اَحکام قضاوقدر پر صبر کرنے میں اس کی اطاعت ہے، اس کے سامنے گریہ وزاری کرو اور اپنی آنکھوں اور قلوب کے آنسوؤں سے روؤ، رونا بھی عبادت ہے کیونکہ وہ کمال درجے کی عاجزی ہے۔ (اے مخاطب!) جب تو، توبہ، نیتِ صالح اور پسندیدہ عمل پر مرے گا تو حق تعالیٰ تجھ کو نفع بخشے گا اور آفت رسیدوں کے مکافات کا سرپرست بن جائے گا، کیونکہ وہاں (اس کے سوا) کوئی نہیں جو اپنی طاعت کرنے والوں پر اپنی رحمت وشفقت کا اظہار فرمائے، تو دُنیا اور آخرت دونوں میں اسی کی محبت کو اپنے اُوپر لازم کرو، اسی کی محبت کو اپنے نزدیک ہر چیز سے زیادہ اہتمام کے قابل بنالو کہ اس کے بغیر تجھ کو چارہ نہیں، اور تیرے لئے مفید بھی ہے، ساری مخلوق تجھ کو اپنے فائدے کے لئے چاہتی ہے اور وہ تجھ کو تیرے ہی نفع کے لئے چاہتا ہے۔

صاحبو! تمہارے نفس خدائی کا دعویٰ کر رہے اور تم کو خبر نہیں، اس لئے کہ وہ چلاتے ہیں حق تعالیٰ پر وہ اور جو کام چاہتا ہے تمہارا نفس اس کے برخلاف چاہتا ہے، اس کے دُشمن شیطان ملعون سے محبت کرتا ہے اس اللہ کے ساتھ محبت نہیں رکھتا اور جب اس کے اَحکام آتے ہیں تو تمہارا نفس نہ ان کی موافقت کرتا ہے اور نہ ان پر صابر رہتا ہے بلکہ

(۱) بوقت شام بروز شنبہ بتاریخ ۱۸/ ذیقعدہ ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

معارضہ اور نزاع کرتا ہے (کہ یوں کیوں ہوا؟ اور یوں کیوں نہ ہوا؟) ان کو گردن جھکانے کی خبر ہی نہیں کہ (کیا چیز ہے) وہ اسلام کے نام پر صرف قناعت کر بیٹھے، سو یہ ان کے لئے مفید نہیں اور اس سے ان کی کوئی کاربراری نہ ہوگی۔

صاحب زادہ! جب تک تو حق تعالیٰ سے جا نہ ملے اور تیرے قلب اور بدن کے پاؤں اس کے سامنے مضبوطی کے ساتھ قائم نہ ہو جائیں اور جب تک تیرے ہاتھوں میں امان کی دستاویز حوالہ نہ کر دی جائے، اس وقت تک برابر ڈرتا رہ اور خدمت کرتا رہ، ہاں شاہی فرمان ملنے پر تجھ کو زیبا ہے کہ مطمئن ہو جائے، جب وہ تجھ کو امان نصیب فرمائے گا تو اس کے پاس تجھ کو بہت کچھ بھلائیاں نظر آئیں گی، اور جب وہ تجھ کو امان دے گا تو اس کو قرار بھی ہوگا، اس لئے کہ وہ جو کچھ عطا فرماتا ہے اس کو واپس نہیں لیتا، حق تعالیٰ جب کسی بندے کو نوازتا ہے تو اس کو قریب کر لیتا اور پاس بلا لیتا ہے، اور جب اس پر خوف غالب ہوتا ہے تو اس پر ایسی چیز القا فرماتا ہے جو خوف کو دُور کر دیتی ہے، اور اس کے قلب اور باطن کو سکون بخشتی ہے، پس بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان یہ معاملہ رہتا ہے۔

اے نادان! تجھ پر افسوس کہ حق تعالیٰ سے رُخ پھیرتا اور اس کو اپنے قلب کی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ کر مخلوق کی خدمت میں مشغول ہوتا ہے، اہل اللہ نے حق تعالیٰ کی خدمت کا شغل اختیار کیا تو حق تعالیٰ نے ان کے قلوب کو اپنے قریب کر لیا، اور ان کو اپنی شناخت کرا دی، پس وہ اس کو پہچان گئے، ان میں سے جب کوئی حق تعالیٰ کا عارف بنتا ہے اور اپنے نفس و خواہش اور طبیعت و شیطان کی جنت سے فارغ ہوتا اور ان دُشمنوں اور اپنی دُنیا سے خلاصی پاتا اور حق تعالیٰ اس کے لئے قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے تو وہ کسی خدمت کا خواہاں ہوتا ہے، اس کو کرتا ہے، پس اس کا ارشاد ہوا ہے کہ اپنے پچھلے رُخ لوٹ اور مخلوق کی خدمت کا شغل اختیار کر اور ان کو ہم تک پہنچنے کا راستہ بتاتا رہ اور خدمت کرتا رہ ہمارے طالبوں اور ہمارے چاہنے والوں کی۔

صاحبو! اہل اللہ جس شغل میں ہیں، تم اس سے غافل ہو تو اپنے نفوس کے لئے جو تمہارے دُشمن ہیں رات و دن محنت میں مشغول رہ، اپنے رَبّ عزّ و جلّ کو ناراض کرتے اور اپنی بیویوں کو راضی کرتے ہو، میں دیکھتا ہوں کہ تیری سب حرکات و سکنات اور تیرا سارا فکر

نفس اور بیوی بچوں کے لئے ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے بالکل بے خبر ہے، مخلوق میں بہت لوگ ہیں اپنی بیبیوں اور بچوں کی خوشی کو حق تعالیٰ کی خوشنودی پر مقدم سمجھتے ہیں، تجھ پر افسوس! تیرا شمار مردوں میں نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ مرد جو اپنی مردانگی میں کامل ہوتا ہے حق تعالیٰ کے سوا کسی دُوسرے کے لئے عمل نہیں کرتا، تیرے قلب کی دونوں آنکھیں اندھی ہوگئیں، تیرے باطن کی صفائی مکدّر بن گئی، تو حق تعالیٰ سے محجوب ہوگیا اور تجھے خبر نہیں، اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ:-

واۓ حسرت! ان محجوبین پر جن کو اپنا محجوب ہونا بھی معلوم نہیں۔

تجھ پر افسوس! کہ تیرے ہریسے میں کانچ کا چورا ملا ہوا ہے اور تو اس کو کھائے جاتا ہے اور غلبۂ شہوت وقوتِ حرص اور شدّتِ ہوس کے سبب اس سے آگاہ نہیں، گھڑی بھر کے بعد وہ تیرے معدے کا ٹکڑا کردے گا اور ہلاک ہوجائے گا، تیری ساری مصیبت اپنے مولیٰ سے دُور جانے اور غیر اللہ کو اِختیار کرنے کی وجہ سے ہے، اگر تو مخلوق کی جانچ کرتا تو ضرور ان کو مبغوض سمجھتا اور ان کے خالق کو محبوب بناتا، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

جانچ لے مبغوض سمجھنے لگے گا۔

تو جانچے بغیر بغض ومحبت رکھتا ہے، جانچنے کے لئے عقل چاہئے اور عقل تیرے پاس ہے نہیں، جانچنے والا قلب ہے اور قلب تجھ کو نصیب نہیں، قلب ہی چاہتا اور عبرت و نصیحت پکڑتا ہے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

بے شک اس قرآن میں نصیحت ہے اس شخص کے لئے جس کے قلب ہووے، وہ کان لگا کر سنے۔

بحضورِ قلب عقل ہی منقلب ہوکر قلب بن جاتی ہے اور قلب باطن بن جاتا ہے اور باطن فنا بن جاتا ہے اور فنا منقلب ہو ہوکر وجود بن جاتی ہے، حضرت آدم اور دیگر انبیاء علیہم السلام میں بھی شہوتیں اور رغبتیں موجود تھیں، مگر وہ اپنے نفوس کی مخالفت کرتے اور اپنے ربّ عزّ وجل کی خوشنودی کے خواہاں رہتے تھے، آدم علیہ السلام نے جنت میں رہنے کی حالت میں صرف ایک خواہش کی اور صرف ایک لغزش کھائی، اس کے بعد توبہ کرلی اور پھر کبھی ایسا نہ کیا، حالانکہ ان کی خواہش بھی محمود تھی کیونکہ انہوں نے چاہا کہ کسی طرح حق تعالیٰ

کے پڑوس سے جدا نہ ہوں (اور شیطان نے قسمیں کھا کر یقین دِلایا تھا کہ اگر ممنوع درخت کا پھل کھالو گے تو سدا یہیں رہو گے) پس خواہش کے مستحسن ہونے کے باوجود محض تدبیر میں لغزش کھانے کی جب یہ سزا ملی تو کیا پوچھنا ان کا جن کی خواہش بھی ذلیل ہے اور تدبیر بھی ذلیل، انبیاء علیہم السلام اپنے نفوس اور اپنی شہوت اور اپنی طبائع کی ہمیشہ مخالفت کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے نفوس کو مشقتوں میں ڈالنے اور مجاہدوں کی کثرت کے سبب حقیقت کے اعتبار سے فرشتوں سے جا لاحق ہو جاتے، انبیاء و مرسلین اور اولیاء اللہ صبر کیا کرتے ہیں، پس تم بھی صبر کرنے میں ان کی موافقت کرو۔

صاحب زادہ! اپنے دُشمن کی مار پر صبر کرو بہت جلد وہ آئے گا کہ (اپنے صبر کے صلے میں) تو اس کو مارے گا اور قتل بھی کرے گا اور اس کے سامان پر بھی مالِ غنیمت بنا کر قبضہ کرے گا اور ان سب کے بعد بادشاہ کی طرف سے خلعت و جاگیر (جنت) بھی حاصل کرے گا۔

صاحب زادہ! کوشش کر کہ تجھ سے کسی ایک کو بھی ایذا نہ پہنچے اور یہ کہ ہر شخص کے لئے تیری نیت بخیر ہو، مگر ہاں جس کو ایذا پہنچانے کا شریعت حکم دے رہا ہو، ہاں اس کو ایذا پہنچانا ہی عبادت ہے، صاحبانِ عقل و شرافت صدیقین کا نفع صورۃ تو وقوع میں آ چکا ہے، انہوں نے اپنے نفوس پر پہلے ہی قیامت کر لی ہے، اپنی ہمتوں سے انہوں نے دُنیا کی طرف سے رُخ پھیر لیا، تصدیق سے پل صراط کو عبور کیا اور اپنے قلب سے چلے یہاں تک کہ جنت کے دروازے پر جا ٹھہرے، وہ لوگ راستے کے پاس کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ نہ ہم تنہا کھائیں گے نہ تنہا پئیں گے، اس لئے کہ کریم تنہا نہیں کھایا کرتا، پس دُنیا کی طرف سے اپنے اُلٹے پاؤں لوٹ آؤ کہ لوگوں کو اللہ عزّ وجل کی طاعت بھی آسان بنا دیں جس شخص کا ایمان قوی ہو جاتا ہے اور یقین جم جاتا ہے وہ قیامت کے سارے معاملات جن کی حق تعالیٰ نے خبر دی ہے، قبول کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، دیکھتا ہے جنت اور دوزخ کو اور جو کچھ راحتیں اور تکلیفیں ان میں ہیں سب کو، وہ دیکھتا ہے صور کو اور اس فرشتے کو جو اس پر تعینات ہیں، وہ دیکھتا ہے دُنیا کا زوال اور اہلِ دُنیا کی دولت و حکومت کے انقلاب کو، وہ دیکھتا ہے تمام چیزوں کو جیسی کہ حقیقت میں وہ ہیں، وہ دیکھتا ہے مخلوق کو گویا کہ وہ قبروں کے

مدفون مُردے ہیں جو چل پھر رہے ہیں، جب قبروں پر اس کا گزر ہوتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے وہ عذاب وثواب جو اس کے اندر ہو رہا ہے، وہ دیکھتا ہے قیامت کو اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، یعنی پیشی اور مخلوق کا ایک جگہ ٹھہرنا وغیرہ وغیرہ، دیکھتا ہے حق تعالیٰ کی رحمت کو اور اس کے عذاب کو، دیکھتا ہے فرشتوں کو کھڑا ہوا اور انبیاء ومرسلین اور اَبدال واولیاء کو اپنے اپنے مرتبوں پر، وہ دیکھتا ہے جنتیوں کو کہ ایک دُوسرے کے پاس ملنے جلنے کو آ جا رہے ہیں، اور دیکھتا ہے دوزخیوں کو کہ آگ کے اندر ایک دُوسرے سے دُشمنی کر رہے ہیں، جس شخص کی نظر صحیح ہو جاتی ہے وہ اپنے سر کی آنکھوں سے مخلوق کو دیکھتا ہے اور اپنے قلب کی آنکھوں سے اللہ عزّ وجل کے فعل کو جو مخلوق میں صادر ہو رہا ہے، اس کو نظر آتا ہے حق تعالیٰ کا مخلوق کو حرکت دینا اور سکون دینا، پس یہ نگاہِ عبرت ہے (جس سے حق تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے) حضراتِ اولیاء اللہ ہی ایسے ہیں کہ جب کسی شخص پر نگاہ ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں اس کے ظاہر کو اپنے سر کی آنکھ سے۔ جو خدمت کرتا ہے وہ مخدوم بنتا ہے، ان کی یہ حالت تھی کہ جب تقدیرِ خداوندی ان کے متعلق آتی ہے تو یہ اس کی موافقت کرتے خواہ وہ ان کو خشکی میں لے جائے یا سمندر میں، نرم زمین میں پہنچا دے یا پتھریلی زمین میں، اور میٹھا کھلائے یا کڑوا، یہ اس کی موافقت کرتے تھے عزت کے متعلق بھی اور یہ ذِلت کے متعلق، تونگری کے متعلق بھی اور افلاس کے متعلق بھی، تندرستی کے متعلق بھی اور بیماری کے متعلق بھی یہ تقدیر کے ساتھ ساتھ چلتے رہے، یہاں تک کہ جب تقدیر نے جان لیا کہ یہ تھک گیا ہے تو خدا کے نزدیک اس کے محترم اور مقرّب ہونے کی وجہ سے وہ اُتر پڑی اور اپنی جگہ اس کو سوار کر دیا، خود اس کے ہم رکاب بن کر چلی، اس کی خادم بن گئی اور اس کے سامنے تواضع سے جھک گئی۔

یہ سب کچھ اپنے نفس، اپنی خواہش، اپنی طبیعت، اپنی عادت، اپنے شیطان اور بُرے ہم نشینوں کی مخالفت کی بدولت نصیب ہوا۔ اے میرے اللہ! ہم کو تمام حالتوں میں اپنی تقدیر کی موافقت نصیب فرما اور ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور بچا مجھ کو دوزخ کے عذاب سے، آمین۔

باب نمبر ⑮

جو غیر اللہ پر اِعتماد کرتا ہے، اسے اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے

اے باشندگانِ بغداد تمہارے اندر نفاق بڑھ گیا اور اِخلاص کم ہو گیا، اقوال بڑھ گئے بلا اعمال کے، تو قول کے بغیر کسی کام کا نہیں، نہ وہ محبت ہے نہ (قربِ حق کا راستہ)، قول بلا عمل ایسا ہے جیسے مکان بغیر دروازہ، گویا خزانہ ہے جس سے خرچ نہیں کیا جاتا، وہ محض دعویٰ ہے بلا گواہ کے، وہ صورت ہے بلا رُوح کے، اور بت ہے جس کے ہاتھ نہ پاؤں اور نہ گرفت کی طاقت، تمہارے اعمال کا بڑا حصہ گویا بدن ہے جس میں رُوح نہیں کیونکہ رُوح تو اِخلاص و توحید اور کتاب اللہ و سنتِ رسول پر قائم رہنا ہے (اور وہ اکثر اعمال سے نکل چکی ہے)۔ غفلت مت کرو اور حالت کو پلٹو، تاکہ راہِ صواب پاؤ، حکم کی تکمیل کرو، ممنوعات سے باز آؤ، اور تقدیر کی موافقت کرو، مخلوق میں چند ہی اَفراد ہوتے ہیں جن کے قلوب کو اُنس و مشاہد اور قرب کی شراب پلا دی جاتی ہے کہ ان کو تقدیر اور مصیبتوں کی تکلیفوں کا حس نہیں رہتا، مصیبت کے دن گزر بھی جاتے ہیں اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی، پس وہ اللہ عزّ وجل کی حمد و شکر کرتے ہیں کہ (الحمدللہ) مصیبت کے وقت (شرابِ اُنس کی مدہوشی کے سبب) موجود ہی نہ تھے جو اپنے رَبّ عزّ وجل پر اِعتراض کرنے کی نوبت آتی، آفات و مصائب اہل اللہ پر بھی ایسی ہی نازل ہوتی ہے جیسی تم پر، لیکن بعض ان میں وہ ہیں (جن کو حس ہوتا ہے) مگر وہ صبر کرتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو آفات اور ان پر صبر کرنے، دونوں سے (شرابِ اُنس کی مدہوشی کے سبب) غائب ہوتے ہیں، تکلیف کا ماننا ایمان کی کمزوری اور ایمان کی طفولیت کے زمانے میں ہوتا ہے، اور جب ایمان نوجوان و قریبِ بلوغ بن جاتا ہے تو صبر ہوتا ہے، اور اس کے کمالِ جوانی کو پہنچ جانے کے وقت موافقت

ہوتی ہے اور اس وقت جبکہ وہ (منتہا کے) قریب پہنچ جاتا ہے تو مرتبۂ رضا حاصل رہتا ہے کہ دیکھنے لگتا ہے اپنے علم سے اپنے رب عزوجل کو اور غیبت وفنا ہوتی ہے اس وقت جبکہ قلب اور باطن (دنیا سے کوچ کر جائے اور) موجود ہو حق تعالیٰ کے پاس، پس یہ حالت مشاہدہ اور ہم کلامی کی ہے کہ مخلوق کے اعتبار سے اس کا باطن بھی فنا کر دیا جاتا ہے، اور اس کا وجود بھی فنا اور محو کر دیا جاتا ہے اور خالق عزوجل کے پاس موجود ہوتا ہے کہ وہ اس کو منا تا اور وہیں اس کو پگھلا ڈالتا ہے، اس کے بعد اگر چاہتا ہے تو اس کو حیات دے کر اُٹھاتا ہے اور جب اس کو لوٹانا چاہتا ہے تو لوٹا دیتا ہے کہ اس کے متفرق اور منتشر اشیاء کو اکٹھا فرمائے گا کہ ان کی ہڈیوں اور گوشت اور بالوں کو جمع فرمائے گا، پھر ان میں رُوحیں پھونک دینے کا اسرافیل کو حکم دے گا، یہ تو عام مخلوق کے حق میں ہے لیکن اہل اللہ کا (جو فنائیت کے بعد) دوبارہ زندہ کیے جاتے ہیں، بلاواسطہ اعادہ فرمائے گا کہ ایک نگاہ ان کو فنا کر دے گی اور ایک نگاہ ان کو پھر پہلی حالت پر لے آئے گی۔ شرطِ محبت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ نہ تیرے لئے ارادہ باقی رہے اور نہ اس کو دُنیا یا آخرت یا کسی مخلوق سے مشغولیت ہو، اللہ عزوجل کی محبت کوئی آسان بات نہیں ہے کہ ہر کوئی اس کا دعویٰ کرنے لگے، بہت سے لوگ اس کے مدعی ہیں حالانکہ وہ اس سے کوسوں بعید ہیں، اور بہت سے ایسے ہیں جو اس کے مدعی نہیں ہیں اور وہ ان کے پاس موجود ہے، کسی بھی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو کہ حق تعالیٰ کے اسرار ان کے اندر تخم ریزی کی طرح بکھیر دیئے گئے ہیں، پس کیا پتہ ہے کہ کس کا قلب کب بار آور ہو کر ولی بن جائے۔ اپنے نفسوں میں تواضع اختیار کرو اور بندگانِ خدا پر تکبر مت کرو، اپنی غفلتوں سے جاگ اُٹھو! تم بڑی گہری غفلت میں ہو گویا کہ تم حساب سے فارغ ہو چکے اور پل صراط کو عبور کر چکے اور جنت میں اپنے مکانات دیکھ چکے ہو، کیا ٹھکانا اتنے بڑے دھوکے کا؟ تم میں سے ہر شخص حق تعالیٰ کی بہت کچھ نافرمانی کر چکا ہے مگر نہ ان میں فکر کرتا ہے اور نہ ان سے توبہ کرتا ہے، یوں گمان کیے ہوئے ہے کہ وہ معصیتیں بھولی بسری ہو گئیں حالانکہ وہ تمہارے نامۂ اعمال میں (اپنے) اوقات کی تاریخوں کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں، ان میں سے ہر قلیل اور کثیر کا حساب لیا جائے گا، اور سزا دی جائے گی، بیدار ہو جاؤ اے غفلت شعارو! اُٹھو اے سونے والو! حق تعالیٰ کی رحمت کے سامنے آ جاؤ، جس شخص کی معصیتیں اور لغزشیں شدید

ہو گئیں، اور وہ ان پر اُڑا رہا کہ نہ توبہ کی اور نہ نادم ہوا، پس اگر اس نے معاملے کی تلافی نہ کی تو (سمجھ لو کہ) کفر کا قاصد آ گیا۔ اے دُنیا، دُنیا کرنے والے! (جسے) آخرت سے واسطہ نہیں، اور اے مخلوق (کے شیدا)! کہ خالق سے غرض نہیں، تو اگر ڈرتا ہے تو صرف افلاس سے، اور آرزو ہے تو صرف تونگری کی، تیرے حال پر افسوس! رزق تقسیم ہو چکا ہے، نہ زیادہ ہو سکتا ہے نہ کم، اور نہ مقدم ہو سکتا ہے نہ مؤخر، تجھ کو حق تعالیٰ کی ذمہ داری میں شک ہے اور تو حریص ہے اس کی طلب کا جو تیرے مقسوم میں نہیں ہے، تیری حرص نے تجھ کو روک دیا علماء کی خدمتوں اور خیر کے جلسوں میں جانے سے، تجھ کو اندیشہ ہے کہ تیرے نفس میں کمی آ جائے گی اور تیری تجارتیں قلیل رہ جائیں گی، تجھ پر افسوس! بھلا جب تو اپنی ماں کے پیٹ میں بچہ تھا تو اس وقت تجھ کو کس نے کھانا دیا تھا؟ آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، اپنے دیناروں پر، اپنے درہموں پر، اپنی خرید و فروخت پر، اور اپنے شہر کے حاکم پر، ہر وہ چیز جس پر تو اعتماد کرے وہ تیرا معبود ہے، اور ہر وہ شخص جس سے تو خوف کرے یا توقع رکھے وہ تیرا معبود ہے، اور ہر وہ شخص جس پر نفع اور نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے اور تو یوں نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اسے جاری کرنے والا ہے تو وہ تیرا معبود ہے، عنقریب تجھے اپنا انجام نظر آئے گا کہ حق تعالیٰ نے تیری سماعت، تیری بصارت، تیری قوتِ گرفت، تیرا مال اور ہر وہ چیز جس پر تو نے اس کو چھوڑ کر اعتماد کیا تھا لے لے گا اور تیرے اور مخلوق کے درمیان قطع تعلق کر دے گا، ان کے قلوب تجھ پر سخت بنا دے گا (کہ ماریں گے اور ترس کھائیں گے) ان کے ہاتھ تیری طرف سے کھینچ لے گا (کہ ایک حبہ بھی تجھ کو کوئی نہ دے گا) تجھ کو تیرے شغل سے برخاست کر دے گا، تو تجارت بھی نہ ہو سکے گی)، اور تیرے چہرے پر سارے دروازوں کو بند کر دے گا (کہ کہیں مراد پوری ہوتی نظر نہ آئے گی) تجھ کو دَر بدر پھرائے گا اور پھر بھی نہ ایک لقمہ دے گا نہ ایک ذرّہ، اور جب تو اس سے دُعا مانگے گا کہ (اس حالت کو دُور کر دے) تو قبول نہ فرمائے گا، یہ سب اس لئے کہ تو نے اس کا شریک گردانا اور اس کے غیر پر اعتماد کیا اور اس کی نعمتیں غیروں سے طلب کیں اور ان سے اس کی معصیتوں پر اعانت حاصل کی، میں اس قسم کے لوگوں میں بہتیروں کے ساتھ ایسا ہوتا ہوا دیکھ چکا ہوں، اور نافرمانوں کے متعلق اکثر یہی طریقہ رہا ہے، ہاں بعض ان میں سے ایسے

بھی ہوتے ہیں جو توبہ سے تلافی کر لیتے ہیں، پس حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا، بہ نگاہِ رحمت اس کی طرف دیکھتا اور لطف و کرم کا اس کے ساتھ برتاؤ فرماتا ہے۔ اے اللہ کی مخلوق! توبہ کرو، میرے پاس تمہاری موت اور تمہاری حیات کی ساری خبریں ہیں، جب تمہارے اُمور کی ابتدا (تمہاری ظاہرداری کے سبب) مجھ پر مشتبہ ہو جاتی ہے تو انجام کار تمہاری موت کے وقت مجھ کو انکشاف ہو جاتا ہے (کہ اچھی موت مرا تو مؤمن ہونا کھل گیا اور بُری موت مرا تو منافق ہونا ظاہر ہو گیا)۔ جب تم میں سے کسی کے مال کی اصلیت مجھ پر پوشیدہ ہوتی ہے تو میں اس کے خرچ کا منتظر رہتا ہوں، پس اگر اولاد اور اہلِ نفقہ میں یا حق تعالیٰ کے فقیروں اور مخلوق کی مصلحتوں میں خرچ ہوا تو میں جان لیتا ہوں کہ اصل مال حلال طریقے سے آیا ہے، اور اگر ان صدیقین پر خرچ ہوا جو حق تعالیٰ کے خواص ہیں تو میں جان لیتا ہوں کہ اصل مال اور اس کی تحصیل حق تعالیٰ شانہٗ پر توکل سے ہوئی اور یہ کہ وہ خالص حلال ہے، میں بازاروں میں تمہارے ساتھ نہ تھا مگر حق تعالیٰ نے اس طریقے سے اور نیز دوسرے طریقوں سے تمہارے اموال مجھ پر ظاہر فرما دیئے ہیں (کہ حلال ہیں یا حرام)۔

صاحبزادہ! اس سے بچ کر حق تعالیٰ تیرے قلب میں اپنے غیر کو دیکھے پھر تو ذلیل ہو، بچ تو اس سے کہ وہ تیرے قلب میں اپنے غیر کا خوف یا غیر سے توقع یا غیر کی محبت ملاحظہ فرمائے، غیر اللہ سے اپنے قلب کو پاک کرو اور نفع و نقصان کو مت سمجھو مگر اللہ ہی کی طرف سے کہ تم اس گھر میں ہو اور اس کی ضیافت میں ہو۔

صاحبزادہ! جو کچھ بھی حسین صورتیں تجھ کو نظر آ رہی ہیں اور ان کو تو محبوب سمجھتا ہے یہ سب ناقص محبت ہے جس پر تجھ کو سزا دی جائے گی، صحیح محبت جس میں کبھی تغیر نہ آوے وہ اللہ عزّوجل کی محبت ہے، وہی ہے جس کو تو اپنے قلب کی آنکھوں سے دیکھے گا اور وہی ہے صدیقین اور رُوحانیت والوں کی محبت کہ انہوں نے اس کو محض ایمان سے محبوب نہیں سمجھا (کہ صرف کہنے سے مان لیا ہو) بلکہ ایقان اور معاینے سے سمجھا ہے کہ ان کے قلوب کی آنکھوں سے سارے پردے اُٹھا دیئے گئے ہیں، پس جو غیب میں تھا وہ ان کو نظر آ گیا، اور انہوں نے ایسا نظارہ دیکھا جس کی شرح ان سے ہو نہیں سکتی۔ یا اللہ! ہم کو عفو اور عافیت کے ساتھ اپنی محبت نصیب فرما، تمہارے مقسوم ان اوقات پر پہنچنے کے لئے دُنیا کے پاس

امانت رکھ دیئے گئے ہیں جو حق تعالیٰ کو معلوم ہیں، اور کسی کی طاقت نہیں ہے کہ ان کے مالک کی اجازت آ جانے کے وقت ان کو تمہارے حوالے ہونے سے روک سکے، پس وہ مخلوق پر ہنستے اور ان کی عقلوں پر آواز کستے اور ان کا مذاق اُڑاتے ہیں (کہ جب ہم خود ہی بالضرور آنے والے ہیں تو ہماری فکر میں دوڑ دُھوپ کیسی) اور ہنستے ہیں اس پر بھی جو ایسی چیز طلب کرے جو اس کے مقسوم میں نہیں ہے، اور اس پر بھی جو دُنیا کا کوئی حصہ حق تعالیٰ کی اجازت کے بغیر طلب کرتے ہیں (کیونکہ قسمت سے زیادہ اور قبل از وقت کسی چیز کا ملنا محال ہے)۔

صاحبو! اگر تم نے ان کے دروازے سے منہ پھیر لیا اور حق تعالیٰ کے دروازے کی طرف رُخ کر لیا تو وہ خود نکل کر تمہارے پیچھے آئیں گے، تم حق تعالیٰ سے عقل مانگو، جب دُنیا اولیاء اللہ پر متوجہ ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جا کسی دُوسرے کو دھوکا دو، ہم تجھ سے واقف ہیں، ہم تجھ کو خوب دیکھ چکے ہیں، ہم کو مت آزما کہ ہم تیری حقیقت جان چکے ہیں، اپنے کھوٹے دِینار کی بھڑک ہم کو مت دِکھا کہ تیرا دِینار صرف ظاہری حسن لئے ہوئے ہے، تیرا سنگھار لکڑی کے کھوکھلے بت پر ہے، جس میں رُوح نہیں تو ظاہرِ محض ہے بلا معنی کے اور فقط دِکھاوا ہے بغیر حقیقت کے۔ دیکھنے اور پرکھنے کی چیز تو درحقیقت آخرت ہے، اہل اللہ پر جب دُنیا کے عیوب کھل گئے تو وہ اس سے بھاگے اور ان سے متوحش ہو کر جنگلوں، بنوں، ویرانوں، غاروں، جنات اور ان فرشتوں سے مانوس ہوئے جو زمین میں سیاحت کرتے ہیں کہ فرشتے اور جنات اپنی صورتیں بدل کر ان کے پاس آتے ہیں، کسی وقت زاہدوں اور نیچی داڑھیوں والے راہبوں کی صورت میں، اور کبھی جنگلی جانوروں کی شکل میں، غرض جس صورت میں چاہتے ہیں ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ فرشتوں اور جنات کے نزدیک مختلف شکلیں ایسی ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس مختلف قسم کے کپڑے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں کہ جس کو چاہے پہن لے، مرید جو حق تعالیٰ کی ارادت میں سچا ہوتا ہے اپنی ابتدائی حالت میں مخلوق کے دیکھنے اور ان سے کوئی بات سننے اور دُنیا کا ایک ذرہ دیکھنے سے بھی تنگ دِل ہوتا ہے، مخلوق میں کسی ایک چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتا، اس کا قلب حیران، اس کی عقل گم اور اس کی نگاہ پتھرائی ہوئی ہے، وہ برابر اسی حالت میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے قلب کے سر

پر رحمت کا ہاتھ آ ٹھہرتا ہے، پس اس کو قرار آ جاتا ہے (اس کے بعد) مست بنا رہتا ہے، یہاں تک کہ قریب کی لَو اس کی ناک میں پہنچتی ہے تب اس کو ہوش آتا ہے اور جب اپنی توحید و اِخلاص اور اپنے رَبّ عزّ وجل کی معرفت اس کے علم اور اس کی محبت میں راسخ بن جاتا ہے تو اِستقامت اور مخلوق کی گنجائش آتی ہے، اللہ عزّ وجل کی طرف سے وہ طاقت آتی ہے کہ مخلوق کے بوجھ کلفت کے بغیر اپنے اُوپر لاد لیتا ہے، ان کا قرب اِختیار کرتا اور ان کا طالب بنا ہے اور اس کا ہر شغل ان کی مصلحتوں میں منحصر ہو جاتا ہے، (اور بایں ہمہ) اپنے رَبّ عزّ وجل سے پلک جھپکنے کے برابر بھی غافل نہیں ہوتا، جو شخص اپنے زُہد میں مبتدی ہے کہ بہ تکلف زاہد بنتا ہے وہ تو مخلوق سے بھاگا کرتا ہے بلکہ ان کا طالب بنتا ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ شانہٗ کو پہچان گیا ہے، وہ نہ کسی چیز سے بھاگے اور نہ خدا کے سوا کسی شے سے ڈرے، مبتدی تو فاسقوں اور نافرمانوں سے بھاگا کرتا ہے، اور منتہی ان کو طلب کیوں نہ کرے کہ ان کی ساری دوا اسی کے پاس ہے، اور اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ فاسق کے منہ پر نہیں ہنستا مگر عارف، جو شخص حق تعالیٰ کی معرفت میں کامل ہو جاتا ہے، وہ اس تک پہنچانے کے لئے راہبر اور جال بن جاتا ہے کہ اس کے ذریعے مخلوق کا دُنیا کے سمندر میں شکار کیا جاتا ہے (کہ لوگوں کو جبراً پھانس کر ڈبونے والی دُنیا سے باہر نکالتا ہے) اس کو اتنی قوت دی جاتی ہے کہ اِبلیس اور اس کے لشکر کو بھگا دیتا اور ان کے ہاتھوں سے مخلوق کو (چھین) لاتا ہے، اے وہ شخص جو جہالت کو لئے ہوئے زاہد بن کر گوشے میں جا بیٹھا ہے! آگے بڑھ، اور سن کہ میں کہتا ہوں۔ اے دُنیا بھر کے زاہدو! آگے بڑھو اپنے ان خلوَت خانوں کو ویران کر دو اور میرے قریب آؤ، تم اپنی خلوتوں میں اصل کے بغیر جا بیٹھے ہو، تمہارے ہاتھ میں کچھ بھی نہ آیا، آگے بڑھو حکمت و دانش کے پھل چنو (جو میرے منہ سے جھڑ رہے ہیں) اللہ تم پر رحم فرمائے، میں تمہارا آنا اپنی غرض کے لئے نہیں چاہتا بلکہ تمہاری غرض کے لئے چاہتا ہوں۔

صاحب زادہ! تو مشقت اُٹھانے کا حاجت مند ہے یہاں تک کہ صنعت کو اچھی طرح سیکھ جائے، جب ہزار مرتبہ بنائے گا اور توڑے گا تب ایسا عمدہ بنا سکے گا، جس کے توڑنے کی نوبت نہ آئے گی، جب تو بنانے اور توڑنے میں فنا ہو جائے گا تب حق تعالیٰ تیرے لئے وہ عمارت بنائے گا جو کبھی نہ ٹوٹے گی۔

صاحبو! تم کو عقل کب آئے گی؟ جس طرح میں چل رہا ہوں اس کو تم کب پاؤ گے؟ طالبانِ حق کی (تلاش میں چار طرف) گھومو اور جب وہ تمہارے ہاتھ آ جائیں تو اس کی خدمت کرو اپنے مال اور جان سے، سچے طالبانِ حق کے لئے ایک خاص خوشبو ہے، ان کے لئے کھلی علامتیں ہیں جو ان کے چہروں پر دمکتی ہیں، مگر آفت تمہارے اندر اور تمہاری آنکھ اور تمہاری بیمار سمجھ کے اندر ہے کہ نہ صدیق اور نہ زِندیق میں امتیاز کرتے ہو، نہ حلال اور حرام میں، نہ زہر آلودہ اور بغیر زہر کے کھانے میں، نہ مشرک اور موحد میں، نہ مخلص اور منافق میں، نہ نافرمان اور فرمانبردار بندے میں، اور نہ طالبانِ حق اور طالبانِ خلق میں، ان مشائخ کی خدمت کرو جو علم کے حامل ہیں کہ وہ تم کو تمام چیزوں کی اصل حالت کی پہچان کرا دیں گے، حق تعالیٰ سے واقف بننے کی کوشش کرو، کیونکہ جب تم اس سے واقف ہو جاؤ گے تو جملہ ماسوا سے واقف ہو جاؤ گے، اس کو پہچانو، اس کے بعد اس سے محبت کرو، جب تم اس کو اپنے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تو اپنے قلوب کی آنکھوں سے دیکھو، جب تم نعمتوں کو اس کی طرف سمجھو گے تو ضرور اس سے محبت بھی کرو گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جن کو وہ تمہاری غذا بناتا ہے، اور مجھ سے محبت کرو اس وجہ سے کہ اللہ عزّ وجل مجھ سے محبت فرماتا ہے۔

صاحبو! اس نے اپنی نعمتوں کو تمہاری غذا بنایا جبکہ تم اپنی ماں کے پیٹ میں تھے اور ان سے باہر نکلنے کے بعد بھی پھر تمہیں تندرستیاں، توتیں اور گرفت کی طاقت بخشی، اور تم کو اپنی طاعت نصیب فرمائی اور تم کو مسلمان اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ سلم کا متبع بنایا، پس آپ کی شکر گزاری اور محبت حق تعالیٰ کی شکر گزاری اور محبت کی طرح (ضروری) ہے، جب تم نعمتوں کو اس کی طرف سے سمجھو گے تو مخلوق کی محبت تمہارے قلوب سے جاتی رہے گی (کہ جب کسی سے نفع نہیں تو محبت کیسی؟)۔ حق تعالیٰ کا عارف اس کا محبّ اور اپنے قلب کی آنکھوں سے اس کو دیکھنے والا وہ ہے جو سلوک و بدسلوکی سب اسی خدا کی طرف سے سمجھتا ہے کہ مخلوق میں جو کوئی اس کے ساتھ سلوک یا بدسلوکی کرتا ہے اس کی نظر اس کی طرف نہیں رہتی، اگر مخلوق کی طرف سے سلوک ظاہر ہو تو اس کو حق تعالیٰ کے مسخر بنا دینے کی وجہ سے سمجھتا ہے، اور اگر ان کی طرف سے بدسلوکی ظاہر ہو تو حق تعالیٰ کے مسلط کر دینے کی وجہ سے سمجھتا

ہے، اس کی نظر مخلوق کی طرف سے خالق کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، اور باوجود اس کے شریعت کا حق شریعت کو برابر دیتا رہتا ہے اور اس کے حکم کو ساقط نہیں کرتا (کہ بدسلوک کو نصیحت بھی کرتا ہے، اور منعم کا شکر گزار بھی بنتا ہے)۔ عارف کا قلب ہمیشہ ایک حالت سے دُوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ مخلوق سے بے رغبتی اور ان کا چھوڑ دینا اور ان سے رُخ پھیر لینا قوت پکڑ لیتا ہے، حق تعالیٰ میں رغبت بڑھ جاتی ہے اور اس پر توکل قوی ہو جاتا ہے، مخلوق سے اشیاء کا لینا اس سے جاتا رہتا ہے، اور مخلوق سے اشیاء کے لیتے وقت حق تعالیٰ کے ہاتھ پر لینا باقی رہ جاتا ہے (کہ جس وقت کسی شخص نے کوئی چیز ان کو دی تو سمجھتے ہیں کہ جس نے دی اس نے خدا کو دی اور خدا کے ہاتھ سے ہم نے لی)۔ ان کو وہ عقل بھی جو ان کے اور ساری مخلوق کے درمیان مشترک ہے قوی اور مؤید ہو جاتی ہے، اور ایک دُوسری عقل کا اضافہ کیا جاتا ہے اور وہ اللہ عزّوجل کی طرف سے خاص عقل ہے۔

اے مخلوق کے محتاج! اور اے ان کو شریکِ حیات قرار دینے والے! ڈر کہ اسی حالت پر موت نہ آجائے جس میں تو مبتلا ہے، پس نہ حق تعالیٰ تیری رُوح کے لئے اپنا دروازہ کھولے گا اور نہ اس کی طرف نظر فرمائے گا، کیونکہ وہ ہر ایسے شخص سے جو مشرک اور غیر اللہ پر اعتماد کرنے والا ہو سخت ناراض ہے، اس کے بعد آخرت سے علیحدگی اور اس کے بعد مولیٰ کے سوا جملہ اشیاء سے گوشہ نشین بن جانے کو لازم پکڑ، جب تو مولیٰ کے ساتھ خلوت خانے میں ہے اور تیرا دِل مخلوق کے گھروں میں پڑا ہے کہ ان کے آنے اور نذرانوں کا منتظر ہے، تو تیرا وقت ضائع ہو گیا اور تیرے لئے صورت رہ گئی معنی کے بغیر، اپنے نفس کو ایسی چیز کا اہل مت سمجھ جس کی اہلیت تجھ کو حق تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائی، اگر تیرے پاس اہلیت حق تعالیٰ کی طرف سے نہ آئی ہو گی تو تو اور ساری مخلوق مل کر بھی اس کو نہ لا سکے گا، اور جب تجھ کو باطن صحیح نصیب نہیں اور نہ ماسوا اللہ سے خالی ہو جانے والا قلب حاصل ہے (جو اس کی علامت ہے کہ خدا نے تجھ کو خلوت کا اہل نہیں بنایا) تو محض خلوت تجھ کو مفید نہیں۔ یا اللہ! مجھ کو بھی نفع دے اس کلام سے جو میں کہہ رہا ہوں اور حاضرین کو بھی نفع دے اس سے جو میں کہہ رہا ہوں اور وہ سن رہے ہیں۔

باب ⑯

دُنیا کی طلب اس سے دُور کردیتی، اور دُنیا سے اِعراض قریب کردیتا ہے[1]

دُنیا حجاب ہے آخرت کے لئے، اور آخرت حجاب ہے دُنیا اور آخرت کے پروردگار سے، اور ساری مخلوق حجاب ہے (اوجھل کرنے والی) خالق عزّ وجل سے، جب تو کسی شے کے ساتھ دِل لگائے گا تو وہ تیرے لئے حجاب بن جائے گی، مخلوق کی طرف، دُنیا کی طرف یا حق تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کی طرف اِلتفات مت کرو، یہاں تک کہ تو اپنے باطن کے قدموں سے اور ماسوی اللہ میں زُہد کے صحیح ہوجانے سے حق تعالیٰ کے دروازے پر اس طرح نہ پہنچ جاؤ کہ سب سے عریاں اور مجرد ہو، اسی میں متحیر ہو، اسی سے فریاد کررہا ہو، اسی سے مدعا چاہ رہا ہو، اسی کے علم اور تقدیر کی طرف نظر جمائے ہوئے ہو، پس جب تیرے قلب اور تیرے باطن کا وصول محقق ہوجائے اور یہ دونوں اس کی بارگاہ میں داخل ہوجائیں اور وہ تجھ کو مقرّب کرلے اور اپنے پاس بلائے اور تجھ کو محبوب بنالے اور قلوب پر تجھ کو حکومت بخشے اور ان پر تجھ کو اَفسر قرار دے اور تجھ کو ان کا طبیب بنالے تو اس وقت مخلوق اور دُنیا کی طرف ضرور اِلتفات کر کہ اب ان کی جانب تیرا اِلتفات کرنا ان کے حق میں نعمت ہے اور تیرا ان کے ہاتھوں سے دُنیا کا لینا اور انہیں کے مساکین پر واپس کردینا اور اس میں سے اپنے مقسوم کا پورا کرلینا عبادت اور طاعت اور سلامتی ہے، جو شخص دُنیا کو اس کی کیفیت سے لے گا تو وہ اس کو ضرر نہیں پہنچائے گی بلکہ یہ اس کے شر سے محفوظ رہے گا اور جو چیزیں اس کے مقسوم میں ہیں اپنے تکدّر کی عفونت سے اس کے لئے صاف بن جائے گی، ولایت کی خاص علامت ہے جو اولیاء اللہ کے چہروں پر نمودار ہوتی ہے، اس کو اہلِ فراست پہچانتے

(۱) بوقتِ شام بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۵ ذیقعدہ ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

ہیں کیونکہ ولایت کی خبر اشارے ہی میں دی جاتی ہے نہ کہ زبان سے، جو شخص فلاح چاہے
اس کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کے لئے اپنا مال اور اپنی جان خرچ کرے اور اپنے قلب سے مخلوق
اور دُنیا کو چھوڑ کر ایسا نکل جائے جیسے بال آٹے اور دُودھ میں سے نکل جاتا ہے، اور اس
طرح آخرت سے نکل جائے اور اس طرح جملہ ماسوی اللہ سے، پس اس وقت تو ہر صاحب
حق کو اس کا حق ادا کرے گا، حق تعالیٰ کے رُوبرو دُنیا اور آخرت کا جتنا حصہ تیرے مقسوم میں
ہے اس کو اسی طرح کھائے گا کہ تو اس کے آستانے پر کھڑا ہوگا اور دُنیا و آخرت دونوں خادم
بنی ہوئی تیرے سامنے کھڑی ہوں گی، دُنیا میں اپنا مقسوم اس طرح مت کھا کہ وہ بیٹھی ہوئی
ہو اور تو کھڑا ہو، بلکہ اس کو اس طرح کھا کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے
کھڑی ہو، دُنیا اس شخص کی خدمت کرتی ہے جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور جو
دُنیا کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اس کو ذلیل کرتی ہے، کھا حق تعالیٰ کے ساتھ عزت اور
تونگری کے قدم پر، اہل اللہ راضی ہوئے افلاس پر دُنیا میں، اور راضی ہوئے آخرت میں اس
بات سے کہ وہ اپنے قریب فرمالے، وہ اللہ عزوجل سے بجز اس کی ذات کے کچھ نہ مانگتے،
انہوں نے جان لیا کہ دُنیا تقسیم کی جا چکی ہے اس لئے وہ اس کی تلاش کو چھوڑ بیٹھے، اور
انہوں نے جان لیا کہ آخرت کے درجات اور جنت کی نعمتیں بھی مقسوم ہو چکی ہیں لہٰذا اس کی
طلب اور اس کے لئے عمل کرنے کو بھی انہوں نے چھوڑ دیا، وہ بجز ذاتِ حق کے کچھ بھی نہیں
چاہتے، جب وہ جنت میں جائیں گے تو جب تک حق تعالیٰ کی ذات کا نور نہ دیکھ لیں گے
اپنی آنکھوں کو کھولیں گے بھی نہیں۔

اے مخاطب! تجرید اور تفرید کو محبوب سمجھ کیونکہ جس شخص کا قلب مخلوق اور اسباب
سے مجرد نہ ہو وہ انبیاء و صدیقین اور صالحین کے راستے پر چل نہیں سکتا، جب تک کہ تھوڑی سی
دُنیا پر قناعت اور زائد کو تقدیر کے حوالے نہ کردے، زائد کا طالب مت بن، ورنہ تباہ ہو جائے
گی، زائد دُنیا جب تیرے اختیار کے بغیر حق تعالیٰ کی طرف سے تیرے پاس آئے گی تو اس
میں تو محفوظ رکھا جائے گا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ:-

لوگوں کو نصیحت کر اپنے علم اور اپنے کلام سے۔

اے واعظ! لوگوں کو وعظ کر اپنے باطن کی صفائی اور اپنے قلب کے تقوے سے،

اور ان کا واعظ مت بن اپنے ظاہر کو خوب صورت بنا کر کہ تیرا باطن بگڑا ہوا ہو، حق تعالیٰ نے مؤمنین کے قلوب میں ان کے پیدا کرنے سے قبل ہی ایمان لکھ دیا ہے، اس کا نام سابقہ اور تقدیر ہے مگر سابقہ کے ساتھ ٹھہر جانا اور اس پر بھروسہ کر لینا (کہ اب ایمان کی فکر و تحصیل کی کیا ضرورت ہے) جائز نہیں ہے بلکہ کوشش اور ہمت کرے اور جہاں تک ہو سکے ایمان اور ایقان کی تحصیل میں جدوجہد کو ختم کر دے، اور حق تعالیٰ شانہٗ کی خوشبوؤں اور مہک کے سامنے آوے اور اس کے دروازے پر برابر پڑا رہے، پس ہمارے قلوب کو ایمان کے اکتساب میں کوشش ضرور کرنی چاہئے، پھر کیا عجیب ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو کسب اور مشقت کے بغیر ایمان بخش دے، تم کو شرم نہیں آتی کہ حق تعالیٰ تو اپنے نفس کے لئے ایسی صفات بیان فرماتا ہے جن کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور تم ان کی تاویلیں کرتے اور ان کو حق تعالیٰ پر روک دیتے ہو (کہ یہ مناسب نہیں) کیا تمہیں گنجائش نہیں ہے جو تمہارے متقدمین صحابہؓ اور تابعینؒ کو تھی کہ (حق تعالیٰ نے فرمایا "تمہارا ربّ عرش پر مستوی ہے" تو انہوں نے اس کو بجائے رکھا کہ) واقعی ہمارے ربّ عزّ و جل عرش پر ہیں (مگر بلا مشابہت اور بلا تعطیل اور بلا جسمیت کے)۔ یا اللہ ہم کو رزق دے اور توفیق بخش اور ہم کو بدعتوں کی ایجاد سے بچا اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

باب ⑰
محفوظ رہتا ہے جو اسے پہچان لے

(کچھ گفتگو کے بعد ایک شخص نے آپؒ سے سوال کیا کہ ''میں اپنے قلب سے دُنیا کی محبت کس طرح نکالوں؟'' تو آپؒ نے فرمایا) دُنیا واہل وعیال میں غور وفکر کر کہ اپنے بچوں اور صاحباں کے ساتھ وہ ان پر کیسی چال چلتی ہے، ان کے ساتھ کھیلتی اور ان کو اپنے پیچھے دوڑاتی ہے، اس کے بعد ان کو درجہ بدرجہ ترقی دیتی ہے یہاں تک کہ ان کو بہت سی مخلوق سے اُونچا کرتی اور لوگوں کی گردنوں پر ان کو قبضہ دِلاتی ہے، اپنے خزانوں اور اپنے عجائبات کو ظاہر کرتی رہتی ہے، پس ایسی حالت میں کہ وہ اپنی رفعت، اپنے اختیارات اور اپنی خوش عیشی اور دُنیا کو اپنا خادم بنا ہوا دیکھ کر مگن ہوتے ہیں کہ دفعۃً ان کو پکڑ کر قید کرتی اور دھوکا دے کر اس کو بلندی سے نیچے سروں کے بل پھینک دیتی ہے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں، اور وہ کھڑی ان پر ہنستی ہے اور پھر شیطان اس کے پہلو میں کھڑا ہوا اس کے ساتھ ہنستا ہے، یہ ہے اس کا برتاؤ آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک بہتیرے سلاطین اور بادشاہوں اور تونگروں کے ساتھ کہ اس طرح اُونچا اُٹھاتی اور پھر نیچا دِکھاتی ہے، اوّل آگے بڑھاتی ہے، پھر پیچھے ہٹاتی ہے، تونگر بناتی ہے اور پھر فقیر کر دیتی ہے، پاس بلاتی ہے اور پھر ذبح کر دیتی ہے، اور شاذ و نادر ہیں وہ لوگ جو اس سے سالم رہے کہ اس پر غالب آگئے اور وہ ان پر غلبہ نہ پا سکی، ان کی دُنیا کے مقابلے میں مدد کی گئی اور وہ اس کے شر سے بچے رہے اور وہ معدودے چند اَفراد ہیں، پس دُنیا کے شر سے وہی بچا رہتا ہے جس نے اس کو پہچان لیا ہو، اور جو دُنیا اور اس کی چالوں سے بہت بچتا ہو۔

اے سائل! اگر تو اپنے قلب کی آنکھوں سے دُنیا کے عیوب کی جانب نظر کرے گا تو اس کو قلب کے باہر نکال سکے گا، اور اگر اس کو دیکھے گا اپنے سر کی آنکھوں سے تو اس کے

عیوب کے بدلے اس کی آرائش کے ساتھ مشغول ہو جائے گا، اور اس کو اپنے قلب سے نکالنے اور اس میں زُہد اختیار کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا اور جس طرح وہ دُوسروں کو قتل کر ڈالے گی۔ اپنے نفس سے جہاد کرتا رہ یہاں تک کہ وہ مطمئن بن جائے، پس جب وہ مطمئنہ بن جائے گا تو دُنیا کے عیوب سے واقف ہو جائے گا اور اس میں زُہد بے رغبت بن جائے گا، اور اس کا مطمئنہ بننا یہ ہے کہ وہ قلب کی بات قبول اور باطن کی موافقت کرنے لگے، اور ان دونوں کا فرمانبردار بن جائے ان اَحکام میں بھی جن کا یہ دونوں اس کو حکم دیں اور ان ممنوعات میں بھی جسے یہ دونوں اس کو منع کر دیں، اور قانع بن جائے ان دونوں کے دیئے ہوئے پر اور جو چیز یہ اس کو نہ دیں اس پر صابر بنا رہے، پس جب وہ مطمئنہ بن جائے گا تو قلب سے جا ملے گا اور اس کے پاس سکون پائے گا، تقویٰ کا تاج اپنے سر پر اور قرب کی خلعت اپنے بدن پر اس کو نظر آئیں گے۔

صاحبو! ایمان اور تصدیق کو اور اہل اللہ کو جھٹلانے اور ان سے منازعت کے چھوڑنے کو ضروری سمجھو، تم ان سے منازعت نہ کرو کہ وہ بادشاہ ہیں دُنیا میں اور آخرت میں، وہ مالک ہوئے قربِ خداوندی کے، پس مالک ہوئے جملہ ماسوا کے، حق تعالیٰ نے ان کے قلوب کو غنی بنا دیا اور اپنے قرب اور ساتھ اُنس اور اپنے انوار و کرامت سے ان کو لبریز کر دیا ہے، ان کو پروا نہیں ہوتی کہ دُنیا کس کے ہاتھ میں جاتی ہے اور کون اس کو کھاتا ہے، اپنے باطن کی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں، نہ وہ ہلاکت کے خوف سے عبادت کرتے ہیں اور نہ بادشاہت کی طمع میں، اس نے ان کو پیدا فرمایا ہے اپنے لئے اور سدا اپنی صحبت میں رکھنے کے لئے، اور وہ فرماتا ہے ان کو جنھیں تم جانتے نہیں اور وہ جانتا ہے۔" اور جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جاتی ہے وہ خیانت کرتا ہے۔" پس جو شخص ان خصلتوں سے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے بَری ہو تو وہ شخص بَری ہے نفاق سے، یہی خصلتیں کسوٹی ہیں اور مؤمن و منافق کے درمیان مابہ الفرق ہیں، اس کسوٹی اور اس آئینے کو لے اور اس میں اپنے قلب کا منہ دیکھ پھر غور کر کہ آیا تو مؤمن ہے یا منافق؟ اور موحد ہے یا مشرک؟ ہماری دُنیا فتنہ اور مشغلہ ہے بجز اس مقدار کے جو آخرت کے لئے اچھی نیت سے لی جائے۔ دُنیا میں تصرف کرنے کے متعلق جب نیت دُرست ہوتی ہے تو وہ آخرت ہی بن

جاتی ہے، ہر وہ نعمت جو حق تعالیٰ کے شکر سے خالی ہو وہ تہمت ہے، حق تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کے شکر سے مقید کرلو (کہ شکر گزار ہوگے تو وہ جانے نہ پائیں گے) حق تعالیٰ کی شکر گزاری کے دو جز ہیں، ایک یہ کہ ان نعمتوں سے طاعتوں پر اعانت چاہی جائے اور حاجت مندوں کی غم خواری و مدد ہو، اور دوم یہ کہ نعمتوں کے بخشنے والے خدا کے لئے ان نعمتوں کا اعتراف کرے اور نازل فرمانے والے یعنی حق کا شکر ادا کرے۔ ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

ہر وہ چیز جو تجھ کو حق تعالیٰ سے غافل بنا کر اپنے ساتھ مشغول کرے وہ تیرے لئے منحوس ہے۔

اگر اللہ کا ذکر بھی تجھ کو اس سے مشغول بنائے تو وہ تیرے لئے منحوس ہے، اور نماز، روزہ، حج اور تمام افعالِ خیر تیرے لئے منحوس ہیں اگر وہ تجھ کو اس سے مشغول بنائیں، اور جب اس کی نعمتیں تجھ کو اس کی طرف سے غافل و مشغول بنائیں تو وہ بھی تیرے لئے منحوس ہیں، تو نے اس کی نعمتوں کا مقابلہ کیا معصیتوں سے، اور مہمات میں دوسروں کی طرف رجوع کرنے سے واقعی جھوٹ اور نفاق جگہ پکڑ گیا حرکات و سکنات اور صورت و معنی تیری رات میں بھی اور تیرے دن میں بھی ہیں، بے شک شیطان کا حیلہ تیرے اوپر چل گیا، اس نے جھوٹ اور بداعمالیوں کو تیری نظر میں آراستہ کر دکھایا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ اپنی نماز میں بھی (اس سے نہیں چوکتا) کیونکہ زبان سے کہتا ہے ''اللہ اکبر'' (کہ اللہ سب سے بڑا ہے) اور جھوٹ کہتا ہے، کیونکہ تیرے قلب میں دوسرا معبود موجود ہے، ہر وہ چیز جس پر تو اعتماد کرتا ہے تیرا معبود ہے، اور ہر وہ شے جس سے تو خوف کرے یا آرزو رکھے وہ تیرا معبود ہے، تیرا قلب تیری زبان کے موافق نہیں اور تیرا فعل تیرے قول کی موافقت نہیں کرتا، ''اللہ اکبر'' اپنے قلب سے ایک ہزار مرتبہ کہہ اور اپنی زبان سے ایک مرتبہ، تجھے شرم نہیں آتی کہ زبان سے کہتا ہے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' (کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے) حالانکہ تیرے لئے اس کے علاوہ ہزار معبود ہیں، جس حال میں تو مبتلا ہے اللہ عزوجل کے حضور میں سب سے توبہ کر۔ اے وہ شخص جو علم پڑھاتا ہے اور عمل چھوڑ کے صرف علم کے نام پر قناعت کر بیٹھا ہے، یہ تجھ کو نافع نہ ہوگا۔ جب تو نے کہا کہ ''میں عالم ہوں'' تو بے شک تو نے

جھوٹ بولا، تو اپنے نفس کے لئے اس بات پر کس طرح راضی ہو گیا کہ دوسروں کو حکم دے ایسی باتوں کا جس پر خود عمل نہ کرے، حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

کیوں کہتے ہو ایسی بات جس کو خود کرتے نہیں؟

تجھ پر افسوس کہ لوگوں کو حکم کرتا ہے سچ بولنے کا اور خود جھوٹ بولتا ہے، ان کو حکم کرتا ہے توحید کا اور خود مشرک بنا ہوا ہے، ان کو حکم کرتا ہے اخلاص کا اور خود ریاکار منافق بنا ہوا ہے، ان کو حکم کرتا ہے معصیتوں کے چھوڑنے کا اور خود ان کا مرتکب ہوتا ہے، تیری آنکھوں سے شرم اُٹھ گئی، اگر تیرے پاس ایمان ہوتا تو ضرور تجھ کو شرم آتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

حیا ایمان کا جز ہے۔

اور تیرے پاس نہ ایمان ہے نہ یقین اور نہ امانت داری، تو نے خیانت کی ہے علم کی، پس تیری امانت داری جاتی رہی اور یہ اللہ کے یہاں سخت خیانت کرنے والا لکھا گیا۔ میں تیرے لئے بجز توبہ اور اس پر قائم رہنے کے اور کوئی دوا نہیں پاتا۔ جس شخص کا ایمان اللہ عزّوجل اور اس کی تقدیر پر صحیح ہو جاتا ہے، وہ اپنے جملہ اُمور کو اس کے سپرد کر دیتا ہے اور ان میں کسی کو بھی شریک قرار نہیں دیتا، تو مخلوق اور اسباب کو شریک مت قرار دے اور نہ خدا کو چھوڑ ان کی قید میں، پس جب مؤمن کی حالت اس میں متحقق ہو جاتی ہے تو حق تعالیٰ اس کو جملہ حالتوں میں آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے، اس کے بعد وہ درجہ ایمان سے درجہ ایقان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، پھر اس کو ولایتِ بدلیہ (جو اَبدال کا تمغۂ امتیاز ہے، نصیب) ہوتی ہے، اس کے بعد ولایتِ غیبیہ آتی ہے اور بسا اوقات ساری حالتوں کے آخر میں ولایتِ قطبیہ حاصل ہوتی ہے (جو نام ہے نیابتِ نبوی کا اور سرداری ہے جملہ اولیائے زمانہ کی) کہ اس کے ذریعے سے حق تعالیٰ اپنی ساری مخلوق یعنی جن و انس اور ملائکہ و اَرواح پر فخر فرماتا ہے، اس کو آگے بڑھاتا ہے، اپنا مقرّب بناتا اور اپنی مخلوق کا سرپرست قرار دیتا، ان کا بادشاہ گردانتا اور ان پر اختیار بخشتا ہے، خود بھی اس کو محبوب سمجھتا اور اپنی مخلوق کا بھی اس کو محبوب بنا دیتا ہے، اور اس سبب کی بنیاد و ابتدا، حق تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لانا، اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنا اور اس کے بعد عمل میں اخلاص

پیدا کرنا، اور کمالِ ایمان کے ساتھ قلب کا توحید میں مستحکم ہونا ہے، مؤمن فنا ہو جاتا ہے اپنی ذات سے، اپنے عمل سے اور جملہ ماسوی اللہ سے، پس وہ اعمال کرتا ہے مگر ان سے یکسو ہوتا ہے، وہ ساری مخلوق کو حق تعالیٰ کے ایک جانب بٹھا کر اپنے نفس کے مجاہدے میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ اس کو اپنے راستے کی ہدایت فرما دیتا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

جو لوگ مجاہدہ کرتے ہیں ہماری طلب میں، ان کو ضرور ہدایت دیتے ہیں اپنے راستوں کی۔

بندے کا قلب جب اپنے پروردگار تک وصول پالیتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو اپنے ساتھ مشغول بنا کر مخلوق سے بے پروا بنا دیتا ہے، اور اپنے بندوں کے قلوب پر قبضہ بخشتا ہے، پس وہ مریدوطالبین کا کعبہ بن جاتا ہے۔

صاحبو! حق تعالیٰ کی تدبیر پر راضی ہو کر تمام اشیاء میں بے رغبت بن جاؤ، وہ ان کو اپنی تقدیر کے ہاتھ اُلٹتا پلٹتا رہتا ہے، پھر جب لوگ اس کی موافقت کرتے ہیں تو ان کو منتقل فرما لیتا ہے اپنی قدرت کی جانب (کہ اوّل بواسطہ اسباب ملتا تھا، اور اب محض قدرت سے سب کچھ عطا فرماتا ہے)۔ پس مبارک ہو اس کو جس نے تقدیر کی موافقت کی اور تقدیر لکھنے والے کے فعل (اور ظہور) کا منتظر رہا، تقدیر پر عمل کیا اور تقدیر کے ساتھ چلا اور قوتیں نصیب ہونے کی نعمت کا ناشکر گزار نہ بنا، اور خالق کی تقدیر نعمت کی علامت، اس کی رحمت، اس کا قرب اور اس کے سبب اس کی ساری مخلوق سے استغنا حاصل ہو جاتا ہے، بندے کا قلب جب اپنے پروردگار جل جلالہ تک وصول پالیتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو اپنے ساتھ مشغول بنا کر مخلوق سے بے پروا کر دیتا، اپنا قرب نصیب فرماتا، صاحبِ اختیار اور بادشاہ بنا دیتا اور اس سے ارشاد فرماتا ہے کہ:-

بے شک آج تو ہمارے نزدیک صاحبِ مرتبہ امانت دار ہے۔

جس کو اپنے ملک میں خلیفہ بنا دیتا ہے جس طرح شاہِ مصر (ریاولیدنے) یوسف علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور اپنے ملکی معاملات ان کے حوالے کئے اور اپنے نوکر چاکر، اپنے ملک کا انتظام اور اس کے وسائل ان کی سپردگی میں دے کر اپنے خزانوں کا ان کو امین مقرر

گیا، اس طرح جب قلب صحیح ہو جاتا ہے اور اس کی شرافت اور ماسوی اللہ سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے تو حق تعالیٰ اس کو اپنے بندوں کے قلوب پر قبضہ بخشتا ہے اور اپنی ملکیت یعنی دُنیا و آخرت پر اس کو اِختیار عطا کر دیتا ہے، پس وہ مریدین و طالبین کا کعبہ بن جاتا ہے کہ آفاقِ ارض سے سب اس کی طرف جوق جوق کھنچے چلے آتے ہیں، اس کا طریقہ علمِ دِین کا سیکھنا اور علمِ ظاہر پر عمل کرنا ہے، حق تعالیٰ کی طاعت سے کسل مند اور بے کار پڑے رہنے کا خوگر مت بن کہ وہ تجھ کو مبتلائے عذاب کر دے گی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

بندہ جب عمل میں کوتاہی کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو فکر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ان چیزوں کے فکر میں مبتلا کرتا ہے جو اس کے مقسوم میں نہیں، اس کو مبتلا کرتا ہے اہل وعیال کے فکر میں، بی بی بچوں کی تکلیف میں، معیشت کے اندر منافع کی کمی میں، اولاد کے نافرمان بن جانے اور بیوی کے ساتھ باہم نفرت ہو جاتے ہیں، وہ جدھر بھی جاتا ہے ٹھوکر کھاتا ہے، یہ سب سزا ہے حق تعالیٰ کی طاعت میں کوتاہی کرنے کی اور اس کو چھوڑ کر دُنیا اور مخلوق کے ساتھ مشغول ہونے کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

اللہ تم کو سزا دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لے آؤ۔

اور کسی کو جائز نہیں کہ اس کی قضا و قدر سے اس پر حجت لانے لگے (کہ جب ہماری تقدیر میں یہی لکھا ہے تو ہم اس کے کرنے میں معذور ہیں) کیونکہ اس کو ہر قسم کے تصرف اور حکم کا اختیار ہے (جو وہ کرے) اس کی اس سے پوچھ نہیں ہوگی اور دُوسروں سے پوچھ ہوگی۔ تجھ پر افسوس! حق تعالیٰ سے (غافل رہ کر) اپنے نفس اور اپنے بال بچوں کے ساتھ کب تک مشغول رہے گا؟ ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

جب تیرا لڑکا چھوارے کی گٹھلیوں کا چلنا سیکھ جائے تو اس کی طرف سے توجہ ہٹا لے اور خود اپنے خدائے عزوجل کے ساتھ مشغول ہو جا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بچہ سمجھنے لگے کہ چھوارے کی گٹھلیاں بھی کسی کام آیا

کرتی ہیں اوران سے تکے حاصل ہو سکتے ہیں تو (سمجھ لو) کہ وہ (معاش حاصل کرنا) سیکھ گیا کہ اپنی ذات کے لئے خود مشقت اُٹھا سکے گا، پس اب تو اپنا وقت اس پر مشقت اُٹھانے میں مت ضائع کر، اس لئے کہ تیری حاجت نہیں رہی، اپنی اولاد کو کسی قسم کی صنعت سکھادے اور فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوجا، کیونکہ بیوی بچے اللہ کے سامنے تیرے کچھ بھی کام نہ آئیں گے، اتنی مقدار پر جس کے بغیر چارہ نہ ہو قناعت کرنا، اپنے نفس پر بھی لازم کر اور اپنے بیوی بچوں پر بھی، اس کے بعد تو اور وہ سب اپنے مولا کی عبادت کے لئے فارغ ہو جاؤ، پھر اگر غیب میں تمہارے رزق کی فراخی (مقدر) ہوگی تو وہ اپنے وقتِ مقرر پر عنداللہ خود ہی آجائے گی کہ تو اس کو خدا کی طرف سے سمجھے گا اور (اسباب کو محض واسطہ عطائے الٰہی جان کر) شرک بالخلق سے بچا رہے گا، اور اگر تقدیر میں تیرے لئے فراخی نہ ہوگی تو ضرور اپنے سوال اور تضرع اور ذلت اور توبہ کے قدموں پر چل کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتا ہے، پس اگر وہ اس کو اس کی مراد عطا فرمادیتا ہے تو وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے، عطا پر اگر عطا نہیں فرماتا تو اعتراض و منازعت کے بغیر اس کی مشیت پر صابر بنا رہتا ہے، وہ اپنے دِین اور ریا و نفاق اور طمع کے ذریعے سے تونگری کا خواہاں نہیں بنتا، جیسا کہ اے منافق! تو بنا ہوا ہے، ریا اور نفاق اور نافرمانیاں فقر و ذلت اور حق تعالیٰ کے دروازے سے دُکھ ملنے کا سبب ہے، ریاکار منافق دُنیا لیا کرتا ہے اپنے دِین کے ذریعے سے، اور باوجود نااہل ہونے کے نیکوں کی سی صورت بنا کر کہ ان جیسی باتیں بناتا اور ان کا سا لباس پہنتا ہے حالانکہ ان جیسے کام نہیں کرتا، ان کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس کی (بداعمالی کے سبب) ان کی طرف نسبت نہیں ہے، تیرا ''لا الٰہ اِلاّ اللہ'' کہنا ایک دعویٰ ہے، اور اللہ پر توکل اور اس پر بھروسہ رکھنا اور اپنے قلب کو غیراللہ سے ہٹالینا گواہ ہیں (پس جب گواہ نہیں تو دعویٰ توحید و ایمان جھوٹا ہے)۔

اے جھوٹو! سچے بنو، اور اے اپنے آقا سے بھاگنے والو! لوٹ آؤ، اپنے دِلوں سے اللہ کے دروازے کا قصد کرو اور (وہاں پہنچ کر) صلح اور معذرت کرو، تو بحالتِ ایمان جو کچھ دُنیا لے گا باجازتِ شرع لے گا، مع کتاب وسنت کی گواہی کے (کہ اوّل شرعاً حلال ہونا محقق کرے گا اور پھر حکمِ خداوندی کا بھی منتظر رہے گا)، اور جب بدلیت وقطبیت کی حالت

ہوگی (جو عام ولایت سے بالا اور اَبدال واَقطاب کے درجے ہیں) تو اللہ عزّوجل کے فعل سے لے گا کہ ساری چیزوں کو اس کے حوالے کردے گا اور وہی کھلائے گا تو کھائے گا (کہ نہ اختیار ہوگا نہ انتظار)۔

صاحب زادہ! تجھے شرم نہیں آتی، اپنے نفس پر روکہ تو راہِ صواب اور توفیق سے محروم ہوگیا، تجھے شرم نہیں آتی آج فرمانبردار بنتا ہے اور کل کونافرمان (بن جاتا ہے)، آج مخلص اور کل کو مشرک (اس تلوّن اور منزل کا کیا ٹھکانا ہے)۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

جس شخص کے دو دن مساوی ہوں (کہ ترقی نہیں کی بلکہ جس درجے پر کل تھا اسی پر آج رہا) تو وہ نقصان میں ہے، اور جس کا گزرا ہوا دن آج سے بہتر رہا تو وہ بدنصیب ہے (کہ بجائے ترقی کے رُوبہ تنزل ہے)۔

صاحب زادہ! تجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا اور تیرے کئے بغیر چارہ نہیں، پس کوشش تو کر، مدد کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے، اس سمندر (دُنیا) میں جس کے اندر تو ہے ہاتھ پاؤں ضرور چلا، موجیں تجھ کو اُٹھا کر اور پلٹے دے دِلا کر کنارے تک لے ہی آئیں گی، تیرا کام دُعا مانگنا ہے اور قبول کرنا اس کا کام، تیرا کام سعی کرنا ہے اور توفیق دینا اس کا کام ہے، تیرا کام (معصیتوں کا) چھوڑنا ہے اور بچائے رکھنا اس کا کام ہے، تو اس کی طلب میں سچا بن جا، یقیناً وہ تجھ کو اپنے قریب کا دروازہ دِکھلا دے گا، تو دیکھے گا کہاں اس کی رحمت کا ہاتھ تیری طرف دراز ہوگیا اور اس کا لطف وکرم اور اس کی محبت تیری مشتاق بنی ہوئی ہیں، اور یہی اہل اللہ کا غایتِ مقصود ہے۔

اے نفسوں اور معصیتوں اور خواہشوں اور شیاطین کے بندو! میں تمہارا کیا بناؤں، میرے پاس تو حق ہی حق ہے، مغز در مغز، صفائی در صفائی، توڑنا جوڑنا، یعنی توڑنا ماسوی اللہ سے اور جوڑنا اللہ سے۔

اے منافقو! اور اے مدعیو! اے جھوٹو! میں تمہاری ہوس کا قائل نہیں ہوں (کہ لحاظ کے سبب بوالہوس کہنے کی جرأت نہ کرسکوں) اور تم سے شرماؤں کیوں؟ حالانکہ تم نہیں شرماتے اپنے حق تعالیٰ سے، اس کے رُوبرو بے حیائیاں کرتے، خلوتوں میں معصیت

کرتے ہو (حالانکہ خدا اور فرشتے دیکھ رہے ہیں)۔ میرے پاس صدق ہے کہ اس سے ہر کافر و کذّاب و منافق کا سر قطع کرتا ہوں جو نہ توبہ کرتا ہے اور نہ اپنی توبہ اور معذرت کے پاؤں سے اپنے رَبّ کی طرف لوٹتا ہے۔ ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

صدق اللہ کی تلوار ہے اس کی زمین میں کہ جس کے سر پر رکھی جاتی ہے اس کو کاٹ ڈالتی ہے۔

میرا کہنا مانو کہ تمہارا خیر خواہ ہوں، تم کو چاہتا ہوں، تمہارے نفع کے لئے میں تم سے مردہ ہوں (کہ کوئی واسطہ نہیں رکھتا)، اور زندہ ہوں حق تعالیٰ کے ساتھ۔ جس نے میری سچی صحبت اختیار کی وہ مستغنی اور بامراد ہوا، اور جس نے مجھ کو جھٹلایا اور میری صحبت میں جھوٹا ہوا وہ محروم اور دُنیا و آخرت میں سزایاب ہوا۔ حق تعالیٰ کے ساتھ منازعت اور اس پر اِعتراض کا ترک کرنا اور اس کی تدبیر پر راضی ہونا معرفتِ الٰہی چاہتا ہے، تو اس کی تدبیر و تقدیر پر راضی ہو جا اور اپنے نفس، اپنی خواہش، اپنی طبیعت اور اپنے ارادے کو تدبیر تقدیر کے بارے میں خدا کا شریک مت بنا (کہ ان کی بتائی ہوئی تدبیر پر اعتماد کرنے لگے)۔ اے تندرستو! اور اے اعمال سے بے فکر ہو جانے والو! حق تعالیٰ سے تمہارا کیا کچھ ضائع ہو رہا ہے، اگر تمہارے دِل اس سے آگاہ ہو جائیں تو تم کو بڑی حسرت و پشیمانی ہوگی۔ اے صاحبو! عنقریب تم مرنے والے ہو، رو وَاپنے نفوس پر اس سے پہلے کہ دُوسرے تم پر روئیں، تمہارے لئے اتنے گناہ ہیں کہ اُوپر تلے چڑھ گئے اور انجام مبہم ہے (کچھ پتہ نہیں کہ توبہ کی توفیق ہوگی یا نہیں)۔ تمہارے دِل دُنیا کی محبت اور حرص کے مرض میں مبتلا ہیں، ان کا علاج کرو، زُہد اور ترکِ دُنیا اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے سے اصلِ دِین کا محفوظ رہنا رأس المال ہے، اور اَعمالِ صالحہ اس کے منافع ہیں، جو چیز تجھ کو سرکش بنائے اس کی فکر آخرت میں ڈُوبا رہتا ہے، اس کا حلال حساب ہے (قیامت میں پوچھا جائے گا کہ اس کے معاوضے میں کیا عمل کئے) اور حرام عذاب ہے (کہ کیوں کھایا) تم میں بہت ساروں نے حساب کو بھلا ہی دیا (اس لئے ہر وقت ہنستے اور جو چاہے کھاتے پیتے رہتے ہو)۔

صاحب زادہ! جب دُنیا کی کوئی چیز تیرے سامنے آوے اور تو اپنے دِل کو اس سے منقبض دیکھے تو اس کو ترک کر مگر تیرے پاس دِل ہی نہیں (پھر کس شے سے منقبض ہو تو کون

ہو) تو تو سرتا پا نفس اور طبیعت اور خواہش ہے، اہلِ دِل کی صحبت اختیار کرتا کہ تو بھی صاحب دِل ہو جائے، تیرے لئے ضرورت ہے شیخ کی جو سمجھ دار اور حکم خداوندی کی تعمیل کرنے والا ہو کہ تجھ کو مہذب بنائے، علم پڑھائے اور نصیحت کرے، اے وہ شخص جس نے (آخرت کو جو) کوئی چیز تھی (دُنیا کے) بدلے میں بیچ ڈالا اور ناچیز کو خرید لیا، جس کے بدلے میں تو نے خرید لیا دُنیا کو آخرت کے بدلے، تو ہوس در ہوس ہے، عدم در عدم ہے، جہل در جہل ہے، کھاتا ہے جیسے چوپائے کھایا کرتے ہیں کہ نہ تحقیق ہے نہ تفتیش، نہ پوچھ گچھ ہے نہ کوئی نیت نہ (حکم کا انتظار) اور نہ فعل کا۔ بندۂ مؤمن کھاتا ہے شریعت سے مباح کی تحقیق کر کے اور ولی کو کھانے کا قلب کے ذریعے حکم ہوتا ہے، (وہ کھاتا ہے) اور ممانعت کی جاتی ہے (تو وہ رُک جاتا ہے)، اور اَبدال (کھانے اور نہ کھانے میں سے) کسی چیز کا بھی اہتمام نہیں کرتے بلکہ خود چیزیں ان میں اپنا اثر کرتی ہیں اور وہ اپنے رَبّ عزّ وجل کی معیت میں ان سے غائب اور اس میں فنا ہوتے، پس ولی قائم ہے حکم کے ساتھ اور اَبدال مسلوب الاختیار ہیں، اور یہ سب کچھ حدودِ شریعت کو محفوظ رکھ کر ہے جو شخص اپنے وجود اور مخلوق سے فنا ہو جاتا وہ حدودِ شریعت کو محفوظ رکھتا ہے اور اس کے بعد قدرت کے سمندر میں چیختا ہے (اے قدرت والے! میری دست گیری فرما) پس اس کی موجیں کبھی اس کو اُوپر اُٹھاتی ہیں اور کبھی نیچے بٹھاتی ہیں، کبھی ساحل پر لا ڈالتی ہیں اور کبھی منجدھار میں گراتی ہیں (مگر وہ ان تصرفاتِ خداوندی اور انقلابات کے امتحان میں صابر و ساکت بنا رہتا ہے) وہ اَصحابِ کہف جیسا ہو جاتا ہے جن کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

ہم ان کو اُلٹتے بدلتے رہتے ہیں داہنی طرف اور بائیں طرف

ان کے لئے نہ عقل ہے، نہ تدبیر اور نہ حس، وہ لطف اور قرب کے مکان میں ظاہراً و باطناً آنکھیں اور کئے ہوئے ہیں، پس اس طرح مقرب بندے نے بھی اپنے قلب کی آنکھوں کو ماسوی اللہ سے بند کر لیا، پس وہ نہیں دیکھتا مگر اسی کے لئے، اور نہیں سنتا مگر اسی کی بات کو۔ اے میرے اللہ! ہم کو فنا کر اپنے ماسویٰ سے اور موجود کر اپنے ساتھ اور ہم کو عطا فرما دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

❋❋❋

باب نمبر ⑱
اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تم کو ضرور دیکھ رہا ہے[(۱)]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔
ان قلوب پر بھی زنگ آجاتا ہے، اور قرآن پڑھنا، موت اور وعظ کی مجلسوں میں حاضر ہونا ان کی صیقل ہے۔

قلب زنگ آلود ہوتا ہے، پس اگر کسی صاحب نے اس کا تدارک کرلیا جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو بہتر ہے ورنہ وہ زنگ سیاہی بن جاتا ہے اور قلب سیاہ ہوجاتا ہے، نور سے دُور ہوجانے کے سبب کالا پڑ جاتا ہے دُنیا کو محبوب سمجھنے اور تقوے کے بغیر (اندھا بن کر) اس پر گرنے کی وجہ سے کیونکہ دُنیا کی محبت جس قلب میں جگہ پکڑ جاتی ہے اس کا تقویٰ جاتا رہتا ہے اور وہ دُنیا جمع کرنے لگتا ہے خواہ حلال سے ہو یا حرام سے، اس کے جمع کرنے میں اس کی تمیز اُٹھ جاتی ہے اور حق تعالیٰ سے اور اس کے ملاحظہ سے شرمانا زائل ہوجاتا ہے۔

صاحبو! اپنے نبی کے ارشاد کو قبول کرو اور اپنے دِلوں کا زنگ اس دوا سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر ظاہر کردی ہے، صاف کرلو، اگر تم میں کسی شخص کو کوئی مرض لاحق ہوجائے اور کوئی طبیب اس کی دوا بتائے تو جب تک اس کا استعمال نہیں کرلیتے زندگی دوبھر پڑ جاتی ہے (پھر قلب کے مرض میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دوا کے استعمال سے بے پروائی کیوں ہے؟)۔ اور اپنی جلوتوں میں اپنے رَبّ عزّ وجل کا مراقبہ رکھو، اس کو اپنا نصب العین بنالو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، کیونکہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے (پس اس کا ہر وقت تم کو دیکھتے رہنے کا دِل سے دھیان رکھنا ہی مراقبہ ہے)۔

---

(۱) بوقت صبح بروز جمعہ بتاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

ذاکر وہی ہے جو اپنے قلب سے اللہ کا ذکر کرے، اور جو قلب سے ذکر نہ کرے وہ ذاکر نہیں، زبان تو قلب کی غلام اور خادم ہے (ارے اعتبار تو آقا کا ہے نہ کہ غلام کا)۔ وعظ کے سننے پر مداومت کر کیونکہ قلب وعظ کے سننے سے جب غیر حاضر رہنے لگتا ہے تو اندھا بن جاتا ہے، توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ ساری بھلائی دو باتوں کے اندر ہے، یعنی حق تعالیٰ کے حکم کی عظمت کو ملحوظ رکھنا، اور جو نہ رکھے وہ اللہ سے دُور ہے، حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ''رحم کر، تا کہ میں تجھ پر رحم کروں، میں بڑا رحیم ہوں، جو رحم کرتا ہے (میری مخلوق پر) میں اس پر رحم کرتا ہوں اور اس کو اپنی جنت میں داخل کر لیتا ہوں۔'' پس مبارک ہو رحم کرنے والوں کو، تمہاری تو عمر اس قصے میں برباد ہوئی کہ انہوں نے یہ کھایا اور ہم نے یہ کھایا، انہوں نے یہ پیا اور ہم نے یہ پیا، انہوں نے یہ پہنا اور ہم نے یہ پہنا، انہوں نے اتنا جمع کیا اور ہم نے اتنا جمع کیا، جو شخص فلاح چاہے اس کو چاہئے کہ اپنے نفس کو محرّمات اور شبہات اور خواہشات سے روکے اور حق تعالیٰ کے حکم کو بجالائے، اور ممنوعات سے باز رہنے اور اس کی تقدیر کی موافقت کرنے پر جما رہے، اہل اللہ حق تعالیٰ کی معیت میں صابر بنے رہے اور خدا سے صبر نہ کر سکے، انہوں نے صبر کیا اور اس کے لئے اور اسی کے متعلق انہوں نے صبر کیا تا کہ اس کی معیت نصیب ہو، اور طالب بنے تا کہ اس کا قرب ان کو حاصل ہو جائے، وہ اپنے نفسوں اور اپنی خواہشوں اور اپنی طبیعتوں کے گھر سے باہر نکل گئے، شریعت کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے رَبّ عزّ وجل کی طرف چل کھڑے ہوئے، پس ان کے سامنے آفتیں آئیں، ہول اور مصائب بھی آئے، بھوک پیاس بھی آئی، برہنگی بھی آئی، ذِلت وخواری بھی آئی مگر انہوں نے کسی کی بھی پروا نہ کی، نہ اپنی رفتار سے باز آئے اور نہ اپنی طلب سے، جس پر متوجہ تھے متغیر ہوئے ان کا رُخ آگے کی جانب رہا اور ان کی چال سست نہ پڑی، برابر ان کی یہ حالت رہی ہے یہاں تک کہ قلب اور قالب کا بقا متحقق ہو جاتا ہے۔

صاحبو! حق تعالیٰ سے ملنے کا کام کرو اور اس کی ملاقات سے پہلے اس سے شرماؤ (کیا منہ لے کر سامنے جائیں گے) مؤمن کی حیا اوّل حق تعالیٰ سے، اس کے بعد اس کی مخلوق سے ہے، البتہ اس صورت میں جس کو تعلق ہو دِین سے اور شریعت کی حدود کی ہتک سے تو اس وقت اس کو حیا کرنا جائز نہیں، (بلکہ اللہ عزّ وجل کے دِین کے بارے میں شرم کو

بالائے طاق رکھ دے اور بے باک بن کر بلا رُو رعایت نصیحت کرے) دِین کی حدود کو قائم کرے اور حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرے (کیونکہ وہ حکم فرماتا ہے کہ) دِینِ خداوندی کے بارے میں مجرموں کو سزا دیتے وقت تم کو شفقت نہ ہونی چاہیے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہونا جس شخص کے لئے صحیح ہوجاتا ہے تو حضرت اس کو اپنی زرہ اور خود پہناتے اور اپنی تلوار اس کے گلے میں ڈالتے، اپنے ادب اور اپنے خصائص و عادات میں سے اس کو عطا فرماتے اور اپنی خلعتوں میں سے اس کو خلعت بخشتے ہیں، اور اس سے بہت خوش ہوتے ہیں کہ آپ کی اُمت میں کیسا ہونہار نکلا اور اسے اپنے پروردگار کا شکریہ ادا فرماتے ہیں (کہ ایسی سعادت مند رُوحانی اولاد عطاء فرمائی) پھر اس کو اپنی اُمت میں اپنا نائب، اُمت کا راہنما اور ان کو دروازۂ خداوندی کی طرف بلانے والا بنا دیتے ہیں، بلانے والے اور راہ نما آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے، مگر جب حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھالیا تو آپ کے لئے آپ کی اُمت میں سے وہی لوگ قائم کردیئے جو ان میں اپنا جانشین بنتے ہیں اور وہ لاکھوں بلکہ اَن گنت مخلوق میں سے ایک ہی دو ہیں، وہ مخلوق کو راستہ بتاتے ہیں اور ان ایذاؤں کو برداشت کرکے ہر وقت ان کی خیر خواہی میں لگے رہتے ہیں، منافقوں اور فاسقوں کے منہ پر ہنستے اور طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کو اس حالت سے چھڑائیں جس میں وہ مشغول ہیں، اور حق تعالیٰ کے دروازے پر لا ڈالیں، اور اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ:-

فاسق کے منہ پر نہیں ہنستا مگر عارف۔

یعنی عارف اس کے منہ پر ہنستا اور ایسا ظاہر کرتا ہے گویا اس سے واقف ہی نہیں حالانکہ وہ آگ ہے اس میں دِین کے گھر کی ویرانی سے اور اس کے دِل کے چہرے کی سیاہی سے اور اس کے کھوٹ اور تکدر کی کثرت سے فاسق و منافق تو یوں گمان نہیں کرتے ہیں کہ ہمارا حال اس سے مخفی رہا اور اس نے ہم کو پہچانا نہیں، ان کی کوئی عزت نہیں، (جس کے سبب ان کا حال مخفی رہے) وہ عارف سے چھپ نہیں سکتے، عارف ان کو پہچان لیتا ہے، نگاہ اور نظر اور بات وحرکت سے، ان کو شناخت کرلیتا ہے ان کے ظاہر اور باطن سے، اور اس میں مطلق شک نہیں، افسوس تم گمان کرتے ہو کہ تمہاری حالت صدیقین و عارفین و عالمین

سے پوشیدہ رہتی ہے؟ تم کس وقت تک اپنی عمروں کو ناچیز کے اندر ضائع کرتے رہو گے۔

اے گمشدگانِ راہ! اس کے طالب بنو جو تم کو آخرت کا راستہ بتائے، اللہ تم سب پر بالا ہے۔ اے مردہ دِل والو! اور اے اسباب کو شریکِ خدا سمجھنے والو! اور اے اپنی طاقت قوت اپنی معاش، اپنے رأس المال کے بتوں کو اور اپنے شہروں اور جن اطراف کی جانب پہنچ رہے ہو ان کے بادشاہوں کو پوجنے والو! یہ سب اللہ عزّ وجل سے محجوب ہیں، ہر وہ شخص جو نفع اور نقصان کو غیر اللہ کی طرف سے سمجھے وہ اللہ کا بندہ نہیں ہے، وہ اسی کا بندہ ہے جس کی طرف سے نفع نقصان سمجھا، پس وہ آج غصے اور حجاب کی آگ میں ہے اور کل کو جہنم کی آگ میں ہوگا۔ اللہ کی آگ سے وہی بچ سکتے ہیں جو پرہیزگار ہوں، صاحبِ توحید ہوں، مخلص ہوں اور تائب ہوں، توبہ کرو اپنے دِلوں سے، اس کے بعد اپنی زبانوں سے، توبہ حکومت کی کایا پلٹ ہے، جو تیرے نفس، تیری خواہش، تیرے شیطان اور تیرے ہم نشینوں کی حکومت کو پلٹ دیتی ہے (کہ پہلے وہ تجھ پر حاکم تھے اور اب وہ غلام بن گئے اور شریعت جو پہلے متروک تھی اب تیری حاکم بنی)۔ جب تو توبہ کرتا ہے تو اپنے کان، اپنی آنکھ، اپنی زبان، اپنے دِل اور اپنے سارے اعضاء کو پلٹ دیتا ہے، اپنے خورونوش کو حرام اور شبہ کی کدورت سے صاف کرتا، اپنی معاش اور خرید وفروخت میں پرہیزگار بنتا ہے اور اپنا سارا مقصود اپنے مولا عزّ وجل کو بنالیتا ہے، عادت کو زائل کرتا اور اس کی جگہ عبادت کو رکھتا ہے، معصیت کو مٹاتا اور اس کو اس کا قائم مقام بناتا ہے، اس کے بعد شریعت کی دُرستی اور شریعت کی شہادت کے ساتھ حقیقت میں رُسوخ پاتا ہے کیونکہ ہر حقیقت جس کی شہادت شریعت نہ دے، وہ زندقہ ہے، پس جب تیرے لئے یہ حال متحقق ہوجائے گا تو اس وقت تجھ کو فنا حاصل ہوگی بداُخلاقیوں سے اور ساری مخلوق کی طرف کرنے سے (کہ بجز خدا کے کوئی نظر نہ آئے گا) پس اس وقت تیرا ظاہر محفوظ بن جائے گا (کہ خلافِ شرع کام صادر نہ ہونے پائے گا) اور تیرا باطن اپنے رَبّ کے ساتھ مشغول ہوگا، پس جب یہ حالت تیرے لئے کامل ہوجائے گی تو اگر دُنیا مع اپنے جملہ متعلقات کے بھی تیرے پاس آئے اور تجھ کو اپنے اُوپر اِختیار وقدرت دے اور اگلی پچھلی ساری مخلوق بھی تیرے تابع بن جائے تو نہ یہ تیرے لئے مضر ہوگا اور نہ تجھ کو تیرے مولا عزّ وجل کے دروازے سے لوٹا سکے گا، اس لئے کہ تو حق

تعالیٰ کے ساتھ قائم، اس پر متوجہ، اس کے ساتھ مشغول اور اس کے جلال و جمال کی طرف نظر رکھنے والا ہے کہ جب اس کے جلال کی طرف نظر کرے گا تو مجتمع ہو جائے گا جلال کو دیکھنے کے وقت تو خائف ہو گا، اور جمال کو دیکھنے کے وقت متوقع جلال پر نظر پڑنے کے وقت نابود ہو جائے گا، اور جمال پر نظر پڑنے کے وقت موجود بن جائے گا، پس مبارک ہو اس کو جس نے اس کھانے کا مزہ چکھا۔ یا اللہ! ہم کو اپنے قرب کا کھانا کھلا، اور ہم کو اپنے اُنس کی شراب پلا، اور ہم کو عطا فرما دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی، اور ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔

باب ⑲
علم، عمل کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ دُوسروں پر محض پیش کرنے کے لئے(۱)

حق تعالیٰ کی تدبیر اور اس کے علم میں اپنے نفسوں اور اپنی طبیعتوں کو اس کا شریک مت بناؤ، (کہ خدا کی طرح ان کو اپنی مصلحتوں کا واقف اور صاحبِ تدبیر سمجھنے لگو) اور اس سے ڈرو اپنے معاملات میں بھی اور دُوسروں کے معاملات میں بھی۔ ایک بزرگ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

مخلوق کے معاملات میں حق تعالیٰ کی موافقت اختیار کر اور حق تعالیٰ کے معاملات میں مخلوق کی موافقت مت کر، ٹوٹ جائے جسے ٹوٹنا ہو اور جڑ جائے جسے جڑنا ہو۔

حق تعالیٰ کی موافقت کرنا اس کے نیکوکار اور موافقت کرنے والے بندوں سے سیکھو، علم تو عمل کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ حفظ کرنے اور مخلوق پر پیش کرنے کے لئے، علم سیکھ اور عمل کر، اس کے بعد دُوسروں کو پڑھاؤ، جب تو عالم بن کر جائے گا تو اگر خاموش بھی رہے گا تو تیرا علم کلام کرے گا اور عمل کی زبان سے کلام کرے گا، اکثر علم ہی کی زبان سے بات کی جاتی ہے (اس لئے نصیحت وہی مؤثر ہوتی ہے جو عمل کی زبان سے ہو یعنی خود عملی حالت دِکھا کر) اسی لئے ایک بزرگ کا قول ہے کہ:-

جس کی نگاہ تجھ کو نافع نہ ہو اس کا وعظ بھی نافع نہیں۔

جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے وہ اپنے علم سے خود بھی منتفع ہوتا ہے اور دُوسرے

(۱) بوقتِ صبح بروز یکشنبہ تاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

بھی منتفع ہوتے ہیں، کیونکہ حق تعالیٰ میرے پاس حاضر ہونے والوں کے حالات کے اندازے پر جو چاہتا ہے مجھ سے کلام کراتا ہے اور اسی وجہ سے وہ نافع ہوتا ہے، اور ایسا نہ ہو تو (بجائے نفع کے) میرے اور تمہارے درمیان عداوت ہو جائے، میری آبرو اور مال سب تم پر نثار ہے، اور کچھ میرے پاس ہے نہیں، اور اگر کچھ ہوتا تو میں اس کو بھی تم سے نہ روکتا بجز نصیحت و خیرخواہی کے میرے تمہارے درمیان کوئی علاقہ نہیں، میں تم کو محض اللہ واسطے نصیحت کرتا ہوں نہ کہ اپنے نفس کے لئے، تقدیر کی موافقت کر، ورنہ وہ تیری گردن توڑ دے گی، اس کے ارادے کے موافق اس کے ساتھ چل ورنہ وہ تجھ کو ذبح کر ڈالے گی، اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جا، یہاں تک کہ اس کو تجھ پر ترس آوے اور وہ تجھ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالے، اہل اللہ کے امر کا آغاز کسب سے ہوتا ہے کہ بقدرِ ضرورت دُنیا شریعت کے ہاتھ سے لیتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان کے جسم کسب سے تھک جاتے ہیں اور توکل آتا ہے تو ان کے قلوب پر (صبر و سکون کی) مہر لگا دیتا اور ان کے اعضاء کو قید کر لیتا ہے (کہ نہ کسب میں ہاتھ چلتے ہیں اور نہ فکرِ معاش سے ان کے دِل پریشان ہوتے ہیں)۔ دُنیا میں جو کچھ ان کا مقسوم ہے وہ ان کے پاس خوشگوار اور کافی بن کر بلا مشقت و کلفت آتا رہتا ہے، مقرب بندوں میں سے ہر ایک جنت کی نعمتوں میں اپنے ارادے کے بغیر داخل ہوگا (کیونکہ اس کی مراد صرف ذاتِ حق ہے نہ کہ جنت) بلکہ اس میں بھی وہ حق تعالیٰ کی موافقت کریں گے (کہ اس نے حکم فرمایا تو یہاں آبیٹھے) جیسا کہ اس کی موافقت کرتے رہے اس مقسوم کے حاصل کرنے میں جو ان کے لئے دُنیا میں تجویز ہوا تھا، اگرچہ انہوں نے نہ دُنیا چاہی، نہ آخرت چاہی، مگر حق تعالیٰ ان کو دُنیا و آخرت میں ان کا مقسوم بھرپور عطا فرماتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے (کہ نیک و بدکار کو یہاں فاقے سے یا وہاں جہنم سے ہلاک کرے)۔

صاحب زادہ! جتنی تیری ہمت ہوگی اسی قدر تجھ کو ملے گا (پس عالی ہمت بن کر حق تعالیٰ کو طلب کر کہ وہ بھی ملے اور تیری جنت اور دُنیا بھی ملے) اپنے دِل سے ماسوی اللہ کو دُور کر تا کہ اللہ کا قرب حاصل ہو، اپنے نفس اور مخلوق سے مرجا کہ تیرے اور خدا کے درمیان کے پردے اُٹھ جائیں گے، اگر کوئی کہے کہ کس طرح ہو جاؤں؟ مرجا اپنے نفس اور

خواہش اور طبیعت اور عادتوں کی پیروی اور مخلوق اور اَسباب کے پیچھے پڑنے۔ (کہ ان سے آنکھیں بند اور کان بہرے اور زبان گونگی بنالے) اور سب سے نا اُمید ہوجا اور ان کو شریکِ خدا بنانا اور خدا کے سوا دُوسروں سے کسی شے کا خواست گار ہونا چھوڑ دے، اپنے سارے اعمال کو خاص اللہ کی ذات کے لئے بنا، نہ کہ ان کی نعمتوں کی طلب کے لئے، اس کی تدبیر، اس کی قضاء وقدر اور اس کے افعال پر راضی ہو، پس جب تو ایسا کرلے گا تو مرجائے گا اپنے نفس سے اور زندہ ہوگا حق تعالیٰ سے، تیرا دِل اس کا مسکن بن جائے گا کہ جس طرح اس کو پلٹے اور اس کے کعبہ قرب کے پردوں کو پکڑ لے کہ اس کی یاد رہ جائے گی اور باقی سب کچھ بھول جائے گا، اور کل (دونوں عالم میں) جنت کی کنجی "لا اِلٰہ اِلَّا اللہ" کہنا ہے (مگر نہ صرف زبان سے بلکہ) اپنے نفس اور اپنے غیر اللہ کے سوا ہر چیز سے فنا ہوجانے سے (کہ یہ سوا اللہ کے کوئی مطلوب وموجود نظر ہی نہ آئے اور یہ حالت بھی) حدودِ شریعت کی حفاظت کے ساتھ ہو (اور نہ اِلحاد وزَندقہ ہے) حق تعالیٰ کا قرب اہل اللہ کی جنت ہے اور اس کا بُعد ان کی دوزخ ہے، وہ اسی جنت کے متوقع ہیں اور اسی دوزخ سے خائف ہیں (ورنہ) اور دوزخ کی ان کے نزدیک سوزش ہی کیا ہے جس سے وہ خوف کریں، وہ تو مؤمن سے پناہ مانگتی اور بھاگتی ہے، پھر بھلا محبین مخلصین سے کیوں نہ بھاگے گی، مؤمن کا حل بھی دُنیا اور آخرت میں کتنا اچھا حال ہے کہ (راحت وتکلیف کی) کسی حالت میں کیوں نہ ہو، اگر اس کو معلوم ہوجائے کہ حق تعالیٰ مجھ سے خوش ہے تو پھر اس کو کچھ بھی پروا نہیں ہوتی (وہ متوکل بن کر پرند جیسا ہوجاتا ہے کہ) جہاں بھی اُترا اپنے مقسوم کا دانہ چگ لیا اور اس پر راضی ہوگیا، جدھر بھی رُخ کیا حق تعالیٰ کے نور سے (سب کچھ) دیکھ لیا، اس کے نزدیک اندھیرے کا وجود ہی نہیں، اس کے اشارے سارے اللہ کی طرف ہیں، اس کا پورا اعتماد اسی پر ہے اور اس کا سارا توکل اسی پر، مؤمن کی ایذا سے بچو کہ وہ ایذا رساں کے بدن میں بمنزلہ زہر کے ہے اور اس کے فقر وعذاب کا سبب ہے۔

اے اللہ اور اس کے خاص بندوں سے ناواقفو! خاصانِ خدا کی غیبت اور بدگوئی کا ذائقہ مت چکھو کہ وہ سمِ قاتل ہے (ہلاک کئے بغیر نہ چھوڑے گی) بچاؤ اپنے آپ کو، بچاؤ! اور پھر کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو بچاؤ! اس لئے کہ ان کے ساتھ کسی قسم کی بھی بُرائی سے

پیش نہ آؤ کیونکہ ان کا ایک بڑی قدرت والا آقا ہے جس کو ان پر غیرت آتی ہے (کہ ان کے ساتھ کی گئی بدسلوکی برداشت نہیں کر سکتا)۔

اے منافق! تیرے قلب میں نفاق کا شک وابستہ ہو گیا اور تیرے ظاہر و باطن کا مالک بن چکا ہے، تو ہر وقت توحید اور اخلاص کا استعمال رکھ کر شفا پائے گا اور تیرا شک جاتا رہے گا، کس درجہ کثرت کے ساتھ تم شریعت کے حدود کو پھاڑتے اور اپنے تقوے کی زرہ کو پارہ پارہ کرتے اور اپنے توحید کے کپڑوں کو ناپاک بناتے اور اپنے ایمان کی روشنی کو بجھائے ڈالتے اور اپنے تمام احوال و افعال میں اپنے خدا کے دشمن بنے جاتے ہو، جب تم میں کوئی فلاح پاتا اور نیک کام کرتا بھی ہے تو اس میں آمیزش ہوتی ہے خود پسندی اور مخلوق کے دکھاوے اور اس پر ان سے تعریف کی خواہش کی، تم میں جو شخص اللہ کی عبادت کرنا چاہے تو اس کو مخلوق سے کنارہ کش ہو جانا چاہئے کیونکہ اعمال میں مخلوق کا دکھاوا اعمال کو باطل کر دینے والی چیز ہے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گوشہ نشینی کو لازم پکڑو کہ وہ عبادت ہے، اور ان صالحین کی عادت ہے جو تم سے پہلے تھے، لازم پکڑو ایمان کو، اس کے بعد ایقان اور اس کے بعد فنا اور وجود کو اللہ عزّ وجل کے ساتھ نہ کہ اپنے ساتھ اور نہ کسی دوسرے کے ساتھ حدودِ شریعت کو محفوظ رکھ کر۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر کے اور کلام اللہ کو خوشنودی بنا کر جو تلاوت کیا جاتا، سنا جاتا اور پڑھا جاتا ہے، جو شخص اس کے خلاف کہے اس کی کوئی عزت نہیں (کہ اس کا قول قابلِ اعتبار ہو)، یہی قرآن جو کاغذوں اور تختیوں پر لکھا ہوا ہے اللہ عزّ وجل کا کلام ہے کہ ایک کنارہ اس کے ہاتھ میں ہے اور ایک ہمارے ہاتھ میں ہے (پس اللہ تک پہنچنے کا راستہ بنا ہوا ہے) اللہ کو اختیار کر، اسی کا ہو رہ، اسی سے تعلق رکھ کہ وہ دنیا اور آخرت کی ساری ضروریات میں تجھ کو کافی ہو جائے گا اور تیری حفاظت فرمائے گا حیات و ممات میں اور ساری حالتوں میں تجھ سے (مضرت) رفع کرتا رہے گا، اس کی سیاہی کو جو سفیدی پر ہے (یعنی) اوراق پر لکھے ہوئے کلام اللہ کو مضبوط پکڑ، اس کی خدمت کر، تاکہ وہ تیری خدمت کرے اور تیرے قلب کا ہاتھ پکڑے اور اس کو اپنے رب عزّ وجل کے سامنے لا کھڑا کرے، تجھ کو خدا تک پہنچانے کی بڑی خدمت اس طرح انجام دے گا کہ اس پر عمل کرنا تیرے قلب

کے بازوؤں پر لگا دے گا، پس تو ان سے اپنے رَبّ عزّ و جل کی طرف اُڑ جائے گا۔

اے وہ شخص جس نے (صوفی بننے کے لئے) صوف پہن رکھا ہے! اوّل اپنے باطن کو صوف پہنا، اس کے بعد اپنے قلب کو، پھر اپنے بدن کو، زُہد کی ابتدا اسی جگہ (یعنی باطن) سے ہوا کرتی ہے نہ کہ ظاہر سے باطن کی طرف، جب باطن صاف ہو جائے گا تو صفائی قلب اور نفس اور اَعضاء اور لباس تک پہنچ جائے گی، اور تیری حالتوں میں دوڑ جائے گی، اوّل مکان کا اندرون تعمیر کیا جاتا ہے، پس جب اس کی تعمیر پوری ہو جائے تو اب دروازہ بنانے کے لئے باہر آ، نہ یہ کہ ظاہر ہو اور باطن ندارد، اور نہ یہ کہ خلق (سے اُنس) ہو اور خالق (کا دھیان بھی) نہیں، اور نہ یہ کہ دروازہ ہو مکان کے بغیر اور قفل ہو ویرانے پر (کہ دیکھنے والے سمجھیں اندر خزانہ ہے، حالانکہ بجز کھنڈر کے خاک بھی نہیں)۔ اے سرتاپا دُنیا! کہ آخرت سے واسطہ نہیں، اور اے خلق (کے شیدا!) کہ خالق سے غرض نہیں، جن (خیالات ومشاغل) میں تو ہے ان میں سے کچھ بھی تیرے لئے قیامت کے دن مفید نہ ہوگا بلکہ (الٹا) ضرر پہنچائے گا، جو سودا تیرے پاس ہے وہ وہاں تجھ کو فائدہ نہیں پہنچائے گا، تیرا سودا ریا اور نفاق اور نافرمانیاں ہیں اور وہ ایسی چیز ہے جس کا آخرت کے بازار میں رواج نہیں، اسلام صحیح کر اس کے بعد (جو دُنیا میں ہے وہ) لے، اسلام مشتق ہے اِستسلام سے (جس کا ترجمہ اپنے آپ کو دُوسرے کے حوالے کر دینا ہے) اور یہ کہ تو حق تعالیٰ کا کام اس کے سپرد کرے (کہ روزی پہنچانا اس نے اپنے ذمے لیا ہے، سو خود پہنچاتا رہے گا) اپنا نفس تو اس کو سونپ دے، اس پر بھروسہ رکھے، اپنے زور و طاقت کو بھول جائے اور جو کچھ دُنیا اپنے پاس ہو اس کو اس کی طاعت میں خرچ کر ڈال، نیک کام کرے اور ان کو بھی اسی کے حوالے کر کے بھول جائے (کہ معاوضے کا متوقع نہ رہے)، تیرا سارا عمل خالی اخروٹ ہے، کیونکہ ہر وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو وہ محض چھلکا ہے جس میں گری نہیں، لکڑی ہے جس کو (کھینچ کر لا ڈالا گیا) کہ بجز جلانے کے کسی مصرف کے نہیں، جسم ہے بلا رُوح کا اور صورت ہے بلا معنی کے، یہ منافقوں کا عمل ہے، صاحب زادہ[1] ساری مخلوق بہ منزل اوزار

---

(۱) پس جس طرح کاریگر اپنے اوزاروں سے کسی لکڑی کو چھیرتا ہے اور کسی کو جوڑتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ یہ فعل نجار کا ہے اوزاروں کا نہیں ہے، وہ تو برائے نام واسطہ ہیں۔ .... (باقی اگلے صفحے پر)

کے ہے، اور حق تعالیٰ ان کا کاریگر، ان میں تصرف کرنے والا ہے، پس جس نے اس کو سمجھ لیا اس نے اوزار کی پابندی سے رہائی پائی اور ان میں تصرف کرنے والے پر نظر رکھی (کہ نجار کے تصرف کے بغیر نہ آری چیر سکتی ہے اور نہ کیل دو جدا تختوں کو جوڑ سکتی ہے) مخلوق کے ساتھ رہنا ناگواری و کلفت اور کرب (کا موجب) ہے، اور حق تعالیٰ کے ساتھ رہنا فرحت و راحت اور نعمت ہے۔ اے راستے سے دُور پڑے ہوئے! اور اے وہ شخص جس کو انسان و جنات و شیاطین نے اپنا کھیل بنا رکھا ہے! اور اے نفس اور خواہش اور طبیعت کے غلام! تو متقدمین کے راستے سے دُور پڑا ہوا ہے، تیرے اور ان کے درمیان کوئی مناسبت نہیں رہی، تو اپنی رائے پر قناعت کر بیٹھا اور تو نے اپنا اُستاد نہیں بنایا جو تجھ کو معرفت اور ادب سکھاتا، تجھ پر افسوس! تو تو گونگا بن گیا (کہ دُعا بھی نہیں مانگی جاتی)، فریاد کر حق تعالیٰ کی جناب میں اور پشیمانی و معذرت کے قدموں سے اس کی جانب رُجوع کر کہ وہ تجھ کو تیرے دُشمنوں کے ہاتھوں سے چھڑاوے اور تجھ کو تیری ہلاکت کے سمندر سے نجات دے، جس بدحالی میں تو مشغول ہے اس کے انجام کو سوچ یقیناً اس کا چھوڑنا تجھ کو آسان ہو جائے گا، تو غفلت کے درخت کی چھاؤں میں بیٹھا ہوا ہے، اس کے سایہ سے باہر نکل یقیناً آفتاب کی روشنی تجھ کو نظر آ جائے گی اور راستے کو پہچان جائے گا، غفلت کے درخت کی پرورش پاتا ہے، توبہ کے درخت کی پرورش ندامت کے پانی سے ہوتی ہے اور محبت (قضا و قدر) کی معرفت کے پانی سے پرورش پاتا ہے۔

صاحب زادہ! جس وقت تو بچہ اور جوان تھا (نا سمجھی یا بے بسی نفس و شہوت کا) کچھ عذر تھا بھی، لیکن اب (کیا عذر ہے) جبکہ تیری عمر چالیس برس کے قریب ہوگئی یا اس سے بھی بڑھ گئی اور تو وہی کھیل کھیل رہا ہے جو بچے کھیلا کرتے ہیں، جاہلوں کے میل جول اور عورتوں اور لڑکوں کے ساتھ خلا ملا رکھنے سے بچ، پرہیزگار بوڑھوں کی صحبت اختیار کر اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)...... اسی طرح حق تعالیٰ جس مخلوق سے جس کو چاہتا ہے نفع پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے نقصان کراتا ہے، صاحب دل سمجھتا ہے کہ اصل فعل حق تعالیٰ کا ہے اور مخلوق کہ جس سے سلوک یا بدسلوکی ظاہر ہوئی ہے محض آلہ اور واسطہ ہیں اس کے نہ ان کی مدح کرتا ہے نہ مذمت بلکہ صبر اور تصرف حق کی موافقت کر کے راضی برضا رہتا ہے۔ ۱۲

نادان نوجوانوں سے بھاگ، لوگوں سے ایک کنارے ہو کر کھڑا ہو جا، پھر اس میں سے جو کوئی پاس آ پہنچے تو اس کے حق میں ایسا بن جیسے طبیب، مخلوقِ خدا کے لئے ایسا (خیر خواہ) ہو جیسے شفیق باپ اپنے بچوں کے لئے، اللہ عزوجل کی اطاعت ہی اس کو یاد رکھنا ہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

جس شخص نے حق تعالیٰ کی اطاعت کی پس بے شک اس نے خدا کو یاد رکھا، اگرچہ اس کی نماز، روزہ اور تلاوتِ قرآن قلیل ہو، اور جس نے اس کی نافرمانی کی ہے بے شک اس نے بھلا دیا، اگرچہ اس کی نماز، روزہ اور تلاوتِ قرآن کثیر ہو۔

مؤمن اپنے رَبّ کا مطیع، اس کی موافقت رکھنے والا اور اس کے ساتھ صبر کرنے والا ہوتا ہے کہ اپنی لذتوں، اپنے کلام، اپنے کھانے، اپنے پہننے اور اپنے سارے تصرفات میں توقف کرتا ہے (کہ اجازت خوشنودی خدا کے معلوم ہوئے بغیر استعمال کی جرأت نہیں کرتا اور اسی کا نام "طاعت" ہے)، اور منافق اپنی تمام حالتوں میں ان چیزوں کے اندر بے پروا بنا رہتا ہے۔

صاحب زادہ! اپنے معاملے میں فکر کر اور اپنے نفس میں وہ ثابت کر جو تجھ میں موجود نہیں ہے، نہ تو (طلب میں) سچا ہے، نہ (اہل اللہ کا) دوست ہے، نہ (خدا کا) محب ہے، نہ (قضاء و قدر کی) موافقت کرنے والا، نہ (تصرفاتِ الٰہی پر) راضی ہے اور نہ صاحبِ معرفت، تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے، مجھے بتا کہ اس کی معرفت کی علامت کیا ہے؟ تو اپنے قلب میں کونسی حکمتیں اور انوار دیکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور انبیاء کے جانشین اَبدال کی کیا علامت ہے؟ تیرا گمان ہے کہ جو کوئی بھی کسی چیز کا دعویٰ کرنے لگے گا وہ تسلیم کر لیا جائے گا اور نہ شہادت طلب کی جائے گی اور نہ اس کے دُنیا کو کسی پر پرکھا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے عارف کی علامتوں میں (کھلی علامت یہ ہے) کہ وہ مصیبتوں پر صبر کرتا اور تمام حالتوں میں اپنے نفس، اپنے اہل و عیال اور ساری مخلوق کے متعلق حق تعالیٰ کے جملہ اَحکام و قضاء و قدر پر راضی رہتا ہے۔

صاحب زادہ! حق تعالیٰ کی محبت اور غیر کی محبت ایک قلب میں جمع نہیں ہوسکتی،

حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے کسی شخص کے لئے بھی اس کے اندرون دو قلب نہیں بنائے، دُنیا اور آخرت جمع نہیں ہو سکتیں، اور خالق و خلق (ایک جگہ) جمع نہیں ہو سکتے، ناپائیدار اشیاء کو چھوڑ تاکہ وہ شے حاصل ہو جسے فنا نہیں، اپنے نفس اور مال کو خرچ کرتا کہ تجھ کو جنت حاصل ہو، حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کے نفس اور مال کو خرید لیا اس (قیمت) پر ان کے لئے جنت ہے'' اس کے بعد (جنت وغیرہ) جملہ ماسوی اللہ کی رغبت بھی اپنے قلب سے نکال ڈال تاکہ اس کا قرب تجھ کو حاصل ہو جائے او تو اس کی محبت میں رہنے لگے دُنیا اور آخرت میں۔ اے محبِ خدا! اس کی قضاء و قدر کے ساتھ گھومتا رہ جس طرح بھی وہ گھومے، اور اپنے قلب کو جو قربِ حق کی سکونت کا مقام ہے، پاک رکھو جھاڑ دو دے کر ماسوی اللہ سے اس کو صاف کر اور توحید و اخلاص اور صدق کی تلوار لے کر اس کے دروازے پر بیٹھ جا اور خدا کے سوا کسی کے لئے بھی اس کو مت کھول اور اپنے قلب کے گوشے کو بھی غیر اللہ سے مشغول مت بنا۔ اے لہو و لعب والو! میرے پاس لہو و لعب نہیں ہے۔ اور اے چھلکو! میرے پاس بجز مغز کے کچھ نہیں، میرے پاس تو اخلاص ہے بلا نفاق کے، اور سچائی ہے بلا دروغ کے، حق تعالیٰ تمہارے قلوب سے تقوے اور اخلاص کا خواہاں ہے، وہ تمہارے ظاہری اعمال کو نہ دیکھے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اللہ تک قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز نہ پہنچیں گے، لیکن اس تک تمہارا تقویٰ پہنچے گا'' اے بنی آدم! جو کچھ بھی دُنیا اور آخرت میں ہے سب تمہارے ہی لئے پیدا کیا گیا ہے، پھر تمہارا شکر کہاں چلا گیا؟ تمہارا تقویٰ اور اس کی طرف اشارات اور تمہاری خدمتیں کہاں گئیں؟ ایسے اعمال سے تم تھکتے نہیں جن میں رُوح نہیں ہے، اعمال کے لئے بھی رُوحیں ہوتی ہیں اور وہ رُوح اخلاص ہے۔

باب نمبر ۲۰

جو اپنے نفس کے مطابق عمل کرے
وہ شیطان کا بندہ ہے

عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کوئی خوشبو ان کی ناک میں آتی تو اپنی ناک بند کرلیا کرتے اور یوں فرماتے تھے کہ "یہ بھی دُنیا ہی ہے!" اے اپنے قول اور فعل سے زُہد کا تقویٰ کرنے والو! یہ تم پر حجت ہے، تم نے کپڑے تو زاہدوں کے سے پہن لئے اور تمہارے اندرون رغبت اور دُنیا پر حسرت سے بھرے ہوئے ہیں، اگر تم ان کپڑوں کو اُتار ڈالتے اور جو رغبت تمہارے دلوں میں ہے اس کو ظاہر کرنے لگتے تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا اور نفاق سے دُور لے جانے والا تھا، جو شخص اپنے زُہد میں سچا ہوا ہے (وہ دُنیا کے پیچھے تو نہیں پھرتا مگر جب) اس کا مقصود اس کی طرف آتا ہے تو (وہ اس سے متنفر بھی نہیں ہوتا) اور اس کو لے لیتا ہے، پس اس کا بیرون اس سے منتفع ہوتا ہے اور اس کا قلب اس کی اور اس کے سوا دُوسری چیزوں سے بے رغبتی سے بھرا ہوا ہوتا ہے، اور اسی لئے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جنھوں نے) قلبی زُہد کے ساتھ دُنیوی نعمتیں اپنے مقسوم کی سب کچھ استعمال کیں زُہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے (جنھوں نے اپنے پیروؤں کو بھی نعمتوں سے بچایا) اور اس کے علاوہ دُوسرے انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے (کیونکہ بدن کی راحت اٹھانے پر بھی قلب میں رغبت نہ آنا کمالِ زُہد ہے) ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ تمہاری دُنیا میں تین چیزیں میری محبوب بنائی گئی ہیں، یعنی خوشبو اور عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ تو باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں میں رغبت تھی اور ان کے علاوہ کسی اور چیز میں، مگر پھر

بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو محبوب سمجھا تو اس لئے کہ یہ چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود میں تھیں، اور ان کے ساتھ حق تعالیٰ کا حکم پہلے ہی متعلق ہو چکا تھا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم (علم خداوندی کی موافقت کے) حریص بن کر حکم کی تعمیل میں ان چیزوں کا استعمال فرماتے تھے، اور تعمیلِ حکم میں اطاعت ہے، تو جو شخص اپنا مقصود اس صورت سے لے گا وہ طاعت ہی میں مشغول ہے، اگرچہ ساری دنیا سے بھی متمتع کیوں نہ ہو۔ اے جہالت کے قدموں پر زاہد بننے والو! سنو اور سچا سمجھو، جھٹلاؤ مت، اس (محمدی) زہد کو سیکھو تاکہ اپنی جہالت سے (مقسوم کی نعمتوں کے چھوڑنے کو زہد سمجھ کر) تقدیر پر (اس کی عطاؤں کو) رد نہ کرنے لگو (کہ یہ حکمِ خداوندی کے خلاف بنانے کے درپے ہوتا ہے جو بڑی معصیت ہے) جو شخص علم سے ناواقف اپنی رائے پر (بڑوں کے مشورے سے) مستغنی اور اپنے نفس، اپنی خواہش اور اپنے شیطان کی بات ماننے والا ہے وہ ابلیس کا بندہ اور اسی کا تابع ہے کہ اس کو اپنا پیر بنالیا ہے۔

اے نادانو! اور اے منافقو! تمہارے دل کس درجہ سیاہ اور تمہاری بو کس قدر گندی اور تمہاری زبانوں کی بک بک کس درجہ کثیر ہوگئی، جس بدحالی میں تم مبتلا ہو اس سے توبہ کرو، اللہ عزوجل اور اس کے اولیاء میں جن کو وہ محبوب سمجھتا اور وہ اس کو محبوب سمجھتے ہیں، طعن کرنا چھوڑ دو اور مقسوم کے استعمال کرنے میں ان پر اعتراض نہ کرو، کیونکہ وہ حکماً استعمال کر رہے ہیں نفسانی خواہش سے نہیں، ان کے پاس حق تعالیٰ کی محبت، اس کے اشتیاق کے سوا ہر چیز میں بے رغبتی اور ظاہر و باطن کا سب سے رخ پھیر لینا بہ شدت موجود ہے (جس کا مقتضا یہ ہے کہ کسی ادنیٰ چیز کے استعمال کو بھی ان کا دل گوارا نہیں کرتا) لیکن ان کے مقسوم جن کے ساتھ حق تعالیٰ کا علم پہلے ہی متعلق ہو چکا ہے (کہ یہ چیز استعمال میں لائیں گے، ان کے استعمال کئے بغیر ان کو چارہ نہیں)، (پس ان کا استعمال کرنا) دوسرا مجاہدہ ہے کہ گو دل نہ چاہے مگر حکم خداوندی کی پوری تعمیل کریں، ان کے لئے دنیا میں قیام اور اس عالم میں رہنا اور اپنے مقصود سے منتفع ہونا اور جو حق تعالیٰ کے اور ان کے جھٹلانے والے ہیں ان کو دیکھنا، ایک سخت ترین مصیبت ہے (مگر وہ اس پر راضی اور استقلال کے ساتھ جمے ہوئے ہیں)۔

صاحب زادہ! جب تک تو اپنے نفس اور اپنی خواہش کے ساتھ قائم ہے (مخلوق کو وعظ کہنا ترک کر اور ناصحانہ) گفتگو سے مرجا، پس حق تعالیٰ جب تم سے کوئی کام لینا چاہے گا اس کے لئے خود تجھ کو تیار کردے گا، وہ جب چاہے گا تجھ کو زندہ کرلے گا، اور اہلیت نصیب فرمائے گا، اور تجھ کو (وعظ کے لئے) قائم کردے گا (اس وقت) وہی ظاہر کرنے والا بنے گا نہ کہ تو خود، اپنے نفس، اپنے کلام اور اپنے جملہ احوال کو اس کی تقدیر کے حوالے کر (کہ جب جو چھ مت ، ہوکر رہے گا) اور خود اس کے کام میں مشغول ہو جا اور باعمل بن، بلا گفتگو کے مخلص بن بلا ریا کے، سرتاپا توحید بن بلا شرک کے، گم نام بن بلا شہرت کے، خلوت نشین بن بلا جلوت کے اور باطن بن بلا ظاہر کے، اور ارادے کو باطن کردینے سے باطن کے ساتھ مشغول، تو اپنے قول "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" میں حق تعالیٰ کو خطاب کرتا اور اس کی طرف اشارہ کرتا ہے (کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) یہ (لفظ یعنی "تجھ ہی کو") خطاب ہے حاضر کے لئے کہ وہ ذات جو میرے قریب حاضر ہے، وہ ذات مجھ سے واقف اور میرے قریب ہے، اور اے وہ ذات جو مجھ پر مطلع ہے، پس اپنی نماز میں اور اس کے علاوہ دوسری حالتوں میں اسی طرح اور اسی نیت سے اس کو خطاب کیا کر، اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی عبادت کر گویا کہ اس کو تو دیکھ رہا ہے، پس اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

صاحب زادہ! حلال کھانے سے اپنے قلب کی صفائی کر، یقیناً حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے گی، اپنے نور، اپنے لباس اور اپنے دل کو صاف کر (صوفی) صافی بن جائے گا، "تصوف" لفظ "صفا" سے مشتق (صوف سے نہیں ہے، پس) اے وہ شخص جس نے (صوفی بننے کے لئے) صوف پہن رکھا ہے! جو اپنے تصوف میں سچا صوفی ہے اس کا قلب مولیٰ کے سوا تمام چیزوں سے صاف ہوتا ہے، اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو (گیرو میں رنگ کر کپڑوں کے متغیر کرنے اور بن کر) بزرگوں کی حکایتیں بیان کرنے میں زبان چلانے اور (کثرتِ اوراد و وظائف اختیار کرکے) تسبیح و تہلیل میں انگلیاں ہلانے سے حاصل نہیں ہوتی، پس حق تعالیٰ کی طلب میں سچا بننے اور دُنیا سے بے رغبت ہو جانے مخلوق

کو قلب سے باہر نکالنے اور اپنے مولیٰ کے سوا سب سے خالی ہو جانے سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے عرض کیا: یا اللہ! ان (نعمتوں کو) مجھ سے مت روک جن کے (ملنے سے) میرا تو فائدہ ہے اور تیرا کچھ نقصان نہیں، اور بار بار یہی دُعا مانگی، اس کے بعد سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا گویا کوئی کہنے والا یوں کہتا ہے "اور تو بھی تو ایسے عمل (طاعت) سے مت رُک جن کے (کرنے میں) تیرا فائدہ ہے، اور ایسے ناجائز کام کرنے سے باز آ جن سے تجھے نقصان کی فکر نہ ہو (تو ہم سے سوال کس منہ سے کرتا ہے؟)"۔

صاحبو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے انتساب کو صحیح کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع جس کے لئے صحیح ہو جاتی ہے، اس کا انتساب بھی صحیح ہو جاتا ہے۔ اور اتباع کئے بغیر تیرا یوں کہنا کہ "میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہوں!" تیرے لئے مفید نہیں، جب تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع بن جاؤ گے تو آخرت میں تم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت نصیب ہوگی۔ کیا تم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ "جو کچھ تم کو پیغمبر دیں اس کو لو، اور جس سے باز رکھیں اس سے باز آجاؤ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تم کو حکم دیں اس کی تعمیل کرو، اور جس بات کی بھی ممانعت کریں اس سے رُک جاؤ، یقیناً دُنیا میں حق تعالیٰ سے قریب ہو جاؤ گے قلوب کے اعتبار سے، اور آخرت میں قریب ہو گے اجسام اور نفوس کے اعتبار سے۔

اے زاہدو! تم اچھا زُہد اختیار نہیں کرتے، اپنے نفس اور اپنی خواہشات کے موافق بنتے ہو اور اپنی رائے کو مستقل سمجھتے ہو (خود رائے مت بنو) تابع بنو اور اللہ کی معرفت والے ان مشائخ کی صحبت اختیار کرو جو عالم باعمل اور بغیر کسی لالچ کے خالص خیر خواہانہ نصیحت کی زبان سے مخلوق پر متوجہ ہیں کہ اپنے قلوب کا رُخ تم سے پھیر لینے اور اپنے قلب کا رُخ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دینے سے (مال و جاہ کی) طمع زائل کر چکے ہیں، وہ خدا ہی کی طرف متوجہ ہیں اور اس کے سوا سب سے روگرداں۔

صاحب زادو! اس سے قبل کہ (تجھ کو موت آجائے اور تیری جگہ پر) تیرا

جانشین بیٹھے، اپنے دِل سے اپنے رَبّ کی طرف رُجوع کرلے، صالحین کے حالات میں تو صرف ان کے تذکرے اور ان کی تمنا (وہوس) پر قناعت کر بیٹھا، جیسے کوئی شخص پانی کو مٹھی میں لے (اور سمجھے کہ بڑی چیز قبضے میں آ گئی)، سو اس خیالِ خام سے ہاتھ روک رکھے کیونکہ جب اپنا ہاتھ کھولے گا تو کچھ بھی نہ پائے گا۔ تجھ پر افسوس! (خالی) تمنا اور حماقت ہے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

بچاؤ اپنے آپ کو تمنا سے کہ یقیناً وہ حماقت کا جنگل ہے۔

(کہ جس کے اندر خزانہ ڈھونڈنے کی ہوس میں احمق ہی مارا مارا پھرتا ہے)۔ تو کام تو اہلِ شر کے کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے اہلِ خیر کے درجات کی؟ (یہ حماقت نہیں تو کیا ہے) جس شخص کی اُمید کو خوف پر غلبہ ہوا (کہ خدا سے سب کچھ مل جانے کی توقع میں اس کے عذاب سے بنا) وہ زِندیق ہوگیا، اور جس کا خوف اس کی اُمید پر غالب آیا (کہ مغفرت کی آس ٹوٹ گئی) وہ مایوس ہوگیا (کہ توبہ کی بھی توفیق جاتی رہی)، پس سلامتی ان دونوں حالتوں کے اِعتدال میں ہی ہے (کہ جس درجے میں طاعت پر رحمت کی توقع ہو، اسی درجے میں معصیت پر گرفت کا اندیشہ ہے)۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

مؤمن کے خوف اور اُمید کو اگر وزن کیا جائے تو یقیناً دونوں برابر نکلیں گے۔

ایک بزرگ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک پاؤں پلِ صراط پر رکھا اور دُوسرا جنت میں (کہ عبور میں دیر نہ لگی)، اور ثمرہ تھا ان کے خوف و رجا میں مساوات رکھنے کا، ان پر اللہ کا سلام نازل ہو واقعی وہ بڑے فقیہ، بڑے زاہد و متقی تھے، علم بھی سیکھا اور اس پر عمل بھی کیا، علم کا حق علم کو دیا اس پر عمل کرکے، اور عمل کا حق عمل کو دیا اس میں اخلاص برت کے، پس حق تعالیٰ نے ان کو خوشنودی بخشی کیونکہ انہوں نے اسی کو اپنا مقصود بنایا تھا، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خوشنودی عطا فرمائی، اس لئے کہ

انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی تھی، اللہ کی رحمت ہو ان پر اور تمام صالحین پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی۔ ہر وہ شخص جو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِتباع نہ کرے اور اپنے ایک ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اور دُوسرے ہاتھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب (قرآن) کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی، نہ تھامے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے ہوئے راستے میں حق تعالیٰ کی طرف نہ چلے، وہ ہلاک ہوا اور پھر وہ گمراہ ہوا۔ (قرآن و شریعت) حق تعالیٰ کی طرف کا راستہ چلانے والی ہیں، قرآن تیرا رہبر ہے حق تعالیٰ تک پہنچانے کو، اور سنت تیری رہبر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کو۔ اے میرے اللہ! دُوری ڈال دے ہمارے اور ہمارے نفسوں کے درمیان، ایک دُوسرے کے پاس نہ پھٹکے، اور ہم کو عطا فرما دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خوبی، اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

صاحبو! تقویٰ کو چھوڑ بیٹھنے سے توبہ کرو، تقویٰ دوا ہے اور اس کا چھوڑنا مرض ہے، توبہ کرو کہ توبہ دوا ہے اور گناہ مرض ہیں، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا'' کیا تم کو نہ بتاؤں کہ کیا چیز تمہاری دوا ہے اور کیا چیز تمہارا مرض ہے؟'' انہوں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت! (ضرور بتایئے)۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' تمہارا مرض تو گناہ ہیں اور ان کی دوا توبہ ہے'' گناہ ایمان کو بیمار (ضعیف) بنادیتے ہیں اور ذکرِ خیر اور طاعت حق کے جلسوں پر مداومت رکھنا ان کے لئے شفا ہے، بزبانِ ایمان (سچی) توبہ کرو کہ یقیناً فلاح نصیب ہوگی، بزبانِ توحید اِخلاص کام کرو کہ ضرور تم کو فلاح حاصل ہوگی، حق تعالیٰ کی طرف سے مصیبتوں کے آنے کے وقت اپنے ایمان کو ہتھیار بناؤ (یعنی شکوہ وشکایت نہ کرو کہ ان کی اذیت سے محفوظ ہوگے)۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ اپنے وعظ کا اِفتتاح اس خطبے سے کیا کرتے تھے'' حمد اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے جو تمام جہان کا پالنے والا ہے'' اس کلمے کو تین بار کہتے اور ہر بار فرمانے کے بعد کچھ سکوت کرتے اور پھر یہ کلمات کہتے تھے'' اتنی حمد جو اس کی مخلوقات کی شمار اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے نفس کی خوشنودی اور اس کے علم کی حد کے موافق اور ان تمام چیزوں کی گنتی کے مساوی ہو جو اس کی مشیت میں داخل ہیں، اور جن کو اس نے پیدا

کیا اور بتایا اور اُگایا، وہ غائب و حاضر کا جاننے والا ہے، نہایت رحم فرمانے والا ہے، بڑا مہربان ہے، بادشاہ ہے، غایت درجہ پاک ہے، سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ میں صدقِ دِل سے اِقرار کرتا ہوں کہ پرستش کے لائق کوئی نہیں مگر اللہ یگانہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی حمد، وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سدا زندہ رہنے والا ہے کہ فنا نہ ہوگا، اسی کے ہاتھ میں ہر قسم کی بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اور میں صدقِ دِل سے اِقرار کرتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جن کو اس نے ہدایت دی دِینِ برحق عطا فرما کر بھیجا تا کہ جملہ مذہبوں پر غالب کرے، اگرچہ ناگوار گزرے مشرکوں کو۔ یا اللہ! رحمتِ کاملہ نازل فرما محمد اور آلِ محمد پر، اور حفاظت فرما اِمام اور اُمت کی، اور پاسبان اور رعیت کی، سارے نیک کاموں میں ان کے قلوب کو باہم متفق بنا اور ان میں ایک کا شر دوسرے سے دُور فرما، یا اللہ! تو ہمارے گناہوں سے واقف ہے، پس ہم کو بخش دے اور تو ہمارے عیوب سے واقف ہے، پس ہم کو چھپا لے ایسے موقعوں پر ہم کو (حاضر) نہ دیکھیو جن سے تو ہم کو منع فرما چکا ہے، اور ایسے موقعوں سے ہم کو غیر حاضر مت رکھیو جن کا تو ہم کو حکم دے چکا ہے، ہم کو اپنی یاد سے نہ بھلائیو اور ہم کو اپنی سزا سے نڈر نہ کیجیو، ہم کو اپنے غیر کا محتاج نہ بنائیو، اور ہم کو غفلت والوں میں شامل نہ کیجیو، یا اللہ! ہماری نیک خیالی ہمارے قلوب میں ڈال دے اور ہم کو ہمارے نفس کے شر سے پناہ دے اپنے ماسوا سے پھیر کر ہم کو اپنے ساتھ مشغول رکھ اور جو قطع کرنے والا ہے ہمارا تعلق تجھ سے، قطع کر دے اس کا تعلق ہم سے، اپنا ذکر اور اپنا شکر اور اپنی اچھی عبادت ہم کو اِلقا فرما۔'' اس کے بعد آپؒ داہنی طرف سے رُخ پھیر کر فرماتے ''کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے، جو اس نے چاہا (وہ ہو کر رہا) ہم میں نہ زور ہے نہ طاقت مگر اللہ برتر و بزرگ کی مدد سے۔'' (اس کے بعد آپؒ سامنے کے رُخ پر منہ کر کے یہی کلمات فرماتے اور پھر بائیں طرف رُخ پھیر کر بھی یہی ارشاد فرماتے، اور اس کے بعد یہ کہتے) ''ہماری خبریں آشکارا نہ فرمائیو، ہمارے پوشیدہ (عیوب) کا پردہ نہ اُٹھائیو، اور ہماری بداَعمالیوں پر ہماری گرفت نہ کیجیو، ہماری زندگی غفلت میں نہ گزاریو، اور ہم کو اچانک مت پکڑیو (کہ توبہ کا وقت بھی نصیب نہ ہو)، اے ہمارے پروردگار! اگر

ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیو، اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسے بوجھ نہ ڈالیو جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے، اور اے ہمارے پروردگار! ہم سے اتنا بوجھ نہ اُٹھوا جس کی ہم میں سکت نہیں، اور ہم کو معاف فرما اور ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے، پس ہماری مدد فرما کافر قوم کے مقابلے میں۔" اس کے بعد حق تعالیٰ غیبی فتوحات میں سے جو کچھ بھی آپؒ کی زبان پر جاری فرماتا آپؒ بلاتقریب اور بغیر کسی مضمون کی تمہید کے اس کا وعظ شروع فرمادیتے تھے، اور بعض مجالس میں ایسا بھی ہوا کہ جو مضامین آپؒ پر (من جانب اللہ) اِلہام کئے جاتے تھے اس میں سے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث یا حکماء میں سے کسی شیخ کا کوئی کلمہ آپؒ محفوظ رکھتے اور تبرکاً اوّل اس کو ذکر فرماتے اور پھر وعظ شروع کرکے تقریر کو اس پر متفرع فرماتے تھے۔
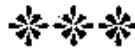
باب نمبر (۲۱)

انسان کی عزّت پرہیزگاری میں ہے[1]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ مصیبتوں کا مخفی رکھنا بھی ہے۔

اے وہ شخص جو (کسی تکلیف پر ہائے واویلا مچا کر اس کو ظاہر کرتا اور) اپنی مصیبتوں کا مخلوق سے شکوہ کرتا پھرتا ہے، یہ مخلوق سے شکوہ کرنا تجھ کو کیا مفید ہوگا، وہ نہ (تیرے دوست بن کر) تجھ کو نفع پہنچا سکتے ہیں، اور نہ (دُشمن بن کر) تیرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں، (پس ان پر اپنی مصیبتوں کو ظاہر کر کے عرش کے خزانے سے بھی ہاتھ دھویا اور بجائے فائدے کے خسارہ اُٹھایا) جب تو نے ان پر اعتماد کیا اور ان کو (مصیبت دُور کرنے والا) شریکِ خدا سمجھا تو وہ تجھ کو حق تعالیٰ کے دروازے سے دُور کر دیں گے اور اس کے غصے میں تجھ کو گرا دیں گے اور اس سے تجھ کو محجوب بنا دیں گے۔

اے جاہل! تو علم کا دعویٰ کرتا ہے اور ثبوت جہالت کا دے رہا ہے، کیونکہ تیرا دُنیا کو پروردگار کے سوا دُوسرے سے طلب کرنا من جملہ تیری جہالت کے ہے کہ تو مخلوق تک اپنا شکوہ پہنچا کر مصیبتوں سے رہائی چاہتا ہے، تجھ پر افسوس! جب یہ حریص کتا (حیوان ہو کر شکاری کی تعلیم سے) شکار کو اپنے مالک کے لئے محفوظ رکھنا سیکھ لیتا ہے اور اپنی حرص اور اپنی طبیعت کو ترک کر دیتا ہے، اور یہ (عقاب و باز وغیرہ) پرند بھی تعلیم کی بدولت اپنی طبیعت کی مخالفت کرنے لگتا اور ان شکار کئے ہوئے جانوروں کے کھا لینے کی عادت بدل ڈالتا ہے جن کو وہ اپنے نفس کے لئے شکار کیا کرتا تھا، تو تیرا نفس (انسان بن کر) تعلیم کا زیادہ مستحق ہے (کہ اپنی خوئے بد چھوڑ کر اپنے اعمال کو اپنے آقا کی نذر گزرانے) اس کو تعلیم دے اور سمجھا

(۱) بتاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

تا کہ وہ تیرا دِین نہ کھائے، تجھ کو پارہ پارہ نہ کر دے، اور حق تعالیٰ کی ان امانتوں میں خیانت نہ کرے جو اس کی نگرانی میں دی گئی ہیں، مؤمن کے نزدیک اس کا دِین گویا اس کا خون اور گوشت ہے (کہ اس کا تباہ کرنا کسی طرح گوارا نہیں) تعلیم دینے سے پہلے نفس کو اپنے ساتھ مت رکھ، جب وہ تعلیم پا جائے اور (مالک کی اطاعت کا حق) سمجھ اور مطمئن بن جائے تو اس وقت جدھر بھی وہ جائے اس کے ساتھ رہ اور کسی حالت میں بھی اس سے جدائی مت اِختیار کر، جب وہ اطمینان والا بن جائے گا اور بُردبار و واقف کار اور اس مقسوم پر رضا مند بن جائے گا، پھر تقدیر سے اس کے پاس آئیں گی تو گیہوں کے میدہ اور جو کی روٹی میں کچھ فرق نہ سمجھے گا اور جن باتوں کا ماحصل صرف مزا اُڑانا ہے وہ رفع ہو جائیں گی، فاقہ اس کو کھانے سے زیادہ پیارا معلوم ہوگا اور کارِ خیر اور اِطاعت اور اِیثار قوتِ بازو ہوگا، طبیعت اس کی بدل جائے گی، سخی اور کریم دُنیا سے بے رغبت اور عاقبت میں بارغبت بن جائے گا، اس کے بعد جب تو آخرت سے بارغبت اور مولیٰ کا طلب گار بنے گا تو وہ بھی تیرے ساتھ اس کا طالب بنے گا اور تیرے قلب کے ساتھ اس کے دروازے کی طرف چلے گا، پس اس وقت آئے گی اور کہے گی کہ کھالے۔

اے وہ شخص! جس نے کچھ کھایا نہیں، اور پی لے، اے وہ شخص جس نے کچھ پیا نہیں! سمجھدار مریض کسی کے ہاتھ سے کھاتا نہیں بجز طبیعت کے یا اس کے حکم سے اور ہمیشہ اس کا ادب ملحوظ رکھتا، اس کی بات مانتا اور اس کی موجودگی و عدمِ موجودگی دونوں حالتوں میں حرص کو چھوڑے رہتا ہے، اے حریص! اور اے جلد باز! وہ کھانا جو در حقیقت تیرے لئے پیدا کر دیا گیا ہے، تیرے سوا کسی کو طاقت ہے کہ اس کو کھالے، لباس، مکان، سواری اور جو تیرے لئے بنادی گئی ہیں، تیرے سوا کسی کی طاقت ہے کہ ان کو لے یا پہنے؟ پھر نادانی کیسی؟ نہ تجھے قرار ہے، نہ عقل ہے اور نہ اس حق تعالیٰ کے وعدے کو سچا سمجھنا۔ اے مزدور! جب تو کسی کریم شخص کا کوئی کام کرے تو اَدب کے ساتھ رہ اور ثروت واُجرت مت مانگ کہ وہ دونوں سوال اور (تقاضا وغیرہ) کی بے ادبی کے بغیر ہی تجھ کو حاصل ہو جائے گی، جب وہ تجھ کو دیکھے گا کہ حرص اور بے ادبی کو چھوڑ چکا ہے تو وہ تجھ کو تیرے ساتھیوں سے جو تیرے ساتھ کام کر رہے ہیں، ممتاز بنائے گا، آسودگی بخشے گا اور تجھ کو ان سب سے اُونچا اُٹھائے گا، حق

تعالیٰ کی مصاحبت اعتراض اور منازعت سے حاصل نہیں ہوا کرتی بلکہ حسنِ ادب اور ظاہری اور باطنی سکون اور دائمی موافقت سے حاصل ہوتی ہے، جو شخص تقدیر کی موافقت کرتا ہے تو اس کے لئے حق تعالیٰ کی مصاحبت دائمی بن جاتی ہے، جو شخص اللہ کا عارف اور اس سے واقف ہوتا ہے وہ اسی کے ساتھ قائم رہتا ہے نہ کہ دُوسرے کے ساتھ، اسی کی موافقت کرتا ہے نہ کہ دُوسرے کی، اور اسی کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور دُوسروں کے ساتھ مردہ۔

صاحب زادہ! جب تو کلام کرے تو اچھی نیت سے کلام کر (کہ مقصود حق تعالیٰ کی اطاعت اور مخلوق کو نصیحت کرنا ہو) اور جب خاموش ہو تو خاموش بھی اچھی نیت سے ہو (کہ مقصود فکر و مراقبہ اور کلامِ لایعنی سے پرہیز کرنا ہو)۔ جو عمل سے پہلے نیت کو مقدم نہ کرے اس کا کوئی عمل میں تو کلام کرتا ہے تو اور چپ ہوتا ہے تو بہر حال گناہ میں ہے کیونکہ تو اپنی نیت کو دُرست نہیں کرتا، تیرا سکوت اور تیرا کلام دونوں خلافِ سنت ہیں کہ حالت کے تغیر ہونے اور رزق میں تنگی پیش آنے کے وقت ایک نوالے کی وجہ سے تم حق تعالیٰ پر (غصہ ہو کر لال پیلے) بنتے اور رنگ بدل ڈالتے ہیں، آبرو میں ذرا سا فرق آنے کے وقت نعمت کا ایک فرد زائل ہونے کی وجہ سے ساری نعمتوں کی ناشکری کرنے لگتے ہو گویا کہ تمہاری ہی حکومت ہے کہ اس پر حکم چلاتے ہو کہ "یوں کر" اور "یوں مت کر" اور "یوں کرنا چاہئے تھا" اسی کا نام لعنت اور غصہ اور راندۂ درگاہ ہونا ہے۔

اے ابنِ آدم! تو کون ہے، تیری پیدائش ایک ذلیل پانی سے ہے، اپنے رَبِّ عزّ وجل کے سامنے تواضع اختیار کر، اور اس کے سامنے جھک جا، جب کسی قسم کا تقویٰ نہیں تو نہ حق تعالیٰ کے نزدیک تیری کچھ عزت ہے، اور نہ اس کے نیکوکار بندوں کے نزدیک، دُنیا حکمت کا گھر (کہ ہر شے کو سبب کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے، پس کسی عزت کے لئے تقویٰ کا ہونا لازمی ہے) اور آخرت سرتاپا قدرت ہے (کہ ہر شے بلا سبب اور محض قدرت سے ظہور پائے گی)۔

صاحبو! تم پر (فرشتے) نگران مقرر ہیں (جو خفیہ پولیس کی طرح تمہارے قدم قدم کی نگرانی اور ساری حرکتیں قلم بند کرتے رہتے ہیں) تم حق تعالیٰ کی (شاہی) حراست میں ہو (کہ کہیں جا نہیں سکتے) اور تم کو کچھ خبر نہیں (کہ کھلم کھلا) بغاوت کا کیا حشر ہوگا، سمجھ

دار بنو! اپنے دِلوں کی آنکھیں کھولو۔ جب تم میں سے کسی شخص کے مکان پر کچھ لوگ مل کر بھی آئیں تو تم کو چاہئے کہ خود گفتگو میں ابتدا نہ کرے، بلکہ چپ رہے اور جب وہ خود بات کریں تو اس کا کلام جواب بنے، اور ایسی بات نہ پوچھے جس سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ توحید بھی فرض ہے، طلبِ حلال بھی فرض ہے اور بقدرِ ضرورت علم کی طلب بھی فرض ہے، عمل میں اِخلاص بھی فرض ہے، اس عمل پر ہر قسم کے معاوضے کا چھوڑنا بھی فرض ہے۔ فاسقوں اور منافقوں سے بھاگ اور جب تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو (کہ نیکوکار اور منافق میں فرق نہ کر سکے) تو رات کو (تہجد کے وقت) اُٹھ اور دو رکعت (نفل بہ نیت حصولِ معرفت) پڑھ، اس کے بعد عرض کر کہ "اے میرے پروردگار! اپنی مخلوق کے نیکوکار بندوں پر مجھ کو مطلع کر، مجھ کو واقف بنا اس شخص سے جو مجھ کو تیرا راستہ دِکھلائے اور مجھ کو تیرے کھانے کھلائے اور تیری شرابِ (محبت) پلائے اور میرے قلب کی آنکھ میں تیرے قرب کی روشنی کا سرمہ لگائے اور مجھ کو ان (مغیبات) سے باخبر کر دے جس کو آنکھوں سے دیکھ چکا (اور مشاہدے سے ایمان لایا) ہے نہ کہ دُوسروں کی تقلید سے۔ اہل اللہ نے حق تعالیٰ کے فضل کا کھانا کھایا ہے، اس کے اُنس کی شراب پی ہے، اور اس کے قرب کا دروازہ دیکھ لیا ہے، انہوں نے محض خبر پر اِکتفاء نہیں کیا بلکہ (عبادتوں میں مجاہدہ اور تکالیف پر) صبر اور اپنے نفوس اور مخلوق سے نظر ہٹا کر ربّ کی طرف سفر کرتے رہے یہاں تک کہ (کانوں سے سنی ہوئی) خبر ان کے نزدیک آنکھوں دیکھی بن گئی، جب وہ اپنے ربّ تک پہنچے تو اس نے ان کو اَدب سکھایا اور مہذّب بنایا، حکمتوں اور علوم کی تعلیم دی، اپنی مملکت پر مطلع کیا اور ان کو بتایا کہ درحقیقت آسمان اور زمین میں اس کے سوا کوئی چیز ہے نہ اس کے سوا کوئی دینے والا ہے نہ اس کے سوا کوئی روکنے والا، اس کے سوا کوئی حرکت یا سکون دینے والا ہے اور نہ اس کے سوا کوئی قضاء و قدر والا، نہ اس کے سوا کوئی عزّت یا ذِلت دینے والا ہے، نہ کوئی دُشمن کسی پر مسلط کرنے والا ہے، اور نہ اس کے سوا کوئی زبردست قدرت والا ہے، یہ ان کو اپنے قلب اور باطن کی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، پس ان کے نزدیک دُنیا اور اس کی بادشاہت کی کوئی قدر باقی رہتی ہے نہ منزلت، اللہ عفو اور عافیت کے ساتھ ہم کو بھی دِکھائے جو تو نے ان کو دِکھایا ہے اور ہم کو عطا فرما دُنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

باب ㉒
اپنے قلب کو پاک کر، جہاں چاہے نماز پڑھ

عاقل بن اور جھوٹ مت بول، تو کہتا تو یہ ہے کہ ''میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں'' حالانکہ ڈرتا ہے دُوسروں سے، نہ کسی جن سے ڈر، نہ اِنسان سے، نہ فرشتے سے اور کسی جانور ناطق یا غیر ناطق سے، نہ دُنیا کے عذاب سے ڈر اور نہ آخرت کے عذاب سے، پس ڈرنا تو اسی سے چاہئے جو عذاب دینے والا ہے (یعنی حق تعالیٰ) عقل مند شخص حق تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے ڈرا نہیں کرتا، اور غیر اللہ کی بات سے بہرا ہے (کہ کسی کی بات پر بھی کان نہیں دھرتا)، ساری مخلوق اس کے نزدیک (گویا) بے کس اور بیمار اور محتاج ہے، یہی شخص اور جس کی بھی اس جیسی حالت ہے، اصل علماء وہ ہیں جن کے علم سے نفع پہنچتا ہے، جو شریعت اور حقائق الاسم کے عالم دِین کے طبیب ہیں کہ دِین کی شکستگی کو جوڑتے ہیں۔ اے وہ شخص جس کا دِین شکستہ ہوگیا ہے! ان کی طرف قدم بڑھا تاکہ وہ تیری شکستگی کی بندش کریں، جس (خدا) نے بیماری اُتاری ہے وہی دوا بھی اُتارتا ہے (پس علاج سے نااُمید مت ہو، باقی رہا بیماری میں مبتلا کرنا تو خاص مصلحت کی وجہ سے ہے اور) وہ مصلحت کو دُوسروں سے زیادہ جانتا ہے، تو اپنے رَبّ پر اس کے فعل میں تہمت مت رکھ (کہ بلاوجہ بیمار بنادیا) الزامات اور ملامت کے لئے تیرا نفس دُوسروں کی بہ نسبت زیادہ مستحق ہے، نفس سے کہہ دے کہ عطا اس کے لئے ہے جو اطاعت کرے اور عصا اس کے لئے ہے جو معصیت کرے (پس نہ تو معصیت کرتا ہے نہ امراض میں مبتلا ہوتا ہے) جب اللہ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو (اس کی صحت و دولت) چھین لیتا ہے، پس اگر وہ صبر کرتا ہے تو اس کو رفعت بخشتا ہے، خوش عیشی نصیب فرماتا ہے، یا اللہ! ہم تجھ سے قرب کا بغیر بلاء کے سوال کرتے ہیں، اپنی قضاء و قدر میں ہمارے ساتھ شفقت کا برتاؤ

فرما، اور شریروں کی شرارت اور بدکاروں کی مکاری سے ہم کو بچا اور ہماری حفاظت فرما جس طریقے سے بھی تو چاہے اور جس طرح چاہے، ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اعمالِ صالحہ کی توفیق کا اور اعمال میں اِخلاص کا، ہماری دُعا کو قبول فرما۔

ایک شخص ابو یزید بسطامیؒ کی مجلس میں حاضر ہوا اور دائیں بائیں طرف دیکھنے لگا، حضرت ابو یزید بسطامیؒ نے اس سے فرمایا کہ میاں! کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں صاف ستھری جگہ ڈھونڈتا ہوں کہ نماز پڑھ لوں۔ تب آپؒ نے فرمایا کہ:۔

اپنے قلب کو پاک کر اور جہاں چاہے نماز پڑھ۔

(کہ قلب کے پاک ہونے پر ایسی جگہ بھی نماز پڑھنا لطف سے خالی نہیں جو پاک تو ہے مگر صاف ستھری نہیں)۔ رِیا کی حقیقت کو مخلص ہی خوب پہچانتے ہیں (کیونکہ اِخلاص تو نام ہی ہے رِیا کے چھوڑنے کا، پس) رِیا خود پسندی، رِیا و نفاق شیطان کے تیر ہیں جن کو وہ قلوب کی طرف پھینکتا ہے (تاکہ ان کو ہلاک کرے، پس) اس سے ڈرنا نہ چاہئے، البتہ اس کی زد سے بچنے کی تدبیر کرنا چاہئے، جو کمالِ شجاعت ہے، اور تدبیر صرف مشائخ بتائیں گے، تم مشائخ کا کہنا مانو اور حق تعالیٰ تک پہنچنے والے راستے پر چلنا ان سے سیکھو، کیونکہ وہ لوگ اور راستے پر چل چکے ہیں، نفس اور خواہش اور طبیعت کی آفتیں انہیں سے پوچھو کہ وہ ان کی آفتیں جھیل چکے اور ان کی مضرتوں اور خطاؤں سے آگاہ ہو چکے ہیں، وہ زمانہ دراز تک اس میں مبتلا رہ چکے ہیں، کچھ مدت گزر جانے کے بعد ان پر غالب آئے اور ان کے مالک بنے ہیں۔

اے مخاطب! شیطان نے جو تیرے اندر پھونک ماردی ہے (کہ تو اپنے نفس کو کچھ سمجھنے لگا) اس پر مغرور نہ ہو، اور نفس کے تیروں سے شکست مت کھا کہ وہ نفس تجھ پر شیطان کے تیر چلاتا ہے کیونکہ شیطان کو تجھ پر نفس ہی کے راستے سے قدرت حاصل ہوتی ہے، (پس اگر نفس کا چلایا ہوا خود پسندی کا تیر کارگر ہو گیا تو شیطان تجھ پر مسلط ہو کر برباد کئے بغیر نہ چھوڑے گا) نوعِ جنات کا شیطان نوعِ انسان کے شیطان کے (یعنی نفس اور ہم نشینوں کے) واسطے کے بغیر تجھ پر قابو نہیں پا سکتا، حق تعالیٰ سے فریاد کر اور ان دُشمنوں پر اس سے مدد مانگ کہ وہ ضرور تیری فریادرسی کرے گا، پس جو ان دُشمنوں پر فتح پا کر) حق

تعالیٰ کو پا جائے اور جو کچھ وہاں ہے اس کو دیکھ لے اور اس سے بہرہ ور ہو جائے تو اس کے پاس سے (اس کے) عیال اور مخلوق کی طرف لوٹ اور ان کو لے کر اس کی طرف جا، ان سے (حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح) کہہ دے کہ لے آؤ میرے پاس اپنے سارے کنبے کو، یوسف علیہ السلام جب ملک و سلطنت سے کامیاب ہوگئے تو انہوں نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ لے آؤ میرے پاس اپنے سارے کنبے کو (کہ سب عیش و آرام سے گزاریں)۔ بدنصیب وہی ہے جس کو حق تعالیٰ نصیب نہ ہو، اور اس کو دُنیا و آخرت میں اس کا قرب ہاتھ نہ آیا۔ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ ''اے ابنِ آدم! اگر میں تیرے ہاتھ نہ آیا تو کچھ بھی تیرے ہاتھ نہ آیا'' اور حق تعالیٰ تیرے ہاتھ سے کیوں نہ جائے جبکہ تو اس سے اور اس کے ایمان والے بندوں سے دُور ہے، اپنے قول اور فعل دونوں سے ان کا ایذا رساں اور اپنے ظاہر و باطن دونوں کا رُخ ان سے پھیرے ہوئے ہے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''مؤمن کو ایذا دینا اللہ کے نزدیک کعبہ اور بیت المعمور کو منہدم کرنے سے پندرہ گنا زیادہ گناہ عظیم ہے۔'' تجھ پر افسوس اے وہ شخص جو ہمیشہ اللہ کے فقیروں کو ایذائیں پہنچاتا ہے، یعنی اللہ پر ایمان لانے والوں، اس کے لئے نیک کام کرنے والوں، اس کے پہچاننے والوں اور اس پر توکل کرنے والوں کو، تجھ پر افسوس! عنقریب تو مرنے والا ہے کہ کھینچ کر باہر نکال دیا جائے گا اپنے گھر سے اور تیرا وہ مال جس پر تو گھمنڈ کرتا ہے لوٹ لیا جائے گا کہ نہ تجھ کو نفع پہنچا سکے گا اور نہ (تکلیف و عذاب کو) روک سکے گا۔

باب نمبر ۴۳

حبِ رسول کی شرط ہے فقر و اِفلاس[1]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "میں اللہ کے واسطے آپ کے ساتھ محبت رکھتا ہوں" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ "بلا کو چادر بنالے، فقر کو چادر بنالے" کیونکہ تو میری سی حالت بنانا اور میری کیفیت اختیار کرنا چاہتا ہے (پس جس طرح میں نے فقر و تکلیف کو پسند کیا اسی طرح تو بھی اس کو پسند کر) کیونکہ (محبوب کی) موافقت کرنا محبت کی شرط ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سچے بنے تو انہوں نے اپنا سارا مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی حالت بنائی اور فقر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہو گئے، یہاں تک کہ صرف ایک عبا سے بدن ڈھانپا، ظاہر و باطن، کھلے اور چھپے ہر طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی اور تو اسے دروغ گوئی دعویٰ کرتا ہے دِین داروں کے ساتھ محبت اور اپنے دِینار و دِرہم ان سے چھپاتا ہے (کہ کہیں کسی کو کچھ دینا نہ پڑے) حالانکہ ان کے قرب اور ان کی مصاحبت کا خواہاں ہے، سمجھ دار بن یہ محبت جھوٹی ہے، محبّ اپنے محبوب سے کسی چیز کو بھی نہیں چھپایا کرتا اور اس کو ہر ایک چیز پر ترجیح دیا کرتا ہے، افلاس جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگا ہوا تھا کہ جدا نہ ہوتا تھا، اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

> جس قدر پانی کی موج اپنے منتہی کی طرف دوڑتی ہے، اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ فقر اس کی طرف چلتا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:-

---

(۱) بتاریخ ۹ رجمادی الثانیہ ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

جب تک جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں رہے تو ہمیشہ دُنیا
ہم پر مکدّر نہ رہی، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو دُنیا
ہم پر موسلا دھار مینہ کی طرح برسنے لگی۔

پس محبتِ رسول کی شرط ہے فقر و افلاس، اور حق تعالیٰ کی محبت کی شرط ہے بلا و تکلیف۔ ایک بزرگ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "فقر ولایت پر تعینات کردی گئی ہے، تا کہ جھوٹ اور دِکھاوے اور نفاق کے ساتھ حق تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ نہ کیا جاسکے تو اپنے دعویٰ اور جھوٹ سے باز آ، اپنی جان کے ساتھ خطرے کا معاملہ نہ کر" اگر تو (دعویٰ محبت میں) سچا بن کر آیا ہے تو آجا ورنہ ہمارا تاج مت بن کہ ہم کھوٹے اور کھرے کے پہچاننے والے صراف ہیں، پس اپنے کھوٹے دِینار کو صراف کے سامنے پیش مت کر کہ وہ اس کو تجھ سے قبول نہ کرے گا اور (تیری جعل سازی ظاہر کر کے) تجھ کو رُسوا کردے گا۔ محبتِ خدا و رسول ایذا رساں جانوروں کی طرح خوف ناک شے ہیں۔ پس سانپ اور درندے کے ساتھ عشق مت بگھار کہ وہ دونوں تجھ کو ہلاک کر ڈالیں گے، ہاں اگر تو سپیرا ہے (کہ سانپ کے زہر کا اُتار جانتا ہے) تو درندے کی طرف قدم بڑھا اور اگر تجھ میں طاقت ہے (کہ گرفت کو سہار سکتا ہے) تو درندے کی طرف بے شک سانپ کی طرح بڑھ، حق تعالیٰ کے راستے کو سچائی کی حاجت ہے (کہ طالبِ صادق ہو) اور اس کے معرفت کے نور کی حاجت رہے (کہ کسی عارف کا دامن پکڑے)، معرفت کا آفتاب صدیقین کے قلب میں چمکا رہتا ہے کہ نہ رات کو چھپتا ہے نہ دن کو۔

صاحب زادہ! غضبِ خداوندی کے نشانہ بنے ہوئے منافقوں سے اعراض کر، عاقل بن اور (ان کے پاس کبھی نہ پھٹک، اس زمانے کے اکثر لوگ درحقیقت بھیڑیے ہیں کہ ان پر کپڑے ہیں (پس صورت میں تو اِنسان ہیں اور سیرت میں موذی شیطان)۔ فکر کا آئینہ لے اور اس میں نظر کر (تا کہ اپنی حالت میں غور کرنے سے نفاق و اخلاص کا پتہ چلے) اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کر کہ وہ تجھ کو تیرا نفس اور ان منافقوں کو دِکھا دے، میں مخلوق اور خالق دونوں کا تجربہ کر چکا ہوں، پس میں نے شر تو مخلوق کے پاس پایا اور خیر و خوبی خالق کے پاس۔ یا اللہ! ہم کو ان کے شر سے محفوظ رکھ اور دُنیا و آخرت میں اپنی خوبی مجھ کو نصیب فرما۔

میں تمہارا خواہاں اپنے لئے نہیں ہوں بلکہ تمہارا خواہاں ہوں تمہارے ہی لئے، میں تمہاری رسیوں میں بل دیتا ہوں (کہ تم مضبوط اور کارآمد بناؤں) میں جو کچھ تم سے (ہدیہ وغیرہ) لیتا ہوں وہ تمہارے ہی لئے لیتا ہوں کہ (تم کو اجر و نفع ملے) اپنے لئے نہیں لیتا، میرے پاس تو اس (خوانِ توکل) میں جو میرے لئے مخصوص ہے اس (روپیہ پیسہ) کی طرف سے جو تم سے لیتا ہوں بے نیازی ہے، میرے پاس یا کسب ہے اور یا خدا پر توکل، میں تمہاری لائی ہوئی چیزوں کا اس طرح منتظر نہیں رہتا جس طرح یہ ریا کار منافق منتظر رہا کرتا ہے جو تم پر توکل کئے ہوئے اور اپنے خدا کو بھولا ہوا ہے، میں باشندگانِ زمین کی کسوٹی ہوں، پس سمجھ دار بنو اور ظاہری ٹپ ٹاپ مجھ کو مت دکھاؤ کہ میں حق کی توفیق اور اہلیت عطا کر دینے کی بدولت تمہارے کھوٹے اور کھرے کو خوب پہچانتا ہوں۔

اے مخاطب! اگر تو فلاح چاہتا ہے تو میرے ہتھوڑے کا اہرن بن جا، تاکہ میں تیرے نفس، تیری خواہش، تیری طبیعت، تیرے شیطان اور تیرے دشمنوں اور تیرے ہم نشینوں کا دماغ کچلوں اور سب کو سیدھا کر دوں، ان دشمنوں کے مقابلے میں اپنے پروردگار کی مدد چاہو، اور مدد اسی کی ہوتی ہے جو ان کے مقابلے میں جما رہے (کہ پسپا اور مغلوب نہ ہو) اور بے یار و مددگار وہ ہے جو ان کے حوالے کر دیا جائے (کہ یہ جس طرح چاہیں اس سے کام لیں) آفتیں بہت ہیں مگر ان کا نازل کرنے والا ایک ہی ہے، امراض بہت سے ہیں مگر ان کا طبیب ایک ہی ہے، اے بیمار نفس والو! اپنے نفوس کے سپرد کرو جو کچھ وہ ان کے ساتھ (دوائے تلخ نشتر زنی کا تکلیف دہ) برتاؤ کرے اس میں اس پر الزام مت دھرو (کہ محض ایذا پہنچانے کو ہم پر ظلم کیا) کیونکہ وہ تمہارے نفوس پر تم سے بھی زیادہ شفیق ہے، اس کے سامنے میزبان بن جاؤ اور اس سے معارضہ نہ کرو، یقیناً دنیا و آخرت میں پوری بھلائی پاؤ گے، اہل اللہ پورے سکوت، پوری افسردگی اور پوری مدہوشی میں رہتے ہیں، پس جب یہ ان کے لئے کامل ہو جاتا اور اس پر دوام حاصل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ ان کو گویائی عطا فرماتا ہے (کہ وہ ناصح و راہبر بنتے ہیں)، جس طرح قیامت کے دن جمادات کو گویائی عطا فرمائے گا (کہ زمین بھی بولنے لگے گی) اہل اللہ اس وقت بولتے ہیں جبکہ بلائے جاتے ہیں اور اس وقت لیتے ہیں جبکہ دیئے جاتے ہیں، اور اس وقت انبساط حاصل کرتے ہیں

جبکہ انبساط میں لائے جاتے ہیں، ان کے قلوب فرشتوں کے قلوب سے جا ملے (جن کے حق میں) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ حق تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے، اس میں وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس بات کے لئے مامور ہوتے ہیں اس کو بجالاتے ہیں، وہ ملائکہ کے ساتھ لاحق ہوئے اور مرتبے میں بھی ان سے بڑھ گئے، حق تعالیٰ کی معرفت اور اس کے علم میں ملائکہ پر فوقیت لے گئے، فرشتے ان کے خادم اور ملازمین کہ ان سے استفادہ کرتے ہیں، کیونکہ حکمتوں کی (موسلا دھار بارش) ان کے قلوب پر برسائی جاتی ہے، ان کے قلوب جملہ آفتوں سے محفوظ ہیں، آفتیں ان کے اعضاء، ان کے اجسام اور ان کے نفوس تک آتی ہیں لیکن ان کے قلوب تک نہیں آتیں، اگر تو ان کے مرتبے تک پہنچنا چاہتا ہے تو اوّل حقیقتِ اسلام کو حاصل کر اس کے بعد کھلے اور چھپے سارے گناہ چھوڑ، پھر کامل احتیاط اختیار کر اس کے بعد دُنیا کی مباح اور حلال چیزوں سے رغبت اُٹھا، ہر فضلِ خداوندی کا غنا حاصل کر (کہ بجز فضلِ حق کے کسی شے کی حاجت نہ رہے) اس کے بعد اس کے فضل میں بھی اختیار کر، اور اس کے قرب سے تونگری اختیار کر اور طرح طرح کے فضل کے دروازے اپنے لطف، اپنی رحمت اور اپنے احسان کا دروازہ تجھ پر کھول دے گا، اوّل دُنیا تجھ پر تنگ فرمائے گا، اس کے بعد بے انتہا اس کو فراخ کردے گا، یہ (وسعتِ دُنیا) اولیاء، صدیقین میں سے کسی کسی کے لئے ہوتی ہے، اس لئے حق تعالیٰ ان کے تقویٰ سے واقف ہے پس (جانتا ہے) وہ کسی چیز میں بھی مشغول ہو کر اس کو نہیں چھوڑ سکتے (پس دُنیا بکثرت دے دینا ان کے لئے مضر نہیں) باقی اکثر اولیاء کی یہی حالت ہوتی ہے کہ دُنیا ان سے سمیٹ لی جاتی ہے کیونکہ ان کو ان کا اپنے ہی لئے فارغ، اپنے ہی دربار میں حاضر اور اپنا ہی طالب بنائے رکھنا پسند آتا ہے، (پس ان کو دُنیا کا مال ومتاع عطا نہیں فرماتا، اگر ان کو دُنیا عطا فرمادے تو شاید وہ اس کے شغل میں اس کی خدمت سے غافل ہوجائیں، اور دُنیا ہی کے ساتھ بیٹھ رہیں، یہ قاعدہ تو اکثر ہے اور وہ نادر تھا اور نادر کے ساتھ حکم کا تعلق نہیں ہوتا (اسی لئے عام طور پر یہی حکم لگایا جاتا ہے کہ طالبِ حق کے لئے فقر اور تنگ دستی لازمی ہے)۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں میں سے ہیں جن پر دُنیا پیش کی گئی مگر انہوں نے خدا کی خدمت کو چھوڑ کر اس میں مشغول ہونا پسند نہ کیا، کمال کی حد اور اَغراض کی وجہ سے مقسوم کی طرف بھی

توجہ نہ کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رُوئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں، تو آپ نے ان کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ:-

اے میرے ربّ! مجھ کو مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکین ہی ہونے کی حالت میں موت دے، اور مساکین ہی کے ساتھ میرا حشر فرما۔

زُہد در حقیقت عمدہ نیت کا نام ہے (کہ دِل میں کسی شے کی رغبت نہ ہو اور جو کچھ لے وہ تعمیلِ حکمِ خداوندی کی نیت سے لے) ورنہ اپنے مقسوم سے زُہد اختیار کرنے پر کوئی بھی قادر نہیں۔ (زاہد بھی لیتے ہیں اور حریص بھی مگر نیت کا فرق ہے کہ) مؤمن حرص کی گرانی سے راحت میں رہتا ہے، نہ طمع کرتا ہے نہ جلدی مچاتا ہے، اپنے دِل سے تمام چیزوں سے بے رغبت اور اپنے باطن کے ساتھ ان سے روگردان بنتا اور حکمِ خداوندی کی تعمیل میں مشغول رہتا ہے، اور جانتا ہے کہ اس کا مقسوم اس کے ہاتھ سے جانہ سکے گا، بس اس کا طالب نہیں بنتا، جو چیزیں اس کے مقسوم میں ہیں ان کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ اس کے پیچھے دوڑتی اور عاجزانہ درخواست کرتی ہیں کہ ہم کو قبول کر لو۔

صاحب زادہ! تجھ کو اوّل ایمان کی ضرورت ہے جو تجھ کو حق تعالیٰ کے راستے میں چلائے، اور پھر ایقان کی حاجت ہے جو تجھ کو اس راستے میں ثابت قدم رکھے (کیونکہ یقین کے بغیر محض سنی سنائی باتوں کے مان لینے سے اُلٹے پاؤں لوٹ آنے کا اندیشہ ہے) اس راستے (طریقت) میں چلنے کی ابتدائی حالت میں تجھ کو ضرورت ہے، ہمیانی (یعنی زور مال کہ کہیں بے زری اور تنگ دستی متوحش بنا کر راہزنی نہ کرے) اور آخر میں جا کر تجھ کو ضرورت ہے ایمان کی (کہ ایمان پختہ ہو جانے پر فقر مضر نہیں بلکہ فخر ہے) بخلاف مکہ کے راستے کے (جس کو سفرِ حج کہتے ہیں) کہ وہاں ابتداء میں ضرورت ہے ایمان کی (کہ اس کے بغیر نہ حج فرض ہوتا ہے اور نہ توفیقِ سفر ہوتی ہے) اور بعد میں ضرورت ہے ہمیانی (یعنی زور مال) کی (کہ جب زادِ راہ آجائے تو سفر کا تہیہ ہو) اور اس راستے میں جس کی طرف سے میں اشارہ کر چکا ہوں، ابتداء میں ضرورت ہے ہمیانی کی اور انتہا میں ایمان کی۔

سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ ابتداء طالب علمی میں ان کی کمر پر ایک ہمیانی تھی اس میں پانچ سو دینار رہتے تھے، اس میں سے خرچ کرتے اور علم پڑھتے اور اس پر ہاتھ مار کر یوں

فرمایا کرتے تھے:-

اگر تو نہ ہوتی تو لوگ ہم کو رومال بنالیتے۔

کہ ان کے پس خوردہ سے پیٹ بھرنے پر ہماری نظر رہتی اور پڑھنا پڑھانا خاک ہوتا۔ پس جب ان کو علم حاصل ہوگیا اور عارفِ حق بن گئے تو جو کچھ ان کے پاس بچ رہا تھا سب ایک دن میں فقیروں پر خرچ کردیا اور فرمایا:-

اگر آسمان لوہا بن جائے کہ ایک بوند بھی نہ برسائے اور رُوئے زمین پتھر ہوجائے کہ ایک دانہ بھی نہ اُگائے اس پر بھی اگر میں اپنے رزق کی طلب کا فکر واِہتمام کروں تو میں کافر ہوں (کہ روزی رساں کے سچے وعدے پر اعتماد نہ رکھا)۔

اے مخاطب! اپنے ایمان کے قوی ہونے تک تو کسب کرنا اور سبب کے ساتھ تعلق رکھنا لازمی سمجھ، اس کے بعد جب ایمان قوی ہوجائے تو سبب سے خالقِ سبب کی طرف منتقل ہوجا (کہ جس خدا نے اسباب پیدا کئے ہیں وہ بلا سبب بھی دے سکتا ہے)۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی ابتدائی حالت میں کسب بھی کیا، قرض بھی لیا اور اسباب کے ساتھ تعلقات بھی رکھے، اور آخر میں (سب چھوڑ کر) توکل اختیار کیا، پس ابتداء وانتہاء بروئے شریعت وطریقت کسب اور توکل دونوں کے جامع بنے۔

اے بدنصیب! لوگوں کے مال ومتاع پر بھروسہ رکھ کر کہ ان سے بھیک مانگنے لگے، محنت مزدوری کو اپنے ہاتھ سے مت چھوڑ کہ (جسمانی) طاقتوں کی نعمت کا ناشکر گزار بن جائے گا، پس (اس کی سزا میں) حق تعالیٰ تجھ پر ناراض ہوگا اور تجھ کو دُور پھینک دے گا، کسب چھوڑنا اور لوگوں سے بھیک مانگنا بندے کے لئے حق تعالیٰ کا عذاب ہے، سلیمان علیہ السلام کی سلطنت جب حق تعالیٰ نے زائل کی تو ان کو چند قسم کی سزائیں دیں، من جملہ ان لوگوں سے بھیک مانگنا بھی تھا اپنی سلطنت کے زمانے میں آپ کسب کرکے کھاتے تھے، پس جب حق تعالیٰ نے ان پر تنگی فرمائی تو ان کو ان کی مملکت سے باہر کردیا اور چالیس دن تک رزق کے راستے ان پر تنگ رکھے (کہ نوبت سوال کی پہنچ گئی) اور اس کا سبب ایک عورت کا آپ کے مکان میں چالیس دن تک مورت کی پرستش کرتے رہنا تھا (جس کی خبر نہ تھی مگر

شانِ نبوت کے سبب اتنی ہی بات عتاب کے لئے کافی تھی کہ کیوں خبر نہ لی) پس اس کی بت پرستی کے ایک ایک دن کا بدلہ آپ کی سزا کا ایک ایک دن قرار پایا۔

اہل اللہ جب تک اپنے رَبّ سے جا نہ ملیں، نہ ان کے غم کو خوشی نصیب ہے نہ ان کے بوجھ کو (سر سے) اُترنا، نہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور نہ ان کی مصیبت کو تسلی، اور ان کے (حق تعالیٰ سے) ملنے کی دو صورتیں ہیں، ایک دُنیا میں ملنا اپنے قلوب اور باطن سے، اور یہ شاذ و نادر ہے، اور دُوسرا (مرنے کے بعد) آخرت میں ملنا (جو عام اولیاء کو نصیب ہوگا) جب وہ اپنے رَبّ سے جاملیں گے تب راحت وخوشی ان کو حاصل ہوگی، لیکن اس سے پہلے تو ان کی مصیبت ہر وقت ہی کی ہے۔ (پھر نفس کے متعلق کچھ گفتگو کی اور اس کے بعد فرمایا:)

صاحب زادہ! نفس کو خواہشات اور لذتوں سے باز رکھ اور اس کو پاکیزہ کھانا کھلا جو نجس نہ ہو، پاکیزہ تو حلال ہے، اور حرام نجس ہے۔ (اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ) اس کو حلال کی غذا دے تاکہ وہ نہ تکبر کرے، نہ اِترائے اور نہ بے ادب بنے۔ یا اللہ! ہم کو اپنی معرفت بخش تاکہ ہم تیرے عارف بن جائیں، آمین۔

باب نمبر (۲۴)

دولت کے لئے چاپلوسی ایک دھوکا ہے[1]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

جو شخص کسی مال دار کی تعظیم کے لئے اس مال کی خواہش میں جو اس کے ہاتھ میں ہے اپنی جگہ سے ہلا تو اس کا دو تہائی دِین جاتا رہا۔

سنو اے منافقو! یہ اس شخص کے لئے ہے جس نے مال داروں کے لئے حرکت کی، پھر کیا پوچھنا اس کا جس نے نماز، روزہ اور حج بھی انہیں کے لئے کیا ہو، اوروں کی چوکھٹوں کو چومتا رہے، اے شریکِ خدا قرار دینے والو! (کہ مال داروں کو خدا کی طرح حاجت روا اور مستحقِ صوم وصلوٰۃ سمجھتے ہو) تمہیں حق تعالیٰ اور اس کے رسول کی مطلق خبر نہیں، مسلمان بنو اور توبہ کرو اور توبہ میں اِخلاص کی شان حاصل کرو تا کہ تمہارا ایمان تندرست اور تمہارا ایقان قوی ہو جائے اور تمہاری توحید کو نشو ونما حاصل ہو کہ اس کی شاخیں عرش تک جا چڑھیں۔

صاحب زادہ! جب تیرا ایمان پرورِش پائے گا اور اس کا درخت اُونچا چڑھ جائے گا، تو حق تعالیٰ تجھ کو خود تجھ سے اور ساری مخلوق سے بے نیاز بنا دے گا، تجھ کو تیرے کسب واکتساب سے بے پروا کر دے گا، حق تعالیٰ تیرے نفس، تیرے قلب اور تیرے باطن کا پیٹ بھر دے گا، تجھ کو اپنے آستانے پر کھڑا کر لے گا اور تیرے فقر کو اپنے ذکر اور اپنے قرب اور اپنے ساتھ اُنس کی تونگری بخشے گا، پھر تجھ کو پروا نہ رہے گی کہ کون دُنیا کو کھاتا اور اس میں مشغول رہتا ہے، تو پروا نہ کرے گا کہ دُنیا کس کے ہاتھ میں جاتی ہے، اب تیرا اس (دُنیادار) کو دیکھنا (اس کے مال کی حرص میں نہ ہوگا بلکہ) بطورِ شفقت اور ظلمت ہوگا کہ

(۱) بتاریخ ۱۱ رجمادی الثانیہ ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

افسوس! کس تاریکی میں مبتلا ہے۔

اے وہ شخص جو علم کا دعویٰ کرتا اور دُنیا داروں سے دُنیا کا طالب بنتا اور ان کے سامنے عاجزی کرتا ہے، حق تعالیٰ نے تجھ کو علم دے کر گمراہ بنا دیا کہ تیرے علم کی برکت جاتی رہی، اس کا مغز جاتا رہا اور پوست باقی رہ گیا۔ اے وہ شخص جو عبادت کا دعویٰ کرتا اور اس کا قلب مخلوق کی پرستش کر رہا اور انہیں سے ڈرتا اور ان ہی سے توقع رکھتا ہے، تیری عبادت ظاہراً تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور باطن میں مخلوق کے لئے تیری ساری طلب اور ساری فکر وہی دِرہم و دِینار اور مال و اسباب ہے، جو ان کے ہاتھوں میں ہے تو ان کی تعریف و توصیف کا آرزومند رہتا اور ان کی مذمت اور بے رُخی سے ڈرتا ہے تو خائف ہے ان کے ہاتھ روک لینے سے اور متوقع ہے ان کی بخشش کا، (جس کی علامت یہ ہے کہ) اکثر ان کے دروازوں پر پڑا رہتا اور چاپلوسی کرتا اور نرم و میٹھی باتیں بناتا ہے۔ تجھ پر افسوس! کہ تو مشرک ہے، منافق ہے، رِیاکار ہے، بددِین ہے اور زِندیق ہے، تجھ پر افسوس ہے طمع کاری کی بھڑک کس پر پیش کر رہا ہے؟ کیا اس ذات پر جو آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے راز سے آگاہ ہے؟ تجھ پر افسوس ہے کہ نماز میں کھڑا ہو کر ''اللہ اکبر'' کہتا ہے (کہ اللہ سب سے برتر ہے) حالانکہ تو اپنے قول میں جھوٹا ہے (کیونکہ) مخلوق تیرے قلب میں حق تعالیٰ سے برتر ہے، اللہ سے توبہ کر اور کوئی نیکی اس کے سوا کسی کے لئے مت کر، دُنیا کے لئے اور نہ آخرت کے لئے، اس گروہ میں سے جو اسی کی ذات کے طالب ہیں، رُبوبیت کا حق ادا کر، کوئی عمل نہ حمد و ثنا کے لئے کر نہ عطا و منع کے لئے، تجھ پر افسوس ہے، تیرا رزق نہ کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ، بھلائی اور بُرائی اور جو کچھ تیرے لئے مقدّر ہو چکی ہے اس کا آنا ضروری ہے، پس جس چیز سے فراغت ہو چکی اس میں مشغول مت ہو اور حق تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول ہو، اپنی حرص کو کم کر اور اُمید کو کوتاہ، اور موت کو ہر وقت نظر کے سامنے رکھ، یقیناً فلاح پائے گا، اپنی ساری حالتوں میں شریعت کی موافقت کو ضروری سمجھ۔

صاحبو! کیا شریعت کی کسی قسم کی موافقت تمہارے نزدیک باقی نہیں رہی؟ تم اس کو چھوڑ چکے اس ظاہر اور باطن دونوں کے ہاتھوں سے اور پیچھے لگ گئے اپنے نفسوں اور اپنی خواہشوں کے اور حق تعالیٰ کی دن بہ دن بُردباری سے دھوکا کھایا، وہ عذاب اور سزا کو تم سے

(دُنیا میں) اُٹھائے ہوئے ہے اور آخرت میں تمہاری ہر جانب سے اس کو نازل فرمادے گا، تجھ کو پکڑے گا اور گرفتار کرلے گا، پھر تجھ کو موت آئے گی اور قبر میں اُترنا ہوگا، پس اس کی تنگی اور اس کا عذاب تجھ کو پیش آئے گا، اور قیامت تک تو اسی میں مبتلا رہے گا، اس کے بعد تیرا جسم دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور تجھ کو بڑی پیشی کی طرف لایا جائے گا، اس وقت ذرّے ذرّے کا اور منٹ منٹ میں جو کچھ بھی تو نے کیا تھا سب کا تجھ سے حساب لیا جائے گا، اور کم ہو یا بیش ہر بات کی تجھ سے باز پُرس ہوگی، تو محض بت ہے بلا رُوح کے، اور سوکھا چمڑا ہے بلامعنی اور بلا قوت کے، تو سوائے آگ کے اور کسی کام کا نہیں، تیری عبادت کی یہ حالت ہے کہ اس میں نام کو بھی اِخلاص نہیں (اور وہی عبادت کی رُوح تھی) پس جب اس میں رُوح ہی نہیں تو اور تیری عبادت بجز آگ کے کسی کام کی نہیں، پھر تجھے مشقت ہی اُٹھانے کی کیا حاجت ہے؟ اگر تو نے اعمال میں اِخلاص پیدا نہ کیا تو ان میں سے کچھ بھی تجھ کو مفید نہ ہوگا تو اس گروہ میں سے ہے جن کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عمل کرنے والے اور مشقت اُٹھانے والے ہیں، یعنی دُنیا میں عمل کرنے والے اور قیامت کے دن آگ میں مشقت اُٹھانے والے مگر یہ کہ تو موت آنے سے پہلے توبہ اور معذرت کرلے (تو بے شک اس گروہ سے باہر نکل آئے گا) از سرِ نو مسلمان بن کر اور اچھی توبہ اور اس میں اِخلاص لاکر حق تعالیٰ کی طرف رُجوع کر اس سے پہلے کہ موت آجائے، پس تیرے سامنے دروازہ بند کردیا جائے کہ پھر توبہ کے دروازے میں تو داخل نہ ہوسکے گا، اپنے دِل کی گہرائیوں سے اس کی طرف رُجوع کر کہیں اپنے فضل کا دروازہ تجھ پر بند نہ کردے اور (اپنی مدد و توفیق ہٹا کر) تجھ کو تیرے نفس اور تیری طاقت و زور اور تیرے مال کے حوالے نہ کردے اور کچھ بھی برکت نہ بخشے تیری کسی حالت میں، تجھ پر افسوس ہے کہ حق تعالیٰ سے شرماتا نہیں اور تو نے اپنے دُنیا کو اپنا رَبّ اور دِرہم کو اپنا مقصودِ اعظم قرار دے رکھا اور خدا کو بالکل بھلادیا ہے، عنقریب تجھ کو اپنا انجام نظر آئے گا، تجھ پر افسوس اپنی دُکان اور اپنے مال کو، اپنے بیوی بچوں کے لئے تجویز کر رکھا ہے کہ حکمِ شریعت کے موافق ان کے لئے کماتا نہیں ہے درآنحالیکہ تیرا دِل حق تعالیٰ پر بھروسہ کئے ہوئے ہو، اپنا اور ان کا رزق اسی سے مانگ نہ کہ مال اور دُکان سے، پس وہ تیرا اور ان کا رزق تیرے ہاتھ کے واسطے سے جاری فرمائے گا اور اپنا فضل و قرب اور اپنے

ساتھ اُنس کو تیرے قلب کے واسطے تجویز فرمائے گا کہ تیرے بیوی بچوں کو تجھ سے بے نیاز کردے گا، اور تجھ کو اپنی ذات سے تونگر بنادے گا، اور ان کو تونگری بخشے گا جس چیز سے بھی چاہے گا، اور تیرے قلب سے کہہ دیا جائے گا کہ یہ (غفار قلبی) تیرے لئے ہے اور یہ (غناء ظاہری) تیرے بیوی بچوں کے لئے تو اس مرتبے تک کیونکر پہنچ سکتا ہے، حالانکہ تو اپنی ساری عمر مبتلائے شرک، محجوب اور راندۂ درگاہ بنا رہا کہ دُنیا اور اس کے سمیٹنے سے تیرا پیٹ نہیں بھرتا، اپنے قلب کا دروازہ بند کرلے اور سب کو اس میں داخل ہونے سے نا اُمید کردے اور صرف حق تعالیٰ کی یاد کو اس میں اُتار اور اپنی بد اعمالیوں سے پے در پے توبہ کر اور اپنی دلیری اور بے ادبی سے یکے بعد دیگرے پشیمان ہو اور جو کچھ ہو چکا اس پر بکثرت رو اور اپنے کچھ مال سے فقیروں کی غم خواری کر، عنقریب تجھ کو اس سے جدا ہونا پڑے گا، بندۂ مؤمن جس کو دُنیا اور آخرت میں اپنے صدقے کا بدلہ ملنے کا یقین ہوتا ہے وہ بخیل نہیں ہوا کرتا۔

عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے شیطان سے پوچھا کہ مخلوق میں تیرا سب سے زیادہ محبوب کون شخص ہے؟ اس نے کہا ''بخیل مسلمان'' آپ نے فرمایا ''اور سب سے زیادہ مبغوض کون ہے؟'' اس نے کہا کہ ''گناہگار سخی'' اس کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ ''اس کی وجہ کیا ہے؟'' اس نے بتایا کہ ''بخیل مسلمان سے تو مجھے توقع رہتی ہے کہ اس کا بخل اس کو ایک نہ ایک دن معصیت میں ڈال دے گا اور میرا منشا پورا ہو جائے گا، اور گناہگار سخی سے مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ اس کی سخاوت کی بدولت اس کے گناہ مٹ نہ جاویں (پس آیا ہوا شکار ہاتھ سے نکل جائے گا) دُنیا کا شغل دُنیا ہی کے لئے رکھ شریعت نے جو کسب کو مشروع کیا ہے تو بس اس لئے کہ اس سے حق تعالیٰ کی اطاعت پر اعانت حاصل کی جائے (کہ بغیر کھائے پیئے عبادت نہیں ہو سکتی) لیکن تو جب کسب کرتا ہے تو اس سے معصیت پر اعانت حاصل کرتا اور اس میں منہمک ہو کر نماز اور جملہ نیکو کاریاں چھوڑ بیٹھتا ہے اور زکوٰۃ نہیں نکالتا، پس تو سر تا پا معصیت میں ہے نہ کہ طاعت میں، تیرا کسب گویا راہزنی اور ڈاکا ہے (کہ تحصیل مال میں شاہی قانون پس پشت ڈال کر باغی اور واجب القتل قرار پاتا) عنقریب موت آئے گی پس مؤمن تو اس سے مسرور ہوگا اور کافر و منافق اس سے مغموم، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ:-

مؤمن جب مرنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ کی جو عنایتیں اپنے لئے دیکھتا ہے ان کی وجہ سے تمنا کرتا ہے کہ کاش! دُنیا میں ایک ساعت کے لئے بھی نہ رہتا۔

کہاں ہیں توبہ کرنے والے جو اپنی توبہ پر قائم رہیں؟ اور کہاں ہیں حق تعالیٰ سے شرمانے والے جو اپنی ساری حالتوں میں اس کو مدِ نظر رکھیں؟ کہاں ہیں خلوَت وجلوَت دونوں حالتوں میں حرام سے بچنے والے؟ اور کہاں ہیں اپنے بدن اور قلب کی نظر نیچی رکھنے والے؟

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

آنکھیں بھی زنا کیا کرتی ہیں، اور ان کا زنا نامحرَموں کی طرف نگاہ کرنا ہے۔

اے مخاطب! تیری آنکھ نامحرَم عورتوں اور لڑکوں کو دیکھ دیکھ کر کتنا کچھ زنا کرتی ہے، کیا تو نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ:-

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو مؤمنین سے کہ اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں۔

اے فقیر! اپنے فقر پر صابر رہ کہ دُنیا کا فخر ختم ہو جائے گا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ:-

اے عائشہ! دُنیا کی تلخی کا گھونٹ آخرت کی لذّت کے شوق میں پی جاؤ (کہ یہاں تنگی وہاں کے عیش کا وسیلہ ہے)۔

تو نہیں جانتا کہ لوگوں کے ساتھ (خدا کے نزدیک) تیرا کیا نام ہے؟ یعنی بدنصیب یا خوش نصیب؟ ظاہر ہے کہ یہ (انجام کا پتہ) اللہ کے علم اور اس کی لکھت ہی میں ہے، البتہ اس علم اور لکھت پر بھروسہ کر کے (کہ جب تقدیر میں انجام لکھا جا چکا تو عمل بے کار ہے) خود مت چھوڑ دیجیو کہ شریعت کی حد سے باہر نکلنے لگے، تجھ کو جن باتوں کا علم ہے، ان کو

بجالانے میں کوشش کر، اور اس علمِ سابق کی تجھ پر ذمہ داری نہیں ہے وہ ایک چیز ہے جس کو نہ تو جانتا ہے نہ کوئی دُوسرا، وہ من جملہ علمِ غیب کے ہے (جس کا علم صرف خدا کو ہے)۔ اہل اللہ نے دُنیا کا بستر تہہ کر دیا اور اس سے یکسو ہو کر اپنے آقا کے حضور میں کھڑے ہو گئے اور اس کے خادموں کے ساتھ خود بھی اس کی خدمت میں مشغول ہو گئے، وہ جو کچھ دُنیا لیتے ہیں توشۂ آخرت بنانے کے لئے لیتے ہیں نہ کہ مزے اُڑانے کے لئے، بلکہ اتنا بھی بہ ضرورت کرتے ہیں تاکہ (کھا پی کر) اپنے بدن عبادت پر قائم رکھ سکیں، اور (نکاح) کر کے اپنی شرم گاہوں کو شیطان کے مکر و فریب سے بچا سکیں، اس میں بھی وہ اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرتے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کرتے ہیں، ان کی ساری مشغولیت اَحکامات کی تعمیل اور سنت کے اتباع میں ہے، (ورنہ) ان تمام چیزوں میں بلند حوصلگی اور کمالِ زُہد حاصل ہے۔ یا اللہ! ہم کو بھی انہیں میں سے بنا اور ان کی برکات ہم پر نازل فرما، آمین۔

صاحب زادہ! جب تک دُنیا کی محبت تیرے دِل میں رہے گی صالحین کے احوال میں سے کچھ بھی تو نہ دیکھ سکے گا جب تک تو نہ مخلوق سے بھیک مانگتا اور ان کو شریکِ خدا سمجھتا رہے گا، تیرے قلب کی آنکھیں نہ کھلیں گی جب تک تو دُنیا اور مخلوق کے متعلق بے رغبت نہ بن جائے، تیرا گفتگو کرنا صحیح نہیں ہے، کوشاں بن کر تجھ کو وہ چیز نظر آئے گی تیرے لئے خارقِ عادت اُمور ظاہر ہوں گے، جب تو (دُنیا کا زر و مال) جو تیری شمار میں داخل ہے چھوڑ دے گا تو وہ (نعمتیں خزانۂ غیب سے) تیرے پاس آئیں گی جو تیری شمار سے باہر ہیں، جب تو حق تعالیٰ پر اِعتماد کرلے گا اور خلوَت و جلوَت میں اس سے ڈرتا رہے گا تو وہ تجھ کو رزق پہنچائے گا ایسی جگہ سے جہاں تیرا گمان بھی نہ جائے گا، تو (مال جمع کرنا) چھوڑ وہ خود تجھ کو عطا فرمائے گا، تو رغبت دِل سے نکال وہ خود تجھ کو دے گا، ابتدا میں (دُنیا کا) چھوڑنا ہے اور آخرت میں اس کا لینا، شروع میں شہوتوں اور دُنیا کو چھوڑ کر دِل کو کلفت پہنچانا ہے، اور آخرت میں ان چیزوں سے منتفع ہونا، اوّل حالت (یعنی ترکِ دُنیا) پرہیز گاروں کے لئے ہے، اور دُوسری حالت (یعنی دُنیا کو لینا) اَبدال کے لئے جو طاعتِ خداوندی تک پہنچ گئے ہیں۔

اے ریاکار! اے منافق! اے مشرک! تو جس (دُنیا کی لذت) کو چھوڑے

ہوئے ہے اس میں ان حضرات سے مزاحمت نہ کر (کہ جب یہ دُنیا کی لذّت کو نہیں چھوڑتے تو ہم کیوں چھوڑیں) وہ گنتی کے لوگ ہیں تو ان کے حالات کا طالب مت ہو کہ وہ تیرے ہاتھ نہ آئیں گے (کیونکہ تو مبتدی ہے جس کو زُہد کی حاجت ہے، اور وہ منتہی ہیں کہ ان کو اتصال کے لئے دُنیا سے تعلق رکھنے کی ضرورت ہے) انہوں نے عادتوں کے خلاف کیا (کہ راحت و آرام چھوڑ کر طاعت میں مر کھپے) اور تو نے عادتوں کو محفوظ رکھ چھوڑا ہے، پس ضرور ہے کہ ان کے لئے (حق تعالیٰ کی طرف سے بھی) عادت کے خلاف کیا جائے (کہ بلاکسب روزی ملے اور دُنیا میں مشغولی مضر نہ ہو) اور تیرے لئے عادت کی خلاف نہ کیا جائے اور وہ تیرے سونے کے وقت (تہجد میں) کھڑے ہوئے، انہوں نے تیرے اِفطار کے وقت روزے رکھے اور تیرے نڈر ہونے کے وقت خائف ہوئے، اور تیرے خوف کے وقت نڈر بنے، تیرے بخل کے وقت انہوں نے خرچ کیا اور انہوں نے عمل کئے حق تعالیٰ کے لئے، اور تو نے عمل کئے غیر اللہ کے لئے، انہوں نے اللہ کو مراد بنایا اور تو نے غیر اللہ کو مراد بنایا، انہوں نے سارا معاملہ خدا کے سپرد کیا اور تو نے خدا سے کشاکشی اور جنگ وجدل کی، وہ قضاء وقدر سے تونگر بنے اور مخلوق سے شکوہ کرنے والی زبان کو کاٹ ڈالا، اور تو نے ایسا نہیں کیا، وہ تلخی پر صابر رہے پس تلخی ان کے حق میں مٹھاس بن گئی، تقدیر کی چھریاں ان کا گوشت کاٹا کرتی تھیں اور وہ پروا نہ کرتے تھے اور نہ دُکھ مانتے تھے کیونکہ ان کی نظر دُکھ دینے والے پر تھی، اور وہ اس کے ساتھ مدہوش تھے مخلوق ان کی طرف سے آرام میں تھی کہ ان کی جانب سے کسی ایک کو بھی تکلیف نہ پہنچتی تھی، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ:-

> اُبرار وہ ہیں جو اس چھوٹی چیونٹی کو بھی نہ ستادیں جس کا نظر آنا بھی مشکل ہے۔

وہ حق تعالیٰ کے ساتھ اِتصال قائم کرتے تھے طاعت سے اور مخلوق کے ساتھ حسنِ معاشرت سے اور بال بچوں کے ساتھ صلہ رحمی سے، وہ دُنیا و آخرت دونوں جگہ عیش میں ہیں کہ دُنیا قرب کی لذت ہے اور آخرت میں جنت اور حق تعالیٰ کے دیدار اور اس کے کلام کی سماعت اور اس کے خلعت کے پہننے کی لذّت، تجھ کو ان سے کیا مناسبت؟ تو اپنے گناہوں اور حق تعالیٰ کے حضور بے شرمی و بے کسی و بے باکی کرنے میں مشغول ہے، تجھ پر

افسوس! شرم حق تعالیٰ سے ہونی چاہئے نہ کہ مخلوق سے، وہی ہر چیز سے قبل تھا، پس (تعجب ہے کہ) تو فانی (مخلوق) سے حیا کرتا ہے اور قدیم ذات سے بے حیائی برتتا ہے، سخی وہی ہے اور دُوسرے بخیل، وہ غنی ہے اور دُوسرے فقیر، اس کی عادت بخشش ہے اور دُوسروں کی بخل، اپنی حاجتیں اسی کے پاس لے کر آ کہ وہ اس کا دُوسروں سے زیادہ مستحق ہے، اس کی صنائی کو اس کی دلیل قرار دے، اس کی شریعت کے حدود کے اندر داخل رہ، اس سے تقویٰ اختیار کرنے کو لازم سمجھ، کیونکہ جب تو ہمیشہ اس کا تقویٰ رکھے گا تو وہ اپنی ذات پر تجھ کو مطلع کرے گا، اور مصنوع کو چھوڑ کر اس (صانع) کے ساتھ مشغول ہو جائے گا، اس پر (عالم سے) دلیل لا (کہ جس نے اتنا بڑا کارخانہ بنایا وہ ضرور موجود ہے) اور اس کو طلب کر اور دُنیا و آخرت دونوں کو چھوڑ کیونکہ ان دونوں میں جو کچھ بھی تیرا حصہ ہے وہ ضرور مل کر رہے گا اور تجھ سے فوت نہ ہو سکے گا، ماسوی اللہ کو تیرا چھوڑ دینا تیرے قلب کو کدورتوں سے صاف بنا دے گا اگر تیرا قلب تجھ کو اس کی رہبری نہ کرے تو چوپایوں کی مثل ہے کہ خاک عقل نہیں ہے، دُنیا سے کھڑا ہوا اور ان عقلاء کے پاس آ جس کی عقل نے اللہ کی طرف ان کی رہبری کی ہے، پس ان سے عقل سیکھ اور عقل سے اپنے نفس اور اپنے رَبّ کو پہچان (کہ نفس کیا ہے اور پروردگار کیا؟) تجھ پر افسوس (اطمینان رکھ کہ) تیرا رزق تیرے سوا کوئی نہ کھائے گا اور جنت و دوزخ میں جونسا بھی تیرا مکان ہے اس میں تیرے علاوہ کوئی سکونت نہ کرے گا، غفلت نے تجھ پر قبضہ جما لیا اور خواہشِ نفس نے تجھ کو قیدی بنا لیا ہے، تیری ساری فکر کھانے پینے، نکاح کرنے، سونے اور اپنی اغراض حاصل کرنے کے متعلق ہے، تیرا اہتمام کفار اور منافقین کا سا اہتمام ہے، حلال سے ہو یا حرام سے، اپنا پیٹ بھر لینے کے بعد تیرے دِل پر کچھ اثر نہیں۔

اے مسکین! اپنے نفس پر رو، تیرا بچہ مرجاتا ہے تو تجھ پر قیامت قائم ہو جاتی ہے، اور تیرا دِین مرتا ہے تو تجھ کو پروا بھی نہیں ہوتی اور نا ہی تو اس پر روتا ہے، فرشتے جو تجھ پر تعینات ہیں وہ تیرے دِین کے متعلق رأس المال کا خسارہ دیکھ کر تجھ پر روتے ہیں (کہ نفع تو درکنار اصل پونجی بھی غارت ہوئی) تجھ میں مطلق عقل نہیں، اگر تجھ میں کچھ بھی عقل ہوتی تو اپنے دِین کے جانے پر ضرور روتا، تیرے پاس رأس المال ہے تو اس سے تجارت نہیں کرتا،

یہ عقل اور زندگانی دونوں چیزیں رأس المال ہیں (جن سے آخرت کی ان لذتوں کا بہتر نفع حاصل ہوسکتا ہے) مگر تو ان سے تجارت کرنا اچھا نہیں سمجھتا، وہ علم جس پر عمل نہ ہو اور وہ عقل جس سے نفع نہ ہو اور وہ زندگی جو فائدہ نہ پہنچائے، تینوں ایسے ہیں جیسے وہ مکان جس میں سکونت نہ ہو، اور وہ خزانہ جس کا پتہ نشانہ نہ ملے، اور وہ کھانا جو کھایا نہ جائے، اگر تو اپنی حالت سے ناواقف ہے تو (مجھ سے پوچھ کہ) میں خوب واقف ہوں، میرے پاس ایک آئینۂ شریعت کا ہے جو ظاہری حکم ہے، اور آئینۂ حق تعالیٰ کی معرفت کا ہے کہ وہ علم باطن ہے، دونوں میں تیرا منہ دھو پھر دیکھ کہ تو کیا چیز ہے؟ آیا مسلمان ہے یا کافر؟ مؤمن یا منافق؟ موحد ہے یا مشرک؟ ریاکار ہے یا مخلص؟ موافق ہے یا مخالف؟ اور راضی ہے یا ناراض؟ تو راضی رہے یا ناراض ہو، حق تعالیٰ کو تیری پروا نہ ہوگی، اس کا نفع اور نقصان دونوں ہی تیری طرف لوٹیں گے، وہ تو پاک ہے سخی و بُردبار ہے اور صاحب فضل ہے کہ ہر چیز اس کے لطف اور فضل کے تحت میں ہے، اگر وہ ہم پر برباد ہو جائیں گے اگر اپنے برتاؤ پر ہم میں سے ہر شخص کے (برتاؤ) کا پورا مقابلہ فرمائے تو ہم سب ہلاک ہو جاویں۔

صاحب زادہ! تو اپنی سہو اور ریاکاری ونفاق سے ملی ہوئی عبادت کا اللہ تعالیٰ پر اِحسان جتاتا ہے اور اپنے لئے اس کی عزّت افزائی کا خواہاں ہوتا اور باوجود اپنے فساد کے اہلِ صلاح کا مقابلہ کرتا ہے، اے آقا سے بھاگے ہوئے غلام! اے مغرور! اور اے اس اُمت کے اِخلاص واہلِ توحید کے دائرے سے خارج شخص! تجھے صالحین کے تذکرہ اور ان کے معرفت کے دعوے سے کیا نسبت؟ تجھ پر افسوس! اتنا رو کہ دُوسرے بھی تیرے ساتھ رونے لگیں، ماتمی لباس پہن کر اپنی مصیبت میں بیٹھ کہ دُوسرے بھی (تیری غمگین حالت پر ترس کھا کر تعزیت کے لئے) تیرے پاس آ بیٹھیں، تو مجوب ہے اور تجھے خبر نہیں، ایک صالح کا قول ہے کہ:-

افسوس ان مجوبوں پر جن کو اس کا بھی علم نہیں کہ وہ مجوب ہیں۔

تیرا دِل کیا چیز ہے؟ گوشت ہے یا پتھر؟ تو کیا سمجھتا ہے؟ کس سے شکوہ کرتا ہے؟ کس سے فریادرسی چاہتا ہے؟ کس کے پاس سوتا ہے؟ جب سختی میں پڑتا ہے تو کس پر بھروسہ کرتا ہے؟ مجھے بتا تو سہی میں تیرے دروغ اور نفاق سے خوب واقف ہوں (کہ نام کرتا

ہے خدا کا اور کام لینا چاہتا ہے مخلوق سے) تو اور ساری مخلوق میرے نزدیک ریشے کے برابر ہے، جو شخص تم میں سچا (طالب) ہے اس کا تو میں ادنیٰ غلام اور خادم ہوں، اگر وہ بازار میں لے جا کر بیچنا یا مکاتب بنا دینا چاہے (تب بھی مجھے کچھ عذر نہیں)، اس کا جی چاہے تو کر دیکھے، اگر وہ چاہے کہ میرے بدن کے کپڑے اور جو کچھ میرے پاس ہے سب لے لے اور مجھ کو حکم دے کہ میں بھیک مانگتا پھروں تو کر دیکھئے (مجھے انکار نہ ہوگا، مگر) تیرے پاس نہ سچائی ہے اور نہ توحید اور نہ ایمان، پھر تجھے لے کر کیا کروں؟ کیا چھلنی کا پیوند بناؤں؟ تو تو لکڑ ہے جو کھینچ کر ڈال دیا گیا کہ بجز آگ کے کسی لائق نہیں ہے۔

صاحبو! دُنیا ختم ہو رہی ہے اور فنا ہو رہی ہے، اور آخرت تمہارے قریب آ لگی اور تمہیں اس کی مطلق فکر نہیں، بلکہ تمہاری ساری فکر دُنیا اور اس کے جمع کرنے کے لئے ہے، تم حق تعالیٰ کی نعمتوں کے دُشمن ہو، اگر اس کی طرف سے تم کو بُرائی پہنچتی ہے تو اس کو ظاہر کرتے ہو، اگر کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اس کو چھپاتے ہو، جب تم نے حق کی نعمتوں کو چھپایا اور ان پر اس کا شکر اَدا نہ کیا تو اس نے ان کو تم سے چھین لیا (اور یہی ان کے ساتھ دُشمنی ہے کہ ان کو تم ساتھ رکھ نہ سکے)۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

جب حق تعالیٰ کسی بندے کو کوئی نعمت بخشتا ہے تو پسند فرماتا ہے کہ وہ (ظاہر ہو اور) اس پر دیکھی جاوے۔

اہل اللہ نے اپنے لئے صرف ایک ہی فکر رکھی، ساری چیزوں کو اپنے دِلوں سے باہر نکال دیا اور ایک ایسی چیز کو ان میں جگہ دی جو دُوسری چیزوں کی طرح نہیں ہے، انہوں نے اپنی عادتوں کو دِکھاوے، سناوے اور نفاق سے خالص بنایا اور اپنے پروردگار کے لئے عبودیت کو ثابت کیا اور تم بندے بنے ہوئے ہو مخلوق کے بندے بنے ہوئے ہو، ریا و نفاق کے بندے ہو، مخلوق اور خواہشات ولذات و مدح کے، تم میں کوئی بھی نہیں جس کے لئے بندگی متحقق ہو اِلّا ماشاء اللہ کہ چند شاذ و نادر اَفراد مستثنیٰ ہیں (اور باقی سب کی یہ حالت ہے کہ) پرستش کر رہا ہے کہ دُنیا کی اور خواہش مند ہے اس کے ہمیشہ باقی رہنے کا اور خائف ہے اس کے زوال سے، اور پرستش کر رہا ہے دُنیا کی اور اس کے دِل میں انہیں سے توقع کرتا

ہے، یہ پرستش کر رہا ہے جنت کی اور آرزو مند ہے اس کی نعمتوں کا کہ ان کے پیدا کرنے والے سے نہیں ڈرتا مخلوق اور جنت اور دوزخ اور جو کچھ خدا کے ماسوا ہے وہ چیز ہی کیا ہے؟ (جس کا خوف یا آرزو ہو) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

اور لوگوں کو صرف اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ پرستش کریں اللہ کی، اسی کے لئے عبادت کو خالص بنا کر یکسو ہو کر۔

جن کو اس کی معرفت اور علم حاصل ہے انہوں نے اس کی پرستش کی، اسی کے لئے نہ کہ غیر کے لئے، انہوں نے رُبوبیت اور عبودیت کا حق ادا کر دیا، حق تعالیٰ کو مطلوب سمجھا نہ کہ دُوسری چیز کو اور چھوڑ دیا اس کے سوا سب کو، تم محض صورت ہو بلا رُوح کے، تم ظاہر ہو اور اہل اللہ باطن ہیں، تم الفاظ ہو اور اہل اللہ معانی ہیں، تم علانیہ ہو اور اہل اللہ سر و خفا ہیں، اہل اللہ انبیائے علیہم السلام کے پیارے ہیں، ان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے کہ ان کے کھانے اور پانی کا بچا بچایا ان کے لئے ہے، وہ ان کے علوم پر عمل کرتے ہیں، پس ان کی وراثت ان کے لئے صحیح ہوگئی۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

علماء وارث ہیں انبیاء کے۔

جبکہ انہوں نے ان کے علوم پر مس کیا تو انبیاء کے جانشین اور ان کے وارث اور ان کے تمام مفاد بن گئے، تجھ پر افسوس! یہ مرتبہ فقط خالی علم سے حاصل نہیں ہو سکتا، جس طرح دعویٰ بغیر گواہ کے نافع نہیں اسی طرح علم بغیر عمل کے مفید نہیں، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

علم پکارتا ہے عمل کو، پس اگر وہ اس کی تعمیل کرتا ہے فبہا، ورنہ وہ چل دیتا ہے۔

اس کی برکت چل دیتی ہے اور صرف پڑھنا پڑھانا باقی رہ جاتا ہے، اس کا پوست رہ جاتا ہے، اے علم پر عمل کے چھوڑنے والو! کوئی تم میں شعر گوئی کا ماہر ہے (اور کوئی نثر کی) عبارت آرائی اور فصاحت و بلاغت میں یکتا ہے، اور اس کے پاس نہ عمل ہے نہ اخلاص (حالانکہ کام چلتا ہے کام کرنے سے نہ کہ نظم و نثر کی بھڑک دکھانے اور باتیں کرنے سے)۔ اگر تیرا قلب مہذب ہو جاتا تو تیرے اعضاء بھی مہذب بن جاتے، کیونکہ وہ اعضاء کا بادشاہ

ہے، بادشاہ مہذب بن جاتا ہے تو رعیت بھی مہذب بنتی ہے۔ علم چھلکا ہے اور عمل گری ہے، چھلکے کی حفاظت اسی لئے کی جاتی ہے کہ گری محفوظ رہے، اور گری کی حفاظت اس لئے کی جاتی ہے کہ اس میں سے روغن نکالا جائے، سو جب چھلکے میں گری نہ رہی تو خالی چھلکے کا کیا بنایا جائے؟ اور جب گری میں روغن نہ رہا تو (سوکھی) گری کو لے کر کیا کیا جائے؟ علم جاتا رہا اس لئے کہ جب اس پر عمل جاتا رہا گویا علم ہی جاتا رہا، عمل کے بغیر اس کا پڑھنا پڑھانا اور حفظ کرنا تجھے کیا نفع دے سکتا ہے؟

اے عالم! اگر تو دُنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اپنے علم پر عمل کر اور لوگوں کو پڑھا، اور اے تونگر! تو تو دُنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اپنے کچھ مال سے فقیروں کی غم خواری کر، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

آدمی اللہ کی عیال ہیں، اور حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارا وہ شخص ہے جو اس کی عیال کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

وہ ذات پاک ہے جس نے ایک کو دُوسرے کا حاجت مند بنایا (تا کہ دُوسروں کی غم خواری کا ہر شخص نفع اُٹھا سکے) اس میں اس کی بہت کچھ حکمتیں ہیں۔ اے مال دار شخص! تو مجھ سے بھاگتا ہے (کہ کہیں کچھ دینا نہ پڑے) میں تجھ سے تیرے ہی لئے لیتا ہوں (کہ تجھ کو نفع پہنچے) میرے پاس عنقریب اللہ کی طرف سے وہ تونگری آنے والی ہے جو مجھ کو تم سے بے نیاز اور تم کو حاجت مند بنا دے گی۔

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ جب کسی فقیر کی بے صبری دیکھتے تو یوں دُعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! ہم پر دُنیا وسیع فرما، ہم کو زُہد بخش (کہ ہاتھ میں دُنیا بہ کثرت ہو مگر دِل میں اس کی رغبت مطلق نہ ہو)، اور اس دُنیا کو ہم سے تہمت مت کر اور ہم کو اس کی رغبت نہ دے، ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گے اس کی طلب میں (کہ ہاتھ میں پیسہ نہ ہوگا اور دِلوں میں اس کی رغبت بھری ہوگی تو لامحالہ طلب کے پیچھے پڑ کر بربادی چھوڑ جائے گی)، اس کے مزے مٹ جانے والے ہیں، اور اس کا رنگ رُوپ بدل جانے والا ہے، اور اس کی رُخصتیں بدہیں اور اس کا ہاتھ ذبح کرنے والا ہے، اس کا نام زہر ہے وہ (ہرجائی ہے کہ ہزاروں کی زوجیت کا)

مزہ چکھنے والی اور (ہزاروں کی) طلاق دی ہوئی ہے، اس کا کہیں ٹھکانا ہے نہ اس کی کچھ اصل اور نہ عہد، اس میں رہنا ایسا (بے ثبات) ہے جیسے پانی پر ٹاٹ۔

لہٰذا وہ اس کو نہ اپنے قلب کا ٹھہراؤ بناتا ہے اور نہ اپنا گھر، اس کے بعد ایک درجہ اور ترقی کرتا اور اس کے (زُہد کا) قلب میں، جگہ پکڑ لینا قوی ہو جاتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کا عارف بن جاتا ہے، پس آخرت کو بھی اپنے قلب کا ٹھہراؤ نہیں بنایا بلکہ اپنی دُنیا و آخرت میں اپنے مولا کے قُرب کو اپنا ٹھہراؤ قرار دیتا اور وہیں اپنے باطن اور قلب کا گھر بنالیتا ہے، پس اس وقت دُنیا کی تعمیرات گر چہ وہ ہزار گھر بھی بنائے اس کو مضر نہیں ہوتیں کیونکہ وہ کسی دُوسرے ہی کے لئے بناتا ہے اپنے لئے نہیں بناتا، وہ اس میں حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی قضاء وقدر کی موافقت کرتا ہے کہ چونکہ تقدیر میں اس نے لکھ دیا ہے اس لئے مکانات تعمیر کراتا ہے (مقدّر وعلم الٰہی کے خلاف نہ ہو) اس کو مخلوق کی خدمت اور ان کے آرام کے لئے قائم کرتا ہے، پکانے اور روٹیاں تیار کرنے میں رات دن مصروف رہتا ہے، اور خود اس میں سے ذرّہ برابر بھی نہیں کھاتا، اس کے لئے کھانا دُوسرا ہی ہے (یعنی قرب واُنسِ حق) جو اس کے لئے مخصوص ہے، اور اس میں اس کے ساتھ کوئی دُوسرا شریک نہیں ہوسکتا، پس وہ اپنی خوراک آنے کے وقت اِفطار کرتا اور دُوسروں کی خوراک کے وقت روزہ دار اور بھوکا رہتا ہے۔ زاہد تو کھانے اور پینے کا روزہ رکھتا ہے اور عارف اپنے محبوب کے سوا سب سے (پرہیز کرنے کا) روزہ رکھتا ہے، پس وہ سدا بھوکا ہے کہ اپنے طبیب کے سوا کسی دُوسرے کے ہاتھ سے نہیں کھاتا، محبوب سے دُوری اس کے لئے مرض ہے اور اس کا قرب اس کی دوا ہے، زاہد کا روزہ صرف دن میں ہوتا ہے اور عارف کا روزہ رات اور دن ہر وقت رہتا ہے، اس کے روزے کے لئے اِفطار کا وقت ہی نہیں، یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے جا ملے، عارف عمر بھر کا روزہ دار اور ہر وقت کا تپ زدہ ہے کہ اپنے قلب سے ہمیشہ روزہ دار ہے اور اپنے باطن سے سدا مبتلائے بخار ہے، اس نے جان لیا کہ اس کی شفا صرف اپنے ربّ سے ملنا اور اس کا قرب ہی ہے۔

صاحب زادہ! اگر تو فلاح چاہتا ہے تو اپنے دِل سے مخلوق کو نکال دے، نہ اس سے خوف رکھ اور نہ ان سے توقع، اور نہ ان سے مانوس ہو۔

باب نمبر ۲۵
علم و عمل کے زیور سے آراستہ مشائخ ہی حق تعالیٰ کا راستہ دِکھاتے ہیں[1]

مبارک ہو اس کو جس نے حق تعالیٰ کی نعمتوں کا اس کے لئے اقرار کیا اور ساری نعمتیں اسی کی طرف منسوب کیں اور اپنے نفس اور اسباب اور طاقت و زور کو خالی کر لیا (کہ ان میں سے کسی کو بھی نعمت کا دینے والا نہ سمجھا)۔ عقل مند وہی ہے جو کسی عمل کا بھی حساب حق تعالیٰ سے نہیں کرتا، اور نہ اس سے کسی حالت میں معاوضے کا طالب ہے (کیونکہ حساب اور اُجرت و معاوضہ آقا اور غلام کے درمیان نہیں ہوا کرتا) تجھ پر افسوس! تو حق تعالیٰ کی عبادت بغیر علم کے کرتا ہے اور زُہد بھی علم کے بغیر اور دُنیا کمانا بھی علم کے بغیر، یہ حجاب در حجاب ہے، اور غصہ در غصہ، نہ تجھ کو بھلائی اور بُرائی میں امتیاز ہے نہ اپنے مفید اور مضر میں فرق کرتا ہے، اور نہ اپنے دوست اور دُشمن کو پہچانتا ہے اس کی وجہ تیری حکم خداوندی سے ناواقفیت اور مشائخ کی خدمت کو چھوڑ بیٹھنا ہے، عمل اور علم کے مشائخ ہی تجھ کو حق تعالیٰ کا راستہ دِکھاتے (مگر تو ان کے پاس جاتا نہیں) اوّل قول (یعنی علم) کی ضرورت ہے اور دوبارہ عمل کی، اس سے تو حق تعالیٰ تک پہنچے گا جس کو بھی وصول حاصل ہوا ہے جو شخص بہ تکلف زاہد بنتا ہے وہ دُنیا صرف اپنے ہاتھ سے دُور کرتا ہے، اور جو واقعی زاہد ہوتا ہے وہ دُنیا کو اپنے قلب سے باہر نکال دیتا ہے کہ اپنے دِلوں سے وہ دُنیا میں بے رغبت بن گئے، پس زاہدوں کی طبیعت اور ان کے ظاہر و باطن میں گھل مل گیا، ان کی طبیعتوں کی حرارت بجھ گئی، ان کی خواہشات شکستہ ہو گئیں، ان کے نفوس مطمئنہ بن گئے اور ان کا شر مرتفع ہو گیا۔

---

(۱) بوقت صبح بتاریخ ۱۶ ر جمادی الثانیہ ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

صاحب زادہ! یہ زُہد کوئی صناعی نہیں ہے جس کو تو خود بنا سکے، اور نہ کوئی ایسا معمولی کام ہے جس کو تو ہاتھ میں لے اور کر کے ڈال دے، بلکہ وہ چند قدم ہیں (جن کو طے کرنے کے لئے مدّت دراز اور مشائخ کی خدمتوں کی ضرورت ہے)۔ سب سے پہلے دُنیا کے چہرے پر نظر ڈالتا ہے کہ اس کو اس کی اصلی صورت پر دیکھے، جو گزشتہ انبیاء ورُسل اور ان اولیاء واَبدال کے نزدیک (اس کی اصلی صورت ہے) جن سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا، اور تیرا دُنیا کو اصلی صورت پر دیکھنا جملہ اقوال وافعال میں متقدمین کا اتباع کرنے ہی سے صحیح ہوسکتا ہے جب تو ان کا تابع بن جائے گا تو تجھ کو بھی وہ نظر آئے گا جو ان کو نظر آیا تھا، اور جب اہل اللہ کے نشانِ قدم پر پڑ جائے گا قول میں اور فعل میں، خلوَت میں اور جلوَت میں، علم میں اور عمل میں، صورت میں اور سیرت میں، روزے رکھے گا انہیں کے سے روزے، اور نماز پڑھے گا ان کی سی نماز، اور لے گا ان کا سا لینا اور چھوڑے گا ان کا سا چھوڑنا، اور ان کو محبوب سمجھے تو اس وقت تجھ کو حق تعالیٰ ایک نور عطا فرمائے گا جس سے تو اپنے نفس اور اپنے غیر کو دیکھے گا اور وہ تجھ پر تیرے عیوب اور مخلوق کے عیوب کھول دے گا، پس تو بے رغبت بن جائے گا اپنے نفس میں بھی اور ساری مخلوق میں بھی، پھر جب تیرے لئے یہ صحیح ہوجائے گا تو قرب کے انوار تیرے قلب کی طرف آئیں گے اور تو بن جائے گا مؤمن صاحبِ معرفت، صاحبِ علم، پس تمام چیزوں کو ان کی اصلی صورت اور حالت پر دیکھنے لگے گا، دُنیا کو دیکھے گا جیسا کہ اگلے زاہدوں اور اِعراض کرنے والوں نے دیکھا تھا، وہ تجھ کو نظر آئے گی ایک بڈھی پوپس بدشکل عورت کی شکل میں کیونکہ وہ ان اہل اللہ کے نزدیک اسی صورت کی ہے، اور (دُنیادار) بادشاہوں کے نزدیک ایسی ہے جیسے بنی سنوری خوب صورت دُلہن، وہ اہل اللہ کے نزدیک فقیر وذلیل ہے کہ وہ اس کے بالوں کو آگ دِکھاتے، اس کے کپڑوں کو چاک کرتے، اس کے منہ پر کھر دنٹے مارتے اور اپنے مقسوم اس سے جبراً قہراً بادِلِ نخواستہ وصول کرتے ہیں، اور خود وہ آخرت کی مصاحبت میں ہیں۔

صاحب زادہ! دُنیا کے بارے میں تیرا زُہد صحیح ہوجائے کہ اس کی رغبت نہ رہے تو اپنے اِختیار اور مخلوق میں زُہد اِختیار کر، نہ دن سے ڈرے اور نہ آرو زرکھے اور جو کچھ تجھ کو تیرا نفس حکم دے اس سب میں زُہد اِختیار کرے کہ جب تک حق تعالیٰ کا حکم اور بواسطہ خواب یا

اِلہام قلب کی حیثیت سے غلبہ پانے والی حالت نہ آجائے اس وقت تک تو اس کی کوئی بات بھی نہ مانے کہ تمام مخلوقات سے متنفر اور رُخ پھیرے ہوئے ہو اور اگر تیرے اعضاء ساکن رہیں (کہ کسب میں حرکت نہ کریں) تو اس کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ تیرے لئے مضر ہے، اعتبار قلب کے سکون کا ہے (کہ وہ بھٹکتا نہ پھرے) وہی بڑا ہی بھاری کام ہے اور سکون تجھ کو حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تیرا نفس، تیری طبیعت، تیری خواہش اور مولا کے ماسوا (پر نظر رکھنا) مر نہ جائے، ہاں اس وقت تو اس کے قرب سے زندہ ہوگا، اوّل (نفس کا) مرنا ہے، پھر زندہ ہونا اور اس کے بعد جب وہ چاہے گا تجھ کو اُٹھایا کرے گا اپنے لئے تجھ کو (ہادی و مصلح بنا کر) مخلوق کی طرف لوٹا دے گا تاکہ تو ان کی مصلحتوں میں غور کرے اور حکمتِ عملی کے ساتھ ان کو اس کے دروازے کی طرف لے آئے، اس وقت دُنیا اور آخرت کی طرف تجھ کو رغبت حاصل ہوگی تاکہ تو ان دونوں سے اپنا مقصود حاصل کرے اور تجھ کو مخلوق کی ایذائیں برداشت کرنے کی طاقت ملے گی تو (گھبرائے گا نہیں بلکہ) ان کو ان کی گمراہی سے باز رکھے گا اور ان کے متعلق حکمِ خداوندی کی تعمیل کرے گا، اگر تو یہ خدمت نہ بھی پائے گا تو (گوشۂ گمنامی میں بھی) اس کا قرب جو تجھ کو حاصل ہے کافی اور دُوسروں سے بے نیاز بنانے والا ہے، خالق کے حاصل ہوئے پیچھے جو ہر چیز کے وجود سے پہلے اور ان چیزوں کا خالق ہے جو مخلوق پر قناعت نہ کر سکے گا کہ وہی ہر چیز سے پہلے تھا اور وہی ہر چیز کا موجود کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کے بعد رہے گا، تمہارے گناہ بارش کی طرح (مسلو بہ کثرت) ہیں لہٰذا ان کے مقابلے میں تمہاری توبہ بھی ہر لحظہ ہونی چاہئے، تجھ پر افسوس! کہ تو بڑا مغرور، نہایت متکبر، غایت درجہ حریص، سرتاپا خواہش اور مجسم لغزش ہے، ٹوٹی پھوٹی قبروں کی طرف نظر کر اور ان کے مُردوں سے بزبانِ ایمان گفتگو کر کہ وہ تجھ کو اپنی حالتوں سے باخبر کر دیں گے (کہ ایک دن وہ بھی تیری طرح نخوت پسند تھے) اور آج بہ ہزار ذِلت ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

صاحب زادہ! تو حق تعالیٰ کی ارادت اور اولیاء اللہ کی ارادت کا مدعی ہے (جس کے لئے امتحان کی ضرورت ہے) کیا میں تجھ کو چھوڑ دوں، کسوٹی پر کیوں نہیں اور تجھ کو عار نہ دِلاؤں (کہ دعویٰ اتنا بڑا اور ثبوت خاک نہیں) میں بہ حکمِ خداوندی تمہارا محتسب ہوں کہ ان

منافقوں کی گردنیں جو اپنے اقوال اور افعال دونوں میں جھوٹے ہیں کاٹ ڈالوں، بہت سے مشائخ بارہا میرے محتسب رہ چکے ہیں، یہاں تک کہ منصبِ احتساب میرے لئے صحیح ہوگیا، اے باشندگانِ زمین! آٹا گوندھو (یعنی عمل کرو جو شکم سیر ہونے کا ذریعہ ہے) تمہارے اعمال میں نمک نہیں (اس لئے اس میں چاشنی نہیں)، آؤ اس کے لئے نمک لو، اے نمک کے خریدار! آ گے آ (کہ اس کا نمک میرے پاس ہے)۔

اے منافقو! تمہارا گوندھا ہوا آٹا بغیر نمک کے، بلا خمیر ہے، وہ محتاج ہے علم کی خمیر اور اِخلاص کے نمک کا، اے منافق! تو نفاق سے مرکب ہے، عنقریب تیرا نفاق آگ بن کر تجھ پر اُلٹ پڑے گا، اپنے قلب کو نفاق سے خالص بنا کہ ضرور اس کو خلاصی نصیب ہوگی۔ جب قلب مخلص بن جاتا ہے تو سارے اعضاء مخلص بن جاتے ہیں اور خلاصی پالیتے ہیں، قلب اعضاء کا محافظ ہے کہ جب وہ سیدھا ہوجاتا ہے تو اُعضاء بھی سیدھے ہوجاتے ہیں اور جب قلب واعضاء سیدھے ہوجاتے ہیں تو مؤمن کا پورا جسم صحیح ہوجاتا ہے اور وہ اپنے بال بچوں اور پڑوسیوں اور اہلِ شہر کا محافظ بن جاتا ہے اور اس کی حالت اور اس کے ایمان کی قوت اور اپنے مولا سے قرب کی مقدار کے موافق بلند ہوتی رہتی ہے۔

صاحبو! حق تعالیٰ کے ساتھ معاشرت کو عمدہ بناؤ اور اس سے ڈرتے رہو، اس کے اَحکام کی تعمیل کرتے رہو کہ اس نے تم کو اپنے حکم کی تعمیل ہی کا مکلف بنایا ہے نہ کہ تمہاری بابت اپنے علمِ سابق (یعنی تقدیر) میں مشغول ہونے کا تو اس کے حکم کے موافق عمل کر اور اس کا حق ادا کر کیونکہ جب تو اس پر عمل کرے گا تو عمل تیرا ہاتھ پکڑ کر اس ذات پر داخل کرے گا جس کے لئے تو نے عمل کیا تھا، پس تو اسی کی طرف سے ایسے عمل کا فائدہ حاصل کرے گا جو تجھ کو حاصل نہ تھا، پس تجھ کو اس کی معیت نصیب ہوگی اس کے علم کے ساتھ اور اس کی مخلوق کی معیت حاصل ہوگی اس کے حکم کے ساتھ، تو نے اول (یعنی حکمِ ظاہر) پر تو عمل کیا نہیں اور دُوسرے (یعنی قرب وعلمِ باطن) کا طالب ہے (سو یہ لا حاصل ہے) جب اول میں تیرے پاؤں جم جاویں (کہ شریعت پر عمل کرنے میں تکلف باقی نہ رہے) تو اس وقت دُوسرے (یعنی علمِ ذات وصفات ونسبت یادداشت) کو طلب کر، شاگرد سے تو تیری ملاقات ہوئی نہیں، پھر اُستاذ سے کیونکر ملاقات ہوسکتی ہے، آپ پیچھے پاؤں لوٹ اور سمجھ دار

بن، علم سیکھ اس کے بعد عمل اور اخلاص حاصل کر۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

فقہ حاصل کر اس کے بعد گوشہ نشین بن۔

مؤمن وہ ہے جو اول بقدرِ واجب علم حاصل کرے، اس کے بعد مخلوق سے یکسوئی اختیار کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں خلوت نشین بنے، اس نے مخلوق کو پہچانا پس ان کو مبغوض سمجھا، اور حق تعالیٰ کو پہچانا پس اس کو محبوب بنایا اور اس کا طالب و خادم بن گیا، مخلوق اس کے پیچھے پڑی پس وہ بھاگا اور کسی اور ہی کو طلب کیا، وہ مخلوق میں بے رغبت بنا اور کسی دُوسرے ہی کی رغبت کی، اس نے جان لیا کہ ان کے ہاتھ میں نہ نقصان ہے نہ نفع اور نہ بھلائی ہے نہ بُرائی، اگر اس میں سے کوئی چیز ان کے ہاتھوں پر جاری بھی ہو جاتی ہے (کہ کوئی شخص نفع یا نقصان پہنچاتا نظر آتا ہے) تو وہ درحقیقت خدا ہی کی طرف سے ہے نہ کہ ان کی طرف سے، پس اس نے سمجھ لیا کہ ان سے دُور رہنا ہی ان کے پاس رہنے سے بدرجہا بہتر ہے، اس نے جڑ کی طرف رُجوع کیا اور شاخ کو چھوڑ دیا، اس نے جان لیا کہ شاخیں بہت سی ہیں اور جڑ صرف ایک ہے، پس اس نے اسی کو مضبوط تھام لیا، فکر کے آئینے میں اس نے نظر کی، پس دیکھا کہ ایک دروازے پر پڑا رہنا بہت سے دروازوں پر پڑنے سے بہتر ہے، پس وہ وہیں پڑا رہا اور اسی کا بن کر رہا، جس میں ایقان اور اخلاص ہو وہی عقل مند ہے کہ عقلوں کی عقل اس کو عطا ہوئی اور اسی لئے وہ آدمیوں سے بھاگا اور ان سے ایک کنارہ ہوا۔

باب نمبر (۲۶)
غصہ اللہ کے واسطے محمود ہے اور غیر اللہ کے واسطے مذموم (۱)

غصہ جب اللہ واسطے ہو تو محمود ہے، اور جب غیر اللہ کے لئے ہو تو مذموم ہے، مؤمن اللہ کے لئے غضب ناک ہوا کرتا ہے نہ کہ اپنے نفس کے لئے، وہ بھڑکتا ہے اس کے دِین کی مدد کے لئے نہ کہ اپنے نفس کی مدد کے لئے، اس کو غصہ آتا ہے جبکہ اللہ کی حدود میں سے کسی حد سے بڑھنا ظاہر ہو جیسا کہ چیتے کو غصہ آتا ہے جبکہ اس کا شکار دُوسرے نے لے لیا، اس کے غصے کی وجہ سے حق تعالیٰ کو غصہ آتا اور اس کے راضی ہونے سے حق تعالیٰ راضی ہوتا ہے، اپنے غصے کو اور جو کچھ بھی اس جیسی (کوئی حالت ہو) جبکہ وہ تیرے نفس کے واسطے ہے تو اس کو اللہ کے واسطے مت ظاہر کر کہ منافق یا اس کے مشابہ بن جائے گا کیونکہ جو چیز اللہ کے واسطے ہوتی ہے وہ کمال پر پہنچتی ہے اور پائیدار بنتی اور ترقی پایا کرتی ہے اور جو چیز دُوسروں کے لئے ہوتی ہے وہ بدل جاتی اور مٹ جایا کرتی ہے، پس جب تو کوئی کام کیا کرے تو اپنے نفس، اپنی خواہش اور اپنے شیطان کو اس سے دُور کر دیا کر۔ اور سکونت کر مگر اللہ واسطے اور اس کے تعمیلِ حکم کی غرض سے، حق تعالیٰ کی طرف سے یقینی حکم کے بغیر کام نہ کر (اور یقینی حکم) یا شریعت کے واسطے سے ہوگا یا تیرے قلب پر شریعت کے موافق حق تعالیٰ کے اِلہام فرمانے سے (کیونکہ خلافِ شرع اِلہام بھی معتبر نہیں ہے) زُہد اِختیار کر اپنی ذات اور مخلوق اور ساری دُنیا میں (کہ کسی سے بھی رغبت نہ رکھ) حق تعالیٰ تجھ کو مخلوق سے راحت دیدے گا (کہ کوئی ایذا نہ پہنچا سکے گا) اور رغبت کر حق تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہونے

---

(۱) بوقتِ شام بتاریخ ۱۸ر جمادی الثانیہ ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

اور اس کے قرب سے آرام پانے میں، اس کے اُنس کے سوا کوئی اُنس نہیں ہے، اور اس کی معیت کے سوا کہیں راحت نہیں، اپنے نفس، اپنی خواہش اور اپنے وجود کی کدورتوں سے صفائی پانے کے بعد اہل اللہ کا ساتھ کر کہ ان کی تائیدات سے تیری بھی تائید ہوگی اور ان کی بینائی سے تو بھی بینائی پائے گا، اور جیسا ان پر فخر کیا جاتا ہے اسی طرح تجھ پر بھی فخر کیا جائے گا کہ بادشاہ اپنے دُوسرے غلاموں سے ممتاز بنا کر تجھ پر فخر فرمائے گا (کہ دیکھو بندے ایسے فرمانبردار ہوا کرتے ہیں) اپنے قلب کو اللہ کے سوا سب سے پاک کر کہ جملہ ماسویٰ کو تو اس سے دیکھے گا، اس کے بعد اس کے افعال کو دیکھے گا جو اس کی مخلوق میں جاری ہو رہے ہیں، جس طرح ظاہری نجاست کے ساتھ بادشاہوں کے حضور میں جانے کی تجھ کو اجازت نہیں، اسی طرح اپنے باطن کی نجاست کے ساتھ شہنشاہ یعنی حق تعالیٰ کے سامنے نہیں جا سکتا، تو تلچھٹ کا لبریز مٹکا ہے، وہ تجھے لے کر کیا کرے گا۔ جو کچھ تیرے اندر ہے اس کو اُلٹ دے اور دھو دھلا کر صاف کر اس کے بعد بادشاہوں کے دربار میں داخلہ ہوگا، تیرے قلب میں معصیتیں، مخلوق کا خوف، انہیں سے آرزو اور دُنیا و مافیہا کی محبت بھری ہوئی ہے، اور یہ سب قلوب کی نجاستیں ہیں (جن کو پھینک کر آپ کی شریعت سے قلب کو دھونا چاہئے) جب تک تیرا نفس مر نہ جائے اور اس کا جنازہ تیرے صدق کے دروازہ نعش چاہے یا نہ چاہے (یعنی نفسانیت معدوم اور سچی للّٰہیت پیدا نہ ہو جائے) اس وقت تک واعظ بننا جائز نہیں ہے (کہ اس سے نفس پھولے گا) البتہ نفس کے مر جانے کے وقت کچھ پروا نہیں کہ تو مخلوق پر متوجہ ہو لیکن جب تک تیرے نزدیک مخلوق کا کچھ وجود ہے اور تیری ان پر نظر جاتی ہے (کہ عطا دُوسرا کے یہ لوگ مالک ہیں تو اپنا ہاتھ ان کی طرف ہرگز نہ بڑھا تا کہ وہ اس کو بوسہ دیں، واعظ بننے سے بچ یہاں تک کہ تجھ کو اس کے قرب کی مدہوشی حاصل ہو جائے، پس تجھ کو پوری بے خبری ہو لوگوں کی طرف سے اور ان کو تیرے ہاتھ چومنے اور اس کی بخشش اور ان کی تعریف و مذمت کی طرف سے جب توبہ صحیح ہو جاتی ہے تو ایمان بھی صحیح اور زیادہ ہو جاتا ہے، اہلِ سنت (میں بعض اِماموں) کے نزدیک ایمان کم اور زیادہ ہوا کرتا ہے کہ طاعت کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے اور معصیت کی وجہ سے کم، یہ تو عوام کے حق میں ہے، اب رہے خواص سو ان کے ایمان کی زیادتی ان کے دِلوں سے مخلوق کے نکل

جانے سے ہوتی ہے اور کمی مخلوق کے دِلوں میں گھسنے سے زیادتی ہوتی ہے حق تعالیٰ کے ساتھ دِل ٹھہرانے سے اور کمی ہوتی ہے غیراللہ کے ساتھ دل ٹھہرانے سے اور اپنے پروردگار پر ہی توکل کرے اسی پر اعتماد رکھے، اسی کے سہارے جیتے، اسی سے ڈرتے، اسی کی طرف رُجوع کرتے، اسی کو یگانہ سمجھتے اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، پس کسی کو اس کا شریک نہیں سمجھتے اور اسی پر آزمائے جاتے ہیں (کہ کسی قسم کے نفع نقصان میں کسی دُوسرے پر نظر جاتی ہے یا نہیں؟) ان کی توحید ان کے دِلوں میں ہے، اور مخلوق کے ساتھ مدارات ان کے ظاہر میں، جب ان کے ساتھ کوئی جہالت برتتا ہے تو وہ اس کے ساتھ جہالت نہیں برتتے، ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

جب جہالت والے ان سے گفتگو کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ بس سلام ہے (ہمیں معاف کیجئے، ہم آپ کا جواب نہیں دے سکتے)۔

چپ ہو جانا اور جاہل کی جہالت اور ان کی طبیعت و نفس اور خواہشات کے جوش پر بُردباری و تحمل کو ضروری سمجھ (کہ جب تک تیری ذات پر حملہ رہے اس کا جواب نہ دے، البتہ جس وقت وہ حق تعالیٰ کی کسی معصیت کے مرتکب ہوں تو اس وقت چپ رہنا نہ چاہئے، کیونکہ حرام ہے) اس وقت کلام نہ کرنا معصیت بن جاتا ہے، جب تو نیک کام کے حکم اور گناہ کی ممانعت پر قادر ہو تو اس میں کوتاہی مت کر کیونکہ وہ خیر کا دروازہ ہے جو تیرے سامنے کھول دیا گیا ہے، پس اس کے اندر داخل ہونے میں جلدی کر، عیسیٰ علیہ السلام جنگل کی گھاس پات کھایا کرتے، نحرانی تالابوں کا پانی پیا کرتے، غاروں اور ویرانوں میں رہا کرتے، اور جب نیند آتی تو کسی پتھر کا یا اپنی کلائی کا تکیہ بنا کر پڑے رہتے تھے، مؤمن ایسا ہی کیا کرتا اور اسی حالت پر اپنے پروردگار سے ملنے کا (ہر وقت) عزم رکھتا ہے، اور اگر دُنیا میں کچھ نعمت و آرام اس کے مقصود کا ہوتا ہے تو وہ خود ہی اس کے پاس آجاتا ہے، پس اس کا ظاہر اس سے منقطع ہوتا اور وہ اس کو اپنے نفس کے لئے لے لیتا ہے، مگر اس کا قلب پہلی ہی (زاہدانہ) حالت پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتا ہے، وہ نہیں بدلتا کیونکہ زُہد جب قلب میں جگہ پکڑ جاتا ہے تو دُنیا کی آمد اور مقصود کا استعمال اس کو بدل نہیں سکتا مؤمن اگر (دِل سے) دُنیا اور اہلِ دُنیا اور اس کی شہوتوں اور لذتوں کو محبوب سمجھتا تو ایک لحظہ بھی ان سے صبر نہ کرسکتا،

رات اور دن انہیں میں مشغول رہتا، نہ عبادت کر سکتا نہ ریاضت، نہ اللہ کا ذکر کر سکتا نہ اس کی اطاعت، سو حق تعالیٰ نے اس کے نفس کے عیوب اس کو دکھا دیئے، پس وہ ان سے تائب ہو گیا، اور گزشتہ ایام میں اس سے جو کوتاہی ہو چکی ہے، اس پر پشیمان ہوا، اور حق تعالیٰ نے اس کو کتاب اور سنت اور مشائخ کے واسطے سے دُنیا کے عیوب دِکھا دیئے تو اس میں بے رغبتی اس کو حاصل ہوگئی، پس جس وقت بھی اس نے کسی ایک عیب پر نظر ڈالی تو دُوسرے عیوب بھی دیکھ لئے، پس اس نے جان لیا کہ یہ (دُنیا سرتاپا عیب اور) فنا ہو جانے والی ہے اور اس کی عمر تھوڑے ہی دنوں کی ہے، نہ ان سے دِل لگا سب سے بھاگ اور ایسا منقبض ہو گویا کہ وہ مردار کو تھیں ہیں، پس جب تیرے لئے یہ کیفیت صحیح ہو جائے گی تو اللہ کی یاد کے وقت تیرا اطمینان پانا اور غیر اللہ کی یاد کے وقت تیرا گھبرانا بھی صحیح ہو جائے۔

باب نمبر ۲۷
اللہ تعالیٰ کے راستوں پر چلنے میں تکلیف برداشت کرنے سے اس کا قرب حاصل ہوتا ہے[1]

(کچھ اور تقریر کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ) حکم کی تعمیل کر اور ممنوع سے باز آ، اور ان تکلیفوں پر صبر کر اور نوافل کے ذریعے سے قرب حاصل کر کہ تیرا نام بیدار اور کارگزار رکھ دیا جائے گا، اپنی سعی وکوشش کر کے اور عمل کے دروازے پر حاضری میں تکلف برتنا چھوڑ کر حق تعالیٰ سے توفیق کا خواہاں ہو، تجھ سے کام لینے والا تو وہی ہے، اسی سے مانگ اور اسی کے حضور میں عاجزی کر، کہ طاعت کے اسباب وسامان تیرے لئے مہیا فرما دے، کیونکہ جب وہ تجھ سے کوئی کام لینا چاہے گا تو اس کے لئے تجھ کو تیار کر دے گا، جہاں تو کھڑا ہے وہاں سے چلنے کا حکم تو اس نے تجھ کو دیا ہے اور جہاں وہ ہے وہاں سے توفیق کو تیری طرف متوجہ کر دے گا، حکم تو ظاہر ہے اور توفیق باطن ہے، معصیتوں کی ممانعت امرِ ظاہر ہے اور ان سے پرہیز ہونا باطنی امر ہے، اس کی توفیق سے تو (تعمیلِ احکام کو) مضبوط تھام سکتا اور اس کی حفاظت وبچاؤ سے تو (معصیتوں کو) چھوڑ سکتا ہے اور اس کی طاقت سے (تکالیف پر) صبر کر سکتا ہے (خود کچھ بھی نہیں کر سکتا، اس لئے توفیق و اعانت کا سوال کرنا ضروری ہے) عقل وثبات اور نیت خیر وپختگی کر اور مجھ پر اِلزام قائم کرنا چھوڑ کر اور میرے متعلق حسنِ ظن رکھ کر میرے پاس آؤ، اس وقت میری باتیں تمہارے لئے مفید ہوں گی اور تم ان کا مطلب سمجھ سکو گے۔ اے مجھ پر اِلزام قائم کرنے والے! جس حال کے اندر میں ہوں، کل سب کو ظاہر ہو جائے گا، میری حالت کا مدعی بن کر تو میرا مقابلہ مت کر کہ تیرا ظرف اس کا تحمل ہی

---

(۱) بروز جمعہ بوقت صبح بتاریخ ۲۱ رجمادی الثانیہ ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

نہیں کر سکتا، پس تیرا قلب دب جائے گا اور تو مغلوب ہو جائے گا، دُنیا (کی اصلاح وفلاح و تربیت) کے بوجھ میرے سر پر ہیں، اور آخرت (فکر و مجاہدہ) کے بوجھ میرے قلب پر اور حق تعالیٰ شانہٗ (کی معرفت ومحبوبیت ومشاہدہ) کے بوجھ میرے باطن پر، پھر کوئی ہے مددگار اور ہے کوئی جو میری طرف قدم بڑھائے اور اپنی جان پر کھیل جائے؟

بحمد اللہ میں حق تعالیٰ کے سوا کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہوں، سمجھ دار بنو اور اہل اللہ کے ساتھ حسنِ ادب ملحوظ رکھو کہ وہ دُنیا بھر کے چیدہ افراد ہیں، وہ ممالک اور باشندگانِ زمین کے کوتوال ہیں، انہیں کی وجہ سے زمین محفوظ ہے، ورنہ اے منافقو! اے دُشمنانِ خدا و رسول! اور اے دوزخ کے ایندھن بننے والو! تمہاری ریاکاری، نفاق اور شرک سے تو حفاظت کیا ہوتی؟ یا اللہ! مجھ پر اور ان سب پر توجہ فرما، اے اللہ! بیدار فرما دے مجھ کو بھی اور ان کو بھی، اور رحم فرما مجھ پر بھی اور ان پر بھی، ہم سب کے قلب اور اعضاء کو اپنے لئے فارغ کر لے اور اگر مشغولیت کے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو بس اعضاء تو دُنیا کے کاموں اور بال بچوں کے لئے ہوں اور نفس آخرت کے لئے اور قلب اور باطن خاص تیرے لئے رہے، آمین۔

صاحب زادہ! تیرے لئے کچھ ہو بھی نہیں سکتا، اور تیرے کئے بغیر چارہ بھی نہیں، تجھ سے تنہا تو کچھ ہو نہ سکے گا، اور تیری موجودگی کے بغیر چارہ بھی نہیں، (پس تو ہمت اور سعی سے غفلت نہ کر، اب رہا کام سو جس کا کام ہے وہ خود تجھ سے کر لے گا) تو محنت مزدوری کے دروازے پر جا کھڑا رہ یہاں تک کہ مالک تجھ کو تعمیر کے کام میں لگا دے (اور عمارت پوری کرالے) تو اور توفیق ایسے ہیں کہ تو گویا معمار ہے اور توفیق گویا کام لینے والا، تجھ پر افسوس! تو نے اپنے نفس کو مخلوق کے خوف اور انہیں کی توقع کا قیدی بنا دیا، اس کے دونوں پاؤں سے ان بیڑیوں کو دُور کر کہ وہ اپنے پروردگار کی خدمت کے لئے کھڑا ہو جائے گا اور اس کے حضور مطمئن بن جائے گا، دُنیا اور دُنیا کی شہوتوں، عورتوں اور ہر اس چیز کے متعلق جو دُنیا میں اس کو بے رغبت بنالے، پس اگر تقدیر میں اس کے لئے ان چیزوں سے کوئی چیز مقدر ہوئی ہوگی تو وہ تیرے قصد اور تلاش کے بغیر اس کے پاس خود آجائے گی، اور تیرا نام حق تعالیٰ کے نزدیک زاہد قرار دیا جائے گا، اور وہ تجھ کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گا اور مقسوم بھی بات سے بن جائے گا تو جب تک اپنے زور، اپنی طاقت اور ان

چیزوں پر بھروسہ رکھے گا جو تیرے ہاتھ میں ہیں اسی وقت غیب سے تیرے پاس کچھ نہ آئے گا، ایک بزرگ کا قول ہے کہ:-

جب تک جیب میں کچھ رہے غیب سے کچھ نہ آئے گا۔

یا اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اسباب پر بھروسہ رکھنے اور ہوس اور خواہشات اور عادات میں پڑے رہنے سے، ہم شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں تمام حالتوں میں، اے ہمارے پروردگار! ہم کو عطا فرما دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی، اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

باب نمبر ۲۸
آخرت میں خدا کا دِیدار کس طرح ممکن ہے[1]

جس نے اللہ کو محبوب سمجھنے والے کی زیارت کر لی اس نے (سب کچھ) دیکھ لیا، جس نے اپنے قلب سے اللہ جل جلالہٗ کو دیکھ لیا وہ اپنے باطن سے اس کے حضور میں داخل ہو گیا، ہمارا پروردگار جل جلالہٗ موجود ہے اور دیکھا جا سکتا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے جس طرح چاند اور سورج کو دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں باہم کشمکش نہ ہوگی، اس کو آج قلوب کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور کل (قیامت کے دن) ان کو چہروں کی آنکھ سے دیکھا جائے گا (مگر اس کے دیکھنے کی کوئی کیفیت نہیں بتا سکتا کیونکہ) اس جیسی کوئی چیز نہیں (جس سے تشبیہ دے کر اس کو سمجھایا جا سکے) اور وہ سب کی سننے والا اور سب کو دیکھنے والا ہے، جو لوگ اس کے محب ہیں وہ اسی سے راضی رہتے ہیں نہ کہ غیر سے، اور وہ اسی سے مدد چاہتے ہیں، اور اس کے سوا سب سے رُک جاتے ہیں، فقر کی تلخی ان کے نزدیک میٹھا بن جاتی ہے، دُنیا کا فقر ان کے پاس موجود ہے کہ اس پر رضا ان کو حاصل ہے اور اس کے ساتھ لذت پانا ان کو نصیب ہے، ان کی تونگری فقر میں ہے، ان کی لذت بیماری، ان کا اُنس وحشت میں، ان کا قرب (سب سے) دُور رہنے میں اور ان کا آرام مشقت اُٹھانے میں ہے۔ مبارک باد اے صبر والو! اے رضا والو! اور اے اپنے نفسوں پر مرمٹنے والو!

صاحبو! حق تعالیٰ کی موافقت اختیار کرو اور اس کے افعال پر جو تمہارے اور دوسرے مخلوق کے اندر جاری ہوتے ہیں راضی رہو، اس ذات کے مقابلے پر جو تم سے زیادہ عقل رکھتی ہے اپنا علم اور عقل مت بگاڑو، حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

---

(۱) بروز یکشنبہ بوقت صبح بتاریخ ۲۳ رجمادی الثانیہ ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف

اور اللہ علم رکھتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے۔

(پھر اس کے جاری کیے ہوئے فعل کو نامناسب سمجھنا گویا اپنے آپ کو اس سے زیادہ عاقل وعالم سمجھنا نہیں تو کیا ہے؟) اپنی عقلوں اور اپنے علوم کو بالائے طاق رکھو، عاجزی سے خدا کے سامنے کھڑے ہو جاؤ تاکہ اس کے علم کو حاصل کر سکو (اس کے تفرقاتِ قدرت کے تماشے دیکھ کر) حیران بنو (اپنی رائے زنی سے کہ یوں نہ ہونا چاہئے تھا) انتخاب نہ کرو، اس میں متحیر بنے رہو یہاں تک کہ اس کی (مصلحت سے) واقفیت تم کو حاصل ہو (اور حیرت جاتی رہے) اور متحیر ہونا ہے اس کے بعد دُوسرے نمبر پر واقفیت اور اس کے بعد تیسرے نمبر پر معلومات تک پہنچنا، پہلے قصد ہے اور اس کے بعد مقصود تک پہنچنا، پہلے ارادہ اور اس کے بعد مراد کا حاصل ہونا، سنو اور عمل کرو، کیونکہ میں تمہاری رسیاں بٹتا (اور تم کو کارآمد اور مضبوط بناتا) ہوں، تمہاری ڈھیلی رسیوں میں بل دیتا ہوں اور جو (تار) اس میں ٹوٹ گیا ہے اس کو جوڑتا ہوں، تمہارے فکر کے سوا مجھے کوئی فکر نہیں، اور بجز تمہارے غم کے مجھے کوئی غم نہیں، میں تو (خدائی) پرند ہوں کہ جس (کھیت) میں بھی گرا وہیں دانہ چک لیا (پھر فکرِ معاش یا دُنیا کے غم سے کیا تعلق) فکر تو تمہارے متعلق ہے۔

اے پھینک دیئے ہوئے پتھر! اور اے سروں پر بیٹھ کر جانے والو! اے بوجھ میں دبے ہوؤ! اور اے نفس کی قید میں جکڑے اور خواہشات کے بند میں بندھے ہوؤ! (کہ تمہاری دُنیا بھی گئی اور آخرت بھی گئی)، یا اللہ! رحم فرما مجھ پر اور ان پر بھی۔

باب نمبر ۲۹

اللہ والے اپنی ذات پر دُوسروں کو ترجیح دیتے ہیں

(کچھ تقریر کے بعد آپؒ نے فرمایا) اللہ والوں کا شغل سخاوت اور مخلوق کی راحت کا سامان کرنا ہے، وہ لوٹنے والے ہیں اور خوب لٹانے والے ہیں کہ حق تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت (کی بکھیر) کو لوٹتے ہیں اور فقراء و مساکین پر جو تنگی میں مبتلا ہیں لٹا دیتے ہیں، ان قرض داروں کی طرف سے جو اپنے قرض کے ادا کرنے سے عاجز ہے ان کے قرض ادا کرتے ہیں، بادشاہ وہ ہیں نہ کہ بادشاہانِ دُنیا، کیونکہ یہ صرف لوٹتے ہیں اور لٹاتے نہیں، اللہ والے جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اس میں اپنے اُوپر دُوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور جو موجود نہیں رہتا اس کے منتظر رہتے ہیں کہ کب آتے اور کب خیرات کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کے ہاتھ سے لیتے ہیں نہ کہ مخلوق کے ہاتھوں سے، ان کے اعضاء کی کمائی مخلوق کے لئے اور قلوب کی کمائی اپنے لئے وہ اللہ کے واسطے خرچ کرتے ہیں نہ کہ خواہش اور نفسانی اغراض کے لئے اور نہ تعریف، نہ توصیف کے لئے، حق تعالیٰ پر اور مخلوق پر تکبر کرنا چھوڑ دے کہ یہ ان متکبروں کی خصلت ہے جن کو حق تعالیٰ ان کے منہ کے بل دوزخ کی آگ میں جھونکے گا، جب تو اپنے حق تعالیٰ سے ناراض ہوا تو اس پر تکبر ہی تو کیا (کیونکہ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے وہی اس سے خفا ہوتا ہے جس کو چھوٹا سمجھے)۔ جب مؤذن نے اُذان دی (جو نماز کا بلاوا ہے) اور تو نے نماز کے لئے کھڑے ہو جانے سے اس کی تعمیل نہ کی تو اس پر تو نے تکبر ہی تو کیا، اور جو کوئی اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے وہ بڑے شخص کے بلاوے کے وقت سے بھی پہلے پہنچا کرتا ہے۔ جب تو نے اس کی مخلوق میں سے کسی پر ظلم کیا تو اس پر تکبر ہی تو کیا، کیونکہ کسی کی رغبت پر زیادتی وہ کرتا ہے جو ان کے حاکم کو اپنے سے کمزور اور چھوٹا سمجھے، اس کے حضور میں توبہ کر اور مخلص نہ توبہ کر اس سے پہلے کہ وہ اپنی کمزور مخلوق کے

ذریعے سے تجھ کو ہلاک کر دے جیسا کہ ہلاک کر دیا نمرود وغیرہ بادشاہوں کو جبکہ انہوں نے اس پر تکبر کیا، عزت کے بعد ان کو ذِلت نصیب فرمائی، تونگری کے بعد ان کو فقیر بنا دیا، لذت کے بعد ان کو مبتلائے عذاب کر دیا اور زندگی کے بعد ان کو مردہ بنا دیا۔ ظاہر و باطن دونوں کے شرک سے پرہیزگار بنو، شرکِ ظاہر تو بتوں کی پرستش کرنا ہے اور شرکِ باطن مخلوق پر بھروسہ رکھنا اور نفع و نقصان میں ان پر نگاہ ڈالنا ہے، آدمیوں میں ہی وہ لوگ بھی ہیں جن کے ہاتھ میں دُنیا ہوتی ہے اور وہ اس کو محبوب نہیں سمجھتے، وہ دُنیا کے مالک ہوتے ہیں، دُنیا ان کی مالک نہیں ہوتی، دُنیا ان سے محبت کرتی ہے اور وہ اس سے محبت نہیں رکھتے، دُنیا ان کے پیچھے دوڑتی ہے اور وہ دُنیا کے پیچھے نہیں دوڑتے، وہ دُنیا کو خدمت گار بناتے ہیں، دُنیا ان کو خادم نہیں بناتی، وہ دُنیا کو بانٹتے ہیں، دُنیا ان کو نہیں بانٹتی، ان کا دِل اللہ کے قابل سنور گیا اور دُنیا کی طاقت نہیں کہ ان کو بگاڑ دے، پس وہ دُنیا میں تصرف کرتے ہیں، دُنیا ان میں تصرف نہیں کرتی، اور اسی لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

نیکوکار کے لئے حلال مال بھی کیا نعمت ہے۔

یا یوں فرمایا ہے کہ دُنیا میں مطلق بھلائی نہیں مگر اس شخص کے لئے جس نے یوں اور یوں کیا" (یعنی دستِ مبارک سے اشارہ فرما کر بتا دیا کہ اس نے دو ہتڑ بھر بھر کر نیک اور اَجر کی جگہوں پر تقسیم کیا) اللہ تعالیٰ کی عیال (یعنی مخلوق) کی نفع رسانی کے لئے دُنیا کو صرف اپنے ہاتھوں میں رہنے دو اور اپنے دِلوں سے نکال باہر کرو (کہ محبت مطلق نہ ہونے پائے) پھر یقیناً نہ وہ تم کو مضر ہوگی اور نہ اس کی لذت اور زینت تم کو مغرور بنا سکے گی، عنقریب تم کوچ کر جاؤ گے اور تمہارے بعد وہ بھی کوچ کر جائے گی۔

صاحب زادہ! اپنی رائے (کو کافی سمجھ کر) مجھ سے مستغنی مت بن، ورنہ گمراہ ہو جائے گا، جو کوئی بھی اپنی رائے پر مستغنی ہوا ہے وہ گمراہ بنا، ذلیل ہوا اور لغزش کھائی ہے، جب تو اپنی رائے پر مستغنی ہوگا تو ہدایت اور حفاظت سے محروم ہو جائے گا، کیونکہ نہ تو نے حفاظت کی اور نہ اس کا ذریعہ اختیار کیا۔

تو کہتا ہے کہ مجھے علماء کے علم کی حاجت نہیں، تو عالم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے (اگر تیرا دعویٰ صحیح ہے تو بتا) عمل کہاں گیا؟ اس دعوے کا اثر اور مصداق کیا ہے؟ عالم ہونے کے

دعوے کی سچائی تو عمل اور اخلاص اور مصیبت کے وقت صبر اور اسی حالت سے ظاہر ہوگی نہ
کہ تیری حالت میں تغیر آئے نہ تو گھبرائے اور نہ مخلوق سے شکوہ کرے تو اندھا ہے، بینائی کا
دعویٰ پھر کس طرح کرتا ہے؟ تیری سمجھ بیمار ہے، سمجھ کا دعویٰ کیسے کرتا ہے؟ اپنے جھوٹے
دعوے سے حق تعالیٰ کے سامنے توبہ کر، اور دوسروں کو چھوڑ کر اسی کو مضبوط تھام لے، سب
سے منہ موڑ لے اور سب کے پیدا کرنے والے کا متلاشی ہو، کوئی ٹوٹے یا جڑے اور مالک
ہو یا تباہ تو ذمہ دار نہیں، تو صرف اپنے نفس کی فکر کر، یہاں تک کہ وہ مطمئن اور اپنے پروردگار
کا عارف بن جائے، پس اس وقت تو دوسروں کی طرف توجہ کر، حق تعالیٰ کے مقصود (اپنی
عبادت) کا راستہ اختیار کر، دنیا اور آخرت میں اس کی محبت کا طالب ہو، پرہیزگار اور تجرید
اور ماسوی اللہ سے یکسوئی کو ضروری سمجھو اور ہمیشہ محو رہنے کو ضروری جان کر احکام لواحی کے
سوا کسی چیز میں بھی تو اپنے نفس کو (محویت سے) ہوشیار نہ کرے (ہاں احکام شریعت کے
وقت اپنے آپ میں آجانا ہی حب خداوندی ہے) کیونکہ اس حالت میں اسی نے تجھ کو قائم
کیا ہے (تو خود قائم نہیں ہوا کہ محویت کا خلاف لازم آوے)۔

اے مردوں! اور اے عورتوں! تم میں سے جس کے پاس ذرہ برابر اخلاص، ذرہ
برابر تقویٰ اور ذرہ برابر بھی صبر اور شکر ہو، اس کو فلاح نصیب ہوئی، (مگر افسوس کہ) میں تجھ
کو مفلس و قلاش دیکھتا ہوں۔

باب نمبر ۳۰
خدا کے لئے مخلص بندے بن جاؤ

اے تکبر کرنے والو! تم پر افسوس! تمہاری عبادتیں زمین کے اندر نہیں جایا کرتیں جبکہ آسمان کی طرف چڑھا کرتی ہیں، (پھر کیا وجہ ہے کہ عبادتوں کو باشندگانِ زمین مخلوق کے نامزد کیے دیتے ہو اور مالکِ عرش خدا کے مخلص عابد نہیں بنتے) وہ فرماتا ہے کہ حق تعالیٰ کو باعزت معبود سمجھ کر عبادت کرو گے تو بے شک اُوپر چڑھنا نصیب ہوگا۔ "اللہ کی طرف پاکیزہ باتیں چڑھتی ہیں اور نیک اعمال کو وہ اُوپر چڑھا لیتا ہے" ہمارے پروردگار عرش پر قائم اور ملک پر حاوی جہالت اور رعونت کی وجہ سے میں سنا نہیں سکتا، تو مجھے اپنی تلوار سے ڈراتا ہے حالانکہ میں ڈرتا نہیں ہوں، تو مجھے مال کی ترغیب دیتا ہے اور میں رغبت نہیں کرتا، بس میں تو اللہ ہی سے ڈرتا ہوں اور کسی سے نہیں ڈرتا، میں تو اسی سے توقع رکھتا ہوں اور کسی سے توقع نہیں رکھتا، میں اس کی پرستش کرتا ہوں اور بجز اس کے کسی کی پرستش نہیں کرتا، اسی کے لئے عمل کرتا ہوں اور غیر اللہ کے لئے عمل نہیں کرتا، میرا رزق اسی کے پاس اور اسی کے ہاتھ میں ہے، سب اسی کے ہیں غلام اور جو کچھ بھی اس کے پاس ہے سب آقا کا ہے۔ (نیز آپ نے تذکرہ فرمایا کہ) پانچ سو آدمی کے قریب میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ہزار سے زیادہ نفوس نے توبہ کی۔ (اس کے بعد فرمایا) یہ سب برکت ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی، حق تعالیٰ ان پر رحمتِ کاملہ نازل فرمائے جو غیب[1] کا جاننے والا ہے کہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا مگر اس پر خرچ کو بھی پسند فرمائے غیب خدا ہی کے پاس ہے پس اس کے قریب آ کر اس کو بھی دیکھے اور (غیب) اس کے پاس ہے نہیں ابھی دیکھئے اپنے کنبے، اپنے مال، اپنے شہر، اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو چھوڑ اور قلب کو ان سے باہر نکال (کہ حقوقِ

(۱) حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

معاشرت سب کے ادا ہوں مگر دل کسی سے نہ لگے) سب کو چھوڑ اور حق تعالیٰ کے دروازے کی طرف چل، جب تو اس کے دروازے پر پہنچ جائے تو اس کے غلاموں میں مشغول ہو، نہ اس کی سلطنت میں اور نہ اس کے ملک میں، اگر (اس کے غلام یا باشندگانِ مملکت) تیرے سامنے طباق پیش کریں تو کھا مت، اگر کسی کمرے میں ٹھہرائیں تو ٹھہر مت، اگر تجھ کو زوجہ عطا کریں تو لے مت (کیونکہ تو سب کا نہ ہی مہمان ہے رعایا سے تجھے کیا سروکار) اس میں کوئی چیز بھی قبول مت کر یہاں تک کہ تو اپنے انہیں (سفر کے) کپڑوں، اسی تکان اور سفر کے غبار اور انہیں بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ اس سے ملاقات کرے، پس وہی تیرے (کپڑے) بدلنے والا، وہی کھلانے والا، پلانے والا، تیری وحشت کو اُنس سے بدلنے والا، تجھ کو کشائش دینے والا، تیرے مکان کو راحت بخشنے والا اور تیرے خوف کو امن نصیب فرمانے والا۔

تیرے لئے اس کا قرب تیری تونگری ہوا، اور اس کا دیدار تیرا کھانا پانی اور لباس، مخلوق کو سرپرست سمجھنے کے اور کیا معنی؟ مخلوق سے ڈرنا، ان سے توقع رکھنی، ان کی طرف جھکنا، اور ان پر بھروسہ کرنا ہی تو مخلوق کو سرپرست سمجھنے کے معنی میں ہیں جس کی ممانعت ہے مگر افسوس کہ تم نہیں سمجھتے۔

(۱) یعنی علام الغیوب خدا اپنے پیغمبروں میں سے پیغمبر کو بھی چاہتا ہے اس کو لوگوں کی استعداد و قلوب کی حالت تک قوت وضعف اور اسبابِ ہدایت (تاثیر نافع) غرض بہت سی ایسی چیز پر آگاہ کر دیتا ہے جو کہ آدمی بلکہ فرشتوں سے بھی مخفی ہیں، اور اس کی وجہ سے ان کے تصرفاتِ باطنی کی قوتِ قدسیہ بڑھ جاتی ہے کہ مخلوق مغلوب بے متاثر ہو کر جوق در جوق آتی ہے اور ان کے ہاتھ پر توبہ کرتی ہے، پس جو شخص اس پیغمبر کی برکات سے مستفیض ہوتا ہے وہ اس فیضان سے بھی نوازا جاتا ہے، اور اس سے بھی بہتری (بہت سی) خلقت کو توبہ و ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے، چنانچہ حضرت محبوبِ سبحانی کو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کا ہی فیضان نصیب ہوا تھا کہ سینکڑوں کافر مشرف بہ اسلام اور ہزارہا مسلمان تائب و بیعت ہو کر فائز المرام ہوئے۔ ۱۲ مترجم

باب نمبر ۳۱

زبان کی حفاظت کریں اور مفید باتوں میں مشغول رہیں نہ کہ بے کار باتوں میں[1]

دُنیا یہ ایک بازار ہے، تھوڑی دیر کے بعد یہاں کوئی باقی نہ رہے گا، رات کے آجانے پر سب بازار والے یہاں سے چلے جائیں گے، کوشش کرو کہ اس بازار میں تم خرید و فروخت نہ کرو، مگر ایسی چیز کی جو کل کو آخرت کے بازار میں تم کو نفع دے، کیونکہ پرکھنے والا (یعنی حق تعالیٰ شانہٗ) بڑا دانا ہے (اس کے سامنے کھوٹا سکہ چل جانے کی توقع ہرگز مت رکھو) حق تعالیٰ کی توحید اور عمل میں اِخلاص ہی وہاں چلنے والا (سکہ) ہے اور وہی تمہارے پاس کم ہے۔

صاحب زادہ! سمجھ دار بن (اعمال کا صلہ چاہنے میں) جلدی مت کر کہ جلدی کرنے سے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا، تیری جلدی مچانے سے نہ غروب کا وقت آسکتا ہے نہ صبح کا، پھر صابر بنا ہوا اپنے کام میں کیوں نہیں لگا رہتا، یہاں تک کہ مغرب کا وقت آجائے، (دُنیا کا بازار بند ہو کر آخرت کا بازار کھل جائے) اور تو اپنی مراد حاصل کرے جو (محکم تقدیر) تیرے لئے ان کے پاس نہیں ہے جب تک وکیل کے ہاتھ میں (گفتگو کی اجازت کا) پروانہ نہ آجائے، گفتگو دُرست نہیں ہے (ہاں فرمانِ شاہی آنے پر سرکاری وکیل بن اور مخلوق کو وعظ و نصیحت کر) کہ اس وقت تو عطا میں دیکھے گا سند سے پہلے تجھ کو ذرّہ بھی نہیں مل سکتا، حق تعالیٰ کے اِذن اور فرمان اور ان کے قلوب میں اِلقاء فرما دینے کے بغیر لوگ تجھ کو نہ ذرّہ دے سکتے ہیں نہ ایک قطرہ۔ عاقل بن اور عقل یہی ہے کہ (عطا کنندہ خدا ہی کو سمجھے) تو

---

(۱) بروز سہ شنبہ بوقت شام بتاریخ ۲ رجب ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ

حق تعالیٰ کے حضور اپنی جگہ پر جما رہ کیونکہ رزق قسمت میں لکھا جا چکا ہے جو اس کے پاس ہے اور اس کے ہاتھ میں ہے، ان پر مالِ دُنیا کی ہوس میں وعظ کہنے اور مقتدر ماننے سے کیا فائدہ ہے؟ تجھ پر افسوس! کل (بروزِ قیامت) تو کیا منہ لے کر اس سے ملے گا جبکہ دُنیا میں اس سے جھگڑا کر رہا ہے، اس سے رُخ پھیرے ہوئے اس کی مخلوق کی طرف توجہ کئے ہوئے اور (ان کو) اس کا شریک سمجھے ہوئے ہے کہ اپنی حاجتوں کو ان میں پیش اور مہمات میں ان پر بھروسہ کرتا ہے، مخلوق سے حاجت ظاہر کرنا اکثر بھیک مانگنے والوں کے لئے عذاب ہے، کہ وہ بھیک مانگنے کے لئے نہیں نکلے مگر اپنے گناہوں کی شامت میں اور بہت ہی کم ہیں وہ سائل جن کے حق میں (ضرورت مند ہونے کے سبب) بھیک مانگنا بلا کراہت ہو، پس جب تو نے بھیک مانگی اور (اس طرح) تو گرفتارِ عذاب ہوا تو (یقیناً محروم رہے گا) کہ وہ تجھ پر عطا کو روک دے گا۔

صاحب زادہ! تیرے ضعف کی حالت میں میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نہ تو کسی سے کچھ مانگے اور نہ تیرے پاس کچھ ہو (کیونکہ ضعیف الایمان کو تونگری، متکبر و غافل اور عیاش بنا دیتی ہے) نہ تو کسی سے واقف ہو نہ تجھ سے کوئی واقف ہو، نہ تو کسی کو دیکھے کیونکہ شہرت مبتدی کا نفس پھلا دیتی ہے، اور اگر تجھ سے ہو سکے تو دُوسروں کو دے اور خود نہ لے اور خدمت کرے اور کسی دُوسرے سے خدمت نہ لے تو (اس سے بہتر کیا ہے) ضرور تو ایسا کر، اللہ والوں نے (جو کچھ) عمل کئے اللہ کے واسطے اور اسی کے ساتھ کئے، پس اس نے دُنیا اور آخرت میں اپنے عجائبات ان کو دِکھائے، ان پر اپنی شفقت اور ان کے لئے اپنی کارسازی ان کو ملاحظہ کرائی۔

صاحب زادہ! جب تیرے پاس اسلام ہی نہ ہوگا تو اِیمان بھی نہ ہوگا، اور جب ایمان نہ ہوگا تو اِیقان بھی نہ ہوگا، اور جب اِیقان نہ ہوگا تو نہ اللہ کی معرفت ہوگی نہ اس کی واقفیت، یہ درجات اور طبقات ہیں (کہ یکے بعد دیگرے حاصل ہوتے ہیں) جب تیرا اِسلام دُرست ہو جائے گا تو فرمانبرداری دُرست ہو جائے گی، اپنی تمام حاجتوں میں حدودِ شریعت کی محافظت اور اس کی پابندی کے ساتھ (جملہ اُمور کو) حق تعالیٰ کے حوالہ کر دینے والا بن، اپنا اور نیز دُوسروں کا معاملہ سب اس کے حوالے کر اس کے اور نیز اس کی مخلوق کے

ساتھ حسنِ ادب رکھ، نہ اپنے نفس پر ظلم کر اور نہ کسی دُوسرے پر کہ ظلم دُنیا و آخرت میں ظلمتوں کا مجموعہ ہے، ظلم دِل کو تاریک اور چہرہ نامۂ اعمال کو سیاہ کر دیتا ہے، نہ ظلم کر اور نہ ظلم کرنے والے کی اعانت کر کیونکہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

قیامت کے دن ایک ندا دینے والا (فرشتہ) ندا دے گا کہ کہاں ہیں ظلم کرنے والے؟ کہاں ہیں جنھوں نے ظالموں کے لئے قلم بنایا تھا؟ کہاں ہیں جنھوں نے ظالموں کے لئے دوات کھولی تھی؟

ان سب کو جمع کرو اور آگ کے صندوق میں رکھ دو، مخلوق سے بھاگ اور کوشش کر کہ نہ تو مظلوم ہے اور نہ ظالم (کیونکہ مظلومیت بھی بعض دفعہ مخلوق سے شکوہ وشکایت یا فکرِ اِنتقام کی وجہ سے معصیت کا سبب بن جاتی ہے) اور اگر تجھ سے ہو سکے تو (صابر) مظلوم بن اور ظالم مت بن، مغلوب بن اور غالب مت بن، حق تعالیٰ کی مدد مظلوم کے لئے مخصوص ہے، خصوصاً جبکہ اس کو مخلوق میں مددگار نصیب نہ ہو، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

جب کسی ایسے شخص پر ظلم ہوتا ہے جس کا بجز حق تعالیٰ کے کوئی مددگار نہ ہو تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ضرور بالضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ (کسی مصلحت سے) کچھ وقت کے بعد ہو۔

صبر کرنا سبب ہے نصرت و رفعت اور عجز کا۔ یا اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں تیرے ساتھ صابر رہنے کا اور تجھ سے سوال کرتے ہیں پرہیزگاری اور کفالت اور سب سے فارغ البالی کا اور تیرے ساتھ مشغول رہنے اور اپنے اور تیرے درمیان سے پردے اُٹھ جانے کا۔

صاحبو! اپنے اور اس کے درمیان سے (مخلوق سے) واسطوں کو اُٹھا دو، کیونکہ تمہارا ان واسطوں کے ساتھ پڑا رہنا ہوس ہے حکومت وسلطنت اور تونگری وعزت بجز حق تعالیٰ کے کسی کے لئے بھی نہیں۔

اے منافق! تو کب تک ریا اور نفاق کرتا رہے گا؟ جس کی وجہ سے تو نفاق برت رہا ہے اس سے تیرے ہاتھ کچھ بھی نہ پڑے گا، تجھ پر افسوس! کیا تجھے حق تعالیٰ سے شرم نہیں

آتی، اور عنقریب اس سے ملنے کو سچا نہیں سمجھتا، تو صورۃً تو عمل اس کے لئے کرتا ہے حالانکہ تیرا اندرون غیر کے لئے ہے، تو اس کو دھوکا دیتا ہے اور اس کو مفید سمجھتا ہے کیونکہ وہ تیرے ساتھ حلم کا برتاؤ فرماتا ہے (اس لئے سزا نہیں دیتا، اور تو سمجھتا ہے کہ میرا داؤ چل گیا) باز آ! اور اپنے برتاؤ کی تلافی کر اور نیت کو اس کے لئے دُرست کر، اس کی کوشش کر کہ ایسی نیک نیتی کے بغیر جو حق تعالیٰ کے لئے شایان ہو تو کوئی نوالہ کھائے اور نہ ایک قدم چلے اور نہ کسی قسم کا کوئی عمل کرے، جب تیرے لئے یہ مضمون دُرست ہو جائے گا تو پھر ہر کام جس کو تو کرے گا اس کے لئے ہوگا نہ کہ غیر کے لئے (کسی عمل میں بھی) کلفت نہ آئے گی اور یہ نیت طبیعت بن جائے گی (کہ ہر نیک کام ایسا بے تکلف ہونے لگے گا جیسے سانس لینا)۔ جب بندے کی شانِ عبدیت حق تعالیٰ کے لئے صحیح ہو جاتی ہے تو اس کو کسی کام میں بھی تکلیف کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ وہ اس کا کارساز بن جاتا ہے، اور جب وہ کارساز بن جاتا ہے تو اس کو بے نیاز بنا دیتا اور مخلوق سے چھپا لیتا ہے کہ وہ مخلوق کا محتاج نہیں۔ الغرض (عمل میں) مشقت اس وقت محسوس ہوگی جس وقت تک کہ تو (وصول الی اللہ کے) قصد اور ارادے میں ہے اور اس راہِ طریقت میں چل رہا ہے اور جب پہنچ گیا اور تیرے سفر کی مسافت ختم ہو چکی (کہ صاحبِ نسبت بن گیا) تو قربِ خداوندی کے مکان میں آ گیا، اب تکلف جاتا رہے گا اور تیرے قلب میں اس کے ساتھ اُنس بیٹھ جائے گا، پھر وہ بڑھتا رہے گا، یہاں تک کہ قلب کے سارے کناروں کو گھیرے گا، اوّل تو چھوٹا تو ہوگا اس کے بعد بڑا بنے گا، پس جب بڑا بنے گا تو قلب حق تعالیٰ سے لبریز ہو جائے گا اور کسی دُوسرے کے لئے اس حد تک پہنچنے کا کوئی راستہ باقی رہے گا اور نہ اس میں کوئی گوشہ، اگر تو اس درجے تک پہنچنا چاہے تو اس کے حکم کی تعمیل کرنے اور ممانعت سے باز آنے میں اور بھلائی و بُرائی، تونگری و افلاس، عزّت و ذِلت اور اغراض کے پورا ہونے اور نہ ہونے کو اسی کے حوالے کرنے میں مشغول ہو کہ اس کے لئے عمل کرے اور اُجرت کا ذرّہ برابر بھی مطالبہ نہ کرے، کام کرے اور مقصود کام لینے والے کی خوشنودی اور اس کا قرب ہو، پس اس کا تجھ سے راضی ہونا اور تیری دُنیا و آخرت میں اس کا مقرّب بن جانا ہی اُجرت بنے کہ دُنیا میں (اس کا قرب ہو) تیرے قلب کے لئے، اور آخرت میں بدن کے لئے، کام کر اور لالچ مت کر، نہ ایک

ذرّے کا اور نہ دِیناروں کی تھیلی کا، اپنے کام کی طرف نظر مت کر بلکہ تیرے اعضاء کو کام میں چلنا چاہئے اور تیرا دِل کام لینے والے کے ساتھ لگا رہے، پس جب یہ حالت کامل ہو جائے گی تو بڑے قلب کے لئے آنکھیں ہوں گی جن سے تو دیکھے گا، معنی صورت بن جائیں گے اور غائب حاضر بن جائے اور خبر معائنہ بن جائے گی، بندہ جب حق تعالیٰ کے قابل بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کا حال میں ساتھی ہوتا ہے کہ اس میں تغیر و تبدیلی فرماتا اور اس کو ایک حال سے دُوسرے حال کی طرف منتقل کرتا ہے، تو وہ سرتاپا معنی اور سرتاپا ایمان و ایقان و معرفت و مشاہدہ بن جاتا ہے، اس کا دِل بلاشبہ روشنی بلا ظلمت، صفائی بلا کدورت، قلب بلا نفس، باطن بلا لقب، فنا بلا وجود اور غیبت بلا حضور (یعنی ہر کمال بلا زوال) بن جاتا ہے کہ وہ ساری مخلوق بلکہ اپنے وجود سے بھی غائب ہو جاتا ہے (کہ کسی سے بھی واسطہ نہیں رکھتا) اس سب کی بنیاد حق تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہونا ہے، جب تک تیرے اور حق تعالیٰ کے درمیان یہ اُنس کامل نہ ہو جائے واعظ بننا دُرست نہیں، ایک قدم مخلوق سے پرے ہٹ نہ ان کی ضرر رسائی کوئی چیز ہے نہ نفع رسانی (یہ مضمون حاصل ہوا) اور ان سے علیحدگی نصیب ہوتی اور ایک قدم نفس سے پرے ہٹ اور اس کی موافقت نہ کر بلکہ حق تعالیٰ کی رضا کے متعلق اس کو دُشمن سمجھ کہ اس سے بھی علیحدہ ہو جائے گا (پس مخلوق اور نفس آگ کے دو سمندر اور ہلاک کرنے والے دو جنگل ہیں، جن میں بہت سے ڈُوب چکے، جل چکے اور بھٹک کر مر کھپ چکے ہیں)۔

پختگی کے ساتھ اس ہلاکت سے عبور کر جا کہ بادشاہت ہاتھ آئے گی، اوّل یعنی مخلوق و نفس میں مبتلا رہنا مرض ہے، اور دُوسری (یعنی ان سے عبور کر کے خالق کو پکڑنا ہے) دوا ہے، اللہ تعالیٰ ہی نے بیماری اور دوا اُتاری ہے اور جملہ امراض کے لئے دوائیں ہیں جو اسی کے پاس اور اسی کے ہاتھ میں ہیں کہ ان کا مالک اس کے سوا کوئی نہیں۔ جب تو توحید پر جما رہے گا تو واحد (یعنی حق تعالیٰ) کے ساتھ تجھ کو اُنس نصیب ہوگا، جب تو فقر پر صبر کرے گا تو تجھ کو تونگری نصیب ہوگی، دُنیا کو چھوڑ اور آخرت کو طلب کر اس کے بعد مولا کا قرب طلب کر، مخلوق کو چھوڑ اور خالق کی طرف رُجوع کر، تجھ پر افسوس! مخلوق اور خالق جمع نہیں ہو سکتے (پس یہ ملے گی تو وہ ہاتھ سے جائے گا، اور وہ ملے گا تو یہ ہاتھ سے چھوٹے گی اور دُنیا اور

آخرت قلب ہیں) معنی کبھی نہیں ہو سکتیں نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ یہ ہو سکے اور نہ اس سے کچھ حاصل ہو، پس یا تو مخلوق ہو گی یا خالق ہو گا یا صرف دُنیا رہے گی یا صرف آخرت، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق تیرے ظاہر میں ہو (کہ بدن سب سے ملے جلے) اور خالق تیرے باطن میں (کہ دِل اس کے سوا کسی سے نہ لگے) اور دُنیا تیرے ہاتھ میں ہو، اور آخرت تیرے قلب میں، باقی قلب کے یہ دونوں جمع ہو جائیں اور یہ نہیں ہو سکتا، سو اَب تو اپنے نفس کو اکیلے میں دیکھ لے (کہ دُنیا چاہیے یا آخرت) اور اس کو اختیار کرے، پس اگر دُنیا چاہتا ہے تو آخرت کو قلب سے نکال دے اور اگر مولا کو چاہتا ہے تو دُنیا اور آخرت اور جملہ ماسوی اللہ کو اپنے دِل سے نکال دے، کیونکہ جب حق تعالیٰ کے سوا ایک ذرہ بھی تیرے قلب میں رہے گا تو نہ تو اس کا قرب دیکھ سکے گا اور نہ اُنس اور اس کے ساتھ دِل لگانا تجھے نصیب نہ ہو گا، جب تک دُنیا کا ایک ذرہ بھی تیرے دِل میں رہے گا، اس وقت تک تو آخرت کو اپنے سامنے نہ دیکھے گا اور جب تک آخرت کا ایک ذرہ بھی تیرے قلب میں رہے گا اس وقت تک حق تعالیٰ کا تقرب تجھ کو نظر نہ آئے گا، سمجھ دار بن کہ اساس کے دروازے پر نہ آ مگر صدق کے باتوں سے پرکھ والا خدا بڑا دانا ہے۔ تجھ پر افسوس! تو نے مخلوق سے پردہ کیا، خالق سے نہ کیا، تیرا پردہ کیا مفید ہو سکتا ہے، عنقریب مخلوق کے نزدیک بھی تیرا پردہ فاش ہو جائے گا کہ کارکنانِ قضاء و قدر تیری جیب اور تیرے گھر کے اندر سے سب جمع پونجی نکالیں گے۔ اے ٹوٹے ہوئے گنج کو (اپنے کھانے کے اندر سے نکالے بغیر) چھوڑ دینے والے! اپنے ہریسہ کے کھاتے وقت تجھ کو حقیقت واضح ہو جائے گی، اور اے زہر کھانے والے! عنقریب اس کا اثر تیرے بدن میں ظاہر ہو جائے گا، حرام غذا کھانا تیرے دِین کے بدن کے لئے زہر ہے، اور (اپنے خدا کی) نعمتوں کا شکر چھوڑنا تیرے بدن کے لئے زہر ہے۔ اے اپنے علم پر عمل کے چھوڑنے والے! تجھ کو عنقریب وہ تیرا علم بھلا دے گا اور تیرے قلب سے اس کی برکت دُور کر دے گا۔

اے جاہلو! اگر تم اس کو پہچانتے ہو تو اس کی سزاؤں کو بھی پہچانتے، اس کے ساتھ اور مخلوق کے ساتھ اچھے ادب کا برتاؤ کرو اور لا طائل کلام کو کم کرو، ایک بزرگ سے منقول ہے کہ میں نے ایک جوان کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے کہا کہ کاش! تو محنت و مزدوری کرتا تو تیرے لئے اچھا ہوتا (کہ معصیتِ خداوندی اور ذلت و تحقیر دونوں سے محفوظ رہتا) پس

مجھ کو اس کی یہ سزا ملی کہ چھ مہینے تک تہجد سے محروم رہا (چونکہ ان کو نصیحت کا منصب نہ تھا اس لئے یہ کلام لاطائل و بے فائدہ ہوا جس پر تنبیہ کی گئی)۔

صاحب زادہ! کارآمد باتوں میں تیرے لئے اتنا شغل ہو کہ بیکار باتوں کی مہلت نہ ملے، اپنے قلب سے نفسانیت کو نکال کہ بھلائی تجھ کو نصیب ہوگی کیونکہ اصل کدورت جو دُوسروں کو بھی مکدّر بنادے وہی (نفسانیت) ہے اس کے نکل جانے کے بعد صفائی آئے گی (اپنی حالت) بدل کہ تیرے ساتھ (حق تعالیٰ کا برتاؤ بھی) بدل جائے گا، حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدل لیں۔

اے انسان سن! اے صاحبو! سنو اے (شریعت) کے مکلّف عاقلو بالغو! حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد اور اطلاعیں سنو اور وہ سب کہنے والوں سے زیادہ سچا ہے تم اس کے لئے اپنی اس حالت کو بدلو جو اس کو ناپسند ہے تا کہ وہ تم کو وہ چیز عطا کرے جو تم کو پسند ہے، راستہ بہت کشادہ ہے تمہیں کیا ہوگیا اے لولے لنگڑے! کھڑے ہو جاؤ اور (اس کا دامن) مضبوط تھام لو، مکر و غفلت نہ کرو جب تک کہ رَسّی کے دونوں کنارے تمہارے ہاتھ میں ہیں (کہ زندگی بھی موجود ہے اور بحرِ رحمتِ خداوندی کا بھی دروازہ کھلا ہوا ہے) تو اس سے ان اعمال پر مدد لو جو تم کو نیکوکار بنادے، اپنے نفس پر تم سوار ہو جاؤ ورنہ وہ تم پر سوار ہو جائے گا، نفس دُنیا میں تو معصیت کی ترغیب دینے والا ہے اور آخرت میں ملامت کرنے والا، اس شخص سے جو تم کو حق تعالیٰ سے غافل بنائے ایسا بھاگو جیسے درندے سے بھاگتے ہو، خدا سے معاملہ کرو کیونکہ جس نے اس سے معاملہ کیا اس نے فائدہ اُٹھایا، جس نے خدا سے محبت کی خدا نے اس سے محبت کی، جس نے خدا کو چاہا خدا نے اس کو چاہا، جو خدا کے قریب آیا اور جس نے خدا کو پہچاننا چاہا خدا نے اس کو اپنی معرفت نصیب فرمائی۔ میری بات سنو اور میرا کہنا مانو کہ میرے سوا سطحِ زمین پر کوئی نہیں جو (بلاامتیاز غریب و امیر) تمام لوگوں سے ایک حالت پر کلام کرے، میں مخلوق کا خواہاں ہوں انہیں کے نفع کو نہ اپنے نفع کو، اور اگر آخرت طلب کرتا ہوں تو صرف انہیں کے لئے، جو بات بھی میں بولتا ہوں اس سے صرف حق تعالیٰ ہی مقصود ہے دُنیا اور آخرت اور جو کچھ بھی ان دونوں میں ہے اس سے مجھے کیا واسطہ؟ وہ میری سچائی سے واقف ہے کیونکہ وہ تمام چھپی باتوں کا جاننے والا ہے، میری طرف آؤ کہ میں کسوٹی

ہوں، میں (سیم و زر تپانے کی) بھٹی اور (سکہ ڈھالنے کی) ٹکسال ہوں (کہ کھوٹا کھرا پہچانتا اور مٹی کے ڈھیر کو شاہی منظورِ نظر بناتا ہوں)۔ اے منافق! تو بکتا کیا ہے؟ تیری بکواس بے معنی ہے، تو بارہا "میں" کیا کرتا ہے حالانکہ تو ہے کیا؟ تجھ پر افسوس کہ تیری نظر دوسروں پر ہے اور کہتا یہ ہے کہ میری نظر خدا پر ہے، تو مانوس ہوتا ہے غریبوں سے اور کہتا یوں ہے کہ میں خدا سے مانوس ہوں، تو نام تو رکھتا ہے اپنے نفس کا راضی (کہ اس کو رضا بر قضا حاصل ہے) حالانکہ وہ ہمیشہ اعتراض کرنے کا عادی ہے، تو نام رکھتا ہے اس کا صابر حالانکہ ایک چھوٹا کیڑا تجھ کو (اپنی نیش زنی کی ذرا سی تکلیف سے) مضطرب کر دیتا اور ناشکر گزار بنا دیتا ہے، پس جب تک کہ تیرا گوشت مصائب و تکالیف کی کثرت سے مردہ بن جائے کہ مصائب کی قینچیاں اس کو تکلیف ہی نہ دیں اس وقت تک واعظ بننا ٹھیک نہیں، ہاں اس وقت تو سر تا پا خلوت بن جائے گا کہ تیرا قلب دُنیا اور آخرت دونوں سے خالی اور ان کے نوادر کی چیزوں کے اعتبار سے معدوم ہوگا، اور ارشاد کی تعمیل اور ممانعت سے باز آنے کے وقت موجود ہوگا کہ وہی (اس وقت) تجھ کو موجود کرے گا اور اس کا فعل ہی تجھ کو بلائے اور ٹھہرائے گا اور تو اس سے غائب ہوگا حق تعالیٰ کی محبت میں جب تک یہ مرتبہ تیرے لئے صحیح نہ ہو جائے تیرے لئے کوئی مرتبہ متحقق نہیں، حق تعالیٰ بندے سے اس کی صورت کا خواہاں نہیں ہے، پس وہ تو معنی کا خواہاں ہے، اور اس کی توحید، اس کا اخلاص اور اپنے دِل سے دُنیا اور آخرت کی محبت کا دُور کر دینا اور حالت یہ ہے کہ جملہ اشیاء اس سے برطرف ہو جائیں، پس جب اس کی یہ حالت کامل ہو جاتی ہے حق تعالیٰ اس کو محبوب و مقرب بناتا اور دوسروں پر رفعت بخشتا ہے۔ اے واحد خدا! ہم کو اپنا موحد بنا، مخلوق سے ہم کو رہائی دے اور خالص اپنا بنا لے، ہمارے دعووں کو اپنے فضل و رحمت سے گواہوں سے سچا کر دے، ہمارے دِلوں کو معطر فرما، ہماری مشکلیں آسان کر، اپنا اُنس دے اور اپنے ماسویٰ سے وحشت نصیب کر، ہمارے اذکار کو صرف ایک فکر بنا دے کہ ہم کو دُنیا اور آخرت میں صرف تیرا اور تیرے قرب کا فکر رہ جائے، اے ہمارے پروردگار! عطا کر ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی، اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے، آمین۔

❊❊❊

باب نمبر (۳۲)

جو اللہ کا ولی بننا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ دُنیا کی محبت دِل سے نکال دے[۱]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

بیماروں کو پوچھا کرو اور جنازوں کے ساتھ جایا کرو کہ یہ تم کو آخرت یاد دِلائے گا۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس سے یہ قصد فرمایا ہے کہ تم آخرت کو یاد کرو، اور تم اس کی یاد سے بھاگتے اور دُنیا کو محبوب سمجھتے ہو، عنقریب تمہارے اختیار کے بغیر تمہارے اور دُنیا کے درمیان آڑ ہو جائے گی کہ جس پر تم خوش ہو رہے ہو اس کو تمہارے ہاتھوں سے لے لیا جائے گا، ناگواری تمہارے پاس آ موجود ہوگی اور مسرت کے بدلے غم چھا جائے گا۔

اے غافل! اے نادان! ہوشیار رہو، تو دُنیا کے لئے نہیں بنایا گیا، تو آخرت کے لئے بنایا گیا ہے، اے اس چیز سے غافل جس کے بغیر چارہ نہیں! تو نے اپنی فکر خواہشات و لذّات اور دینار پر دینار جوڑنے ہی کو قرار دے لیا، اور اپنے اعضاء کو لہو ولعب میں مشغول کر دیا ہے، اگر کوئی یاد دِلانے والا تجھ کو آخرت اور موت یاد دِلاتا ہے تو تو کہتا ہے کہ میرا عیش مکدّر کر دیا، اور اِدھر اُدھر اپنا سر مٹکانے لگتا ہے، موت کا ڈرانے والا تیرے پاس آیا اور وہ بالوں کی سپیدی ہے (جو بڑھاپے میں پیدا ہو کر موت کی اطلاع دیتی ہے) اور تو اس کو یا تو (قینچی سے) کاٹ دیتا ہے یا (خضاب کی) سیاہی سے اس کو متغیر کر دیتا ہے، جب تیری اجل آ جائے گی اس وقت کیا کرے گا؟ جب تیرے پاس ملک الموت (حضرت عزرائیل)

(۱) بروزِ جمعہ بوقتِ صبح بتاریخ ۵ رجب ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

اپنے ساتھیوں کے آئیں گے تو ان کو تو کس چیز سے واپس کرے گا؟ جب تیرا رزق ختم اور تیری مدت تمام ہو جائے گی تب کونسی چال چلے گا؟ اس ہوس کو چھوڑ، دُنیا کی بنیاد تو کام پر ہے، جب یہاں کرے گا تب اُجرت پائے گا اور اگر کام نہیں کرے گا تو کچھ بھی نہیں ملے گا، یہ تو اعمال کا اور مصیبتوں کا گھر ہے، یہ مشقت کا گھر ہے اور آخرت کا گھر ہے، مؤمن چونکہ یہاں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالتا ہے پس ضرور ہے کہ راحت پائے، لیکن تو نے راحت میں جلدی کی (کہ دُنیا ہی میں آرام کرلیا) اور توبہ میں ٹال مٹول، دنوں اور مہینوں، برسوں اور آج کل کرتا رہتا ہے، تیری زندگی ختم ہو رہی ہے، عنقریب تو پشیمان ہو گا کہ نصیحت کیوں نہ مان لی اور متنبہ کیوں نہ ہوا اور سچا کیوں نہ سمجھا، تجھ پر افسوس کہ تیری زندگانی کی چھت کا شہتیر ٹوٹ چکا اور عنقریب گرا چاہتا ہے (مگر تجھے ہوش نہیں آتا)۔ اے مغرور! تیری زندگی کی دیواریں گرتی جارہی ہیں، یہ گھر جس میں تو آباد ہے ویران ہوا چاہتا ہے اس کو چھوڑ کر دُوسرے گھر میں جانا ہے، آخرت کا گھر طلب کر اور اس کی طرف اپنا قدم بڑھا، کونسا قدم؟ وہ قدم اعمالِ صالحہ ہیں (کہ ان کو آخرت کی طرف چلانا چاہئے) اپنا مال، اپنے سے پہلے آخرت کی طرف روانہ کرتا کہ خود وہاں پہنچنے کے وقت تو اس کو پائے، اے دُنیا پر مغرور! اور اے ناچیز کے ساتھ مشغول ہونے والے! اور اے وہ شخص جس نے بی بی کو چھوڑا اور نوکرانی کے ساتھ مشغول ہوا! تجھ پر افسوس، آخرت (جو بمنزلہ بی بی کے ہے) دُنیا کے ساتھ (جو بہ منزل نوکرانی کے ہے) نہیں رہ سکتی کیونکہ وہ اس سے راضی نہیں ہے (بلکہ رقابت کے سبب اس سے متنفر ہے) نوکرانی کو اپنے قلب سے باہر نکال، پھر دیکھ کہ آخرت کس طرح آتی ہے اور تیرے قلب کو گھیر لیتی ہے (کہ اس کے سوا کسی طرف دِل مائل نہ ہوگا) پس جب یہ مضمون تیرے لئے کامل ہو جائے گا تو حق تعالیٰ کا قرب تجھ کو آواز دے گا (کہ اب ادھر آؤ) پس اس وقت آخرت کو چھوڑ اور اس کا طالب ہو کہ قلب کی تندرستی اور باطن کی صفائی وہیں کامل ہوگی۔

صاحب زادہ! جب تیرا قلب تندرست ہو جائے گا تو حق تعالیٰ اور فرشتے اور صاحبانِ علم (اس کے تندرستی کی) شہادت دیں گے (مگر یوں نہیں کہ تو اپنی تندرستی کا خود دعویٰ کرے بلکہ وہی دعوے دار کھڑا کرے گا جو مدعی نہ ہوگا اور وہی خود گواہی دے گا) پس

اپنی ذات کے لئے اس کی تندرستی کی گواہی دینے کی تجھ کو ضرورت نہ ہوگی، پس جب یہ مضمون تیرے لئے پورا ہو جائے گا تو (استقامت کی بدولت) تو اٹل پہاڑ بن جائے گا کہ نہ آندھیاں اس کو مٹا سکیں گی اور نہ برچھیاں اس کو توڑ سکیں گی، مخلوق کا دیکھنا اور ان سے ملنا جلنا نہ تیرے اندر اثر کر سکے گا اور نہ تیرے قلب میں خراش ڈال سکے گا اور نہ تیرے باطن کی صفائی کو گدلا کر سکے گا۔

صاحبو! جو شخص عمل کرتا ہے اور اس سے مقصود مخلوق کی ذات اور ان میں اپنی مقبولیت کو قرار دیتا ہے، اس کو چھوڑ دو کہ وہ آقا سے بھاگا ہوا غلام، حق تعالیٰ کا دشمن اور اس کی نعمتوں کا ناشکر گزار اور محجوب و مردود وملعون ہے، مخلوق تیرے قلب، خیر اور دین سب کو چھین لے گی اور تجھ کو مشرک بنا دے گی کہ تو ان کو شریکِ خدا سمجھے گا اور اپنے پروردگار کو بھول جانے والا بن جائے گا، وہ تیرے خواہاں اپنے لئے ہیں نہ کہ تیرے لئے اور حق تعالیٰ تیرا خواہاں تیرے ہی نفع کے لئے ہے نہ کہ اپنے نفع کے لئے، پس اس کا طالب بن جو تیرا خواہاں تیرے لئے ہوا، اور اسی میں مشغول ہو جا کیونکہ اس کے ساتھ مشغول ہونا............
اس (مخلوق) میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو دُنیا اس کی مخلوق سے مانگے، خدا کی اس بارگاہ میں اسی سے فریاد کر کہ وہی تونگر ہے اور مخلوق ساری کی ساری فقیر ہے کہ نہ اپنے نفس کے لئے کسی قسم کے نقصان یا نفع کا مالک ہے نہ دُوسروں کے لئے، تو اس کی محبت چاہ کہ وہ تجھ کو چاہنے لگے گا، ابتدا میں تو تو طالب ہوگا اور وہ مطلوب اور انتہا میں تو مطلوب ہوگا اور وہ طالب۔ بچہ اپنے بچپن میں اپنی ماں کا طلب ہوتا ہے اور جب بڑا ہو جاتا ہے تو اب میں اس کی طالب ہوتی ہے، جب وہ تیری سچی طلب جانچ لے گا تب تیرا طالب بنے گا اور جب اپنے ساتھ تیری سچی محبت معلوم کر لے گا تب تجھ کو محبوب بنا لے گا، تیرے طالب کی رہبری فرمائے گا اور تجھ کو اپنے قریب کرے گا، تو فلاح کس طرح پا سکتا ہے حالانکہ تو نے اپنے قلب کی آنکھوں پر اپنے نفس، اپنی خواہش، اپنی طبیعت اور اپنے شیطان کا ہاتھ رکھ چھوڑا ہے، نفوس کو مجاہدے میں ڈال کر اور اس کی مخالفت کر کے علیحدہ کر، اپنی خواہش، اپنی طبیعت اور اپنے شیطان کے ہاتھ کو الگ کر کہ تجھ کو خدا مل جائے گا، ان ہاتھوں کو ہٹا کر تیرے اور حق تعالیٰ کے درمیان سے پردے اُٹھ جائیں گے، پس تو اس سے ماسوا کو دیکھ

لے گا، اپنے آپ کو دیکھ لے گا دُوسروں کو دیکھ لے گا، اپنی عیبوں کو دیکھ لے گا، تو ان سے بچے گا اور دُوسروں کے عیبوں کو دیکھ لے گا تو ان سے بھاگے گا، پھر جب یہ مضمون تیرے لئے روا ہو جائے تو وہ تجھ کو مقرب بنائے گا اور وہ عطائیں بخشے گا جو نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی بشر کے دِل پر خطرے کے درجے میں بھی گزریں، تیرے قلب اور باطن کی سماعت کو تیز کر دے گا اور بصارت بخشے گا اور ان کو صحیح کر دے گا (کہ غلطی نہ ہونے پائے گی) اور ان کو اپنی کرامت کے خلعت بخشے اور پہنائے گا، اپنی ولایت سے تجھ کو نواز کر حاکم قرار دے گا اور تیری مدد فرما کر تجھ کو سلطان و بادشاہ بنائے گا اور اپنی ساری مخلوق میں تیری شہرت کرائے گا، تجھ کو تیرے قلب کا چوکیدار بنائے گا اور اس کے فرشتے تیرے خادم بن جائیں گے اور وہ اپنے انبیاء و رُسل کی رُوحیں تجھ کو دِکھا دے گا، پس مخلوق میں سے کوئی چھپی سے چھپی چیزیں بھی تجھ سے چھپی نہ رہے گی۔

صاحب زادہ! اس مرتبے کا طالب و متمنی بن، اس کو اپنی فکر قرار دے اور دُنیا کی طلب میں مشغول ہونا چھوڑ کہ وہ تیرا پیٹ نہ بھر سکے گی، اور نہ خدا کے ماسوا کوئی چیز تیرا پیٹ بھر سکے گی، پس خدا کے ساتھ مشغول ہو کہ وہ تجھ کو شکم سیر کر دے گا تو دُنیا اور آخرت کی تونگری تجھے مل گئی۔

اے غافل! اسی کو چاہ جو تجھے چاہتا ہے، اسی کو طلب کر جو تجھے طلب کرتا ہے، اسی سے محبت کر جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اسی کا مشتاق بن جو تیرا مشتاق ہے، کیا تو نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں، نیز اس کا یہ ارشاد جو اس نے ایک مقام پر فرمایا ہے، بے شک میں تمہاری ملاقات کا (تم سے زیادہ) مشتاق ہوں، اس نے تجھ کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پس ر کھیلو مت اور اس نے تجھ کو اپنی صحبت کے لئے چنا ہے پس اس کے غیر کے ساتھ مشغول مت ہو، اس کی محبت میں شریک بنا کر اس کے ساتھ کسی کو بھی محبوب مت سمجھ، اگر تو دُوسرے کے ساتھ شفقت و مہربانی اور کرم گستری کی محبت رکھے تو بے شک جائز ہے نفوس کی محبت، باقی قلوب کی محبت جائز نہیں، باطن کی محبت جائز نہیں (کیونکہ یہ دونوں صرف حق تعالیٰ سے محبت رکھنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں)۔ آدم علیہ السلام کا قلب جب جنت کی محبت میں مشغول ہوا اور ہمیشہ

جنت میں رہنا محبوب سمجھا تو ان کے اور جنت کے درمیان حق تعالیٰ نے مفارقت کر دی اور ان کو پھل کھا لینے کے ذریعے اس سے باہر نکال دیا، ان کا دِل حضرت حوا پر مائل ہوا تو ان دونوں میں تفریق فرمادی اور تین سو برس کی مسافت ان کے درمیان ڈال دی (کہ وہ مزدلفہ میں گئے اور وہ لنکا میں گئیں، جس کا فاصلہ آج کل اگرچہ مہینے بھر کا ہو گیا، مگر اس وقت سینکڑوں برس میں بھی پہنچنا مشکل تھا) حضرت یعقوب علیہ السلام کا دِل جب اپنے صاحب زادے یوسف علیہ السلام پر جا کر ٹھہرا اور ان کو اپنے سینے سے لگایا تو خدا نے ان کے درمیان جدائی ڈال دی، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک قسم کا ذرا سا میلان فرمایا تو اِتہام و بہتان کا قصہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند روز (حزن وغم کے سبب) ان کو دیکھ بھی نہ سکے، پس تو حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو کہ دُوسرے مخلوق کو اپنے قلب سے باہر نکال کر ایک کنارے رکھ دے اور قلب کو حق تعالیٰ کے لئے خالی کر لے۔

اے لوگو! اے کاہل اور اے کم مایو! اگر تو نے میرا کہنا مانا اور میرے قول پر عمل کیا تو اپنے ہی نفس کے لئے کرے گا، اور اگر عمل نہ کیا تو محرومیت تیرے ساتھ ہوگی، حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

نفس ہی کے لئے ہے جو وہ بھلا کرے اور اسی پر وبال ہے جو وہ بُرا کرے۔

نیز اس کا ارشاد ہے کہ:-

اگر تم نے اچھے کام کئے تو نفس ہی کے لئے اچھا کیا اور اگر بُرے کام کئے تو نفس ہی کے لئے کی۔

نفس ہی ہے جو کل کو جنت میں اعمال کا ثواب پائے گا اور جہنم میں اعمال کی سزا، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلایا کرو اور اپنے لباس ایمان والوں کو دیا کرو۔

جب تو نے اپنا کھانا کسی پرہیزگار کو کھلایا، اس کی دُنیا کے متعلق اس کا معاون بنا تو جو کچھ وہ اعمال کرے گا، اس میں تو بھی شریک ہوگا اور اس میں سے کچھ کمی نہ ہوگی، کیونکہ تو

نے اس کے مقصود (یعنی عبادت پوری کرنے) میں اس کی مدد کی اور اس کے (فکرِ معاش کے) بوجھ کو اس سے اُٹھایا اور (اس کا پیٹ بھر دینے کی وجہ سے) اس کے قدم حق تعالیٰ کی طرف بڑھائے، اور جب تو نے اپنا کھانا رِیا کار، نافرمان، منافق کو کھلایا اور اس کے دُنیوی معاملات میں اس کی مدد کی تو جو کچھ وہ بداعمالیاں کرے گا اس میں تو بھی شریک ہوگا اس کی سزا میں کچھ کمی نہ ہوگی، کیونکہ اس کو روٹی کھلا کر حق تعالیٰ کی نافرمانی میں تو اس کا مددگار بنا ہے، پس اس کا بد اثر تیری طرف بھی لوٹے گا۔

اے جاہل! علم حاصل کر کہ علم کے بغیر عبادت میں کوئی خوبی نہیں، اور بلا علم کے ایمان میں کوئی خوبی نہیں، علم حاصل کر اور نیک عمل کر کہ دُنیا و آخرت دونوں میں فلاح پائے گا، جب علم کی تحصیل اور اس پر عمل کرنے پر تجھ کو صبر و اِستقلال نصیب نہیں تو فلاح کیونکر حاصل ہوگی؟ جب علم کو تو اپنا کل حوالہ کر دے گا (کہ اس کی طلب میں مرے) تب وہ تجھ کو اپنا کچھ حصہ دے گا، ایک عالم سے کسی نے پوچھا تھا کہ یہ علم جو تم کو حاصل ہے کس طرح ملا؟ انہوں نے جواب دیا کہ:-

کوّے کے علی الصباح اُٹھنے، اور اُونٹ کے صبر کرنے، اور خنزیر کی حرص، اور کتے کی چاپلوسی (سے سبق لینے) کی وجہ سے۔

کہ جس طرح کوّا سویرے ہی پرواز کرتا ہے میں علماء کے دروازوں پر صبح ہی لپکتا تھا، اور ان کی (ڈالی ہوئی) مشقتوں پر صبر کرتا تھا جیسا کہ اُونٹ اپنے بوجھ پر صبر کرتا ہے، اور طلبِ علم کا ایسا حریص تھا جیسا خنزیر اپنی خوراک کا حریص ہوتا ہے، اور ان (استادوں) کی خوشامد ایسی کیا کرتا تھا جس طرح کتا اپنے مالک کے دروازے پر جب تک مالک اس کو کچھ کھلا نہ دے چاپلوسی کرتا ہے۔" اے طالبِ علم! اگر تو علم فلاح چاہتا ہے تو اس عالم کا قول سن اور اس پر عمل کر، علم حیات ہے اور جہالت موت ہے، جو شخص عالم اور اپنے علم پر عامل اور عمل میں مخلص اور دُوسروں کو پڑھانے پر صابر ہو وہ اپنے پروردگار سے جا ملتا ہے اس کے لئے موت نہیں ہے، کیونکہ جب (علم و عمل اور اِخلاص کی بدولت اس کا نفس) مرگیا تو وہ اپنے پروردگار سے جا ملا، پس اس کی حیات ہمیشہ اس کی معیت میں ہے۔ یا اللہ! ہم کو علم نصیب فرما اور اس میں اِخلاص عطا کر۔

باب نمبر (۳۳)

جو اللہ کی رضا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ فقراء و مساکین کی دلجوئی کرے [1]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھ کر شیطان کو لاغر بنا دو کیونکہ کلمۂ طیب سے شیطان ایسا لاغر ہو جاتا ہے جیسے تم میں کوئی شخص اپنے اُونٹ کو اس پر بکثرت سوار ہونے اور بکثرت بوجھ لادنے سے لاغر بنا دیتا ہے۔

صاحبو! کلمہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کو صرف لفظ سے نہیں بلکہ اِخلاص سے کہہ کر اپنے شیطانوں کو لاغر بناؤ، توحید اِنسان، جنات (دونوں قسم کے) شیطانوں کو جلا دیتی ہے کیونکہ وہ نار ہے شیطانوں کے لئے، نور ہے اہلِ توحید کے لئے، تو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کس طرح کہتا ہے حالانکہ تیرے قلب کے مشرک ہونے پر زبان کی توحید تجھ کو مفید نہ ہوگی، دِل کی گندگی کے ساتھ جسم کی پاکی تجھ کو نفع نہ دے گی، صاحبِ توحید اپنے شیطانوں کو لاغر بنا دیا کرتا ہے اور مشرک کو اس کا شیطان لاغر بنا دیتا ہے۔ اقوال کا مغز اِخلاص ہے اس لئے کہ وہ جب اس سے خالی ہوتے ہیں تو بلا مغز کا چھلکا رہ جاتے ہیں، اور چھلکا بجز آگ کے اور کسی مصرف کا نہیں۔ میری گفتگو سن اور اس پر عمل کر وہ تیری طبیعت کے جوش کو بجھا دے گی اور تیرے نفس کی شوکت کو توڑ دے گی، ایسی جگہ مت جا جہاں تیری طبیعت کا جوش بھڑکے کہ وہ تیرے دِین اور اِیمان کا گھر ویران کر دے گی، طبیعت اور خواہشِ نفس اور شیطان بھڑک اُٹھیں گے، پس تیرے دین اور اِیمان و ایقان کو ملیامیٹ کر دیں گے، ان منافقوں، تصنع کرنے

(۱) بروز یکشنبہ بتاریخ ۷ رجب ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

والوں، طمع کرنے والوں کی گفتگو مت سن کیونکہ طبیعت طمع کرنے والوں کی سرتاپا ہوس انسان کے کلام کی طرف مائل ہوا کرتی ہے، (حالانکہ) اس کی مثال بے نمک روٹی کے آٹے کی سی ہے کہ (دیکھنے میں مرغوب ہے مگر) کھانے والے کے پیٹ کو تکلیف پہنچاتی ہے، اس کے بدن کو گراتی ہے، علم کتابوں سے حاصل نہیں ہوا کرتا بلکہ مردوں کے منہ سے حاصل ہوا کرتا ہے، وہ مرد کون ہے؟ مردانِ خدا، متقی، تارک الدنیا، وارثِ انبیاء، صاحبانِ معرفت، باعمل اور مخلص بندے، جو تقویٰ کے مغائر ہے وہ ہوس اور اَمرِ باطل ہے، ولایت دُنیا اور آخرت اور میں اہلِ تقویٰ کی ہے، دُنیا اور آخرت میں بنیاد اور تعمیر انہیں کے لئے ہے، حق تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف تقویٰ شعار، نیکوکار، صابروں ہی کو محبوب رکھتا ہے، اگر تیری طبیعت دُرست ہوتی تو ان کو تو پہچانتا اور محبوب سمجھتا اور ان کی صحبت اختیار کرتا، طبیعت اسی وقت دُرست ہو سکتی ہے جبکہ قلب حق تعالیٰ کی معرفت سے منور ہو جائے، جب تک معرفت صحیح نہ ہو اور دُرستی ظاہر نہ ہو جائے اس وقت تک اپنے خیالات پر مطمئن نہ ہو، اپنی نگاہ کو محارم سے روک اور نفس کو شہوتوں سے باز رکھ اور اپنے نفس کو حلال غذا کا خوگر بنا اور اپنے باطن کو حق تعالیٰ کے مراقبے میں اور اپنے ظاہر کو سنت کی اِتباع میں محفوظ رکھ کہ تجھ کو دُرست اور صائب الرائے طبیعت حاصل ہو جائے گی اور حق تعالیٰ کی معرفت تیرے لئے صحیح بن جائے گی، میں تو بس عقول اور قلوب کی تربیت کرتا ہوں، نفسوں اور طبیعتوں اور عادات کی نہیں اور نہ ان میں کوئی خوبی ہے۔

صاحبزادہ! علم سیکھ اور مخلص بن تاکہ نفاق کے جال اور اس کی قید سے خلاصی پائے، علم کا طالب بن، خاص اللہ کے واسطے نہ کہ مخلوق کے لئے اور نہ دُنیا کے لئے، اللہ کے واسطے علم طلب کرنے کی شناخت یہ ہے کہ ارشاد اور ممانعت کے وقت خائف ہو، دِل میں حق تعالیٰ کا دھیان رکھے اور عاجزی کرے اور مخلوق کا حاجت مند اور ان کے مال و متاع کا حریص ہوئے بغیر ان کے سامنے تواضع برتے اور محبت، عداوت اللہ کے واسطے رکھے، کیونکہ غیر اللہ کے لئے دوستی رکھنا درحقیقت عداوت ہے، اور غیر اللہ میں ثبات حقیقت میں زوال ہے، اور غیر اللہ میں بخشش درحقیقت محرومیت ہے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

ایمان کے دو جزو ہیں، آدھا صبر اور آدھا شکر۔

جب تو نے تکلیف پر صبر نہ کیا اور اِحسانات پر شکر نہ کیا تو تو مؤمن نہیں ہے، اسلام کی حقیقت گردن جھکانا ہے (کہ رنج و راحت دونوں حال میں سرِ تسلیم خم رہے) یا اللہ! ہمارے قلوب کو زندگی بخش، اپنے اُوپر توکل سے، اپنی طاعت سے، اپنے ذکر سے، اپنی موافقت سے، اور اپنی توحید سے، اگر وہ لوگ نہ ہوتے جن کے قلوب میں یہ صفات موجود ہیں کہ وہ زمین میں پھیلے ہوئے ہیں، تو ہم سب لوگ ہلاک ہو جاتے، کیونکہ انہیں کی دُعا سے حق تعالیٰ اپنا عذاب اہلِ زمین سے اُٹھاتا ہے، نبوّت کی صورت اُٹھ چکی ہے مگر اس کے معنی قیامت تک باقی ہیں، ورنہ زمین پر چالیس ابدال کس بنا پر باقی رہتے کہ ان میں سے ہر ایک کے اندر نبوّت کے معنی موجود ہیں اور ہر ایک کا قلب کسی نہ کسی نبی کے قلب پر ہے، یہی حضرات زمین میں اللہ اور اس کے رسولوں کے نائبین ہیں کہ حق تعالیٰ نے استادوں کا قائم مقام شاگردوں کو بنایا ہے اور اسی لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

وہ حفاظت اور عمل اور قول و فعل (ہر مضمون میں) وارث ہیں، اس لئے کہ قول بلا عمل کے کچھ بھی نہیں، اور بغیر گواہ کے محض دعویٰ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

صاحب زادہ! قرآن اور سنت کا پابند رہنا اور ان پر عمل کرنا اور عمل میں اِخلاص کرنا تیرے دعوئ ایمان کا گواہ ہے، میں تمہارے عالموں کو جاہل اور تمہارے زاہدوں کو طالبِ دُنیا، دُنیا میں بارغبت مخلوق پر اِعتماد رکھنے والا اور حق تعالیٰ کا بھلا دینے والا دیکھ رہا ہوں، حق تعالیٰ کے سوا دُوسرے پر بھروسہ کرنا لعنت کا سبب ہے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

ملعون ہے، ملعون ہے وہ شخص جس کا بھروسہ اپنی جیسی مخلوق پر ہو۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

جس نے مخلوق سے عزت چاہی وہ بے شک ذلیل ہوا۔

تجھ پر افسوس جب تو مخلوق سے باہر جائے گا تب خالق کی معیت حاصل ہوگی کہ وہ تجھ کو تیرے نفع ونقصان سے آگاہ کردے گا اور تو اپنی اور غیر کی چیز میں تمیز کرنے لگے گا (کہ مال جس کو تو چھوڑ کر جاتا ہے غیروں کا ہے اور اعمال جو ساتھ جاتے ہیں وہ اپنے ہیں) حق تعالیٰ شانہٗ کے دروازے پر پڑا رہنا اور اپنے قلب سے اسباب کو قطع کر دینا اختیار کر کہ دُنیا وآخرت میں خوبی دیکھے گا، جب تک تیرے قلب میں مخلوق اور ریا اور آخرت کے علاوہ وہ کوئی چیز ذرہ برابر بھی رہے گی یہ مقام کامل نہ ہوگا، جب تو نے صبر نہ کیا تو نہ تیرا دین ہے اور نہ تیرے ایمان کا سر قائم ہے۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہے۔

صبر کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو کسی سے شکایت کرے اور نہ سبب کے ساتھ تعلق رکھے اور نہ تکلیف کا وجود ناگوار سمجھے اور نہ اس کا ورد ہونا چاہئے، بندہ جب اپنے فقر وفاقہ میں حق تعالیٰ کے سامنے جھکتا اور اس کے ارادے ومشیت پر اس کے ساتھ صبر کرتا اور (پیشہ یا مزدوری وغیرہ کی) کسی مباح صورت سے عار نہیں کرتا اور رات ودن عبادت اور کسب میں ایک کر دیتا ہے تو حق تعالیٰ بہ نگاہِ رحمت اس کو دیکھتا اور اس کے بال بچوں کو ایسی جہت سے تونگری عطا فرماتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہیں ہوتی، حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(الطلاق)

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے سبیل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسے طریقے سے رزق پہنچاتا ہے کہ وہاں اس کا گمان بھی نہیں جاتا۔

تیری حالت پچھنے لگانے والے کی سی ہے کہ دُوسرے کی بیماری نکالتا ہے اور اپنے اندر جو خالص بیماری موجود ہے اس کو نہیں نکالتا، میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ ظاہراً علم میں ترقی کر رہا ہے اور باطناً جہل بڑھ رہا ہے توریت میں لکھا ہے کہ:-

جس شخص کا علم بڑھے تو چاہئے کہ درد بڑھے۔

وہ درد کیا ہے؟ حق تعالیٰ کا خوف اور اس کے بندوں کے سامنے عاجزی، جب

تجھ کو علم نہ ہو تو اس کو حاصل کر، جب تجھ میں نہ علم ہوگا، نہ عمل، نہ اخلاص اور نہ ادب اور نہ مشائخ کے ساتھ حسنِ ظن تو پھر تجھ کو کوئی چیز کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ تو نے اپنا سارا مقصود دُنیا اور اس کے مال و متاع کو قرار دے لیا ہے، عنقریب تیرے اور اس کے درمیان آڑ ہو جائے گی، تجھ کو ان سے کیا نسبت جن کا سارا مقصود صرف ایک ہی ہے کہ جس طرح اپنے ظاہر میں حق تعالیٰ پر نگاہ رکھتے ہیں اسی طرح باطن میں بھی اس کا دھیان رکھتے ہیں، جس طرح اعضاء کو مہذّب بناتے ہیں اسی طرح قلب کو مہذّب بناتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان کا یہ حال کامل ہو جاتا ہے تو جملہ خواہشات کے فکر و اہتمام سے کفایت کر جاتا ہے، پس ان کے قلوب میں بجز ایک خواہش کے کچھ بھی باقی نہیں رہتا، اور خواہش حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے قرب و محبت کی طلب ہے۔

حکایت ہے کہ بنی اسرائیل ایک مرتبہ تنگ حالی میں مبتلا ہوئے تو سب اکٹھے ہو کر اپنے ایک نبی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کوئی کام بتایئے جس سے حق تعالیٰ شانہٗ راضی ہو اور ہم اس کو کریں اور وہ ہماری اس مصیبت کے دفع ہو جانے کا سبب بن جائے۔ پس نبی نے حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کام کی بابت سوال کیا تو حق تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ:-

> ان سے کہہ دو کہ اگر تم میری خوشنودی چاہتے ہو تو مساکین کو راضی کر لو، پس اگر تم نے ان کو راضی کر لیا تو میں راضی ہو جاؤں گا، اور ان کو ناراض رکھا تو میں ناراض رہوں گا۔

سنو اے عقل والو! تم ہمیشہ مساکین کو ناراض رکھتے ہو اور پھر حق تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہو، اس کی خوشنودی تمہارے ہاتھ کبھی نہ آئے گی، تم ہر پہلو اس کی ناراضی میں ہو، میرے کلام کی روشنی پر ثابت قدم رہو کہ ضرور فلاح پاؤ گے، ثابت قدمی ہی رُوئیدگی ہے (کہ درخت ثابت قدم رہ کر ہی پھل پھول پاتا ہے) میں مشائخ کے کلام اور اس کی سختی و درشتی سے بھاگتا نہ تھا بلکہ گونگا اور اندھا بن جایا کرتا تھا اور ان کی طرف سے مجھ پر آفتیں ٹوٹا کرتی تھیں اور میں خاموش رہتا تھا، اور تو ان کے کلام پر صبر نہیں کرتا اور چاہتا یہ ہے کہ فلاح پائے، نہیں ہرگز عزت حاصل نہ ہوگی جب تک تو تقدیر کی موافقت نہ کرے، خواہ وہ تیرے

فائدے کے متعلق ہو یا نقصان کے، اور جب تک اپنے حصے اور نصیب میں مشائخ کی طرف الزام قائم کرنا چھوڑ کران کی صحبت اختیار نہ کرے گا (کہ مشائخ سے اگر نفع نہ پہنچے تو اپنا قصور سمجھے، ان کا نقصان یا بخل نہ سمجھے) اور جب تک جملہ حالتوں میں مشائخ کی اِتباع اوران کی موافقت نہ کرے گا اس وقت تک فلاح نہ پائے گا، ہاں! اگر ایسا کرے گا تو بے شک دُنیا وآخرت دونوں میں کامیابی حاصل ہوگی، سمجھو میں کیا کہتا ہوں، اوراس پر عمل کرو، عمل کے بغیر سمجھنا کسی کام کا نہیں ہے، اور اخلاص کے بغیر عمل خالی طمع پر طمع ہے، طمع کے سارے حروف خالی اور کھوکھلے ہیں (کہ تینوں حرفوں میں سے کسی ایک پر بھی نقطہ نہیں، پھر نفع کی کیا توقع ہوگی؟) عوام تیری کھوٹ سے واقف نہ ہوں گے مگر صرّاف کھوٹ کو پہچان لے گا، اس کے بعد عوام کو مطلع کردے گا تاکہ وہ تجھ سے بچیں، اگر تو حق تعالیٰ کے ساتھ صبر کرے گا اس کے عجیب عجیب لطف دیکھے گا، یوسف علیہ السلام نے جب گرفتاری وغلامی و قید خانہ اور ذِلت پر صبر کیا اور اپنے پروردگار جل شانہٗ کے علم کی موافقت کی (کہ ہر تقدیر کی گردش پر راضی رہے) تو ان کی شناخت صحیح ثابت ہوئی اور بادشاہ بننے کے اہل ہوئے، حالتِ ذِلت سے عزت کی طرف اور موت سے حیات کی طرف منتقل ہوئے، پس اسی طرح تو بھی جب شریعت کا تابع بنے گا اور حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ صبر کرے گا اور اسی سے توقع رکھے گا اور اپنے نفس اور اپنی خواہش اور اپنے شیطان کی مخالفت کرے گا تو اپنی موجود حالت سے دُوسری حالت کی طرف منتقل ہوگا کہ ناپسند سے پسندیدہ حالت کی طرف منتقل کردیا جائے گا، سعی اور کوشش کر کہ تجھ سے کچھ ہو بھی نہیں سکتا اور تجھے ضرورت بھی ہے، کوشش کر کہ یقیناً خوبی حاصل ہوگی جو طلب کرتا ہے اور سعی وکوشش کرتا ہے وہ (ضرور مراد) پاتا ہے، حلال غذا کھانے میں سعی کر کہ وہ تیرے قلب کو منور بنادے گی اور دِل کو اس کی تاریکیوں سے باہر لے آئے گی، مفید ترین عقل وہ ہے جو تجھ کو حق تعالیٰ شانہٗ کی نعمتوں سے آگاہ بنائے اور تجھ کو ان کی شکر گزاری میں کھڑا کردے اور نعمتوں اوران کی مقدار کے اِقرار پر تیری مدد کرے۔

صاحب زادہ! جس کو عین الیقین ہے اس کی معرفت حاصل ہوگئی کہ ساری چیزوں میں حق تعالیٰ سے مقسوم تجویز فرمادیئے اوران سے فراغت پالی تو وہ حیا کے سبب اس

سے کوئی چیز بھی طلب نہیں کرتا، وہ اس کا مطالبہ چھوڑ کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے نہ حق تعالیٰ سے اس کا سوال کرتا ہے کہ اس کا مقسوم جلد مل جائے اور نہ یہ کہ دُوسرے کا مقسوم عطا فرمادے، اس کی عادت گم نامی اور خاموشی اور حسنِ ادب ہے، اور اعتراض سے بچا رہنا، وہ مخلوق سے نہ قلیل کا شکوہ کرتا ہے نہ کثیر کا، دِل میں مخلوق سے گداگری ایسی ہی (بُری ہے) جیسا زبان سے بھیک مانگنا، میرے نزدیک حقیقت کے اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، تجھ پر افسوس! تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا کے سوا دُوسروں سے مانگتا ہے حالانکہ وہ دُوسروں کی بہ نسبت تجھ سے زیادہ قریب ہے (پس پاس والے کو چھوڑ کر دُور جانا کونسی عقل مندی ہے) تو مخلوق سے وہ چیز مانگتا ہے جس کی تجھ کو ضرورت بھی نہیں حالانکہ تیرے پاس خزانہ گڑا ہوا ہے اور تو ایک دانے اور ایک ذرّے پر (ہوس کے مارے) فقیروں کی صف میں گھسا جاتا ہے، جب تجھے موت آئے گی اگر تو عقل مند ہوتا تو ذرّہ برابر ہی ایمان کماتا کہ اس کو لے کر حق تعالیٰ سے جا ملے، صالحین کی صحبت اختیار کرنا اور ان کے اقوال و افعال میں ان سے ادب حاصل کرنا یہاں تک کہ جب تیرا ایمان قوی اور ایقان کامل ہو جائے تو حق تعالیٰ تجھ کو خالص اپنے لئے تجویز فرمالیں اور تیرے قلب کے اعتبار سے تیرے اور تیرے ادب کا کفیل و کارساز بن جائے۔

اے رِیا کے بت کی پرستش کرنے والے! تو حق تعالیٰ کے قرب کی بو بھی نہ سونگھ سکے گا، نہ دُنیا میں اور نہ آخرت میں، اے مخلوق کو شریکِ خدا سمجھنے والے! اور دِل سے ان پر متوجہ ہونے والے! مخلوق سے اعراض کر کہ نہ ان کی طرف سے نقصان ہے نہ فائدہ، اور نہ بخشش ہے نہ محرومیت، اپنے قلب کے ساتھ چھپے ہوئے شرک کے ہوتے ہوئے توحیدِ حق کا مدعی مت بن کہ اس سے تیرے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔

باب نمبر (۳۴)

تقویٰ کے بغیر ایمان ایسا ہی ہے جیسا کہ لباس کے بغیر جسمِ انسانی[1]

اگر تو دُنیا و آخرت کی بادشاہت چاہتا ہے تو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے، پس اپنے نفس اور دُوسروں پر حاکم و سردار بن جائے گا، میں تیرا خیر خواہ ہوں میری نصیحت مان لے، میں تجھ سے سچ کہتا ہوں مجھ کو سچا سمجھ لے، جب تو جھوٹا بنے گا اور جھٹلائے گا تو تجھ سے بھی جھوٹ بولا جائے گا اور تجھ کو بھی جھٹلایا جائے گا اور جب تو سچا بنے گا اور سچا سمجھے گا تو تجھ سے سچ بولا جائے گا اور تجھ کو سچا سمجھا جائے گا، جیسا کرے گا ویسا بھرے گا، اہل اللہ اپنے دِین اور قلوب کے طبیبوں یعنی اولیاء و صالحین کی تلاش میں پورب پچھم میں گشت لگاتے تھے اور جب ان میں سے کوئی مل جاتا تو اپنے دِین کی دوا اس سے چاہا کرتے تھے، اور تمہاری آج یہ حالت ہے کہ تمہارے نزدیک سب سے زیادہ بغض کے قابل فقہاء اور علماء اور اولیاء ہی ہیں جو ادب اور علم سکھانے والے ہیں، پس ضرور ہے کہ دوا تمہارے ہاتھ نہ آوے، میرا علم اور میری طبابت تیرے لئے کیا مفید ہو سکتی ہے کہ ہر روز میں تیرے لئے ایک بنیاد قائم کرتا ہوں اور تو اس کو توڑ دیتا ہے، میں تجھ کو دوا بتاتا ہوں اور تو اس کا استعمال نہیں کرتا، میں تجھ سے کہتا ہوں کہ یہ لقمہ مت کھا کہ اس کے اندر زہر ہے، اور یہ لقمہ کھا کہ اس میں دوا ہے، مگر تو میری مخالفت کرتا اور وہی کھاتا ہے جس میں زہر ہے، سو عنقریب اس کا اثر تیرے دِین اور ایمان کے بدن میں ظاہر ہو جائے گا، میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں اور نہ تیری تلوار سے ڈرتا ہوں اور نہ تیرے زَر کا خواہاں ہوں، جس کو اللہ کی معیت ہو جاتی ہے وہ کسی چیز

---

(۱) بروز جمعہ بوقت صبح ۱۲ رجب ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

سے بھی نہیں ڈرتا، نہ جن سے، نہ بشر سے، نہ زمین کے کیڑے مکوڑوں سے، نہ درندوں سے، نہ سانپ بچھو زہریلے جانوروں سے اور نہ ساری مخلوق میں کسی چیز سے، علم پر عمل رکھنے والے مشائخ کو حقیر نہ سمجھو وہ اللہ کے افعال پر راضی رہنے والے ہیں، ساری سلامتی، قضاو قدر پر راضی رہنے والے ہیں، ان کی آرزو کو کوتاہ کرنے اور دُنیا کی رغبت کھودینے میں ہے، پس جب تم اپنے نفوس میں کمزوری پاؤ (کہ دُنیا کی محبت دُور نہ کرسکو) تو موت کو یاد رکھنا اور آرزو کو کوتاہ کرنا لازم پکڑو، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ شانہٗ سے حدیث قدسی نقل فرمائی ہے کہ:۔

قرب کے طلب کرنے والوں نے فرائض ادا کرنے سے زیادہ کسی چیز سے بھی میرا قرب نہیں پایا، اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے سے میرا مقرّب بنتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں (اس کو محبوب بنالیتا ہوں) پھر جب میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سماعت و بصارت، ہاتھ، پشت کا پناہ بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ ہی سے سنتا ہے، مجھ ہی سے دیکھتا ہے اور مجھ ہی سے تھامتا ہے۔

اپنے جملہ افعال کو حق تعالیٰ سے سمجھنے لگتا ہے اور اس کی وجہ سے اپنی طاقت، نفسانی خواہشات اور دُوسروں کی طرف نظر کرنے سے باہر نکل آتا ہے، اس کی حرکات اور قوت وزور حق تعالیٰ ہی سے ہوا ہے نہ اپنے نفس سے اور نہ مخلوق سے وہ اپنے نفس اور دُنیا و آخرت سب سے کنارا کش ہوجاتا اور سرتاپا طاعت بن جاتا ہے، اور اس کی طاقت حق تعالیٰ کی محبت کا سبب بنتی ہے، طاعت سے محبت وقرب نصیب ہوا کرتا ہے اور معصیت سے بغض اور دُوری حاصل ہوتی ہے، طاعت سے اُنس پیدا ہوا کرتا ہے اور معصیت سے وحشت پیدا ہوا کرتی ہے، کیونکہ جو خطا کرے گا وہ متوحش ہوگا، شریعت کی اِتباع سے خیر حاصل ہوتا ہے اور شروع کی رفاقت سے شر حاصل ہوتا ہے، جس کی ساری حالتوں میں شریعت کی رفاقت نہ ہو تو تباہ کاروں کے ساتھ ایک تباہ ہونے والا ہے، کم کر اور توسعی کر مگر عمل پر بھروسہ مت کر کیونکہ عمل کو ترک کرنے والا (کہ عمل کے بغیر نجات کا متوقع ہو) محض طمع والا ہے، اور عمل پر بھروسہ کرنے والا خود پسند ومغرور ہے، (مخلوق میں تین قسم کے لوگ

ہیں) ایک گروہ دُنیا اور آخرت کے درمیان قائم ہے اور ایک گروہ جنت اور دوزخ کے درمیان قائم ہے اور ایک گروہ مخلوق اور خالق کے درمیان قائم ہے، اگر تو زاہد ہے تب تو دُنیا اور آخرت کے درمیان قائم ہے کہ آخرت کا طالب اور دُنیا سے متنفر ہے، اور اگر تو خائف ہے تو جنت اور دوزخ کے درمیان قائم ہے (کہ جنت کا خواہاں اور جہنم سے ترساں، اور اگر تو عارف ہے تو مخلوق اور خالق کے درمیان قائم ہے (کہ کبھی مخلوق کی طرف نظر کرتا ہے اور کبھی خالق کی طرف) آخرت کے احوال اور حساب و کتاب اور جو کچھ بھی وہاں پیش آنے والا ہے لوگوں کو پہنچاتا اور ان کو آگاہ کرتا ہے، بلکہ ان کو خبر دیتا ہے اس مضمون کی جس کا تو مشاہدہ کر چکا اور دیکھ چکا ہے کہ خبر مشاہدے کے برابر نہیں ہوا کرتی، یہ لوگ حق تعالیٰ کی ملاقات کے منتظر اور اپنے تمام اوقات میں اس کے متمنی رہتے ہیں کہ موت سے ڈرتے نہیں کیونکہ وہ تو محبوب ہے ان کی ملاقات کرانے کا واسطہ ہے (مخلوق سے) جدائی اختیار کر اس سے پہلے کہ مفارقت کا وقت آوے (سب کو) رُخصت کر دے، اس سے پہلے کہ خود رُخصت ہو اور چھوڑ دے اس سے پہلے کہ تیرے بال بچے اور ساری مخلوق تجھ کو چھوڑ دے، جب تو قبر میں جائے گا تو یہ سب تیرے کچھ بھی کام نہ آئیں گے، مباح چیز کو خواہش نفس کے ساتھ کھانے سے توبہ کر۔

صاحبو! اپنی ساری حالتوں میں تقویٰ کو اختیار کرو کہ تقویٰ دِین کی پوشاک ہے اپنے دِین کی پوشاک مجھ سے مانگو، میری اِتباع کرو کہ میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہوں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہوں کھانے میں بھی، پینے میں بھی، مباشرت میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ احوال اور اُمور میں بھی جن کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرمایا کرتے تھے، میں ہمیشہ اسی طرح (تم کو نصیحت کرتا رہوں گا) یہاں تک کہ حق تعالیٰ کو جو کچھ میرے وجود سے مقصود ہے وہ پورا ہو جائے (کہ مخلوق کو ہدایت یافتہ ہوتا ہوا اپنی نگاہ سے دیکھ لوں) پس میں اسی حالت پر رہوں گا اور بحمد اللہ کچھ فکر نہ کروں گا، نہ تیری مدح کا فکر کروں نہ ہجو کا، نہ تیری داد و دہش کا نہ بخل کا، نہ تیری بھلائی کا نہ بُرائی کا اور نہ تیری توجہ کا اور نہ بے توجہی کا، تو ناواقف ہے اور ناواقف کی پروا نہیں کی جاتی، اگر تو نیکوکار نہ بنے اور اللہ کی عبادت نہ کرے تو تیری عبادت تیرے منہ پر ماری جاتی ہے

کیونکہ وہ جہالت سے ملی ہوتی ہے اور جہالت از سرتا پا خرابی ہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

جس نے جہالت کے ساتھ حق تعالیٰ کی عبادت کی تو جتنا وہ سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا۔

جب تک تو کتاب اللہ اور سنتِ رسول کی اتباع نہیں کرے گا ہدایت یافتہ نہیں بن سکے گا، جو مشائخ کتاب و سنت کے عالم اور اس پر عامل ہیں، ان کی اِتباع کر اور ان میں حسنِ ظن رکھ اور ان سے سیکھ اور ان کے سامنے ادب اور ان کے پاس نشست و برخواست کو خوشنما بنا، یقیناً فلاح پائے گا۔ جب تو نہ کتاب و سنت کی اِتباع کرے گا اور نہ ان مشائخ کی جن کو کتاب و سنت کی معرفت حاصل ہے، تو کبھی فلاں نہیں پائے گا، خود کو مہذب بنا اپنی اصلاح میں مشغول ہو اس کے بعد دُوسروں کی طرف مشغول ہونا، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

اوّل اپنے نفس کا خیال کر اس کے بعد اہل و عیال کا۔
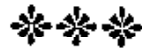
باب نمبر ۳۵

اللہ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دِین کا فہم عطا کر دیتا ہے [۱]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

جب حق تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دِین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اور اس کو اس کے نفس کے عیوب دِکھلا دیتا ہے، دِین کے متعلق سمجھ نفس کی واقفیت کا سبب ہے جو اپنے پروردگار سے واقف ہو جاتا ہے وہ تمام چیزوں سے واقف ہو جاتا ہے، اسی سے اس کے لئے حق تعالیٰ کا غلام بننا اور دُوسروں کی غلامی سے رہا ہونا صحیح ہوتا ہے، ماسوا کو حق تعالیٰ پر، اپنی خواہشات کو دِین پر، دُنیا کو آخرت پر اور مخلوق کو خالق پر ترجیح دینے میں تیری ہلاکت ہے، اس پر عمل کر کہ حق تعالیٰ تجھ کو (ہر حاجت کے لئے) کافی ہو جائے گا، تو حق تعالیٰ سے محجوب ہے تیری دُعا مقبول نہیں، قبولیت تو تعمیلِ حکم کے بعد ہوا کرتی ہے، پس جب تو کام کر کے اس کا حکم مانے گا تو تیرے سوال کے وقت وہ تیری درخواست بھی قبول فرمائے گا، غلے کا وجود تو کھیتی کرنے کے بعد ہوتا ہے، کھیتی کرتا کہ کاٹنا نصیب ہو، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

قلب میں وہ کھیتی بو کہ جس کا بیج ایمان ہے اور اس کا سینچنا پانی دینا اعمالِ صالحہ

---

(۱) بروز یکشنبہ بوقت صبح، بتاریخ ۱۴ رجب ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ شریف۔

سے ہے، جب اس قلب کے اندر نرمی و شفقت اور رحمت ہوگی تو اس میں پیداوار ہوگی اور جب وہ سخت اور بدخو اور زشت ہوگا تو اس کی زمین دُشوار ہے، اور دُشوار زمین میں پیداوار نہیں ہوا کرتی، جب تو پہاڑ کی چوٹی پر بیج بوئے گا تو وہ وہاں نہیں اُگے گا، بلکہ وہ بربادی کے زیادہ قریب ہے، اس کھیتی کرنے کو اس کے کاشت کار سے سیکھ اور صرف اپنی رائے کو کافی مت سمجھ۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

ہر صنعت میں اس کے ماہر سے اعانت چاہا کرو۔

تو دُنیا کی کھیتی میں مشغول ہے، آخرت کی کھیتی میں نہیں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ دُنیا کا طالب کبھی کامیاب نہیں ہوتا اور آخرت کی طلب میں حق تعالیٰ کی زیارت نہیں ہوتی، پس اگر تو آخرت چاہتا ہے تو دُنیا کا چھوڑنا ضروری سمجھ اور اگر حق تعالیٰ کو چاہتا ہے تو حظوظ (خواہ دُنیا کے ہوں یا آخرت و جنت کے) اور جملہ مخلوق کو چھوڑنا لازم سمجھ کہ یقیناً حق تعالیٰ تک پہنچ جائے گا، پھر جب یہ اُصول تیرے لئے صحیح ہو جائے گا تو دُنیا اور آخرت اور حظوظ اور مخلوق سب تبعاً اور خواستہ و ناخواستہ تیرے پاس حاضر ہو جائیں گی کیونکہ جڑ تیرے ساتھ ہے اور ساری شاخیں اس جڑ کی تابع ہیں، عاقل بن، تیرے پاس ایمان ہے نہ عقل ہے نہ تمیز، تو مخلوق کے ساتھ وابستہ اور ان کو شریکِ خدا بنائے ہوئے ہے، اگر تو نے توبہ نہ کی تو ہلاک ہو جائے گا، اہل اللہ کی صف سے الگ ہٹ، ان کے دروازے سے دُور رہ، قلب کو چھوڑ کر اپنے بدن کے مونڈھے ملا ملا کر ان کی صف میں مت گھس، اپنے نفاق اور خالی دعووں اور ہوس کے ذریعے سے ان میں شامل مت ہو، بس اہل اللہ کی صف میں اگر تو شامل ہو سکتا ہے تو صرف قلوب اور باطن کے ذریعے سے اور توکل کے کاندھوں پر (سہارا لے کر) اور مصیبتوں پر صبر کر کے اور مقسوم پر راضی رہ کر ہو سکتا ہے۔

صاحب زادہ! حق تعالیٰ کے حضور میں ایسا بن جا کہ مصیبتیں نازل ہوں اور تو اس کی محبت کے پاؤں پر کھڑا رہ کہ تجھ میں مطلق تغیر نہ آوے نہ تجھ کو ہوائیں اور بارشیں جگہ سے ہلا سکیں اور نہ برچھیاں تجھ کو پھاڑ سکیں، ظاہراً و باطناً تو جما رہے اور قائم رہے،

جس مقام پر نہ خلق ہو نہ دُنیا ہو، نہ آخرت، نہ وہاں حقوق ہوں نہ حظوظ، نہ وہاں مجال چوں ہو نہ چرا، اور حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز نہ ہو، نہ مخلوق کی دیکھ بھال تجھ کو مکدّر بنائے اور نہ بال بچوں کی پرورش وفکرِ معاش، نہ کمی بیشی سے تیری حالت میں تبدیلی آوے نہ مدحت وتعریف سے اور نہ کسی کی توجہ یا بے توجہی سے، تو حق تعالیٰ کی معیت میں اسی طرح رہے جو جن وبشر اور ملائکہ اور ساری مخلوق کی عقل وفہم سے باہر اور بالا ہو۔ کیا خوب کہا ہے ایک بزرگ نے کہ:۔

اگر تو (اپنی طلب اور ارادے میں) سچا ہو تو خیر ورنہ ہمارے پیچھے مت آ۔

جو کچھ میں نے تجھ سے بیان کیا ہے اس کی بنیاد صبر اور اخلاص ہے، تو چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ نرمی برتوں اور نصیحت میں نرمی کروں، تو اپنے نفس پر اتراتا اور نازاں ہوتا اور گمان کرتا ہے کہ اس کی کوئی عزت نہیں، میں آب ہوں اور آب پر بجز سمندری جانور کے کہ آب ہی میں انڈے بچے دیتا اور اسی میں اُٹھتا بیٹھتا ہے اور کوئی جم نہیں سکتا۔ تو کوشش کر کہ مصائب ومجاہدوں اور مشقتوں کی آگ میں سمندر بن جائے اور قضاء وقدر کے گزر کے نیچے صابر بنا رہے تا کہ میری صحبت اور میرے کلام کے سننے اور اس کی سختی پر اور ظاہراً وباطناً اور علانیہ ومخفی اس پر عمل کرنے میں ثابت قدم رہ سکے کہ اوّل اپنی خلوت، دوم جلوت اور سوم اپنی سخاوت میں، پس اگر یہ تیرے لئے صحیح ہو گیا تو حق تعالیٰ کی مشیت وحکم سے دُنیا اور آخرت دونوں میں تجھ کو فلاح نصیب ہوگی، جو چیز بھی اللہ کی ہے اور اس میں اللہ کا حق ہے تو اس کے متعلق میں کسی شخص کی رُو رعایت نہیں کر سکتا اور اس کے حکم کے بغیر مخلوق میں کسی کی طرف بھی میں توجہ نہیں کرتا بلکہ اس کی مخلوق سے اس کا حق وصول کرنے میں حق تعالیٰ سے طاقت پاتا ہوں اور کمزور نہیں بنتا البتہ مخلوق کے متعلق اپنے نفس کی موافقت کرتا اور اس کے ساتھ قوی ہو جاتا ہوں (کہ نفس کی خواہش کے موافق رو رعایت کر جاتا ہوں)۔ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ:۔

مخلوق کے متعلق حق تعالیٰ کی موافقت کر اور حق تعالیٰ کے متعلق مخلوق کی موافقت مت کر (کہ پلہ بھاری حق تعالیٰ کی رضا جوئی کا رہے)

ٹوٹ جائے جو بھی توڑے اور جڑا رہے جو بھی جڑا رہے۔

میں تیری پروا کس طرح کر سکتا ہوں حالانکہ تو حق تعالیٰ کا نافرمان، اس کے اَوامر و نواہی کو حقیر سمجھنے والا، اس کی قضاء و قدر میں اس سے نزاع رکھنے والا اور شب و روز اس کی دُشمنی پر تلا ہوا ہے، پس تو اس کا معتوب اور ملعون ہے، حق تعالیٰ نے اپنے ایک کلام میں ارشاد فرمایا ہے کہ:-

جب میری اطاعت کی جاتی ہے تو میں راضی ہوتا ہوں اور جب راضی ہوتا ہوں تو برکت عطا فرماتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں، اور جب میری نافرمانی ہوتی ہے تو غصہ ہوتا ہوں، تو لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت ساتویں پشت تک پہنچتی ہے۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ ایک روٹی کے بدلے دِین بیچ دیا جاتا ہے، یہ زمانہ طولِ اَمل قوتِ حرص کا ہے، تو کوشش کر کہ ان لوگوں میں سے نہ بنے جن کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

اور ہم متوجہ ہوئے ان کے اعمال کی طرف جو انہوں نے کیے تھے، پس ان کو پراگندہ غبار بنا دیا۔

ہر اس عمل سے جس سے مقصود حق تعالیٰ کے سوا کوئی دُوسرا ہو، پس وہ پراگندہ غبار ہے، تجھ پر افسوس! اگر تیری حالت عوام پر پوشیدہ بھی رہی تو خواص پر تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی، تیرا کھوٹ دیہاتی سے تو چھپا رہ سکتا ہے مگر صراف سے نہیں، جاہل سے تو چھپ سکتا ہے مگر عالم سے نہیں، عمل کر اور دِل میں اِخلاص پیدا کر اور حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول نہ ہو، صرف اپنے نفس کی فکر کر کہ اس کو مغلوب و مطیع اور اپنا قیدی اور اپنی سواری بنالے کہ اس پر سوار ہو کر دُنیا کے جنگل و بیابان قطع کر لے یہاں تک کہ آخرت تک پہنچ جائے اور اس پر شادرہ کر مخلوق کو طے کرے یہاں تک کہ حق تعالیٰ تک پہنچ جائے، جب یہ حالت تیرے لئے کامل ہو جائے گی اور تجھ میں اخوت آجائے گی تو دُوسرے شخص کو بھی تو اپنے پیچھے بٹھا سکے گا اور اس کو دُنیا سے نکال کر مولیٰ تک پہنچا سکے گا اور حکومتوں کے نوالے اس کے منہ میں دے سکے گا، سچی بات کو لازم پکڑ اور تاویلیں مت کر کہ تاویل کرنے والا بدعہد

ہے، نہ مخلوق سے خوف کر نہ توقع رکھ کہ یہ ایمان کی کمزوری ہے، اپنی ہمت بلند رکھ کہ رفعت حاصل ہوگی، بے شک حق تعالیٰ تجھ کو تیری ہمت اور سچائی اور اخلاص کی مقدار پر عطا فرمائے گا، کوشش کر اور عمل کے درپے رہ توفیق کا طالب بن کہ تجھ سے کچھ بن نہیں بن سکتا، اور تیرا ہونا بھی ضروری ہے نیک اعمال کی تحصیل میں تکلیف و محنت اُٹھا جیسا کہ تحصیل میں محنت اُٹھاتا ہے، عوام الناس کے ساتھ شیطان اس طرح کھیلتا ہے جیسا تم میں کوئی سوار اپنی گیند سے کھیلتا ہے کہ جس طرح وہ اپنے گھوڑے کو جدھر چاہتا ہے گھماتا ہے اس طرح شیطان آدمی کو جدھر چاہتا ہے چکر دیتا ہے کہ ان کے دلوں پر ہاتھ مارنا اور (ان کو اپنے چنگل میں پھنسا کر) جو چاہتا ہے خدمت لیتا ہے، خلوت خانوں سے ان کو نیچے اُتار لاتا ہے اور محرابوں سے باہر نہیں نکالتا اور (غلام بنا کر) اپنی خدمت میں کھڑا کر لیتا ہے، اور نفس شیطان کی اس کارروائی میں مدد کرتا اور اس کے سامان اس کے لئے مہیا کر دیتا ہے۔

صاحب زادہ! اپنے نفس کو بھوک میں ڈالنے اور خواہشات و لذات و مزخرفات سے باز رکھنے کے چابکوں سے مار، اور اپنے قلب کو خوف اور مراقبہ کے چابک سے مار، استغفار کو اپنے نفس اور قلب اور باطن کی عدات قرار دے کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے جداگانہ گناہ ہے جو اس کے لئے مخصوص ہے (پس ہر ایک کو توبہ کی دوا و حاجت ہے) ان پر ہر حالت میں موافقت اور متابعت لازم کر۔

اے کم سمجھ! جبکہ تقدیر کا روکنا یا اس کو بدلنا یا مٹا دینا یا اس کے خلاف کر سکنا تیرے امکان میں نہیں ہے تو اس کے ارادے کے خلاف تو ارادہ ہی کیوں کرتا ہے؟ جبکہ تجھ کو وہی پہنچتا ہے جو وہ چاہتا ہے، تو تجھ کو چاہئے کہ خود کوئی چیز چاہے ہی نہیں، اور جب وہ چیز ہو ہی نہیں سکتی جس کو وہ نہ چاہے پس تو اپنے نفس اور قلب کو اس کے ہو جانے کی ہوس میں فضول مشقت کے اندر مت ڈال سب کچھ اپنے رب کو سونپ دے اور اسی کی طرف رُجوع اور توبہ کے ہاتھ سے اس کی رحمت کا دامن پکڑ لے پس جب تو ہمیشہ اس حالت پر رہے گا تو دُنیا کی مصیبتوں کا برداشت کرنا اور کسی شہوتوں اور لذتوں کا چھوڑنا تجھ کو سہل ہو جائے گا، ورنہ وہ اس کے ڈنک مارنے کی شکایت کرے گا اور نہ ڈسنے کی تیرے نفس اور مصیبت کی تکلیف کلیتہً حل ہو جائے گی جیسے فرعون کی بی بی آسیہ کا حال تھا کہ جب فرعون کو

تحقیق ہو گیا کہ وہ حق تعالیٰ پر ایمان لے آئی ہے تو اس نے (چومنے کرنے کا) حکم دیا، پس ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی میخیں ٹھوک دیں اور چابکوں سے ان کو تکلیف پہنچانے لگا، حضرت آسیہؓ نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا تو دیکھا کہ جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور فرشتے اس میں ایک محل تعمیر کر رہے ہیں اور ان کے پاس ملک الموت آئے تا کہ ان کی رُوح قبض کریں تو فرمایا کہ (اے آسیہ!) یہ محل تمہارے ہی لئے ہے، پس وہ ہنس دیں اور فرعونی سزا کی تکلیف جاتی رہی اور عرض کیا کہ:-

اے اللہ! میرے لئے اپنے قریب جنت میں محل تیار فرما۔

پس اسی طرح تو بن جائے گا کیونکہ جو کچھ وہاں نعمتیں ہیں وہ تجھ کو تیرے قلب اور یقین کی آنکھ سے نظر آئیں گے، پس جو کچھ یہاں بلائیں اور مصیبتیں ہیں اُن پر تو صابر بن جائے گا اور اپنی طاقت اور زور کے احاطے سے باہر نکل جائے گا کہ لینا اور دینا اور ہلنا جلنا اور ٹھہرنا سب حق تعالیٰ ہی کے زورِ قوت سے ہوگا، تو اس کے حضور میں فنا ہو جائے گا اور سارا کام اس کو سونپ دے گا، اپنے متعلق اور مخلوق کے متعلق اس کی موافقت کرے گا، بلکہ نہ اس کی تدبیر کے ساتھ اپنی تدبیر کو دخل دے گا نہ اس کے حکم کے ساتھ اپنے حکم کو اور نہ اس کے اختیار کے ساتھ اپنے اختیار کو، جو اس حال سے واقف ہو جاتا ہے وہ اس کے سوا دُوسرے کا طالب نہیں ہوتا اور نہ اس کے سوا اس کی کچھ آرزو رہتی ہے، بھلا عقل مند شخص اس حالت کی آرزو کیوں نہ کرے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی مصاحبت اس کے بغیر پوری ہی نہیں ہوتی۔

باب نمبر (۳۶)

علم پر عمل اسی وقت ممکن ہے جبکہ قلب کی اصلاح کر لی جائے

(کچھ تقریر کے بعد فرمایا) خوب سمجھ لے کہ ساری چیزیں اسی کے حرکت دینے سے متحرک ہوتی ہیں اور اسی کے ساکن بنانے سے ساکن بنتی ہیں۔ جب (کسی بندۂ مؤمن کے لئے) یہ امر متحقق ہوگیا تو شریکِ خدا سمجھنے کے بوجھ سے اس کو راحت مل گئی اور مخلوق کو اس سے راحت مل گئی کیونکہ نہ (مخلوق کی ایذاؤں کے سبب) ان پر الزام قائم ہوتا ہے اور نہ اپنی ذات کے متعلق ان سے کسی شے کا مطالبہ کرتا ہے، بجز ان باتوں کے جن کا مطالبہ ان سے شریعت کر رہی ہے (کہ نماز پڑھو اور روزہ رکھو) شرعاً ان سے مطالبہ کرتا ہے اور علم کے اعتبار سے ان کو معذور سمجھتا ہے تاکہ حکم اور علم دونوں کو ایک جگہ جمع کرے۔[1] مخلوق میں فعلِ خداوندی پر نظر کرنا (کہ جو کچھ بھی کوئی کر رہا ہے وہ حق تعالیٰ کے تصرف کا ظہور ہے) ایک عقیدہ ہے جس سے حکم نہیں ٹوٹتا (اور یوں نہیں کہہ سکتے کہ جس کی تقدیر میں کفر ہے اس کو ایمان لانے کا حکم کیوں کیا جاتا ہے) وہی تقدیروں کا مقرر کرنے والا ہے (کہ جس کی تقدیر میں جو چاہا لکھا) اور وہی مطالبہ کرنے والا ہے (کہ ہر ایک سے طاعت و ایمان کا تقاضا فرمایا) جو کچھ وہ کرے اس کی پوچھ گچھ اس سے نہیں کی جا سکتی (کیونکہ اس سے بڑا

(۱) مثلاً بے نمازی کو دیکھا تو اس کو نماز کا حکم تو ضرور کرے گا کیونکہ شریعت نے امر فرمایا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یوں سمجھ کہ علم خداوندی میں اگر یہ نمازی لکھا ہوتا ضرور پڑھتا مگر چونکہ بے نمازی لکھا ہوا ہے اس لئے مغرور ہے کہ تقدیر کے خلاف کرنے پر کسی کو قدرت نہیں پس جس طرح امرِ شرعی کی تعمیل میں وعظ و نصیحت اور تشدد و سختی سے باز نہ آیا اسی طرح علم کے درجے میں اس کو معذور سمجھ کر اپنے اعمال پر مغرور نہ ہو اور قضاء و قدر کے عقیدے پر مضبوطی کے ساتھ جما رہ۔

کوئی ہے ہی نہیں جو باز پُرس کرے) اور مخلوق سے پوچھ ہوتی ہے، ہر مسلمان صاحبِ یقین اور موحد ہے، حق تعالیٰ سے راضی اور اس کی قضاء و قدر اور مخلوق میں اس کی صنعت کی موافقت رکھنے والا ہے، اس کا یہی عقیدہ ہے، حق تعالیٰ کو تیرے نفس اور تیرے صبر کی حاجت نہیں لیکن وہ دیکھتا ہے کہ تو کیا کرتا ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے یا جھوٹا؟ محبّ اپنے قبضے میں کچھ بھی نہیں رکھتا، سب کچھ اپنے محبوب کے حوالے کر دیا کرتا ہے، محبت اور اپنا قبضہ ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتا، حق تعالیٰ کا محبّ جس کو اس کی سچی محبت ہوتی ہے وہ اپنا مال اور اپنا نفس اور اپنا انجام سب اسی کے حوالے کر دیتا ہے اور اپنے نفس کو دوسروں کے متعلق اس کو مختارِ کل بنا دیتا ہے نہ اس کے تصرفات میں اس پر الزام قائم کرتا ہے نہ جلدی مچاتا ہے اور نہ اس کو بخیل سمجھتا ہے، جو کچھ بھی اس کی طرف سے اس کو پہنچتا ہے وہ اس کو میٹھا معلوم ہوتا ہے، بجز ایک سمت (یعنی خدائے واحد کے) جملہ اطراف اس کے لئے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اوے محبتِ خداوندی کے مدعی! جب تک تیرے حق میں سارے اطراف مسدود ہو کر صرف ایک جہت باقی نہ رہ جائے گی تیری محبت سچی نہ ہوگی، تیرا محبوب عرش سے لے کر فرش تک جملہ مخلوقات کو تیرے قلب سے نکال باہر کرے گا، پس تو نہ دنیا کو محبوب سمجھے گا نہ آخرت کو، اپنے آپ سے وحشت کھائے گا اور اس کی ذات سے اُنس پائے گا، تو لیلیٰ کے مجنوں کی طرح بن جائے گا جب اس کے قلب میں محبت رچ گئی تو مخلوق سے باہر نکل گیا اور تنہائی پسند ہو گیا، اور وحشی جانوروں میں جا ملا، آبادی سے نکلا اور ویرانے سے راضی ہوا، مخلوق کی مدح اور مذمت (کی مسرّت و غم) اس سے نکل گیا، لوگوں کا کلام اور سکوت اس کے نزدیک یکساں بن گیا، اور ان کی خوشنودی و ناراضی اس کے نزدیک برابر ہوگئی، ایک دن کسی نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ جواب دیا کہ ''لیلیٰ!'' ایک شخص نے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ کہنے لگا ''لیلیٰ!'' پھر اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ بولا ''لیلیٰ!'' غرض لیلیٰ کے سوا ہر چیز سے فنا اور بے خبر، اس کی ہر بات سے بہرہ بن گیا کہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اس کو لیلیٰ سے لوٹا نہ سکی، کسی نے خوب کہا ہے ۔

واذا تساعدت النفوس علی الھوی

فالحین یضرب فی الحدید البارد

جب محبت نفوس میں رچ جاتی ہے اس وقت جولوگ (نصیحت کرتے ہیں تو گویا) ٹھنڈے لوہے پر چوٹ مارتے ہیں (کہ بالکل بے اثر ہے)۔ یہ قلب جب حق تعالیٰ کی معرفت کرتا اور اس کو محبوب سمجھتا اور اس کا مقرب بنتا ہے تو مخلوق سے اور ان کے پاس قرار پانے سے گھبراتا ہے اور اپنے کھانے پینے، پہننے اور مجامعت تک سے وحشت کھاتا ہے، آبادی سے متوحش ہوتا اور سراسیمہ و پریشان ویرانے کی طرف بھاگتا ہے کہ بجز امرِ شریعت کے کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی، بس یہی امر و نہی ہے جو اس کو مقید کر لیتی ہے اور فعلِ خداوندی نزولِ تقدیر کے وقت اس کو قید کر لیتا ہے (کہ نہ فرائض و محرمات کی تعمیل سے گھبراتا ہے اور نہ امورِ تقدیر سے بے قرار ہوتا ہے) یا اللہ! ہم کو اپنی رحمت کے ہاتھ سے مت چھوڑ، ورنہ ہم دُنیا اور وجود کے سمندروں میں غرق ہو جائیں گے، اے کریم اور غفور اور تقدیر کے بنانے والے! تو میری مدد فرما اور مجھے تھام لے۔

صاحب زادہ! جو قول پر عمل نہیں کرتا وہ میرے قول کو سمجھتا بھی نہیں، پس جب عمل کرے گا تب ہی سمجھے گا، جب تجھ کو میرے ساتھ حسن ظن ہی نہیں اور جو کچھ میں کہتا ہوں تو اس پر نہ یقین کرتا اور نہ اس پر عمل کرتا ہے تو پھر سمجھے گا کس طرح؟ تو بھوکا ہو کر میرے سامنے کھڑا ہے کہ میرے کھانے میں سے نہ کھائے، پھر تیرا پیٹ بھرے تو کیونکر؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا کہ جو شخص ایک رات بیمار رہے درآنحالیکہ وہ حق تعالیٰ سے راضی اور جو تکلیف اس نے نازل فرمائی ہے اس پر صابر ہو تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا باہر نکل جاتا ہے جیسے اس دن (بے گناہ تھا) جبکہ اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ تجھ سے کچھ بن بھی نہیں سکتا اور تیرے بغیر چارہ بھی نہیں، پس صبر و رضا کی ہمت تو کر (حق تعالیٰ فضل فرمائے گا) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صحابہؓ سے کہا کرتے تھے کہ کھڑے ہو جاؤ اور ایک ساعت کے لئے تو ''ایمان لے آؤ'' مطلب یہ تھا کہ کھڑے ہو جاؤ ایک ساعت کے لئے تو (مشاہدہ و ایقان کا) ذائقہ چکھ لو گے، ایک ساعت کے لئے تو خاص دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا صحابہؓ پر شفقت کی نگاہ سے تھا کہ (ایمان کا حکم فرما کر) دقیق باتوں سے آگاہ ہونے کی طرف اشارہ اور یقین کی آنکھ سے دیکھنے کا ایماء

فرماتے تھے (کیونکہ) ہر مسلمان شخص مؤمن نہیں ہوا کرتا، اور ہر مؤمن صاحبِ ایقان نہیں ہوتا۔ اسی لئے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ معاذ ہم سے کہتے ہیں کہ کھڑے ہو جاؤ، آؤ ایک ساعت کے لئے تو ایمان لے آویں، یا رسول اللہ! کیا ہم صاحبِ ایمان نہیں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاذ کو ان کی حالت پر چھوڑ دو کہ وہ غلبۂ حال میں (بلند درجے کا نام ایمان رکھے ہوئے) ہیں۔ اے اپنے نفس، اپنی خواہش، اپنی طبیعت، اپنے شیطان اور اپنی دُنیا کے بندے! نہ خدا کے نزدیک تیری کچھ قدر و منزلت ہے نہ اس کے نیک بندوں کے نزدیک۔ جو شخص بندۂ آخرت بنتا ہے میں اس کی طرف بھی التفات نہیں کرتا، پھر اس کا تو کیا پوچھنا جو بندۂ دُنیا بنا ہوا ہے، تجھ پر افسوس! کام کیے بغیر محض زبان کی بک بک سے تیرا کیا کام چلے گا، تو دروغ گو ہ اور اپنے نزدیک سمجھتا ہے کہ راست گو ہے تو شرک کا مرتکب ہے اور اپنے نزدیک سمجھتا ہے کہ صاحبِ توحید ہے، تو بیمار ہے اور اپنے نزدیک تندرست سمجھے ہوئے ہے، تیرے ساتھ کھوٹ ہے اور تو دھیان جمائے بیٹھا ہے کہ جوہر ہے، میرا کام تیرے ساتھ یہی ہے کہ تجھ کو جھوٹ سے روکوں اور راست گوئی کی تاکید کروں، میرے ہاتھ میں تین کسوٹیاں ہیں جن سے (کھوٹے کھرے کی) شناخت کرتا ہوں، یعنی کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ اور میرا قلب، اخیر کی کسوٹی (یعنی قلب) میں عکس منعکس ہو جاتے ہیں (اور ہر شخص کی حالت بجنسہٖ معلوم ہو جاتی ہے) قلب اس مرتبے پر نہیں پہنچتا جب تک کہ اس کے لئے کتاب اور سنت پر عمل متحقق نہ ہو جائے، علم عمل کا تاج ہے، علم پر عمل کرنا نور ہے، صفائی کی بھی صفائی ہے، جوہر کا بھی جوہر ہے اور مغز کا بھی مغز ہے، علم پر عمل کرنا قلب کو پاک اور دُرست بنا دیتا ہے، پس جب قلب دُرست ہو جاتا ہے تو اعضاء بھی دُرست ہو جاتے ہیں، جب قلب پاک ہو جاتا ہے تو اعضاء بھی پاک صاف ہو جاتے ہیں، جب قلب کو خلعت عطا ہوتا ہے تو جسم کو بھی خلعت ملتا ہے، جب یہ گوشت کا ٹکڑا نیکوکار بن جاتا ہے تو بدن بھی نیکوکار ہو جاتا ہے، قلب کی صحت اس کے باطن کی صحت پر موقوف ہے، اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرما اور ہمیں دنیا میں بھی بھلائی نصیب فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔

باب نمبر (۳۷)

اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل لیں (۱)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

جس شخص کو پسند ہو کہ سب سے زیادہ با عزت رہے تو اس کو لازم ہے کہ اللہ کا خوف حاصل کرے، اور جس کو پسند ہو کہ سب سے زیادہ زور آور بنے تو اس کو لازم ہے کہ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھے، اور جس کو پسند ہو کہ سب سے زیادہ تونگر بنے تو اس کو لازم ہے کہ اپنے ہاتھ کی چیزوں سے زیادہ حق تعالیٰ کے ہاتھ کی چیزوں پر اعتماد رکھے۔

کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ:-

بے شک خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ با عزت وہی ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے۔

عزت اس کا ڈر رکھنے میں ہے اور اس کی ذِلت نافرمانی میں ہے، اور جو شخص دِینِ خداوندی میں قوت کا خواہاں ہے اس کو لازم ہے کہ حق تعالیٰ پر توکل حاصل کرے کیونکہ توکل قلب کو صحیح اور قوی اور مہذب بناتا اور اس کو ہدایت بخشتا اور عجائبات دِکھلاتا ہے تو اپنے سیم وزر اور اسباب پھر بھروسہ مت کر کہ یہ تجھ کو عاجز اور ضعیف بنادے گا، اور اللہ پر بھروسہ کر کہ یہ تجھ کو قوی بنائے گا تجھ کو مدد پہنچائے گا، تجھ پر لطف برسائے گا اور ایسی جگہ سے فتوحات لائے گا جہاں تیرا گمان بھی نہ جائے گا، تیرے دِل کو اتنی قوت بخشے گا کہ نہ تجھ کو دُنیا

---

(۱) بوقتِ صبح بتاریخ ۱۹ ر رجب ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

کے آنے کی پرواہ ہوگی نہ اس کے چلے جانے کی، نہ مخلوق کی گردیدگی کی اور نہ ان کی بے رُخی کی، پس اس وقت تو سب سے زیادہ قوی بن جائے گا اور جب تو اپنے مال و جاہ اور متعلقین و اسباب پر بھروسہ کرے گا تو حق تعالیٰ شانہٗ کا اور ان چیزوں کے زوال کا نشانہ بن جائے گا کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ نہایت باغیرت ہے، اس کو گوارا نہیں کہ تیرے قلب میں اپنے سوا کسی دُوسرے کو دیکھے اور جو شخص دُنیا و آخرت میں تونگر بننا چاہتا ہے تو اس کو لازم ہے کہ حق تعالیٰ سے ڈرے اور دُوسرے سے نہ ڈرے، اور لازم ہے کہ اسی کے دروازے پر کھڑا رہے اور دُوسرے کے دروازے پر جانے سے شرم کرے، اور دُوسرے کی طرف نگاہ کرنے سے اپنی دونوں آنکھوں کو بند کرلے، یعنی دِل کی آنکھوں کو نہ کہ بدن کی آنکھوں کو، جو چیزیں تیرے ہاتھ میں ہیں تو ان پر کس طرح بھروسہ کرتا ہے؟ حالانکہ وہ معرضِ زوال میں ہیں اور حق تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چھوڑتا ہے حالانکہ اس کو کبھی زوال نہیں، حق تعالیٰ سے تیری ناواقفیت ہی دُوسروں پر بھروسہ کرنے کی طرف اُبھار رہی ہے، تیرا خدا پر بھروسہ کرنا پوری تونگری ہے اور اس کے سوا دُوسرے پر بھروسہ کرنا افلاس ہے، اے خوفِ خدا کے ترک کرنے والے! تو دُنیا اور آخرت دونوں جگہ عزت سے محروم رہا، اور اے مخلوق اور اسباب پر بھروسہ کرنے والے! تو دُنیا و آخرت میں حق تعالیٰ کا زورِ طاقت پانے سے محروم رہا، اور اے اپنے ہاتھ کی چیزوں پر بھروسہ کرنے والے! تو دُنیا و آخرت میں حق تعالیٰ کی تونگری سے محروم رہا۔

صاحب زادہ! اگر تو چاہتا ہے کہ متقی و متوکل اور وثوق رکھنے والا بنے تو صبر کو ضرور سمجھ کہ وہ ہر خوبی کی بنیاد ہے، صبر کے متعلق جب تیری نیت دُرست ہوجائے گی لوجہ اللہ صبر کرے گا، تو اس کا صلہ تیرے لئے یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ کی محبت اور قربِ دُنیا اور آخرت میں تیرے قلب کے اندر داخل ہوجائیں گے صبر حق تعالیٰ کی قضاء و قدر کی موافقت کرنے کا نام ہے کہ جس کے متعلق پہلے ہی اس کا علم ہوچکا ہے اور اس کی مخلوق میں کسی کو بھی اس کے مٹادینے کی قدرت نہیں ہے، ایمان اور اِیقان والے بندے کے نزدیک چونکہ یہ مضمون محقق ہوگیا ہے اس لئے جو کچھ بھی اس کی تقدیر میں ہے وہ اس پر اپنے اختیار سے صبر کرتا ہے نہ کہ مجبوری سے، شروع حالت میں (جبکہ) ایمان ضعیف ہوتا ہے تو (مصائبِ تقدیری پر) صبر مجبوری سے ہوتا ہے، اور آگے چل کر (اولیاء اللہ کے لئے) بالقصد و بالاختیار، تو

ایمان کا دعویٰ کس طرح کرتا ہے حالانکہ تجھ کو صبر حاصل نہیں؟ تو معرفت کا دعویٰ کیونکر کرتا ہے رضا تجھ کو نصیب نہیں؟ یہ چیز محض دعوے سے حاصل نہیں ہوا کرتی، جب تک تو دروازۂ خداوندی نہ دیکھ لے اور چوکھٹ کو تکیہ بنا کر پڑ نہ رہے اور تقدیر کے قدموں کے روندنے پر صابر نہ بنے کہ نفع اور نقصان کے پاؤں تیرے بدن کی کھال کو نہیں بلکہ تیرے قلب کے جسم کو کچلیں اور تو اپنی جگہ پر اٹل کھڑا رہے گویا کہ متوالا ہے اور گویا کہ جسم بلا رُوح ہے اس وقت تک واعظ و پیر بننا جائز نہیں، اس امر کو سکون کی ضرورت ہے کہ مطلق حرکت نہ ہو، اور گمنامی کا کہ مطلقاً ذکر نہ ہو، باطن اور اندرون کے اعتبار سے مخلوق سے غائب رہنے کی کہ بالکل ان کے ساتھ موجودگی نہ ہو۔ میں بہت کچھ (دوائیں) تم سے بیان کرتا ہوں اور تم استعمال نہیں کرتے، میں کتنا لمبا چوڑا اور واضح تفصیلی مضمون سناتا ہوں اور تم سمجھتے نہیں، کس قدر میں تم کو دیتا ہوں اور تم لیتے نہیں، میں کتنی کثرت سے تم کو نصیحت کرتا ہوں اور تم قبول نہیں کرتے، تمہارے دِل کس قدر سخت اور اپنے پروردگار سے غافل ہیں؟ اگر تم اس سے واقف ہوتے اور اس سے ملنے کا یقین رکھتے اور موت اور موت کے بعد کے واقعات کو یاد کرتے تو ایسے (غافل و مطمئن) نہ رہتے، کیا تم نے اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں کو مرتے نہیں دیکھا؟ کیا تم نے اپنے بادشاہوں کی موت ملاحظہ نہیں کی؟ پھر اُن سے تم نے نصیحت کیوں نہ پکڑی؟ اور دُنیا طلبی اور سدا دُنیا میں رہنے کی خواہش سے اپنے نفسوں کو تم نے کیوں نہ جھڑکا؟ تم نے اپنے دِلوں کی حالت میں تبدیلی کیوں نہ کی؟ اور مخلوق کو دِلوں سے باہر کیوں نہ نکال دیا؟ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

> بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل لیں۔

تم کہتے ہو، مگر کرتے نہیں اور بسا اوقات کرتے بھی ہو تو خالص اللہ کے واسطے نہیں کرتے۔ سمجھ دار بنو اور حق تعالیٰ کے حضور میں گستاخ نہ ہو، مستعد ہو اور جانچو، توجہ کرو اور غور سے کام لو، یہ حالت جس میں تم ہو مفید نہیں ہو سکتی، تم اپنے نفسوں کے لئے بھی تو کنجوس بنے ہوئے ہو، اگر تم اپنے نفس کے لئے بھی سخی ہوتے تو اس کے لئے وہ چیز حاصل کرتے، جو اس کو آخرت میں نفع پہنچاتی، تم اس میں مشغول ہو جس کو زائل ہونا ہے اور شے کو

زائل ہونا ہے اور ہر جس شے کو زوال نہیں وہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی۔ بی بی بچوں اور مال کے اکٹھا کرنے میں مشغول مت ہو کہ عنقریب تمہارے اور تمام چیزوں کے درمیان آڑ ہو جائے گی، دُنیا طلبی اور مخلوق سے عزت پانے میں مشغول مت ہو کہ یہ حق تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے کچھ بھی کام نہ آئیں گے۔

اے مخاطب! تیرا دِل شرک کی گندگی میں ملوّث، حق تعالیٰ میں شک کرنے والا، اس کو ملزم قرار دینے والا اور تیری تمام حالتوں میں خدا پر اعتراض کرنے والا ہے، پس جب حق تعالیٰ کو تیری یہ حالت معلوم ہے تو اس نے تجھ کو مبغوض بنایا اور اپنے نیک بندوں کے دِلوں میں تیرا بغض ڈال دیا۔ ایک بزرگ جب اپنے گھر سے باہر نکلتے تو آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے نکلا کرتے تھے کہ ان کا بیٹا ان کا ہاتھ پکڑے چلتا تھا، ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ حق تعالیٰ کے کفر کرنے والے بندے پر نگاہ نہ پڑے، پس وہ ایک دن اپنے گھر سے آنکھیں کھولے ہوئے نکل آئے اور کسی کافر پر نگاہ جا پڑی تو فوراً غش کھا کر گر پڑے۔

اللہ اکبر! حق تعالیٰ کے بارے میں ان کو کتنی زیادہ غیرت ہے، تو حق تعالیٰ کی سوا کسی دُوسرے کی پرستش کس طرح کرتا ہے؟ اس کی نعمتیں کھاتا اور ان کی ناشکری کیونکر کرتا ہے؟ (ان کی تو یہ حالت تھی کہ کافر کو دیکھ نہ سکے) اور تم کو اس کی حس بھی نہیں ہے بلکہ تم تو کافروں کے ساتھ مل جل کر کھاتے پیتے اور اُن کے پاس اُٹھتے بیٹھتے ہو اس لئے کہ تمہارے دِلوں میں نہ ایمان ہے اور نہ حق تعالیٰ کے بارے میں غیرت، توبہ اور استغفار اور خدا سے شرم کرو، بے حیائی اور اس کے سامنے جرأت کا لباس نکال پھینکو، دُنیا کے حرام اور شبہات سے بچو اور اس کے بعد اس کی مباح چیزوں کو بھی شہوت و خواہشِ نفسانی کے ساتھ کھانے سے گریز کرو کیونکہ خواہشِ نفس اور شہوت کے ساتھ تمہارا کھانا تم کو حق تعالیٰ سے غافل بنا دے گا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

دُنیا مؤمن کا قید خانہ ہے۔

بھلا قیدی اپنے قید خانے میں کیونکر خوش ہو سکتا ہے؟ وہ کبھی خوش نہ ہوگا، البتہ اگر خوشی ہوگی تو صرف چہرے پر ہوگی، اور دِل غمگین ہوگا، بہ ظاہر تو خوشی ہوگی مگر اندرون اور باطن اور خلوت کے اعتبار سے مصیبتیں اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہوں گی (گویا) اس کے

کپڑوں کے نیچے زخموں پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں کہ زخم کسی کو نظر نہیں آتے، وہ اپنے زخموں کو اپنی مسکراہٹ کے لباس سے چھپائے ہوئے (کہ دیکھنے والا اس کو مسرور سمجھتا ہے) اور اسی لئے اس کا پروردگار فرشتوں پر اس کی وجہ سے فخر فرماتا ہے، اور اس کی طرف اُنگلیوں سے اشارے کئے جاتے ہیں (کہ یہ ہیں مردانِ خدا جن کی ہمت بے نظیر ہے) ان میں سے ہر ایک مملکت دینِ خداوندی کا بہادر ہے اور ہمیشہ حق تعالیٰ کی معیت میں صابر بنے رہتے اور اس کی تلخ قضاء وقدر کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیا کرتے تھے، یہاں تک کہ خدا تو تیرے ساتھ محبت ہی کی وجہ سے فرماتا ہے جتنی بھی اس کے اَحکامات کی تکمیل کرے گا اور اس کی ممنوعات سے باز رہے گا اتنی ہی تیرے ساتھ محبت بڑھے گی اور جس قدر بھی اس کی بلاؤں پر تو صبر کرے گا اسی قدر اس کے ساتھ تیرا قرب زیادہ ہوگا۔

ایک بزرگ سے روایت ہے کہ اللہ کو منظور ہی نہیں کہ اپنے محبوب کو تکلیف پہنچائے ہاں البتہ اس کو بلاؤں سے آزماتا اور صابر بنا دیتا ہے (کہ صبر کی دولت مصیبت کی تکلیف بھی محسوس نہ ہو اور صابر قرار پا کر قرب میں ترقی کرے) جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:-

گویا کہ دُنیا تھی ہی نہیں اور گویا کہ آخرت ہمیشہ رہے گی۔

(پس اگر مصیبت یا خوشی قابلِ لحاظ ہے تو آخرت کی ہے جو پائیدار ہے نہ کہ دُنیا کی جو جلد فنا ہونے والی ہے)۔ اے طالبانِ دنیا! اور اے محبانِ دُنیا! میری طرف قدم بڑھاؤ کہ میں تم کو دُنیا کے عیوب جتا دوں اور حق تعالیٰ شانہٗ کا راستہ دِکھا دوں اور تم کو ان لوگوں سے ملا دوں جو ذاتِ حق کے طالب ہیں، تم تو مبتلائے ہوس ہو، سنو میں تم سے کیا کہتا ہوں اس پر عمل کرو اور عمل میں مخلص بنو جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں جب تم اس کو معلوم کر لو گے اور اس پر عمل کرتے ہوئے وفات پاؤ گے تو علّیّین کی جانب اُٹھائے جاؤ گے پس وہاں نگاہ دوڑاؤ گے تو میرے کلام کی اصل وہیں سے پاؤ گے، تب میرے لئے دُعا کرو گے، مجھ پر سلام بھیجو گے اور جس کی طرف میں اِشارہ کر رہا ہوں اس کی حقیقت کو سچا پاؤ گے۔

صاحبو! اپنے دِلوں سے مجھ پر اِلزام دُور کرو کہ میں نہ لغوگر ہوں اور نہ طالبِ دُنیا، میں ہمیشہ عمر بھر نیک بندوں کے متعلق حسنِ ظن رکھتا اور ان کا دم بھرتا رہا ہوں اور یہی مجھ کو نفع

پہنچا رہا ہے، میں تمہاری خیر خواہی کرنے اور تم کو وعظ سنانے پر تم سے اُجرت نہیں چاہتا، میرے وعظ کی قیمت اس پر عمل کرنا ہی ہے اور وہ ایسا وعظ ہے جو خلوت اور اِخلاص کے شایانِ شان ہے، تدابیر اور اَسباب کے تمام ہو جانے پر نفاق کی ترقی تمام ہو جایا کرتی ہے، ایمان اور ایقان پروان چڑھتا اور نشوونما پاتا ہے نہ کہ نفوس اور خواہشات، صاحب ایمان ہی کا سکہ رائج رہتا ہے نہ کہ صاحبِ نفاق کا۔

صاحبو! باطل ہوس اور آرزوؤں کو چھوڑو اللہ کی یاد میں مشغول ہوؤ، زبان سے وہ بات نکالو جو تم کو نفع دے اور اس کلام سے خاموش رہو جو نقصان پہنچائے، اگر تم بولنے کا ارادہ کرو تو جو بات کہنا چاہو پہلے اس میں غور کرو اور اس میں اچھی نیت قائم کر لیا کرو، پھر اس کے بعد زبان سے نکالو، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جاہل کی زبان اس کے قلب کے آگے ہے، اور صاحبِ عقل عالم کی زبان اس کے قلب کے پیچھے ہے (کہ پہلے قلب سے پوچھتا ہے پھر اس کے بعد بولتا ہے) تو گونگا بن جا پھر اگر حق تعالیٰ کو تیرا بولنا مقصود ہوگا تو وہی تجھ کو گویائی بخشے گا اور جب وہ تجھ سے کوئی کام لینا چاہے تو تجھ کو اس کے لئے تیار کر دے گا، اس کی معیت تو پورا گونگا پن ہے، پس جب گونگا پن پورا ہو جائے گا تب اسی کی طرف سے گویائی آوے گی، بشرطیکہ وہ چاہے گا (اور اگر نہ چاہے گا تو) آخرت سے جا ملنے تک اسی گونگے پن کو قائم رکھے گا، اور یہی معنی ہیں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ:-

جو اللہ سے واقف ہو، اس کی زبان کند ہو گئی۔

کہ کوئی بات کیوں نہ ہو حق تعالیٰ پر اِعتراض کرنے سے اس کے ظاہر اور باطن کی زبان بند ہو جاتی ہے، وہ سرتاپا موافقت بن جاتا ہے کہ منازعت کا نام بھی نہیں ہوتا، وہ غیر اللہ کی طرف دیکھنے سے اپنے قلب کی آنکھوں کو اندھا بنا لیتا ہے، اس کا اندرون پاش پاش، اس کی حالت پراگندہ اور اس کا مال تتر بتر ہو جاتا اور وہ اپنے وجود سے باہر نکل آتا اور اپنی دُنیا و آخرت دونوں سے خارج ہو جاتا ہے کہ اس کا نام و نشان بھی مٹ جاتا ہے، اس کے بعد جب خدا چاہتا ہے تو اس کو زندہ فرما دیتا ہے کہ گمشدگی کے بعد اس کو موجود کرتا اور (گویا) دُوسرے جنم میں اس کو اُٹھاتا ہے کہ اب نفسانیت کی پہلی کوئی بات بھی باقی نہیں

رہی، فنا کے ہاتھ سے اس کو فنا کرتا اور اس کے بعد بقا کے ہاتھ سے اس کو دوبارہ دُوسری زندگی بخشتا ہے تاکہ وہ (حق تعالیٰ سے) ملنے کا طالب ہو اس کے بعد اس کو (مخلوق کی طرف) واپس کر دیتا ہے تاکہ مخلوق کو تہی دستی سے تونگری کی طرف بلائے، حق تعالیٰ کی ذات اور اس کے ساتھ اِتصال ہی کی تونگری، تونگری ہے، اور حق تعالیٰ سے دُوری اور دُوسروں کو پا کر اپنے کو تونگر سمجھنا ہی تہی دستی ہے، تونگر وہی ہے جس کا دِل حق تعالیٰ کے قرب سے کامیاب ہو گیا اور تہی دست وہ ہے جو اس سے محروم رہا، جس کو اس تونگری کی خواہش ہو اس کو چاہئے کہ دُنیا کو، آخرت کو، اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے سب کو اور حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دے اور ایک ایک کر کے تمام چیزوں کو اپنے دِل سے نکال دے، وہ تھوڑا حصہ جو تمہارے پاس موجود ہے اس کے پابندمت بنو، قلیل و موجود کو تو اس نے تمہارے لئے زادِ راہ بنایا ہے، اس کی طرف چلنے کے راستے میں اس کو توشۂ سفر بناؤ (نہ کہ اسی میں پھنس جاؤ) اُس نے تم کو نعمتیں اس لئے دی ہیں کہ تم ان کو اس کی طرف منسوب کرو اور اس کے ذریعے سے اِس تک راہ یابی چاہو اور علم تمہارے لئے اس غرض سے تجویز فرمایا ہے تاکہ اس پر عمل کرو اور اس کی روشنی سے راستہ پاؤ۔

یا اللہ! ہمارے دِلوں کو اپنے تک پہنچا اور ہم کو دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

باب نمبر ۳۸
اہل اللہ کی مجلسوں میں خلوصِ نیت کے ساتھ مؤمن بن کر بیٹھیں نہ کہ منافق بن کر[1]

صاحب زادہ! جب تو فلاح کا خواہاں ہو تو اپنے پروردگار کی موافقت میں نفس کی مخالفت کرو، اس کی اطاعت میں نفس کی موافقت کرو اور اس کی معصیت میں نفس کی مخالفت کرو، مخلوق کو پہچاننے سے تیرا نفس تیرا حجاب ہے کہ وہ مخلوق کو نہ پہچان سکے گا، اور جب تک تو اپنے نفس کے ساتھ رہے گا تو مخلوق کو نہ پہچان سکے گا، اور جب تک تو مخلوق کے ساتھ رہے گا حق تعالیٰ کو نہ پہچان سکے گا۔ جب تک تو دُنیا کے ساتھ ہے آخرت سے واقف نہ ہوگا اور جب تک آخرت کے ساتھ ہے تو آخرت کے پروردگار کو نہ دیکھ سکے گا، آقا اور غلام ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، جس طرح دُنیا اور آخرت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اسی طرح خالق اور مخلوق ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ نفس تو بدی ہی کا حکم کرنے والا ہے، یہ اس کی طبعی عادت ہے، پس بہت کچھ زمانہ درکار ہے تاکہ وہ (اصلاح پذیر ہو اور) اسی بات کا حکم دے جس کا قلب حکم دیتا ہے، ہر حالت میں اس سے مجاہدہ کرے، اور حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ ''اس نے اِلہام فرما دی ہر نفس کو اس کی بدکاری اور پرہیزگاری'' اس کو بناوٹی محبت مت دِکھلا (کہ جب ہر نفس کے لئے جو بھلائی بُرائی مقدر تھی وہ ہو چکی) اور اس میں تغیر آ نہیں سکتا تو اب مجاہدے کے ذریعے اس کو پگھلانے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ جب وہ پگھل جائے گا اور مر مٹے گا تو قلب کے ساتھ سکون پائے گا، اِس کے بعد قلب باطن کے ساتھ سکون پائے گا، اور پھر باطن حق تعالیٰ کے ساتھ سکون

(۱) بروز یکشنبہ بوقت صبح بتاریخ ۱۱ر رجب ۵۴۵ھ بمقام خانقاہ شریف۔

پائے گا پس سب کی سیرابی اسی جگہ سے ہوگی۔ جب تو پوری طرح اس کو پگھلا چکے گا تو قلب کے اعتبار سے تجھ کو ندا دی جائے گی کہ (بس اب رحم کھا، اور زیادہ جفاکشی سے) اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو (کیونکہ مقصود ان کو ادب سکھانا تھا سو وہ حاصل ہو چکا)۔ بے شک اللہ کی تم پر بڑی شفقت ہے (کہ نفس پر بھی حد سے زیادہ بوجھ ڈالنا اسے گوارا نہیں) یہ ندا حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگی کہ اپنے نفس کو کدورتوں اور اس کے شر سے صاف پگھل جانے اور حق تعالیٰ کی یاد اور اطاعت سے قلب کے فربہ ہو جانے کے بعد قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور جب نفس کو یہی حاصل نہ ہوا تو کدورت وشر کے ساتھ اس کو مقرب بنانے کی طمع مت کر، کیونکہ نجاستوں سے پاکی حاصل ہوئے بغیر اس کو بادشاہ کا قرب کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟ اس کی آرزوؤں کو کم کر پھر جو کچھ بھی تو اس سے چاہے گا اس میں تیرا کہا ماننے لگے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کو سن کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

جب تجھ پر صبح کا وقت آوے تو اپنے نفس سے شام کا تذکرہ نہ کر، اور جب شام ہو تو صبح کا تذکرہ نہ کر کیونکہ تجھ کو پتہ نہیں کہ کل کو تیرا کیا انجام ہوگا؟

(یعنی مردہ یا زندہ) تو اپنے نفس پر دوسروں سے زیادہ شفیق ہے (مگر افسوس کہ) تو نے اس کو بالکل کھو دیا، پھر بھلا دوسرے اس پر کیا شفقت اور اس کی کیا حفاظت کریں گے؟ تیری دراز امیدوں اور حرص نے اس کے برباد کرنے پر تجھ کو ابھارا ہے، پس امید کو کوتاہ اور حرص کو کم کرنے اور موت کو یاد اور حق تعالیٰ کا ہر وقت دھیان رکھنے اور صدیقین کے انفاس اور کلمات کو دوا بنانے اور کدورت سے پاک وصاف ذکر سے شب و روز علاج و معالجہ کرنے میں کوشش کر۔ نفس سے کہہ دے کہ اپنے کیے کا نفع بھی اسی کو پہنچے گا اور وبال بھی تیرے ہی اوپر پڑے گا، نہ کوئی تیرا کام بنائے گا اور نہ اپنے کیے ہوئے کام میں سے تجھ کو کچھ دے گا اور کام کیے اور محنت اٹھائے بغیر چارہ نہیں (اگر راحت چاہتا ہے تو وقت کو غنیمت سمجھ کر کام کرلے) تیرا دوست وہی ہے جو تجھ کو باز رکھے، اور وہ تیرا دشمن ہے جو تجھ کو شریر بنائے۔

اے مخاطب! میں تجھ کو مخلوق کے پاس دیکھ رہا ہوں، نہ کہ خالق کے پاس، تو نفس اور مخلوق کا حق تو اَدا کرتا ہے اور حق تعالیٰ کا حق ساقط کرتا ہے، اس کی نعمتوں پر دُوسروں کا شکریہ ادا کرتا ہے، یہ نعمتیں جن میں تو غرق ہے تجھ کو کس نے دی ہیں؟ کیا خدا کے سوا کسی دُوسرے نے دی ہیں جو تو اس کا شکریہ ادا کرتا ہے؟ اگر تو جانتا ہے کہ جو کچھ بھی نعمتیں تیرے پاس ہیں وہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو پھر اس کا شکریہ کہاں ہے؟ اگر تو جانتا ہے کہ اسی نے تجھ کو پیدا کیا ہے تو پھر اس کی عبادت یعنی اُحکامات کی تعمیل اور ممنوعات سے باز رہنا اور اس کی بلاؤں پر صبر کرنا کہاں ہے؟ اپنے نفس سے اتنے مجاہدے کر تاکہ سیدھے راستہ آ لگے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے (کہ اس کا بول بالا رکھنے کوشش رکھو) تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے پاؤں جما دے گا (کہ پھر لغزش نہ کھا سکو گے)۔

نفس کو مہلت نہ دے اور اس کا کہنا نہ مان، یقیناً فلاح پائے گا، اس کے منہ پر مسکرا دُمت اور اس کی ہزار باتوں میں سے ایک ہی آدھ بات کا جواب دو، یہاں تک کہ وہ مہذّب اور اطمینان وقناعت والا بن جائے، جب وہ تجھ سے خواہشات اور لذّات طلب کیا کرے تو اس کو ٹال مٹول بتایا کر اور اس سے کہہ دیا کر کہ درخواست پورے ہونے کا مقام جنت ہے (وہاں چل کر دُوں گا) انکار کی تلخی پر اس کو صابر بنا یہاں تک کہ بخشش آئے، جب تو اس کو صابر بنائے گا اور صبر کرے گا تو اس کو حق تعالیٰ کی معیت نصیب ہوگی، اس لئے کہ وہ فرماتا ہے:-

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تو اس کی کوئی بات بھی نہ مان کیونکہ وہ بُرائی کے سوا کسی چیز کا بھی حکم نہ دے گا، اگر تجھ کو اس کے ساتھ محبت ہے تو نفس کے خلاف کرنے ہی میں اس کی بہتری ہے۔ اے وہ شخص! جو دعویٰ تو حق تعالیٰ کی طلب کا کر رہا ہے اور کھڑا ہوا ہے اپنے نفس کے ساتھ تو اپنے دعوے میں جھوٹا ہے، نفس اور حق ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، دُنیا اور آخرت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں، جو شخص اپنے نفس کے ساتھ قیام کرے گا اس کے ہاتھ سے حق تعالیٰ

کے ساتھ قیام کرتا رہے گا، اور جو شخص دُنیا کے ساتھ ٹھہرے گا، اس سے آخرت کے ساتھ ٹھہرنا جاتا رہے گا۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

جو شخص اپنی دُنیا کو پیارا سمجھے گا وہ اپنی آخرت کو ناقص کرے گا، اور جو اپنی آخرت کو پیارا سمجھے گا وہ اپنی دُنیا کو نقصان پہنچائے گا۔

صابر بن! پس جب صبر کامل ہو جائے گا تو رضاء کامل ہو جائے گی، قناعت تجھ کو نصیب ہوگی، پس ہر چیز تیرے نزدیک اچھی ہی اچھی ہو جائے گی، سب کچھ شکر ہی بن جائے گا، دُوری بھی قریب بن جائے گی اور شرک توحید بن جائے گا کہ تو نہ نقصان کو مخلوق کی طرف سے سمجھے گا نہ نفع کو، اغیار تجھ کو نظر ہی نہ آئیں گے بلکہ سارے دروازے اور اطراف و جوانب ایک بن جائیں گے، پس بجز ایک جانب کے تیری نگاہ کسی پر بھی نہ جائے گی، یہ ایک حالت ہے جس کو بہت سی مخلوق سمجھ بھی نہیں سکتی (پھر حاصل ہونے کا تو کیا پوچھنا) لاکھوں بلکہ ساری مخلوق میں سے کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

صاحب زادہ! کوشش کر کہ تو حق تعالیٰ کے حضور میں یہیں مر مٹے، کوشش کر کہ بدن سے رُوح نکلنے کے قبل ہی تیرا نفس مر جائے، اور نفس کا مرنا صبر اور اس کی مخالفت کرنے سے ہوگا، پس عنقریب اس کا انجام بہتر ہوگا، تیرا صبر ختم ہو جائے گا مگر اس کا صلہ ختم نہ ہوگا، میں صبر کر چکا اور صبر کا انجام دیکھ چکا ہوں، میں مر چکا ہوں اس کے بعد حق تعالیٰ نے مجھ کو زندہ کیا اور پھر مجھ کو (فنائیت کی) موت دی ہے، میں معدوم ہو چکا ہوں اس کے بعد حق تعالیٰ مجھ کو عدم سے وجود میں لایا ہے، میں اس کی معیت میں بادشاہ بنا میں نے اپنے اختیار اور اِرادے کو چھوڑنے کے متعلق اپنے نفس کو خوب خوب مجاہدے میں ڈالا ہے یہاں تک کہ یہ (مرتبہ قرب) مجھ کو نصیب ہوا ہے کہ تقدیر میرا ہاتھ پکڑتی ہے اور اِحسانِ خداوندی میری مدد کرتا ہے اور فعلِ خداوندی مجھ کو چلاتا پھراتا ہے اور غیرت میری (معصیت سے) حفاظت کرتی ہے اور مشیت میری مطیع رہتی ہے اور علم اِلٰہی میرا پشت پناہ بنا ہوا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ مجھ کو بلند فرماتا رہتا ہے، تجھ پر افسوس کہ تو مجھ سے بھاگتا ہے حالانکہ میں تیرا کوتوال ہوں کہ تیری حفاظت کروں، پس تجھے میرے

پاس ٹھہرنا چاہئے ورنہ ہلاک ہوجائے گا۔

اے بیوقوف! اوّل میری طرف قصد کر اس کے بعد حج بیت اللہ کا ارادہ کر، (اصلاحِ قلب کے بغیر حج بھی بے کار ہے) میں کعبے کا دروازہ ہوں اِدھر آ تا کہ میں تجھ کو بتاؤں کہ حج کس طرح ہوتا ہے؟ میں تجھ کو وہ گفتگو سکھاؤں گا جس سے تو ربِّ کعبہ سے خطاب کرے گا، جب غبار ہٹے گا تو عنقریب تم کو نظر آ جائے گا (کہ حقیقت کیا تھی اور ہم کیا سمجھے بیٹھے تھے) بیٹھ جاؤ اے رعیت کے پاسبانو! (حکومت کا غرور چھوڑ دو اور) میری حفاظت میں آ جاؤ کہ مجھ کو حق تعالیٰ کی طرف سے قوت ملی ہوئی ہے، اللہ والے تم کو انہیں باتوں کا حکم دیتے ہیں جن کا خدا نے حکم دیا ہے اور انہیں باتوں کی ممانعت کرتے ہیں جن کی اُس نے ممانعت فرمائی ہے، تمہاری خیرخواہی اُن کے سپرد کی گئی ہے، پس وہ اس امانت کو اَدا کرتے ہیں۔ اس حکمت کے گھر میں (یعنی دُنیا میں کام کرنے کی حاجت نہ ہوگی اور سب کھانا پینا بھی ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر ملے گا) دُنیا سراسر حکمت ہے (کہ تدبیر کی ضرورت ہے) اور آخرت سراسر قدرت ہے، حکمت کو آلات و اوزار و اسباب کی حاجت ہوا کرتی ہے اور قدرت کو اس کی حاجت نہیں ہے اور حق تعالیٰ نے جو ایسا کیا ہے تو بس اس لئے کہ قدرت کا گھر جدا ہو جائے اور حکمت کا گھر جدا نہ ہو، آخرت میں جملہ اشیاء کا وجود سبب کے بغیر ہوگا کہ تمہارے اعضاء بولنے لگیں گے اور حق تعالیٰ کی جو کچھ نافرمانیاں تم نے کی ہیں تمہارے مقابلے پر قیامت کے دن ان کی گواہی دیں گے، سارے راز فاش ہو جائیں گے اور پوشیدہ اُمور کھل جائیں گے خواہ تم چاہو یا نہ چاہو، آگ کے اندر مخلوق سے بجز اس قلب کے جو (مردہ اور) سرد ہو (کہ اس میں طاعتِ حق کی حرارت نام کو بھی نہیں ہے) اور کوئی بھی داخل نہ ہوگا، کیونکہ اس پر حجت پوری ہوئی ہے۔ اپنے نامۂ اعمال کو فکر کی زبانوں سے پڑھو (کہ کن اعمال سے ان کو پُر کیا ہے) نافرمانیوں کے کاغذات جمع کر واور ان کی سطروں کو توبہ سے قلم زد کر دو (کہ مندرجہ اعمال نامے سے گناہ کٹ جائیں اور قابلِ مؤاخذہ نہ رہیں)۔

صاحب زادہ! تو میرے ہاتھ پر بیعت ہوا اور میری صحبت اِختیار کی ہے، جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں جب تو اس پر عمل ہی نہ کرے گا تو یہ (بیعت وصحبت) تجھ کو کیا نفع دے

گی؟ تو (دُخولِ سلسلہ کی) صورت پر رِیجھا نہ کہ معنی پر، جو شخص میری صحبت اختیار کرے تو جو کچھ میں اس سے کہوں اس کو مانے اور اس پر عمل کرے اور جدھر کو بھی میں گھوموں وہ بھی گھوم جائے، ورنہ میری صحبت میں نہ رہے کہ جتنا (صحبت سے) نفع اُٹھائے گا اس سے زیادہ (مخالفت و نافرمانی کے سبب سے) نقصان پائے گا، میں ایک بچھا ہوا دسترخوان ہوں (کہ جس کا جی چاہے اس کی غذا سے شکم سیر ہو) پھر بھی کوئی نہیں کھاتا۔ کھلا ہوا دروازہ ہوں اور (افسوس) کوئی اس میں داخل نہیں ہوتا، میں تمہارا کیا بناؤں؟ تمہاری بدنصیبی ہے کہ میں تم سے اُمید رکھتا ہوں، میں تو ویرانہ اور آبادی، زندہ اور مردہ، تونگر اور مفلس، غلام اور بادشاہ کسی میں بھی فرق نہیں سمجھتا (سب کا مساوی خیرخواہ ہوں مگر) اختیار کسی دُوسرے ہی کے ہاتھ میں ہے (پس جس کو وہ چاہتا ہے اس کو مجھ سے نفع پہنچاتا ہے) جب دُنیا کی محبت کو میں اپنے قلب سے نکال چکا تب مجھ کو یہ (منصبِ اِمامت و نصیحت) حاصل ہوا ہے۔ تیرے قلب میں دُنیا کی محبت بھری ہوئی ہے پھر تیرے لئے یہ (ناصح بننا) کس طرح دُرست ہوسکتا ہے؟ کیا تو نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ:-

دُنیا کی محبت ہی جڑ ہے ہر خطا کی۔

جس وقت تک تو مبتدی اور مقتدی بنا ہوا اور طلب وسلوک کی حالت میں ہے تو اس وقت تک دُنیا کی محبت تیرے حق میں ہر خطا کی جڑ ہے مگر جب تیرے قلب کا اندرونی منتہی بن کر قربِ خداوندی تک پہنچ جائے گا تو دُنیا کا جس قدر حصہ بھی تیرے مقسوم میں لکھا گیا ہے اس کی محبت تیرے اندر پیدا کی جائے گی اور غیر مقسوم کا بغض ڈالا جائے گا، تیرا مقسوم اِس لئے تیرا محبوب بنایا جائے گا تا کہ تو اپنے متعلق حق تعالیٰ کے علمِ اَزلی کو ثابت کرنے کے لئے اپنا پورا مقسوم حاصل کرے، پس اس پر قانع بن جائے اور دُوسری چیزوں کی طرف التفات بھی نہ کرے، تیرا قلب حق تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہوا دُنیا کو اس طرح استعمال کرے جس طرح جنت کے اندر جنتی استعمال کریں گے (کہ جو کچھ کھائیں گے، پئیں گے عطائے حق سمجھ کر کھائیں گے) پس حق تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی تجھ پر نازل ہوگا وہ تجھ کو محبوب ہوگا کیونکہ تو اگر اِرادہ کرتا ہے تو اسی کے ارادے سے کرتا ہے، اور

اختیار کرتا ہے تو اس کی تقدیر کے ساتھ گھومتا رہتا ہے، اور اپنے دِل سے خدا کے سوا ہر چیز سے الگ ہے، دُنیا اور آخرت دونوں تجھ سے ایک کنارہ ہوگئی ہیں، پس تیرا اپنے مقسوم کو استعمال کرنا اور اس کو محبوب سمجھنا خدا ہی کی وجہ سے ہے، رِیا کار منافق اپنے عمل پر مغرور ہوتا ہے، ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا، راتوں کو شب بیداری کرتا، رُوکھا سوکھا اور موٹا جھوٹا لباس پہنا کرتا ہے اور درحقیقت ظاہر و باطن میں تاریکی کے اندر ہے کہ اپنے قلب سے حق تعالیٰ کی جانب ایک قدم بھی نہیں بڑھتا وہ مبتلائے محبت و مبتلائے شفقت ہے، اس کا باطن اولیاء، صدیقین اور حق تعالیٰ کے اصل نیکوکار بندوں کے نزدیک ظاہر ہے کیونکہ مخلوق میں سے خواص تو آج بھی اس سے واقف ہیں اور کل روزِ قیامت کو جملہ عوام بھی اس سے واقف ہو جائیں گے، خواص تو جب اس کو دیکھتے ہیں اپنے دِلوں سے اس کو مبغوض سمجھتے ہیں مگر حق تعالیٰ کی پردہ پوشی سے اس کو چھپا لیتے ہیں، (اور اس کی بدحالی کو عالم آشکارا نہیں کرتے) تو اپنے نفاق کے ساتھ اہل اللہ کی صف میں گھس کر (کان پکڑ کر باہر نکال دیا جائے گا اور ان میں شامل) نہ رکھا جائے گا۔ وعظ سننے کا وقت نہیں جب تک کہ تو اپنا زنار توڑ نہ ڈالے اور دِل سے سچی توبہ اور اسلام کی تجدید نہ کرے اور اپنی طبیعت، اپنی خواہش، اپنے وجود اور تحصیلِ منفعت و دفعِ مضرت کے احاطے سے باہر نہ نکل آوے جب تک تو اپنے آپ (یعنی انانیت) سے باہر نہ نکل آوے کہ اپنے نفس، اپنی خواہش اور اپنی طبیعت کو دروازے پر چھوڑے اور اپنے قلب کو دہلیز پر چھوڑ دے اور باطن کو بادشاہ کے پاس، نشست گاہ میں اس وقت تک زبان ہلانے کا وقت نہیں، اوّل بنیاد کی طرف لپک، پس جب اس کو مضبوط کرلے تو تعمیر کی طرف دوڑ، بنیاد کا پانی (جس سے وہ مضبوط ہوتا ہے) دِین کے متعلق فہم (اور علم) ہے، مگر قلب کا علم و فہم تجھ کو حق تعالیٰ کے قریب لے جائے گا اور زبان کا علم و فہم مخلوق اور دُنیوی بادشاہوں کے قریب لے جائے گا، قلب کا علم و فہم حق تعالیٰ کے قرب کی مجلس کا صدر نشین بنائے گا کہ تجھ کو صدر مقام پر اور اُونچا بٹھائے گا اور تیرا قدم حق تعالیٰ کی طرف چلا کر اس کے پاس پہنچائے گا، تجھ پر افسوس کہ علم کی طلب میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا، تو جہالت کے قدم پر (کھڑا اور) ہوس میں (مبتلا) ہے کہ دُشمنانِ خدا کا نوکر بنا ہوا اور ان کو (اپنا حاجت روا اور مالکِ عزت و ذلت

سمجھ کر) شریکِ خدا قرار دیئے ہوئے ہے، حق تعالیٰ تجھ سے اور جن کو تو اس کا شریک بنائے ہوئے ہے سب سے بے نیاز ہے کہ تجھ سے کسی شریک کو بھی قبول نہ فرمائے گا۔ کیا تو جانتا نہیں کہ جس کے ہاتھ میں تیری باگ ہوگی اسی کا تو بندہ ہوگا؟ اگر تو فلاح چاہتا ہے تو اپنے قلب کی باگ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں رہنے دے اور اس پر توکل کر سچا توکل، اور اس کی خدمت کر اپنے ظاہر اور باطن دونوں سے، اور اس پر الزام مت قائم کر کہ درحقیقت اس پر کوئی الزام نہیں ہے، وہ تیری مصلحت کو تجھ سے زیادہ جانتا ہے، وہ واقف ہے اور تو واقف نہیں، اس کے حضور میں خاموش رہنا گوشۂ گمنامی میں پڑنا، آنکھیں بند اور سر جھکائے رکھنا اور گونگا بن جانا ضروری سمجھ یہاں تک کہ تجھ کو بولنے کی اجازت اس کی طرف سے آئے، پس اس وقت تو بولے، اس کی وجہ سے نہ کہ اپنی وجہ سے، تب تیرا بولنا قلبی بیماریوں کے لئے دوا، باطن کے لئے شفا اور عقول کی ذرشتی میں ضیاء بن جائے گا۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کو منوّر فرما، اور ان کو اپنے تک پہنچا لے اور ہمارے باطن کو صاف کر، اور اپنے قریب فرما لے، اور ہم کو دُنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

باب نمبر ۳۹

شیخِ طریقت قربِ خداوندی کے دروازے کا صرف راستہ بتاتا ہے[1]

بندۂ مؤمن (گویا) مسافر ہے دُنیا میں (کہ نہ مال و جاہ کا متمنی ہے نہ بقاء کا)، اور زاہدِ خشک مسافر ہے آخرت میں (کہ وہاں نہ آرام پائے گا نہ جی لگے گا)، اور عارف (صوفی) جملہ ماسوی اللہ میں مسافر ہے (کہ بجز خدا کے دُنیا ہو یا جنت کسی چیز سے بھی اس کو دِل بستگی نہیں ہے) مؤمن (گویا) دُنیا میں قیدی ہے اگرچہ کتنا ہی وسیع مکان اور فراخیٔ معاش میں کیوں نہ ہو کہ اس کے اہل و عیال تو اس کے مال و جاہ میں ہر پہلو مزے اُڑاتے، خوشیاں مناتے اور اس کے اِردگرد ہنستے کھیلتے ہیں مگر وہ ایک باطن قید خانے میں ہے (کہ اندر ہی اندر گھٹتا اور دُنیا سے رہائی کا آرزومند رہتا ہے) اس کی بشاشت محض چہرے پر ہے (کہ خوش اخلاقی کی نیت سے انبساط ظاہر کرتا ہے) اور اس کا حزن دِل کے اندر پوشیدہ ہے، وہ دُنیا (کی حقیقت و ناپائیداری سے) واقف ہوا، پس (اگرچہ بدن دُنیا میں رہا مگر) اپنے دِل سے اس کو ایک طلاق دے دی، اوّل اس نے دُنیا کو ایک ہی طلاق دی (جس میں رُجوع کرنے کا بھی اختیار باقی رہتا ہے) کیونکہ اس کو اِنقلابِ حالات کا خوف ہے (کہ مبادا دُنیا کے چھوڑنے کا متحمل نہ ہو سکا تو اس کو دوبارہ لے تو سکے گا) سو وہ اِسی حال میں تھا کہ ناگاہ آخرت نے اپنا دروازہ کھول دیا، پس اس کے چہرے کے حسن کی شعاعیں چمکنے (اور مؤمن کو اپنا شیدا بنانے لگیں) تب اُس نے دُنیا کو دُوسری طلاق دے دی (کہ اس سے اچھی محبوبہ نظر آ گئی) اس وقت آخرت کے اس کے پاس آئی اور اس کے گلے لگ گئی، تب اس نے دُنیا کو تیسری طلاق بھی دے دی (اور اس سے قطع تعلق کر کے) بالکلیہ آخرت

---

(۱) بروز سہ شنبہ بوقت شام بتاریخ ۱۳ رجب ۵۴۵ھ بمقام مدینہ منورہ۔

کے پاس آ ٹھہرا، پس وہ اسی حالت میں تھا کہ دفعۃً حق تعالیٰ شانہٗ کا نور چمکا (جس نے سارے حسن ماند کر دیئے) تب اُس نے آخرت کو بھی طلاق دے دی (اور خدا کا ہو رہا)۔

دُنیا اس سے کہنے لگے کہ تم نے مجھ کو طلاق کیوں دی؟ مؤمن نے جواب دیا "اس لئے کہ تجھ سے زیادہ خوب صورت چیز میں نے دیکھ لی ہے" اور آخرت نے اس سے کہا کہ تم نے مجھ کو طلاق کیوں دی؟ تو اس کو یہ جواب دیا کہ "چونکہ تیرا وجود اور تیری صورت کسی اور ہی کی دی ہوئی ہے، اور تو غیر ہی تو ہے، پس کیا وجہ کہ میں تجھ کو طلاق نہ دوں (اور اس اصل حسن کی طرف نہ جاؤں جو تیرے حسن کا بھی خالق ہے)" پس اس وقت مؤمن کے لئے حق تعالیٰ کی معرفت متحقق ہوگئی اور وہ اس کے سوا ہر چیز سے آزاد اور دُنیا و آخرت دونوں میں مسافر (اور دِل برداشتہ) بن گیا کہ سب غائب اور ہر چیز سے محو ہو گیا، پس دُنیا اس کی خدمت میں نوکرانی بن کر کھڑی ہو جاتی ہے، نہ کہ بیوی بن کر کہ ہر کام کرنے کے لئے تیار ہے اور اپنے اس بناؤ سنگھار سے بالکل خالی ہے جس کو اپنے چاہنے والوں پر ظاہر کیا کرتی ہے، اور دُنیا کی (اس کے سامنے نوکروں کی سی) یہ حالت جو بنائی جاتی ہے تو بس اس لئے تا کہ اس کی طرف اس کا میلان نہ ہو (ورنہ سنگھار کے سبب ممکن تھا کہ مؤمن اس پر ریجھنے لگے) بیگم صاحبہ کسی شخص سے محبت کرنے لگتی ہے تو اپنے تحفے تحائف اس کے پاس بوڑھیوں اور سیاہ فام حبشی لونڈیوں کے ہاتھ بھیجا کرتی ہے، کیوں؟ محبوب کی حفاظت اور اس پر غیرت کی وجہ سے (کہ خوب صورت عورتوں کے ہاتھ بھیجا تو کہیں اُن پر فریفتہ ہو کر مجھے نہ چھوڑ بیٹھے) تو بالکلیہ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جا کل آئندہ کو کل گزشتہ کے پہلو میں رکھ دے (کہ جس طرح گئے وقت سے واسطہ نہ رہا اسی طرح آنے والے زمانے سے دِل کو علاقہ نہ رہے) کیا خبر ہے کہ کل کا دن آوے اور تو مردہ ہو (پس ایسی موہوم شے سے دِل کیوں لگایا؟)۔ اور اے تونگر! تو اپنی تونگری میں مشغول ہو کر خدا سے غافل نہ ہو، کیا عجب ہے کہ کل کا دن آوے اور تو مفلس قلاش ہو، کسی شے کے ساتھ بھی مت رہ بلکہ اشیاء کے پیدا کرنے والے کے ساتھ ہو کہ وہ ایسی (بے نظیر) چیز ہے جس کے مثل کوئی بھی چیز نہیں، اس کے غیر کے پاس تجھ کو کبھی راحت نصیب نہ ہوگی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

مؤمن کے لئے تو حق تعالیٰ کی ملاقات سے ورے راحت ہے ہی نہیں۔

جب اس نے تیرا اور مخلوق کا واسطہ منہدم و ویران بنا دیا اور اپنا اور تیرا درمیانی واسطہ آباد کر دیا تو یقیناً تجھ کو اِنتخاب فرمایا تو تو اس کے انتخاب کو ناپسند مت کر، جو شخص حق تعالیٰ کے ساتھ صابر بنا رہتا ہے وہ اس کی عجیب عجیب عنایتیں دیکھتا ہے، جو تنگ دستی پر صبر کرتا ہے اس کو تونگری نصیب ہوتی ہے۔ اکثر منصبِ نبوّت بکریاں چرانے والوں کو عطا ہوا ہے، اور جو مرتبہ ولایت غلاموں اور غریبوں کو، بندہ جتنا بھی خدا کے سامنے ذِلت اِختیار کرے گا اُسی قدر وہ اس کو عزّت بخشے گا اور جس قدر بھی جھکے گا اسی قدر وہ اس کو رفعت دے گا، وہی عزّت دینے والا ہے وہی ذِلت دینے والا ہے، وہی بلند کرنے والا ہے اور وہی پست کرنے والا، وہی توفیق دینے والا ہے اور وہی (ہر دُشواری کو) آسان کرنے والا ہے، اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو ہم اس کو کبھی ہرگز نہ پہچان سکتے۔ اے اپنے اعمال پر مغرور ہونے والو! تم کس درجہ جاہل ہو؟ اگر اس کی توفیق نہ ہوتی تو تم نہ نماز پڑھ سکتے، نہ روزہ رکھ سکتے اور نہ صبر کر سکتے، تمہارے لئے یہ شُکر کا مقام ہے نہ کہ خود پسندی کا۔ اکثر بندے اپنی عبادتوں اور اعمال پر مغرور اور مخلوق سے تعریف کے خواہاں اور دُنیا اور اہلِ دُنیا کو اپنی طرف گرویدہ کرنے کی رغبت رکھنے والے ہیں، اور اس کی وجہ ان کی اپنے نفسوں اور خواہشات کے ساتھ وابستگی ہے کہ دُنیا تو نفوس کی معشوقہ ہے اور آخرت قلوب کی محبوبہ ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ باطن اور اسرار کا محبوب ہے (پس ہر ایک اپنے محبوب ہی کی طرف جھکے گا) حکمتوں کا قلوب میں ڈالا جانا اسی وجہ سے ہے کیونکہ حکم (یعنی شریعت) اس (حکمت و دانش) کا پاؤں ہے، پس حکم کو مضبوط کیے بغیر جو شخص اس (علمِ باطنی) کا کچھ بھی دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، کیونکہ وہ حقیقت جس کی شہادت شریعت نہ دے (حقیقت نہیں بلکہ) زندیقیت ہے۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے دو بازوؤں سے حق تعالیٰ کی طرف پرواز کر، اس کے حضور حاضر ہو درآنحالیکہ تیرا ہاتھ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پشت پناہ اور اُستاد بنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو اِختیار دے کہ تیرا بناؤ سنگھار کرے اور (حسین سیرت بنا کر) تجھ کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی لشکرِ اَرواح کے حاکم ہیں، طالبین کے مربی و سرپرست ہیں اور مطلوبین کے سردار ہیں، نیکوکاروں کے افسر ہیں اور ان میں حالات و مقامات کے تقسیم فرمانے والے ہیں، اس لئے کہ حق تعالیٰ نے یہ خدمت آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا سپہ سالار بنا دیا، جب لشکر کے لئے بادشاہ کی طرف سے خلعت برآمد ہوا کرتے ہیں تو ان کے سپہ سالار ہی کے ہاتھ سے تقسیم کرائے جاتے ہیں۔ توحید (یعنی صرف خدا ہی سے خوف اور امید رکھنا) عبادت ہے اور مخلوق کو شریک سمجھنا (نفس کی) عادت ہے، پس عبادت کو لازم سمجھ اور عادت کو چھوڑ، جب تو خلافِ عادت کرے گا (حق تعالیٰ کی طرف سے بھی) تیرے لئے خلافِ عادت برتاؤ ہوگا (کہ بلا کسب معاش ملے گی اور کرامات کا ظہور ہوگا) تو (اپنی حالت میں) تبدیلی کرتا کہ حق تعالیٰ تیرے لئے (اپنی عادتِ جاریہ میں) تبدیلی فرمادے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

بے شک اللہ لوگوں کی کسی حالت میں تبدیلی نہیں فرماتا جب تک کہ وہ اپنی حالت میں خود تبدیلی نہ کرلیں۔

اپنے نفس اور مخلوق کو اپنے دل سے نکال اور ان دونوں کے خالق سے دل کو لبریز کرتا کہ (تو منصبِ تکوین سے نوازا جائے اور مخلوق کی کاربرداری کا) نظم و نسق تیرے حوالہ ہو، یہ چیز دن کے روزوں اور رات کی نمازوں سے نہیں آیا کرتی بلکہ قلوب کو پاک اور باطن کو صاف کرنے سے آیا کرتی ہے۔ ایک بزرگ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

روزے اور شب بیداری دسترخوان کی چٹنی اور پھل ہیں، اور اصل کھانا تو کچھ اور ہے۔

سچی بات کہی ہے، اصل کھانے سے قبل یہی دونوں چیزیں آتی ہیں اور ان کے بعد دیگر رنگ برنگ کے کھانے آتے ہیں، اس کے بعد تناول شروع ہوتا ہے اور پھر ہاتھ دھوتا ہے اور سب کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ کی ملاقات ہے اور اس کے بعد خلعت اور جاگیر اور سپہ سالاری اور جانشینی اور ممالک و قلعہ جات کی تفویض ہے، جب بندے کا قلب حق تعالیٰ کے قابل بن جاتا اور اس میں اس کا قرب جگہ پکڑ لیتا ہے تب اس کو اطرافِ عالم میں حکومت و بادشاہی عطا کی جاتی ہے اور مخلوق کی ایذاؤں پر صابر بن کر ان کو (خدا کی طرف) بلاتے رہنا اس کے حوالہ کر دیا جاتا ہے اور باطن کو بدلنا اور حق کو ظاہر کرنا اس کو سونپ دیا جاتا ہے، حق تعالیٰ ہی اس کو عطا فرماتا اور اس کو (سب سے) بے نیاز بنا دیتا ہے کیونکہ جب وہ عطا فرماتا ہے تو پورا تونگر بنا دیتا ہے کہ حکمتوں سے اس کا پیٹ بھر دیتا ہے، حق تعالیٰ نے اپنے نیکوکار اور صاحبانِ معرفت بندوں کے قلوب کی زمینوں کے درمیان حکمتوں کی وہ

نہریں بہا رکھی ہیں جو اس کی لوح اور عرش کے قریب اس کے علم کی وادی سے نکلتی ہیں اور بہتی ہوئی قلوب کی ان زمینوں میں پہنچتی ہیں جو مردہ ہیں اور حق تعالیٰ سے ناواقف اور اُس سے روگردانی کئے ہوئے ہے۔

صاحب زادہ! حرام غذا کھانا قلب کو مردہ بنا دیتا ہے اور حلال کھانا اُس کو زندہ کرتا ہے، ایک لقمہ ہے جو اُس کو تاریک بناتا ہے، ایک لقمہ ہے جو تجھ کو دُنیا میں مشغول کرے گا، اور ایک لقمہ ہے جو تجھ کو ان دونوں سے بے رغبت بنا دے گا، اور ایک لقمہ ہے جو تجھ کو ان کے پیدا کرنے والے (وحدہٗ لاشریک) کا خواہش مند بنا دے گا۔ حرام غذا تجھ کو دُنیا میں مشغول کرے گی اور معصیتوں کی محبت دِلائے گی اور مباح غذا تجھ کو آخرت میں مشغول کرے گی، اور طاعات کی محبت پلائے گی اور حلال غذا تیرے قلب کو حق تعالیٰ کے قریب پہنچا دے گی، اور ان غذاؤں کی شناخت حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور حق تعالیٰ کی معرفت دِل میں ہوا کرتی ہے کتابوں میں نہیں ہوتی، اُس کی طرف سے حاصل ہوتی ہے، مخلوق کی طرف سے نہیں ہوتی، مگر حق تعالیٰ کو یکتا سمجھنے، اس پر اعتماد رکھنے اور ساری مخلوقات سے باہر نکل جانے کے بعد، حق تعالیٰ کی معرفت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تجھ کو کھانے پہننے اور جماع کرنے کے سوا کسی چیز کی معرفت و شناخت ہی نہیں اور جس طرح بھی یہ مزے حاصل ہو جائیں (یعنی حلال طریقے سے ہوں یا حرام سے تجھ کو پاک نہیں کرے گی تو نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ:-

جس کو اس کی پروا نہیں ہوئی کہ اس کا کھانا پانی کہاں سے آ رہا ہے؟
اس کی حق تعالیٰ بھی پروا نہیں کرے گا، جہنم کے کسی دروازے سے بھی
اس کو دوزخ میں داخل فرما دے۔

(کچھ گفتگو کے بعد شیخ نے فرمایا) پس تو ساری چیزوں سے بے پروا ہو جا اور کسی شے کی طرف بھی نگاہ نہ اُٹھا، نہ کوئی چیز تجھ کو خدا سے غافل بنائے اور نہ مخلوق تجھ کو اُس سے چھڑا کر اپنا پابند بنائے بجز اس کے کہ تو ان سے اُن کی سمجھ کے موافق باتیں اور دِل داری کی ان پر خیرات کرے اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرے کہ:-

لوگوں سے مدارات کرنا بھی صدقہ ہے۔

اپنے پروردگار کے عطیۂ قرب و ولایت میں سے کچھ ان کو بھی ہے اور اس نے

اصلاحِ حال کی جس نعمت سے تجھ کو نواز رکھا ہے اس کی ان پر سخاوت کرے، ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ رکھے اور اپنا خلق پہلوان کے لئے نرم بنائے اور آنکھ نہیں کہ تیرا خُلق من جملہ اخلاقِ خداوندی کے اور کام امرِ الٰہی سے ہو جائے گا، مشائخ دو قسم کے ہیں، ایک مشائخِ شریعت اور ایک مشائخِ معرفت، شیخِ شریعت تجھ کو مخلوق کے ہر دروازے پر لے جائے گا (کہ معاملات و مدارات اور پُر لطف زندگی کا طریقہ سکھائے گا) اور شیخِ طریقت تجھ کو قربِ خداوندی کے دروازے کا راستہ بتائے گا، پس ضرورت دونوں کی ہے کہ اوّل ایک ہاتھ سے شیخ الحکم یعنی عالمِ شریعت کا دامن پکڑے اور پھر دوسرے ہاتھ سے عارف کا۔ دو دروازے ہیں جن میں داخل ہوئے بغیر تجھ کو چارہ نہیں، نمبر۱ دروازۂ مخلوق، اور نمبر۲ دروازۂ خالق۔ نمبر۱ دروازۂ دُنیا اور نمبر۲ دروازۂ آخرت کہ اور مخلوق کا دروازہ اور دوبارہ حق تعالیٰ شانہٗ کا دروازہ، جب تک تو پہلے دروازے سے گزر نہ جائے گا دوسرا دروازہ تجھ کو نظر نہ آئے گا، اپنے قلب سے دُنیا کی محبت اور تعلق سے باہر نکل تاکہ آخرت میں داخلہ نصیب ہو۔ شیخِ شریعت کا خادم بن یہاں تک کہ وہ تجھ کو شیخِ طریقت کے پاس پہنچا دے۔ مخلوق (کے ساتھ وابستگی) سے باہر نکل کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی تجھ کو معرفت حاصل ہو، یہ درجات ہیں کہ ایک درجہ دوسرے درجے کے بعد ہے، اور دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں کہ اکٹھے بھی نہیں ہو سکتے، یہ سب چیزیں باہم مخالف ہیں۔

پس سب کو جمع کرنے کا طلب گار مت بن کہ (اس ہوس میں) تیرے ہاتھ نہ تو یہ آئے گا نہ وہ۔ اپنے قلب کو جو خدا کا گھر ہے خالی کر کہ کسی دوسرے کو اس میں نہ چھوڑ جبکہ فرشتے اس گھر کے اندر نہیں جاتے جس میں کوئی تصویر ہو تو حق تعالیٰ تیرے قلب کے اندر کیونکر داخل ہوگا جبکہ اس میں بہت سی صورتیں اور بت موجود ہیں، اس کے سوا ہر چیز بت ہے، پس بتوں کو توڑ اور کپڑے کو پاک صاف کر کہ گھر والا گھر میں نظر آئے اور تو وہ عجائبات دیکھے کہ اس سے پہلے نہیں دیکھے تھے۔

یا اللہ! ہم کو توفیق دے اس روش کی جو تجھ کو ہم سے راضی بنا دے اور ہم کو عطا فرما دُنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

باب نمبر ۳۰

علم زندگی اور جہل موت ہے[1]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

ملعون ہے وہ شخص جس کا بھروسہ اپنی جیسی مخلوق پر ہو۔

کتنی کثرت سے ہیں وہ لوگ جو اس لعنت میں داخل ہیں، بہت سی مخلوق میں سے ایک ہی آدھ ہوگا جو حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہوگا، اور جس نے حق تعالیٰ پر بھروسہ کیا تو بے شک اس نے مضبوط کڑی کو تھام لیا اور جس نے اپنی جیسی (کمزور محتاج) مخلوق پر بھروسہ کیا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مٹھی میں پانی بند کر لے اور سمجھے کہ پانی پر قبضہ کر لیا مگر اپنا ہاتھ کھولے تو اس میں کچھ بھی نظر نہ آوے (تجھ پر افسوس) مخلوق تیری حاجتیں ایک دو دن پوری کر دے گی، آخر کار تنگ آ جائے گی (اور گھبرا کر رُخ بدل لے گی) تو حق تعالیٰ کی صحبت اختیار کر اور اسی پر اپنی حاجتیں پیش کر کہ دُنیا ہو یا آخرت نہ وہ تجھ سے کبھی تنگ آئے گا اور نہ گھبرائے گا، صاحبِ توحید کی قوت جیسی قوت کا حامل نہ کوئی باپ رہتا ہے نہ ماں، نہ کنبہ، نہ دوست، نہ دُشمن، نہ مال، نہ جاہ اور نہ کسی ایک چیز کے ساتھ قرار و سکون ہے، یہ خیر حق تعالیٰ شانہٗ کے دروازے اور اس کے احسانات سے ہے۔

اے اپنے درہم و دینار پر بھروسہ رکھنے والے! عنقریب یہ تیرے ہاتھ سے جاتے رہیں گے، یہ سزا کے طور پر ہے، جس طرح تو نے ان کو طلب کیا ہے (اسی طرح کبھی) یہ دُوسرے کے ہاتھ میں تھے (پس جب اس کی سزا کا وقت آیا) تو اس سے چھین کر تیرے حوالے کر دیئے گئے تاکہ تو اُن سے اپنے آقا کی اطاعت پر اعانت حاصل کرے سو تو نے

---

(۱) بروز جمعہ بوقتِ صبح بتاریخ ۱۶ رجب ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

ان کو اپنا بت ہی بنا لیا (کہ ان کو قاضی الحاجات سمجھ کر ان کی پرستش کرنے لگا)۔

اے نادان! اللہ واسطے علم سیکھ اور اس پر عمل کر کہ وہ تجھ کو (شاہی) آداب سکھا دے گا، علم زندگی ہے اور جہل موت ہے، صدیق علم (شریعت) کی تحصیل سے جو (عام مؤمنین میں) مشترک ہے فارغ ہو لیتا ہے تو خاص علم یعنی قلوب اور اسرار کے علم (کے مدرسہ) میں داخل کر دیا جاتا ہے، پس جب اس علم میں مستحکم ہو جاتا ہے تو دینِ خداوندی کا بادشاہ بن جاتا ہے کہ اپنے بادشاہ بنانے والے (شہنشاہ جل جلالہٗ) کے اذن سے حکم کرتا اور روکتا، بخشش کرتا اور محروم بناتا رہتا ہے، وہ مخلوق میں سلطان بنتا ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم سے حکم دیتا ہے اور اسی کے کہنے سے منع کرتا ہے اور اسی کے حکم سے مخلوق سے لیتا ہے اور اسی کے حکم سے مخلوق کو دیتا ہے، پس حکم کے اعتبار سے مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے اور علم کے لحاظ سے حق تعالیٰ کے ساتھ حکم اس دروازے کا دربان ہے اور علم گھر کا اندرون، حکم عام ہے اور علم خاص عارف حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے کہ اس کو معرفت کا علم اور ان اُمور کی اطلاع سپرد کی گئی ہے جن کی اطلاع دُوسروں کو نہیں ہے اُس کو دینے کا حکم ہوتا ہے تو کھاتا ہے اور بھوکا رکھنے کا حکم یا جاتا ہے تو بھوکا رہتا ہے، کبھی ایک شخص پر توجہ کرنے کا حکم ہوتا ہے تو اُس پر توجہ کرتا ہے اور دُوسرے شخص سے بے توجہی کا حکم کیا جاتا ہے تو اس سے بے توجہ بن جاتا ہے، کسی شخص سے اُس کو لینے کا حکم ہوتا ہے اور کسی پر اُس کے پیش کیے ہوئے نذرانے کو واپس کر دینے کا، جو شخص اُس کی مدد کرتا ہے اُس کی (خدا کی طرف سے) مدد کی جاتی ہے اور جو اُس کو حقیر سمجھتا ہے وہ (خدا کی طرف سے) خوار ہوتا ہے، اہل اللہ تمہاری جانب تمہارے ہی نفع کے لئے آتے ہیں نہ کہ اپنی ضرورتوں کے لئے، اُن کو تو مخلوق میں سے کسی ایک کی بھی ضرورت نہیں ہے، وہ مخلوق کی رسیوں میں بل دیتے اور اُن کی تعمیر کو مضبوط بناتے اور اُن پر شفقت فرماتے ہیں، وہ خدائی سردار ہیں دُنیا اور آخرت میں۔ وہ جو کچھ تم سے لیتے ہیں اپنے لئے نہیں مخلوق کی خیر خواہی اور اسی میں مشغول رہنا ان کا کام ہے اس لئے جو چیز حق تعالیٰ کی طرف سے ہوا کرتی ہے وہ دائم اور قائم رہتی ہے، اور جو چیز غیر اللہ کی طرف سے ہوتی ہے وہ قائم نہیں رہتی، علم کا اور علمائے باعمل کا خادم بن اور اس پر جما رہ، جب اوّل تو علم کی خدمت پر جمے گا تب ضرور ہے کہ

دوبارہ علم تیری خدمت کرے اور جس طرح تو اس کی خدمت پر جما رہے گا تو قلبی فہم اور باطنی نور تجھ کو عطا ہوگا۔

صاحبو! جملہ اُمور حق تعالیٰ کے حوالے کرو کہ وہ تمہارا تم سے زیادہ واقف کار ہے، اس کی کشائش کے منتظر رہو کہ ایک پل سے دُوسرے پل تک بہت ہی گنجائش ہے، پس کیا بعید ہے کہ دُوسرے ہی لحظہ میں تنگی رفع اور وسعت عطا فرما دے، حق تعالیٰ کے خادم بنو اور اُس کا دروازہ کھلواؤ اور مخلوق کے دروازوں کو بند کرو (کہ بجز اس کے) کسی سے کچھ نہ مانگو، پس وہ تم کو عجیب عجیب عنایتیں دِکھائے گا جو تمہارے شمار سے باہر ہیں، تجھ پر افسوس! اگر اللہ چاہے گا کہ مخلوق کے ہاتھوں تجھے نفع پہنچائے تو نفع پہنچائے گا اور اگر چاہے گا کہ ان کے ہاتھوں تجھ کو نقصان پہنچائے تو نقصان پہنچائے گا کیونکہ وہی اُن کے قلوب کو مسخر کرنے والا اور نرم یا سخت بنا دینے والا ہے، وہی زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے اور وہی دینے والا اور نہ دینے والا ہے، وہی عزت بخشنے والا اور ذلیل بنانے والا ہے، وہی بیماری ڈالنے والا اور صحت دینے والا ہے، وہی پیٹ بھرنے والا اور وہی بھوکا رکھنے والا ہے، وہی کپڑے دینے والا اور ننگا رکھنے والا ہے، وہی محسن دینے والا اور وہی وحشت دینے والا اور وہی اوّل و آخر و ظاہر و باطن سب کچھ وہی ہے نہ کہ کوئی دُوسرا، اپنے دِل سے اس کا اعتقاد رکھ اور اپنے ظاہر سے مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کیونکہ پرہیزگار اور نیکوکاروں کا یہی کام ہے کہ اپنی ہر حالت میں حق تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور مخلوق کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے ہیں کہ حسن وخلق کے ساتھ قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا حکم کرتے ہیں جن کو وہ اپنے دِلوں سے سمجھ بھی سکیں اور اُن کو احکام قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا حکم کرتے ہیں، پس اگر وہ مان لیتے ہیں تو یہ ان کی قدر کرتے ہیں، اور اگر ان دونوں سے باہر چلتے ہیں تو ان کے درمیان نہ دوستی باقی رہتی ہے، نہ محبت وہ حق تعالیٰ کے امر ونہی کے متعلق مخلوق کے ساتھ بے لحاظ بن جاتے ہیں۔ اپنے قلب کو مسجد بنا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکار جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

واقعی مسجدیں اللہ ہی کی ہیں، پس ان میں آ کر اللہ کے ساتھ شریک بنا کر مت پکارو۔

پس جب اس بندے کا درجہ اسلام سے ترقی کر کے ایمان تک اور ایمان سے آگے بڑھ کر ایقان تک اور ایقان سے معرفت تک اور معرفت سے علم تک اور علم سے محبت تک اور محبت سے محبوبیت تک اور طلب سے مطلوبیت تک پہنچ جاتا ہے تو اس وقت تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اگر غفلت کرتے تو اس پر قائم نہیں رکھا جاتا اور جب بھول واقع ہو تو یاد دلایا جاتا ہے اور سو جائے تو جگایا جاتا ہے اور غافل ہو تو ہوشیار کر دیا جاتا ہے اور پشت پھیرے تو سامنے کے رُخ پھیر لیا جاتا ہے اور جب چپ ہو جائے تو بلوا دیا جاتا ہے، پس ہر وقت ہمیشہ بیدار اور صاف رہتا ہے کیونکہ اس کے قلب کا آئینہ صاف ہو گیا ہے کہ باہر ہی سے اس کا اندرون دِکھائی دیتا ہے اُس کو بیداری اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث میں ملی ہے کہ سونے کی حالت میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور دِل نہ سوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے، ہر ایک کی بیداری اس کے حال کے موافق ہوتی ہے، پس جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری تک تو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا اور نہ کسی کی طاقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاصیتوں میں سے کسی خاصیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہو سکے، ہاں اتنی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ابدال اور اولیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پس خوردہ کھانے اور پانی کے دستر خوان پر آتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مقامات کے سمندروں میں سے ایک قطرہ اور کرامات کے پہاڑوں میں سے ایک ذرہ اُن کو دیا جاتا ہے کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو مضبوط تھامے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا راستہ بتانے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین اور شریعت کو پھیلانے والے ہیں، حق تعالیٰ کی سلامتیاں اور تحیات نازل ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں پر۔ قلبِ مؤمن نے دُنیا پر نظر ڈالی پس اُس کو چاہا اور طالب بنا اور اس کا دِل اُس سے پُر ہو گیا، پس دُنیا نے اس کے دِل پر قبضہ کرنا چاہا کہ میرے سوا دُوسری طرف نہ جھکے تو اس نے دُنیا کو طلاق دے دی، اس کے بعد آخرت کا خواہاں ہوا حتیٰ کہ اُس کو پا لیا، پس اس کا دِل اس سے بھر گیا، تب اُس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں

اُس کو اپنا پابند بنا کر اس کے پروردگار سے روک نہ لے لہٰذا اس کو بھی طلاق دے دی، اور اس کو دُنیا ہی کی بغل میں بٹھادیا (البتہ) اس کا حق ادا کرتا رہا (کہ نماز روزے میں کمی نہ آئی) اور خود حق تعالیٰ کے دروازے سے جاملا، پس اسی کے پاس خیمہ گاڑ لیا اور اس کی چوکھٹ کو تکیہ بنالیا۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے طریقے پر جاملا جنھوں نے ستاروں سے بے توجہی فرمائی، اس کے بعد چاند سے اور اس کے بعد سورج سے، اس کے بعد (جملہ حوادثات سے بیزار ہوکر) فرمادیا کہ:-

میں ان کو محبوب نہیں سمجھتا جن کا نور چھپ جانے والا ہے، میں نے تو سب سے یکسو ہوکر اپنا منہ اسی ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمان وزمین کو بنایا ہے اور میں مشرکین میں نہیں ہوں (کہ غیر اللہ کو شریک گردانوں)۔

پس جب چوکھٹ پر تکیہ لگا رہا اور حق تعالیٰ نے اس کی سچی طلب کو جانچ لیا تو دروازہ کھول دیا اور اس کے قلب کو اپنے حضور میں باریابی کی اجازت دی، پس اس کی مزاج پُرسی کی اور حالانکہ وہ اس سے زیادہ واقف ہے (مگر مانوس بنانے اور اپنی شفقت و پیار ظاہر فرمانے کے لئے) جو کچھ دُنیا اور آخرت کے ساتھ (وصل وطلاق کا) واقعہ گزرا تھا اس سے پوچھا، پس اس نے سارا قصہ کہہ سنایا، تب حق تعالیٰ نے اس کو اپنا قرب واُنس عطا فرمایا اور اپنی خوشنودی کے خلعت اس کو بخشے اور علم ودانش سے اس کو لبریز کردیا اور اس کی طلاق دی ہوئی دُنیا اور آخرت کو بلا کر اُن دونوں سے اس کا جدید عقد کردیا، اور اس کے اور ان دونوں (نئی بیبیوں) کے مابین شرط نامہ لکھ دیا جس میں اس کو کبھی اذیت نہ دینے کی ان پر شرط درج فرمائی اور ان دونوں کو اس کا خدمت گار بنادیا کہ اس کے مقسوم اس کو پورے پورے دیتی رہیں اور ان کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی (کہ عاشق بن کر شوق ورغبت سے اس کے آرام کا سامان کریں) پس اس کے حق میں معاملہ پلٹ گیا (کہ پہلے یہ دُنیا وآخرت کا طالب تھا اور اب وہ دونوں اس کی طالب بن گئیں) اس کے قلب کی قیام گاہ رَبّ کے قریب قرار پائی اور ماسوی اللہ سب اس سے یکسو ہوگئے، بندہ آزاد بن گیا کہ صرف اللہ کا غلام رہا اور جملہ ماسوی اللہ سے آزاد ہوگیا، آسمان وزمین میں

بے قید کہ اس پر کوئی شے قبضہ نہیں کر سکتی، اور وہ جملہ اشیاء پر قابض ہے، بادشاہ بن گیا کہ بجز شاہنشاہ کے کسی کا بھی اس پر قبضہ نہیں، باجازتِ عامہ بلاقید اس کے سامنے (شاہنشاہی) کا دروازہ کھلا ہوا ہے کہ نہ کوئی دربان ہے نہ روک ٹوک کرنے والا۔

صاحب زادہ! اللہ والوں کا غلام بن کہ دُنیا اور آخرت ان کی خادم بن جاتی ہیں، جس وقت بھی وہ (اُن سے کچھ لینا) چاہتے باذنِ خداوندی لے لیتے ہیں، وہ تم کو عطا کریں گے دُنیا کی صورت اور آخرت کے معنیٰ (کہ صرف بدن دُنیا سے وابستہ رہے اور دل حصولِ آخرت میں منہمک رہے گا)۔ یا اللہ! دُنیا اور آخرت دونوں جگہ ہماری اور ان کی واقفیت کرادے (کہ یہاں بھی ہم ان کو پہچان لیں تاکہ صحبت سے نفع اُٹھا سکیں)۔

باب نمبر ۴۱

دُنیا کی محبت مصائب و آلام ہی دیتی ہے[1]

دُنیا ایک بازار ہے جو عنقریب بند ہو جائے گا، مخلوق پر نظر رکھنے کے دروازوں کو بند کردو اور حق تعالیٰ پر نظر رکھنے کا دروازہ کھول لو، قلوب کی صفائی اور باطن کے قریب (حاصل ہو جانے کے وقت) کسبِ معاش اور اَسباب کے دروازوں کو بند کرو (مگر) انہیں معاملات میں جو تمہارے ساتھ ہیں نہ کہ ان اُمور میں جو تمہارے علاوہ بی بی بچوں اور تابعین کو بھی شامل ہیں، پس چاہئے کہ کمانا دُوسروں کے لئے ہو اور تحصیل دُوسروں کے لئے ہو اور تم اپنی خاص ذات کے لئے حق تعالیٰ کے فضل کے طباق سے مانگو، اور اپنے نفسوں کو تو دُنیا کے پس پشت بٹھا دو (کہ اپنی ضروریاتِ بشریہ پوری کریں) اور دِل آخرت کے پاس (کہ اس کے حصول کی تمنا رکھے) اور اپنے اسرار و باطن کو مولا کے پاس کہ "آپ جانتے ہی ہیں جو کچھ ہماری مراد ہے" (نیز آپ نے فرمایا کہ) اہل اللہ انبیاء علیہم السلام کے قائم مقام ہیں، پس جس بات کا بھی وہ تم کو حکم کریں اس کو قبول کرو، کیونکہ وہ تم کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حکم سے کہتے ہیں اور انہیں کے منع کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ ان کو بلایا جاتا ہے تو وہ بولتے ہیں، نہ اپنی طبیعت اور نفس کی خاطر کوئی حرکت کرتے ہیں اور نہ اپنی خواہشاتِ نفس کو دِینِ خداوندی میں خدا کا شریک بناتے ہیں (کہ بدعتیں ایجاد کر کے شارع بن جاویں) وہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اقوال و افعال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوتے ہیں، انہوں نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا کہ:۔

جو کچھ تم کو رسول دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔

انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کی حتیٰ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) بروز یکشنبہ بوقتِ صبح بتاریخ ۱۸ رجب ۵۴۵ھ۔

ان کو اپنے بھیجنے والے (خدا) تک پہنچا دیا، وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ہوئے، پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حق تعالیٰ کا مقرب بنا دیا کہ ان کے لئے القاب اور خلعتیں اور مخلوق پر حکومت (کا پروانہ) نافذ فرمایا۔

اے منافقو! تمہارا گمان ہے کہ دین ایک قصہ کہانی اور امرِ آخرت ایک مہمل شے ہے (کہ نہ جزا ہے نہ سزا) نہ تم کو عزت نصیب ہوگی نہ تمہارے (گمراہ کنندہ) شیطانوں کو اور نہ تمہارے بدہم نشینوں کو۔ یا اللہ! رحم فرما مجھ پر اور ان پر اور ان کو رہائی دے نفاق کی ذلت اور شرک کی قید سے۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر حلال کمائی سے مدد حاصل کرو، کیونکہ حق تعالیٰ بندۂ مؤمن و فرمانبردار کو جو اپنی حلال کمائی کھاتا ہے محبوب بنا لیتا ہے، محبت فرماتا ہے اس سے جو کھائے اور کام بھی کرے، اور ناپسند سمجھتا ہے اس کو جو کھائے اور کام کچھ نہ کرے، محبت رکھتا ہے اُس سے جو اپنے کسب سے کھاتا ہے اور بغض رکھتا ہے اُس سے جو اپنے نفاق سے کھاتا ہے کہ صورت درویشانہ بنا کر لوگوں کے نذرانے لیتا پھرتا ہے اور مخلوق پر بھروسہ رکھ کر کھاتا ہے (پس ضعیف پر بھروسہ کرنے کے سبب) لامحالہ نامراد رہتا ہے، وہ محبوب سمجھتا ہے اُس کو جو اُسے یکتا سمجھتے اور مبغوض سمجھتا ہے اپنے ساتھ نزاع کرنے والے کو، موافقت کرنا شرطِ محبت ہے اور مخالفت کرنا شرطِ عداوت ہے، اور اپنے رب کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو اور دُنیا و آخرت دونوں کے متعلق اُس کی تدبیر پر راضی رہو۔ ایک مرتبہ میں چند روز تکلیف میں مبتلا رہا، تب میں نے اس کے رفع ہونے کی حق تعالیٰ سے درخواست کی، پس اس نے مجھ پر دُوسری تکلیف اور بڑھا دی اُس وقت میں متحیر ہوا کہ دُعا کا ثمرہ اُلٹا ملا، ناگہاں ہاتف کی صدا سنائی دی کہ مجھ سے کہتا ہے (کیوں صاحب! تم نے اپنی ابتدائی حالت میں کیا ہم سے یوں نہ کہا تھا) کہ میری حالت شانِ تسلیم ہے۔ پس مجھے ادب ملا اور میں ساکت ہو گیا۔ تجھ پر افسوس کہ دعویٰ تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا کرتا ہے اور محبوب بناتا ہے دُوسروں کو، وہی صفائی ہے اور دُوسرے سب کدورت ہیں، پس جب دُوسروں کو محبوب سمجھ کر تو صفائی کو مکدر بنائے گا تو تجھ پر کدورت ڈال دی جائے گی، تیرے ساتھ وہ برتاؤ کیا جائے گا جو ابراہیم خلیل اللہ اور یعقوب علیہما السلام کے ساتھ کیا گیا تھا، کہ جب اُن کے اپنے بچوں اسماعیل علیہ السلام و یوسف علیہ السلام کی طرف ذرا ہی سا قلبی میلان ہوا تو

دونوں کو اپنے بچوں ہی میں ابتلا پیش آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے محبوب اسمٰعیل علیہ السلام کو تنہا بیابان میں چھوڑ آنے اور جوان ہونے پر اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کا حکم ہوا، اور یعقوب علیہ السلام اپنے محبوب یوسف علیہ السلام کو برسوں دیکھ نہ سکے یہاں تک کہ صدمۂ مفارقت سے نابینا ہو گئے۔ اور جو برتاؤ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پر مائل ہوئے تو جبریل آئے اور پوچھا کہ کیا آپ کو اُن کے ساتھ محبت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! پس جبریل نے کہا کہ بہت اچھا! ان میں سے ایک کو زہر پلایا جائے گا اور رہے دُوسرے سو وہ میدانِ کربلا میں بھوکے پیاسے قتل کیے جائیں گے۔ پس دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب سے نکل گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب کو اپنے مولا کے لئے خالی کر لیا اور دونوں نواسوں کو دیکھ کر خوش دِل مبدل بغم ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے انبیاء و اولیاء اور نیک بندوں کے قلب پر بڑی غیرت رکھنے والا ہے کہ ان میں کسی دُوسرے کی محبت دیکھ نہیں سکتا۔ اے اپنے نفاق سے دُنیا کے طلب گار! تو نے مٹھی میں پانی بھر کر سمجھ لیا کہ کچھ ہاتھ آ گیا، ذرا اپنا ہاتھ کھول، پس ہاتھ میں کچھ بھی نظر نہ آئے گا، تجھ پر افسوس کہ محنت مزدوری سے نفرت کرتا اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھتا ہے کہ اپنے دِین کو وسیلۂ معاش بنا کر اُس کے ذریعے سے لوگوں کے مال کھاتا ہے، محنت مزدوری تو جملہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے، ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کے لئے کوئی صنعت نہ ہو، البتہ آخر میں جا کر انہوں نے توکل اختیار کیا ہے اور باذنِ خداوندی مخلوق سے کیا ہے۔

اے دُنیا اور اس کی شہوت و ہوس کی شراب میں بدمست! عنقریب اپنی لحد میں تجھ کو ہوش آیا چاہتا ہے، اس لئے وہ وقت آنے سے پہلے اس کی تیاری مکمل کر لو۔

باب نمبر ۶۲
بدعت خواہشِ نفس ہے جو یقیناً دوزخ تک پہنچاتی ہے

علم حاصل کر اس کے بعد عمل کر، مخلص بن، اپنے نفس اور جملہ مخلوق سے مجرد ہو اور اللہ کے ہو جاؤ، پھر سب کو چھوڑ کر اپنے مشغلے میں کھیلتے رہو۔ اور کہو جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ:۔

یہ سب تو میرے دشمن ہیں، بجز رب العالمین کے (کہ بس وہی میرا محبوب ہے)۔

جب تک تیری (حالت ابتدائی ہو کہ) نظر مخلوق پر پڑے تو مخلوق سے الگ رہ اور ان کو مبغوض سمجھ، ہاں جب تیری توحید درست ہو جائے کہ متصرفِ حقیقی ہر نفع نقصان میں خدا ہی کو سمجھنے لگے اور شرک تیرے قلب سے نکل جائے تو مخلوق کی طرف لوٹ اور ان سے مل جل اور جو کچھ علم تیرے پاس ہے ان کو اس سے نفع پہنچا اور ان کو ان کے پروردگار کے دروازے کا راستہ بتا، خواص کی موت ساری مخلوق سے مرجانا اور ارادہ اور اختیار سے مرجانا ہے، جس کے لئے یہ مرجانا درست ہو جاتا ہے اس کے لئے اپنے رب کے ساتھ حیاتِ ابدی درست ہو جاتی ہے کہ اس کی ظاہری موت (برائے نام گویا) ایک لحظ کا سکتہ، ایک لحظ کی غشی اور ایک لحظ کی عدم موجودگی ہے کہ ذرا سی دیر کا ہونا ہے اس کے بعد (ہمیشہ کی) بیداری، اگر تجھ کو یہ موت مطلوب ہے تو معرفت وقرب اور آستانۂ خداوندی پر (سر رکھ کر) سو رہنے کی شراب نوشی اختیار کر دست رحمت واحسان تجھ کو تھام لے گی، پس تجھ کو دائمی حیات عطا فرمائے گا۔ نفس کی غذا جدا ہے اور قلب کا کھانا جدا ہے اور باطن کا طعام جدا ہے،

اور اسی لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

میں اپنے پروردگار کے پاس رہتا ہوں، پس وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا رہتا ہے۔

مطلب یہ تھا کہ معانی (کی غذا) کھلاتا ہے میرے باطن کو اور رُوحانیت (کا طعام) کھلاتا ہے میری رُوح کو کہ وہ غذا مجھے نوش کراتا ہے جو میرے ہی لئے مخصوص ہے، اوّل آپ کو جسم اور قلب سے معراج حاصل ہوئی اس کے بعد اپنے بدن کو (دُنیا میں) رکھا اور اپنے قلب اور باطن سے اُوپر چڑھے حالانکہ لوگوں کے سامنے موجود رہے، یہی حال آپ کے ان سچے وارثوں کا ہے جو علم اور اِخلاص اور تعلیمِ خلق کے جامع ہیں۔

صاحبو! اہل اللہ کا بچا کھچا کھالو اور جو کچھ ان کے برتنوں میں بچ رہا ہے اس کو پی جاؤ، اے وہ شخص جو علم کا مدعی ہے، عمل کے بغیر تیرے علم کا مطلق اعتبار نہیں، اور نہ اِخلاص کے بغیر عمل کا اعتبار ہے کیونکہ وہ جسم بلا رُوح ہے (کہ مٹی میں دبانے کے قابل مردہ ہے) تیرے اِخلاص کی علامت یہ ہے کہ نہ تو لوگوں کی تعریف کی طرف توجہ کرے اور نہ ان کی مذمت کی طرف اور نہ اس مال ومتاع کی طرف جو ان کے ہاتھ میں ہے بلکہ رُبوبیت کو اس کا حق ادا کرے (کہ اب اسی کو مربی سمجھے اور) نعمت دہندہ کے لئے عمل کرے نہ کہ نعمت کے لئے، مخلوق کے پاس جو کچھ ہے وہ چھلکا ہے اور خالق کے پاس جو کچھ ہے وہ مغز اور گری ہے، پس جب ذاتِ حق میں تیری سچائی اور اس کے لئے تیرا اِخلاص صحیح ہو جائے گا اور اس کے حضور میں تیرا کھڑا رہنا دائی بن جائے گا، تب وہ اس گری کا روغن تجھ کو کھلائے گا اور تجھ کو آگاہی بخشے گا مغز کے مغز اور باطن کے باطن اور معنی کے معنی پر، پس تو تمام ماسوا اللہ سے برہنہ ہو جائے گا، یہ برہنگی قلب کے متعلق ہے نہ کہ بدن کے، زُہد کو تعلق دِل سے ہے نہ کہ جسم سے، روگردانی باطن کی معتبر ہے نہ کہ ظاہر کی، نظر معانی پر ہوتی ہے کہ نہ الفاظ پر، دیکھنا حق تعالیٰ شانہٗ کا ہے نہ کہ مخلوق کا، مدار اس پر ہے کہ تجھ کو حق تعالیٰ کی معیت نصیب ہو نہ کہ مخلوق کی، کہ تمہارے اعتبار سے دُنیا اور آخرت سب ہی معدوم ہو جائے، وہی رہ جائے، نہ دُنیا ہو نہ آخرت، وہ ہو اور اس کے سوا کوئی شے نہ ہو۔ محبین خداوندی کو جو اس کی مخلوق میں منتخب ہیں بدنی تکلیفوں میں بڑا مزا آتا ہے شہداء کو جو کفار کی تلواروں سے قتل کئے جاتے

ہیں، اپنی بدنی تکلیفوں پر بڑا مزہ آتا ہے، انہیں ایسی لذّت آتی ہے کہ کٹتے ہیں اور پھر اسی میں گھستے اور بار بار مقتول ہونے کی تمنائیں کرتے ہیں، پھر کیا پوچھنا اُن کا جو شمشیرِ محبت کے مقتول ہیں (پس اس تکلیف کو بربادی نہ سمجھ کہ) اجسام زاہدان پر ویرانی معصیتوں سے چھپایا کرتی ہے (اور جب معصیت کے بغیر بلا آوے تو وہ عین نعمت ہے) کیا ویران جگہوں کو تو نے نہیں دیکھا کہ وہاں کے باشندوں کو معصیتوں ہی نے ویران بنایا ہے، کیونکہ معصیتیں شہروں کو ویران بناتی ہیں اور بندوں کو ہلاک کرتی ہیں اس طرح تیرا بدن (گویا) ایک شہر ہے، جب تو اس میں معصیت کرے گا (کہ کسی عضو سے کوئی کام خلافِ شرع کرے گا) تو تیرے جسم کی طرف ویرانی آئے گی، اس کے بعد تیرے دِین کے جسم پر چھائے گی کہ تجھ کو اندھا بننا اور بہرا بننا اور گونگا بننا اور قوّت کا جاتا رہنا نصیب ہوگا، تجھ کو طرح طرح کی بیماریاں ستائیں گی افلاس تجھ کو حاصل ہوگا، پس تیرے مال و دولت کا مکان ویران کردے گا اور تجھ کو تیرے دوستوں اور دُشمنوں کا محتاج بنادے گا تجھ پر افسوس اے منافق! حق تعالیٰ سے دھوکا مت کر کہ کوئی عمل کر کے ظاہر تو یوں کرتا ہے کہ یہ خدا کے لئے ہے اور ہے وہ مخلوق کے لئے کہ انہیں کو دِکھانے کے لئے تو کر رہا ہے، اور اُن سے نفاق کا برتاؤ برت رہا ہے، اور انہیں کی چاپلوسی میں لگ رہا اور اپنے پروردگار کو بھول رہا ہے، عنقریب تو دُنیا سے مفلس ہو کر نکلے گا (تیرے سارے عمل یہیں رہ جائیں گے)۔ اے باطن کے مریض! دوا حاصل کر اور یہ دوا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے سوا کہیں نہ ملے گی، ان سے دوا لے اور اس کا استعمال کر، اسی سے تجھے جو دائمی صحت اور ابدی عافیت نصیب ہوگی تیرے اندرون کو بھی اور تیرے قلب کو بھی اور تیرے باطن کو بھی اور پروردگار کے ساتھ تیری خلوت کو بھی، تیرے قلب کو بھی دونوں آنکھیں کھل جائیں گی پس تو اُن سے اپنے پروردگار کو دیکھے گا ان لوگوں میں سے بن جائے گا جو اُس کے دروازے پر کھڑے رہتے ہیں اور اس کے سوا کسی کی جانب بھی نظر نہیں کرتے جس قلب میں بدعت ہو وہ حق تعالیٰ کی طرف کس طرح نظر کر سکتا ہے؟

صاحبو! اِبتداع مت کرو، بدعتی مت ہو، موافقت کرو، مخالفت نہ کرو، تابع دار بنو نافرمان مت بنو، مخلص بنو مشرک مت بنو، حق تعالیٰ کے موحد بنو اور اس کے دروازے سے ٹلو مت، اسی سے مانگو اور کسی سے نہ مانگو، اسی سے مدد چاہو اور غیر سے مدد نہ چاہو، اسی پر

بھروسہ کرو کسی پر بھروسہ مت کرو، اور تم آئے خاصانِ خدا اپنے نفوس کو اس کے سپرد کرو اور اس کی تدبیر پر جو تمہارے متعلق ہو راضی ہو اور سوال چھوڑ کر اس کی یاد میں مشغول رہو، کیا تم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا جو ایک کتاب میں فرماتے ہیں کہ جس شخص کو میری یاد نے سوال کرنے سے مشغول بنالیا تو میں اس کے مانگنے والوں سے بہت زیادہ دوں گا حق تعالیٰ اپنے ایک فرمان میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں ہم نشین ہوں اس کا جو مجھے یاد کرے اور فرمایا ہے کہ میں اس کے پاس ہوں جن کے دِل میری خاطر ٹوٹے ہوئے ہیں۔

صاحب زادہ! تیرا اس کو یاد رکھنے میں تیرا قلب اس کا مقرب بنے گا اور تو اس کے خانۂ قرب میں داخل ہو جائے گا اور اس کا مہمان بن جائے گا اور قاعدہ ہے کہ مہمان کی عزت کی جاتی ہے، خصوصاً شاہی مہمان کی تو کب تک سلطنت و ملک میں مشغول رہ کر بادشاہ سے غافل رہے گا، عنقریب تو اپنی ملکیت و مالک کو چھوڑے گا اور عنقریب تو آخرت میں بلایا جائے گا اور دیکھے گا کہ دُنیا گویا کبھی تھی ہی نہیں، اور آخرت گویا ہمیشہ سے ہے میری افلاس و مستی کے سبب مجھ سے بھاگو کہ کبھی کچھ مانگ نہ بیٹھے کیونکہ مجھے بے نیازی حاصل ہے تم سے اور تمام اہلِ مشرق و مغرب میں تم کو تمہارے لئے چاہتا ہوں کہ تمہاری رسیوں کو بٹ دوں۔ (اے مخاطب! اللہ کے دِین میں کسی بدعت اور ایسی ایجاد کو دخل نہ دے جو اس میں موجود نہ تھی) دو منصف گواہوں یعنی قرآن و حدیث کی اتباع کر کہ دونوں تجھ کو تیرے ربّ تک پہنچا دیں گے اور اگر تو بدعتی ہوا تو تیرے یعنی دونوں گواہ عقل اور خواہشِ نفس ہوں گے جو لامحالہ تجھ کو دوزخ تک جا پہنچائیں گے، اور تجھ کو فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کے ساتھ جا ملائیں گے، تقدیر کے حیلے حوالے کی کٹ حجتی مت کر کہ یہ تجھ سے مقبول نہ ہوگی، تیرے لئے علم و تدریس کے مدرسے میں داخل ہونا ضروری ہے، اس کے بعد عمل کا نمبر ہے اور پھر اِخلاص کا، تجھ سے کچھ بن نہیں سکتا اور تیری سعی ختم ہو جائے گی، پس اپنی سعی انہیں کاموں میں منحصر کر جو تیرے لئے مفید ہوں۔ ایک شخص وجد کرتا ہوا کہنے لگا:-

وہ پیش خیمہ کیا تھا کہ اس دُلہن (یعنی آپ) کا ایسا نصیبہ ہو گیا کہ جو
بھی دیکھتا ہے وہ پروانہ وار گرتا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ شبِ وصال سے قبل پیا کی ایک نظر کہ اول اس نے اپنا شیدا

بنالیا اور پھر محبوبیت سے نواز لیا۔

صاحب زادہ! توجہ کر اور حق تعالیٰ کی خوشنودی تک پہنچ جا کیونکہ جب وہ تجھ سے خوش ہو جائے گا تو تجھ کو محبوب بنائے گا، رزق کا غم اپنے قلب سے الگ کر کہ رزق حق تعالیٰ کی طرف سے تیری مشقت وصعوبت کے بغیر تجھ تک پہنچنے لگے گا، سارے غموں کو اپنے قلب سے نکال دے اور سب غموں کو ایک ہی غم بنالے یعنی حق تعالیٰ کا غم، پس جب تو ایسا کرے گا تو وہ تیرے سارے غموں کا کفیل ہو جائے گا، غم اس کو کہتے ہیں جو تجھ کو بے چین بنائے، پس خدا ہی کے طلب میں بے چین رہنا ضروری ہے کہ کام چلے اور ساری بے چینیاں دُور ہوں، اگر تیرا غم دُنیا ہے تو تو دُنیا کے ساتھ ہے، اور اگر تیرا غم آخرت ہے تو تو آخرت کے ساتھ ہے، اور اگر تیرا غم مخلوق کے ساتھ ہے تو تو مخلوق کے ساتھ ہے، اور اگر تیرا غم حق تعالیٰ شانہٗ سے ہے تو دُنیا اور آخرت دونوں میں تو خدا کے ساتھ ہے۔
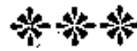
باب نمبر (۴۳)

صوفی وہ ہے جس کا باطن کتاب وسنت کی اتباع میں صاف ہو[1]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

جو ایسی حالت سے بنا سنورا جس کو لوگ پسند کرتے ہیں (کہ مخلوق کا محبوب بننے کے لئے مشائخانہ صورت بنائی، اور مقابلہ کیا اللہ کے ساتھ ایسی حالت سے جس کو وہ مکر سمجھتا ہے) تو وہ حق تعالیٰ سے ملے گا ایسی حالت میں کہ حق تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

سن لو کلامِ نبوت اے منافقو! اے آخرت کو دُنیا کے بدلے بیچنے والو! اے حق تعالیٰ کو مخلوق کے عوض فروخت کرنے والو! اور اے پائیدار کو ناپائیدار کے بدلے میں بیچ دینے والو! تمہاری تجارت بڑی خسارے کی ہے کہ تمہارے راس المال بھی غارت ہو گئے، تم پر افسوس کہ تم حق تعالیٰ کے غصّے وغضب کا نشانہ بنے ہوئے ہو، اس لئے کہ جس شخص نے لوگوں کی خاطر ایسی صورت سنواری جو درحقیقت اس میں نہیں ہے تو اس پر حق تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے، اپنے ظاہر کو آدابِ شریعت سے سنوار، اور اپنے باطن کو اس کے اندر سے مخلوق کو باہر نکال کر سنوار، ان کے دروازوں کو بند کر اور اپنے قلب کے اعتبار سے سب کو فنا کردے کہ گویا وہ پیدا ہی نہیں ہوتے، نہ ان کے ہاتھ ضرر کا اختیار سمجھ اور نہ نفع کا، تو قالب کو سنوارنے میں لگ گیا اور قلب کی آرائش کو چھوڑ بیٹھا، قلب کی زینت توحید و اخلاص اور حق تعالیٰ پر بھروسہ کرنے، اس کو یاد رکھنے اور دُوسروں کو بھول جانے سے ہوتی ہے۔

---

(۱) بروز سہ شنبہ بتاریخ ۸ رشعبان ۵۴۵ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

عیسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ:-

نیک عمل وہی ہے جس پر تعریف کئے جانے کی محبت نہ ہو۔

اے آخرت کے اعتبار سے بیوقوفو، دیوانو! اور دُنیا کے اعتبار سے عقل مندو! یہ عمل تم کو مفید نہ ہوگا، ایمان کی تحصیل میں کوشش کر کہ ایمان حاصل ہو جائے گا، توبہ اور معذرت کر اور نادم ہو اور اپنی آنکھوں کے آنسو اپنے رُخساروں پر بہا کہ حق تعالیٰ کے خوف سے رونا معصیتوں کی آگ بجھاتا ہے اور حق تعالیٰ کے غصے کی آگ کو بجھاتا ہے، جب تو اپنے دِل سے توبہ کرلے گا تو بے شک سچی توبہ کا نور چہرے پر دمک اُٹھے گا۔

صاحب زادہ! اپنے راز کی نگہداشت میں کوشش کر جب تک بھی تجھ کو نگہداشت کی طاقت رہے، پس جب غلبہ ہو (اور اس وقت راز فاش ہو جائے) تب تو معذور ہے، محبت چاک کر دیا کرتی ہے پردہ اور ستر کی دیواروں کو، حیا کی دیواروں کو، وجود کی دیواروں کو اور مخلوق پر نظر کرنے کی دیواروں کو (کہ محبت کے صلے میں نہ اپنی خبر رہتی ہے نہ غیر کی)۔ جو شخص بناوٹ کر کے مصنوعی وجد میں آئے اس کے نکال باہر کرنے کا حکم ہوتا ہے، اور مکلّف مغلوب (جس پر بے اختیار اَز خود حال طاری ہو) اس کے قدم کی خاک کا سرمہ بنایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ نفسانی تھا اور یہ قلبی ہے کہ وہ خلق کی طرف منسوب تھا اور یہ رَبّ کی طرف منسوب ہے۔ کوشش کر کہ تو باقی نہ رہے بلکہ وہی وہ رہ جائے، کوشش کر کہ نہ اپنے آپ سے نقصان دفع کرنے میں تو حرکت کرے اور نہ نفع حاصل کرنے میں، پس جب تو ایسا کرے گا تو حق تعالیٰ تیرے لئے (اپنی مخلوق سے) اس کو کھڑا کر دے گا جو تیری خدمت کرے گا اور تجھ سے ایذا رفع کرتا رہے گا، حق تعالیٰ کے ساتھ ایسا بن جا جیسے مردہ ہوتا ہے نہلانے والے کے ساتھ (کہ وہ جس کروَٹ چاہتا ہے پلٹ دیتا ہے اور حرکت سے بے حس ہے) جیسے اَصحابِ کہف ہیں جبریل علیہ السلام کے ساتھ، اس کے ساتھ وجود اور اختیار و تدبیر ہر چیز کے بغیر رہنے والا بن، اس کی قضاء و قدر کے نازل ہونے کے وقت اس کے حضور میں ایمان اور یقین کے دونوں پاؤں پر جما کھڑا رہ، تقدیر کے ساتھ ایمان ہی ٹھہرتا اور جمتا ہے اور نفاق بھاگ جایا کرتا ہے۔ منافق پر جوں جوں شب و روز گزرتے ہیں اس کا جسم دُبلا اور نفس و خواہش و طبیعت اس کی فربہ ہوتی رہتی ہے اور اس کے باطن اور قلب کی آنکھیں

اندھی ہو جاتی ہیں، اس کے گھر کا دروازہ آباد ہے اور گھر کا اندرون ویران، اس کا حق تعالیٰ کو یاد کرنا صرف زبان سے ہے، دِل سے نہیں ہے، اس کا غصہ نفس کی خاطر ہے نہ کہ اپنے پروردگار کی خاطر، اور اس کی ضد ہے کہ اس کا حق تعالیٰ کو یاد کرنا زبان سے بھی ہے اور قلب سے بھی، اور اکثر اوقات میں اس کا قلب ذاکر ہوتا ہے اور زبان خاموش، اس کا غصہ حق تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ نفس اور خواہش اور طبیعت اور اپنی دُنیا کی خاطر نہ وہ کسی پر حسد کرتا ہے اور نہ (فقیرانہ مستانہ حال ہونے کے سبب) اس پر حسد کیا جاتا ہے اور نہ وہ (صابر و قانع ہونے کی وجہ سے) خوش حالوں سے اُن کی خوش حالی میں نزاع کرتا ہے۔

صاحب زادہ! اپنے آپ کو بچا اس بات سے کہ کسی خوش حال سے نزاع کرے کہ (اس کو خوش حالی کیوں ملی اور مجھے حیوانی کیوں ملی؟) کیونکہ تیرے نزاع اور حسد سے اُس کا کچھ بگڑے گا نہیں، وہ تو محفوظ اور ترقی پذیر رہے گا اور تو تباہ، سرنگوں اور ذلیل وخوار ہو جائے گا۔ تو اپنی منازعت سے اس کی خوش حالی کو متغیر کس طرح کر سکتا ہے حالانکہ حق تعالیٰ کا علم پہلے (روزِ اوّل) ہی سے اس کی اس خوش حالی کے متعلق ہو چکا ہے (جو کسی کے نزاع وحسد سے بدل تو سکتا نہیں ہاں حسد کرنے والا علمِ خداوندی کی مخالفت کرنے والا ضرور قرار پائے گا، پس) جب حق تعالیٰ سے اس کے علمِ ازلی میں نزاع کرے گا، جو تیرے اور دُوسروں کی بابت (اُس نے قائم فرمایا) ہے تو تو اس کی نظروں سے گر جائے گا اور تیرا علم تجھ کو مفید نہ ہوگا، چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ:-

عمل کرنے والے (فضول) مشقت اُٹھانے والے ہیں۔

اب توبہ کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں، دانا وہی ہے جو (گناہوں سے) محفوظ ہو، کسی مصیبت کے سبب جس کو وہ تیری جانب نازل فرمائے اس کا قصد رکھنے سے باز مت آ، اپنی مصیبت کے دُور کر دینے کی آس اسی سے رکھ، اور مایوس نہ ہو کہ ایک ساعت سے دُوسری ساعت تک بہت گنجائش ہے، ہر روز وہ ایک جدا شان میں ہے کہ ایک فریق سے دُوسرے فریق کی طرف منتقل فرماتا رہتا ہے، اس کے ساتھ صابر بنا رہ اور اس کی تقدیر پر راضی رہ کیونکہ تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد کوئی اور بات پیدا فرمائے۔ جب تو صابر بنے گا تو وہ

تجھ سے مصیبت کو ہلکا کر دے گا اور تیرے لئے ایسی حالت فرمادے گا جو اس کو پسند ہوگی، جب تو جزع اور فزع اور اعتراض کرے گا تو وہ تجھ پر مصیبت کو بوجھل بنادے گا اور تیرے اعتراض کی وجہ سے اس پر سزا بڑھادے گا۔ حق تعالیٰ پر تمہارے اعتراض اور اس سے منازعت کرنے کا تمہیں حق نہیں، سزا کی زیادتی کا سبب تمہارا اپنے نفوس اور خواہشات اور اپنی اغراض کے ساتھ پڑا رہنا اور دُنیا کو محبوب سمجھنا اور دُنیا کو جمع کرنے کی حرص رکھنا ہے۔

صاحبو! اگر (دُنیا کے بغیر) چارہ ہی نہ ہو تو بس تمہارے نفس تو دُنیا کے دروازے پر رہیں اور قلوب آخرت کے دروازے پر اور اسرارِ مولیٰ کے دروازے پر یہاں تک کہ نفس قلب بن جائے اور وہ ذائقہ چکھے جو قلب نہ چکھا ہے اور قلبِ باطن بن جائے اور وہ مزہ چکھے جو اس نے چکھا ہے اور باطن فنافی اللہ ہو جائے کہ نہ کچھ چکھے اور نہ چکھا جائے اس کے بعد حق تعالیٰ اس کو زندہ فرمائے اپنے لئے نہ کہ غیر کے لئے، پس اس وقت وہ کیمیاء بن جائے گا اس کا ایک درہم ہزار مثقال ثانیہ میں پڑے گا تو سب کو سونا بنادے گا، پس یہی ہے غایت کلیہ اصلی پائیدار مبارک ہو اس کو جس نے پہچانا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اور اس کا یقین کیا، مبارک ہو اس کو جس نے اس پر عمل کیا اور مخلص بنا، مبارک ہو اس کو عمل کے ہاتھ سے تھاما، پس اس کو اس ذات کے قریب کر دیا جس کے لئے اس نے عمل کیا تھا۔

صاحب زادہ! جب تو مرجائے گا تب مجھ کو دیکھے گا اور پہچانے گا، تو مجھ کو اپنے دائیں اور بائیں دیکھے گا کہ بوجھ اُٹھا اُٹھا کر تجھ سے ہٹا رہا ہوں اور تیری بات (خدا سے نجات کا) سوال کر رہا ہوں، تو کب تک مخلوق کو شریکِ خدا سمجھتا اور ان پر بھروسہ کرتا رہے گا؟ تجھ پر یہ جاننا واجب ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نہ تجھ کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان، ان کا محتاج و تونگر اور مغرور اور ذلیل (سب برابر ہیں) حق تعالیٰ (کا آستانہ) پکڑ مخلوق پر بھروسہ مت کر اور نہ اپنے کسب اور طاقت و زور پر، پس حق تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر، اسی ذات پر بھروسہ کر جس نے تجھے کسب پر قدرت بخشی اور تجھ کو کمانا نصیب فرمایا، پس جب تو ایسا کرے گا تو وہ تجھ کو اپنے ساتھ سیر کرائے گا اور اپنی قدرت وعلم اَزلی کے عجائبات دِکھائے گا، تیرے قلب کو اپنے تک پہنچائے گا، اس منبر پر چڑھ تا کہ مخلوق کو خالق کی طرف لائے۔

تجھ پر افسوس! دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ تو صوفی ہے حالانکہ تو سرتاپا کدورت ہے،

صوفی تو وہ ہے جس کا باطن اور ظاہر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے صاف ہو جائے، پس جوں جوں اس کی صفائی بڑھے گی وہ اپنی ہستی کے سمندر سے نکلتا اور صفائی قلب کے سبب اپنے ارادہ، اپنے اختیار اور اپنی مشیت کو چھوڑتا جائے گا، ساری خوبیوں کی جڑ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں بھی اور فعل میں بھی، جتنا بھی بندے کا قلب صاف ہوگا وہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرے گا کہ کسی چیز کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حکم فرمائیں گے اور کسی چیز کی ممانعت، وہ سرتاپا قلب بن جائے گا اور اس کا جسم ایک کنارے ہو جائے گا، وہ بن جائے گا خفا بلا ظہور اور صفائی بلا کدورت، اس کا ظاہری پوست ایک کنارے ہو جائے گا اور وہ مغز بلا پوست رہ جائے گا، اس کو معنوی حیثیت سے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوگی کہ اس کا قلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی معیت میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے سامنے پرورش پائے، اس کا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہوگا، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کی طرف سے عرض و معروض کرنے والے واسطہ ہوں گے، قلب سے سب کا نکالنا (اتنا مشکل کام ہے جیسے) اَٹل پہاڑوں کا اُکھاڑنا، اس کو مجاہدوں کی (کوہ شکن) کدالوں اور سخت مشقتوں کو برداشت اور آفتیں نازل ہونے پر بڑے صبر کرنے کی ضرورت ہے، تم اس شے کے طالب نہ ہوؤ جو تمہارے ہاتھ نہ آئے، یہی تمہارے لئے غنیمت ہے کہ قرآن پر عمل کرو اور مسلمان بن جاؤ، مبارک ہے تمہارے لئے کیا قیامت کے دن مسلمانوں کے گروہ میں رہو اور کافروں کے گروہ میں شامل نہ ہوؤ، بڑی نعمت ہے اگر جنت کی زمین یا اس کے دروازے پر بیٹھنا (مل جائے) اور دوزخ کے طبقات والوں میں نہ ہوؤ، ورنہ وعظ گوئی کی ہوس میں پڑ کر نفاق و ریا و شرکِ خفی کی بدولت کسی نہ کسی طبقۂ جہنم میں جا پڑو گے۔ اِنکساری اختیار کرو، نخوت والے نہ بنو، اِنکساری بلند کیا کرتی ہے اور نخوت نیچا دِکھاتی ہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

جس نے اللہ کے واسطے اِنکساری برتی حق تعالیٰ اس کو بلند فرمائے گا۔

قلب جب ہر وقت حق تعالیٰ کی یاد میں رہتا ہے تو اس کو معرفت ثم توحید توکل اور جملہ ماسوا اللہ سے اعراض نصیب ہوتا ہے، ہر وقت ذکر میں رہنا دُنیا و آخرت میں ہمیشہ کی بھلائی کا سبب ہے، جب قلب دُرست ہو جاتا ہے تو ذکر اس میں ہر وقت رہنے لگتا ہے کہ اس کی ہر جانب اور سارے بدن پر لکھ دیا جاتا ہے، پس اس کی آنکھیں سو جاتی ہیں، مگر اس کا قلب اپنے پروردگار کی فکر میں لگا رہتا ہے، وہ اس (ذکرِ قلبی) کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وارث بنتا ہے۔ ایک بزرگ تھے جو بعض راتوں میں بلا ضرورت بھی سو جانے کا اہتمام کرتے اور بہ تکلیف نیند لایا کرتے تھے، پس کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ:-

میرا قلب (بواسطہ خواب) اپنے پروردگار کی زیارت کیا کرتا ہے۔

ان کا قول سچا تھا کیونکہ سچا خواب (بھی ایک قسم کی) وحیِ خداوندی ہے، لہٰذا ان کی آنکھ کی ٹھنڈک نیند ہی میں تھی۔

باب نمبر ۴۴

بھروسہ مسبّب الاسباب پر ہو نہ کہ اسباب پر[1]

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کام کو ترک کردے جو اس کو مفید نہ ہو۔

جس شخص کا اسلام حسین اور مستحکم ہوتا ہے وہ کاموں پر متوجہ اور غیر مفید سے روگرداں ہوا کرتا ہے (کیونکہ غیر مفید کاموں میں لگنا اہلِ باطل اور بوالہوس لوگوں کا کام ہے) اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص جو اس کی تو تعمیل نہ کرے جس کا وہ حکم فرمادے اور جس کا اس نے حکم نہیں دیا اس میں مشغول رہے، یہی اصل محرومیت اور اصل موت اور اصل مردودیت ہے، دُنیا (کمانے) میں تیرا مشغول ہونا اچھی نیت کا محتاج ہے (کہ دِین کی اعانت کے قصد سے ہو) ورنہ تو مردود ہے (اس لئے کہ غیر مفید کام میں لگنا ہے) اوّل اپنا دِل پاک کرنے میں مشغول ہو اس لئے کہ وہ فرض ہے، اس کے بعد معرفت (حاصل کرنے کے) درپے ہو، جب تو اصل (صلاحِ قلب) برباد کردے گا تو فرع (یعنی حصولِ معرفت کی ہوس) میں لگنا تجھ سے قبول نہ کیا جائے گا، قلب کے ناپاک ہوتے ہوئے اعضائے بدن کی پاکی مفید نہیں ہے، شریعت کے ذریعے سے اپنے اعضائے بدن کو پاک بنا اور قرآن پر عمل کرکے قلب کو پاک کر، اپنے قلب کو (غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے) محفوظ رکھ تاکہ تیرے اعضاء بھی (خلافِ شرع معصیتوں سے) محفوظ رہیں، جس برتن میں جو چیز ہوتی ہے وہی اس سے چھلکا کرتی ہے (لہٰذا) جو کچھ تیرے قلب میں ہوگا وہی تیرے اعضاء پر چھلکے گا، سمجھ دار بن (تیرے اعضاء کے اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ

(۱) بروز سہ شنبہ بوقتِ شام بتاریخ ۱۳/رجب ۵۴۶ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

تیرے قلب میں ایمان ہی نہیں اس لئے کہ) موت پر ایمان و یقین رکھنے والے کے یہ کام نہیں ہیں، یہ اس کے عمل نہیں ہیں جو حق تعالیٰ کی ملاقات (اور پیشی) کا دھیان رکھتا اور اس کی بازپُرس اور جرح و قدح سے خائف ہو، تندرست قلب تو توحید، توکل اور یقین و توفیق اور علم و ایمان اور حق تعالیٰ کے قرب سے لبریز ہوا کرتا ہے، وہ ساری مخلوق کو عجز و ذِلت و فقر کی نظر سے دیکھتا (اور سب کو درماندہ و عاجز و محتاج سمجھتا) ہے اور باوجود اس کے چھوٹے سے بچے پر بھی تکبر نہیں کرتا (اس لئے کہ اپنے آپ کو وہ سب ہی سے زیادہ درماندہ سمجھتا ہے) وہ کفار و منافقین اور اللہ کے نافرمانوں سے ملنے کے وقت غیرتِ خداوندی کے سبب درندہ جیسا ہوتا ہے (کہ بات بات میں پھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے اور) حق تعالیٰ کے سامنے (زمین پر) پڑا ہوا مضغہ گوشت ہوتا ہے، چنانچہ نہ ہاتھ پاؤں ہیں نہ زبان، اور نیکوکار و پرہیزگار و محتاج بندوں کے سامنے جھکتا اور تواضع کرتا ہے، چنانچہ حق تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی جن کے یہ حالات ہیں تعریف کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ:-

سخت دِل ہیں کافروں پر اور رحم دِل ہیں آپس میں۔

تجھ پر افسوس اے بدعتی! (جو ایجاد کردہ بدعتوں کو جزوِ مذہب اور کارِ ثواب بنا کر گویا اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو) بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو قدرت نہیں کہ وہ یوں کہے کہ ''واقعی میں ہی اللہ ہوں'' یہ کلام حق تعالیٰ کا ہے جو متکلم ہے (اور وہ نعوذ باللہ) گونگا نہیں ہے، اور اسی لئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنے کلام فرمانے کو تاکیدی الفاظ سے ذکر فرمایا ہے (جس میں مجاز کا احتمال نہیں رہا، چنانچہ فرمایا ہے اللہ نے):-

کلام فرمایا موسیٰ سے متکلم بن کر۔

اس کے لئے کلام ثابت ہے جو سنا اور سمجھا جاتا ہے، اس نے موسیٰ سے فرمایا کہ:-

اے موسیٰ! واقعی میں ہی اللہ ہوں۔

دُنیا جہان کا پالنے والا یعنی میں (جس کی آواز تمہارے کان میں آ رہی ہے اللہ ہوں) کوئی فرشتہ یا انسان یا جن نہیں ہوں اور میں (اور میں ہی) سارے جہان کا حاکم ہوں۔ مطلب یہ کہ فرعون اپنے اس قول میں (جس کو اس نے بادشاہت کے غرور میں رعایا سے کہا ہے) کہ میں ہی تمہارا بڑا حاکم ہوں اور مجھے چھوڑ کر خود اپنے خدا ہونے کا دعویٰ

کرنے لگا ہے، جھوٹا ہے، خدا میں ہی ہوں، نہ فرعون ہے نہ مخلوق میں کوئی دُوسرا، موسیٰ جب واپس عصر کے وقت موسمی سردی، تاریکی رات کی اور حاملہ بی بی کے درد زہ کی گوناگوں پریشانی وتنگی میں پڑے تو ان کا ایمان وایقان ظاہر ہوا (اور عطائے نبوّت کا سبب بن گیا) جب وہ تاریکی شب اور بی بی کے اس تکلیف کے سبب جس میں وہ بے چاری مبتلا تھی، غم کے اندھیرے میں پڑے تب حق تعالیٰ نے ان کے لئے (پاس ہی کوہِ طور پر) نور ظاہر فرمایا۔ پس انہوں نے اپنی عادت، اپنے کنبے، اپنی قوت اور اپنے اسباب سے فرمایا کہ تم سب یہیں ٹھہرو مجھے آگ نظر آرہی ہے (پتہ چلانے اور تاپنے کے لئے انگارہ لانے کو وہاں جاتا ہوں، سو ظاہری مطلب تو یہ تھا مگر باطنی مراد یہ تھی کہ) مجھے نور نظر آرہا ہے میرا باطن میرے قلب میرے معنی اور میرے مغز کو نور دِکھائی دے رہا ہے، میری تقدیر (جس میں شاہی سفارت کا پروانہ ملنا درج تھا) اور میری (شاہی دربار میں) راہ یابی (کا وقت) آگیا اور ساری مخلوق سے بے نیازی مجھ کو نصیب ہوگئی، ولایت وخلافت (کی گھڑی) آگئی، جڑ میرے ہاتھ اور شاخ مجھ سے رُخصت ہوئی، حقیقی بادشاہ میرے ہاتھ لگا اور (جھوٹی و ناپائیدار) بادشاہت رفو چکر ہوئی، فرعون کی طرف سے میرا خوف دُور ہوا اور اب وہ خوف اسی (شہنشاہِ اَزلی) کی طرف منتقل ہوگیا۔ (الغرض) اپنے متعلقین سے رُخصت ہوئے اور انہیں اپنے رَبّ کو سونپ کر (اس نور کی طرف) چل کھڑے ہوئے، پس ضرور ہوا کہ ان کے متعلقین کی حفاظت ان کے بعد خود فرمائے (چنانچہ سب نے دیکھ لیا کہ کسی کا بال بھی بیکا نہ ہوا، اور موسیٰ پیغمبر بن کر سب سے آملے) یہی حالت مؤمن کی ہے کہ جب حق تعالیٰ اس کو مقرّب بناتا اور اپنے دروازۂ قرب کی طرف بلالیتا ہے تو اس کا قلب (حیران ہوکر) دائیں بائیں اور آگے پیچھے چار طرف نگاہ ڈالتا ہے (کہ یہ روشنی کدھر نظر آئی) پس حق تعالیٰ کی جہت کے سوا ساری جہتیں مسدود پاتا ہے، تب شاہی بلاوے کا یقین کرتا اور اپنے نفس اور اپنی خواہش، اپنے اعضاء، اپنی عادت، اپنے متعلقین اور جس علاقے سے بھی واسطہ تھا سب سے خطاب کرتا ہے کہ (صاحبو! رُخصت ہوؤ) میں نے اپنے پروردگار کی جانب سے قرب کا نور دیکھ لیا ہے، سو میں اس کی طرف جاتا ہوں اور مجھ کو لوٹنا نصیب ہوا تو تمہاری طرف لوٹ آؤں گا (کہ تم کو بھی اس کے نور کی رہبری کروں گا ورنہ زہے نصیب کہ وہی ختم

ہو جاؤں)۔غرض وہ دنیا اور مافیہا اور اسباب اور جملہ خواہشات کو رُخصت کر دیتا ہے، ہر نو پیدا اور ہر مصنوع کو الوداع کہتا اور صانع کی طرف سفر اختیار کرتا ہے، پس ضروری بات ہے کہ حق تعالیٰ اس کے بیوی بچوں اور جملہ اسباب کا کفیل و کارساز بنے ،بعض احوال راز کے درجے میں ہوتے ہیں جو دُور والوں سے مخفی رکھے جاتے ہیں نہ کہ پاس والوں سے، ان سے چھپائے جاتے ہیں جن کے ساتھ بغض ہے نہ کہ ان سے جن کے ساتھ محبت ہے، اکثروں سے تو مخفی ہی رکھے جاتے ہیں اور شاذ و نادر افراد سے نہیں (اس لئے کہ محبوب کم ہی افراد ہوتے ہیں) قلب جس وقت دُرست اور صاف ہو جاتا ہے تو ہر چھ جانب سے ندائے حق سنتا ہے (اس لئے کہ نہ حق تعالیٰ مکان متمکن ہے اور نہ اس کے کلام کی آواز کسی خاص جانب میں محدود ہو سکتی ہے، اور وہ نبی و رسول اور صدیق و ولی کی نداؤں کو سنتا ہے اور اس کی موت اس کی دُوری میں، اس کی شادمانی اس کے ساتھ سرگوشی رکھنے میں ہے کہ اس پر قانع بن کر ہر شئے سے بے نیاز بن جاتا ہے، مرید (یعنی طالب و محب) کی خوشنودی طاعتوں میں ہے اور عارف مطلوب (یعنی محبوب) کی خوشنودی قربِ خداوندی میں، اے صاحبِ تصنع! یہ چیز کیا ہے جس پر تو (ریجھا ہوا) ہے، یہ (ولایت و قربِ حق کا) کام نفس و خواہش و طبیعت و جہالت اور مخلوق پر نظر ہوتے ہوئے دنوں کو روزہ رکھنے راتوں کو تہجد پڑھنے اور کھانے پہننے میں تنگی و رُکاوٹ پن برتنے سے پورا نہیں ہوا کرتا، اس سے تو کچھ بھی نہیں آئے گا، تجھ پر افسوس! مخلص بن اور (پابندیٔ اسباب سے) رہائی حاصل کر (طالب) صادق بن کہ وصول و قرب نصیب ہوگا، اپنی ہمت بلند رکھ کہ بلندی حاصل ہوگی، شانِ تسلیم اختیار کر کہ (سب کچھ) تیرے حوالے کر دیا جائے گا (قضاء و قدر کی) موافقت کر (قضاء و قدر خادم بن کر) تیری موافقت کرنے لگیں گی۔ (خدا کو) خوش کر کہ (ہر چیز) تجھ سے راضی رہنے لگے گی، شروع تو کر تکمیل حق تعالیٰ فرمائے گا۔ بار الٰہ! تو آخرت میں ہمارے کاموں کا کفیل بن جا اور ہم کو ہمارے نفسوں اور مخلوق میں کسی ایک کے بھی حوالے نہ کر۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ” حق تعالیٰ جبریل کو حکم دیا کرتا ہے کہ اے جبریل! فلاں شخص کو سلا دو اور فلاں کو اُٹھا“ اس کی دو تفسیریں ہیں، ایک یہ کہ فلاں محب کو اُٹھا دو (کہ کمر بستہ ہو کر ریاضت میں لگے) اور فلاں شخص یعنی محبوب کو سلا

دو (کہ آرام کرے) یہ محب تو چونکہ میری محبت کا مدعی بنا ہے اس لئے ضرور ہے کہ میں اس سے جرح کروں اور اس کو (ثبوت پر نبوّت پیش کرنے کے لئے) اس کی جگہ پر کھڑا رکھوں یہاں تک کہ میرے اختیار کے ساتھ اس کے وجود کے پتے اس (کے درخت وجود) سے چھوٹ جاویں اس کو کھڑا رکھو یہاں تک کہ اس کو دعوے کا ثبوت واضح ہو جائے یہاں تک کہ اس کی محبت ثابت ہو جائے اور فلاں شخص کو سلا دو اس لئے کہ وہ محبوب ہے مدتوں اس نے مشقت اُٹھائی ہے اس کے پاس میرے اغیار میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا، اس کی محبت میرے لئے متحد بن گئی اور اس کا دعویٰ اور دلیل اور وفاء عہد پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے اب میرا نمبر اور میری وعدہ وفائی کا وقت آیا ہے وہ مہمان ہے اور مہمان سے نہ خدمت لی جایا کرتی ہے نہ مشقت، میں اس کو اپنے لطف کی گود میں سلاؤں گا اور اپنے فضل کے دستر خوان پر بٹھا دوں گا، میں اپنے قرب سے اس کو مانوس بناؤں گا اور اغیار کی نظروں سے اس کو غائب رکھوں گا، اس کی محبت صحیح ہو چکی ہے اور جب محبت صحیح ہو جاتی ہے تو تکلیف زائل ہو جاتی ہے۔ دُوسری تفسیر یہ ہے کہ فلاں (بددین، ریاکار) کو سلا دو کیونکہ مجھے اس کی آواز ناگوار گزرتی ہے اور فلاں (مخلص تہجد گزار کو) اُٹھا دو کیونکہ مجھ کو اس کی آواز کا سننا پیارا معلوم ہوتا ہے، محبّ جو محبوب بنتا ہے تو اس وقت بنتا ہے جبکہ اس کا قلب اپنے مولیٰ کے ماسوا سے پاک ہو جائے جس وقت اس کی توحید اس کا توکل اس کا ایقان اور اس کی معرفت کامل ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ محبوب بن جاتا ہے کہ مشقت اس سے جاتی رہتی ہے اور راحت آ جاتی ہے، کوئی شخص جو کسی بادشاہ سے محبت کرے اور دونوں کے درمیان بہت دُور کا فصل ہو (تو آخر کار جب) اس کا غلبہ ہوتا ہے تو سراسیمہ و پریشان اس کے شہر کا رُخ کر کے نکل پڑتا ہے کہ چلنے میں دنوں کو راتوں سے ملاتا (اور لگاتار سفر میں لحظہ بھر بھی کہیں ٹھہرنا پسند نہیں کرتا) طرح طرح کی مشقتیں اور خطرات برداشت کرتا ہے اور (اس شوق میں کہ) کسی طرح اس کے گھر کے دروازے تک پہنچ جائے، اس کو نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ پینا، اور ہر بادشاہ کو بھی اس کے حال کی خبر ہوتی ہے (کہ ہمارا فلاں عاشق بھوکا پیاسا بیاباں قطع کرتا ہوا آ رہا ہے) تو اس کے خدمت گار اس کے (استقبال) کے لئے نکلتے ہیں، پس اس کو خوش آمدید کہتے اور حمام کی طرف ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں، اس کا میل کچیل دُور کرتے اور

اس کو عمدہ سے عمدہ لباس پہناتے (خوشبو لگا کر) اس کو معطر کرتے اور بادشاہ کے سامنے اس کو حاضر کردیتے ہیں، پس وہ اس کو آرام سے بٹھاتا، اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا، اس کا حال پوچھتا ہے (کہ کہو ہجر کے زمانے میں کیا گزری؟) اس کے بعد اپنی حسین سے حسین کنیز اس کی زوجیت میں دیتا، اپنے ملک کا کوئی حصہ (جاگیر بنا کر) اس کو اِنعام میں بخشتا ہے (کہ جاؤ اس کا انتظام کرو) اور وہ اس کا محبوب بن جاتا ہے۔ اب (تم ہی بتاؤ) کیا اس کے بعد کسی قسم کا خوف یا تھکان باقی رہے گا؟ یا وہ اپنے وطن کی طرف واپس آنے کی آرزو کرے گا؟ بھلا ایسے (منعم ومحبوب بادشاہ) کے فراق کی کس طرح تمنا کرنے لگا ہے جبکہ اس کے نزدیک بارُسوخ ومعتمد بن چکا ہے، یہ قلب جب حق تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے تو اس کا قرب ومناجات میں راسخ اور اس کے نزدیک صاحبِ امن بن جاتا ہے، پس اس کو چھوڑ کر غیروں کی طرف واپس آنے کا متمنی نہیں ہوتا اور قلب کا سا مرتبہ تک پہنچنا فرائض کے ادا کرنے، حرام اور مشتبہ چیزوں سے رُکا رہنے، مباح وحلال کا خواہش وشہوت کے بغیر اِستعمال کرنے اور پورا تقویٰ اور کامل زُہد اِختیار کرنے سے ہوگا کہ ماسوی اللہ کو ترک اور نفس وخواہش وشیطان کی مخالفت کرے اور قلب کو تمام مخلوق سے پاک بنائے اور یہ کہ مدح وذم اور عطاومنع اور پتھر وڈھیلے (اس کے نزدیک) برابر ہوجائیں، اس (طریقت) کی ابتدا تو اس مضمون کی شہادت ہے کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے، اور اِنتہا پتھر (یعنی چاندی سونے) اور کچے ڈھیلوں کا مساوی بن جانا ہے، جس شخص کا قلب دُرست اور اپنے پروردگار سے متصل ہوجاتا ہے اس کے نزدیک (چاندی سونے کے) پتھر اور مٹی کے ڈھیلے برابر ہوجاتے ہیں، نیز مدح اور ذم، بیماری وتندرستی، تونگری ومفلسی اور دُنیا کا سامنے آنا اور پیٹھ دینا، سب مساوی بن جاتا ہے، جس کے لئے یہ حالت صحیح ہوگئی اس کا نفس اور خواہش مرجاتی اور اس کی طبیعت کی حرارت بجھ جاتی اور اس کا شیطان اس کا مطیع ہوجاتا ہے، دُنیا اور اہلِ دُنیا اس کے قلب کے نزدیک حقیر اور آخرت واہلِ آخرت اس کے نزدیک باعظمت بن جاتے ہیں، اس کے بعد وہ ان دونوں سے بھی رُخ پھیرتا اور اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، اس کے قلب کے لئے مخلوق کے درمیان ایک کوچہ ہوجاتا ہے کہ وہ اس میں گزرتا ہوا حق تعالیٰ تک (پہنچ جاتا ہے) اور سب) اس کا راستہ چھوڑ کر) دائیں بائیں ہٹ

جاتے اور ایک کنارے ہو کر اس کے لئے راستہ خالی کر دیتے اور اس کے صدق کی آگ اور باطن کی ہیبت سے بھاگتے ہیں، جس کے لئے یہ دُرست ہو جاتا ہے تو نہ اس کو کوئی لوٹانے والے لوٹا سکتا ہے اور نہ اس کو کوئی روکنے والا روک سکتا ہے، نہ اس کا (سرداری) جھنڈا (کسی مخالفت کی مخالفت سے) واپس کیا جا سکتا ہے، نہ اس کے لشکر کو شکست دی جا سکتی ہے نہ اس کے چہچہانے والے پرند کو چپ کیا جا سکتا ہے، نہ اس کی شمشیرِ توحید کٹ سکتی نہ اس کے قدم ہائے اِخلاص تھک سکتے ہیں، نہ اس کا کام اس پر دُشوار ہوتا ہے، نہ اس کے سامنے کوئی دروازہ یا قفلِ قدیم رہتا ہے، سارے دروازے اور قفل اُڑ جاتے اور سارے اطراف کھل جاتے ہیں کوئی چیز بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہرتی یہاں تک کہ وہ پروردگار کے سامنے آ ٹھہرتا ہے، پس وہ اس پر شفقت فرماتا اور اس کو اپنی گود میں سلا لیتا ہے کہ اپنا قفل اس کا کھانا بناتا ہے اور اپنا فضل اس کا پانی، پس اس وقت اس کو وہ لذت میسر آتی ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے دِل پر اس کا خیال گزرا ہے (اب اس بندے کا مخلوق کی طرف آنا) ان کی اور ان کے ملک کی بہبودی سبب ہوتا ہے اور اس بندے کی بادشاہت جو خدا تک پہنچ لیا اور خدا کو اس کے ماسویٰ مخلوق کے شغل کو دیکھ چکا ہے، ساری مخلوق حق تعالیٰ کے دروازے تک پہنچانے کے لئے راستہ طے کرانے والا (نشیب و فراز سے) باخبر درمیانی واسطی اور رہبر بن جاتا ہے، پس اس وقت وہ عالمِ ملکوت میں معظم (کے خطاب سے) پکارا جاتا ہے کہ ساری مخلوق اس کے قلب کے تلوؤں کے نیچے ہوتی اور اس سب اس کے ظل (حمایت) سے منتفع ہو جاتے ہیں۔ (اے نا اہل واعظ!) بکواس مت کر، تو ایسی چیز کا دعویٰ کر رہا ہے جو تجھ کو حاصل نہیں اور تیرے پاس بھی نہیں پھٹکتی، تیری حالت یہ ہے کہ تیرا نفس تجھ پر قبضہ جمائے ہوئے اور مخلوق اور دُنیا سب تیرے قلب میں بھری ہوئی ہے، یہاں دونوں تیرے قلب میں حق تعالیٰ سے برتر بنی ہوئی ہیں، تو اللہ والوں کی گنتی اور شمار سے بھی خارج ہے، جس کی طرف اشارہ کر رہا ہوں اگر تو وہاں تک پہنچنا چاہتا ہے تو اپنے قلب کو جملہ اشیاء سے پاک کرنے میں مشغول ہو، اَحکامات کی تعمیل کر اور ممنوعات سے باز آ اور تقدیر پر صابر بن اور دُنیا کو اپنے دِل سے نکال اور اس کے لئے میرے پاس آ تا کہ میں تجھ سے باتیں کروں اور اس سے پرے کی بات بتاؤں، اگر تو نے ایسا کیا تو جو

بات تو چاہتا ہے وہ تجھ کو حاصل ہو جائے گی اور اس سے پہلے تو وعظ کہنا بکواس ہی بکواس ہے۔ افسوس! تیری یہ حالت ہے کہ ایک لقمے کا اگر تو حاجت مند ہو، یا ایک دانہ جاتا رہے یا ذرا سا ابرو میں فرق آ جائے تو قیامت آ جاتی ہے، اور تو حق تعالیٰ پر اعتراض کرتا اور اپنے بی بی بچوں کی مار پیٹ میں اپنے غصّے نکالتا ہے اور اپنے مذہب اور پیغمبروں کو سخت سست کہنے لگتا ہے، اگر تو صاحبِ عقل اور بیداری و مراقبہ والے گروہ میں سے ہوتا تو حق تعالیٰ کے سامنے بے زبان بنا رہتا اور اس کے جملہ افعال کو اپنے حق میں نعمت مصلحت سمجھتا، موافقت کرتا، منازعت نہ کرتا، اور شکر گزار بنتا اور راضی رہتا ناراض نہ ہوا اور سکوت اختیار کرتا، اس وقت (تیری جملہ ضروریات پوری کی جاتیں اور) تجھے کہا جاتا کہ ''کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟'' اے جلد باز! ذرا صبر کر کہ رچتا پچتا کھانا نصیب ہوگا، تو حق تعالیٰ سے واقف نہیں ہے، اگر اس سے واقف ہوتا تو اس کی شکایت دُوسروں سے بھی نہ کرتا، اگر تو اس سے واقف ہوتا تو اس کے سامنے گونگا بنا رہتا اور نہ اس سے کچھ مانگتا اور نہ اپنی دُعا میں اصرار کرتا، اس کی موافقت کرتا (کہ جب چاہے اور جتنا چاہے دے) اور اس کے ساتھ صابر بنا رہتا، جب تک تو تزکیۂ نفس کا محتاج ہے تو عقل سے کام لے (کہ امتحان کے بغیر تزکیہ نہیں ہوسکتا) اس کا ہر فعل مصلحت سے ہے، تجھ کو آزماتا ہے تاکہ دیکھے کہ تو کیسے کام کرتا ہے؟ تیری جانچ فرماتا ہے کہ تجھ کو اس کے وعدے پر اعتماد بھی ہے (یا نہیں؟ اور) تو جانتا بھی ہے یا نہیں کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے اور تیرے حال سے واقف ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ مزدور جب شاہی مکان میں (مزدوری کا کام کر رہا) ہو اور مزدوری مانگنے لگے تو یہ اس کی حرص اور حماقت ہے جب کہی جاتی ہے تو فوراً وہ مکان سے نکال دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہاں اور تقاضے کی ضرورت ہے، جب تک مؤمن کے قلب میں حرص وطمع یا تقاضا یا مخلوق میں سے کسی کا خوف یا کسی سے توقع ہوگی، اس کا ایمان کامل نہ ہوگا، یہ مضمون اس کے لئے ہر وقت کے فکر اور اُصول وفروع میں غور کرنے اور انبیاء ومرسلین وصالحین کے حالات سوچنے سے صحیح ہوگا کہ حق تعالیٰ نے کیوں ان دُشمنوں کے ہاتھوں سے نکالا اور ان کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائی، ان کے لئے ان کے جملہ معاملات میں کشائش وراہِ نجات عطا کی، صحیح غور وفکر سے توکل دُرست ہو جاتا ہے اور دُنیا قلب سے غائب ہو جاتی ہے، جن

اور انسان اور فرشتہ اور ساری ہی مخلوق فراموش ہو جاتی ہے اور صرف حق تعالیٰ ہی یاد رہ جاتا ہے، اور ایسے قلب والا شخص مخلوق سے اتنا بے خبر بن جاتا ہے کہ گویا کہ اس کے سوا کوئی مخلوق ہے ہی نہیں، اور ساری مخلوق میں صرف اسی کو (اطاعت وعبادت کا) حکم ہوا ہے اور گویا اسی کو محرّمات سے روکا گیا ہے، بس اسی پر اس کے انعامات ہوئے ہیں اور گویا ساری تکالیف کا بوجھ و بار اسی کے قلب اور باطن کی گردن پر ہے، یہ مختلف الاقسام تکلیفوں کے پہاڑوں کو یوں سمجھتا ہے کہ تکلیف دہندہ (خداوند تعالیٰ) کے پیغامات ہیں، پس اپنی غلامی وخدمت گاری کا ثبوت دینے کے لئے ان کو اُٹھالیتا ہے، یہ حامل بن جاتا ہے مخلوق کا، اور خالق جل شانہٗ حامل بن جاتا ہے اس کا، یہ طبیب بن جاتا ہے اس کا، یہ مخلوق کے حق تعالیٰ تک پہنچنے کا دروازہ اور ان کے اور خدا کے درمیان سفیر بن جاتا ہے، یہ آفتاب بن جاتا ہے کہ لوگ خدا تک پہنچنے کے راستے میں اس کی روشنی سے چلتے ہیں، یہ مخلوق کا آب ودانہ بن جاتا ہے، پس اس سے غیر حاضر نہیں ہوتا، اس کی ساری فکر مخلوق کی بہبودی ہے، وہ اپنے نفس کو بھول جاتا ہے، ایسا ہو جاتا ہے گویا کہ نہ اس کو نفس ہے، نہ طبیعت، نہ کوئی خواہش، کھانا پینا، پہننا سب بھلا دیتا ہے، اپنے آپ کو بھولنے والا اور اپنے رَبّ کی مخلوق کو یاد رکھنے والا بن جاتا ہے، اور اپنے قلب کے اعتبار سے اپنے نفس اور مخلوق سب سے باہر نکل جاتا ہے اور اپنے پروردگار کے ساتھ باقی رہتا ہے، اس کی ساری فکر بس مخلوق کو نفع پہنچانا ہے اور اس نے اپنے نفس، اپنے پروردگار کی قضاء وقدر کے ہاتھ کو سونپ دیا اور اپنے آپ سے بالکل یکسو ہو گیا، یہ ہے کیفیت اس (وعظ) کی جو مخلوق کے دروازے تک کھینچ لانے کی خدمت پر قائم ہے، تو بوالہوس حق تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور اس کے اولیاء اور اس کی مخلوق میں اس کے خاص بندوں سے واقف ہے، تو دعویٰ کرتا ہے زُہد کا حالانکہ رغبت سے بھرا ہوا ہے، تیرا زُہد اُپاہج ہے کہ اس کے قدم ہی نہیں، تیری ساری رغبت دُنیا اور مخلوق کے متعلق ہے اور اپنے پروردگار کی رغبت تجھ کو ذرا بھی نہیں، میرے سامنے کھڑا ہونا اِختیار کر اور اوّل نیک گمانی اور اَدب حاصل کر تا کہ میں تجھ کو تیرے رَبّ سے آگاہ کروں اور اس تک پہنچنے کا راستہ تجھ کو بتلاؤں، تکبر کا لباس بدن سے اُتار اور تواضع کا لباس پہن، عاجزی اِختیار کر تا کہ عزّت پائے اور تواضع کر تا کہ راحت نصیب ہو، جس حال پر اور جس کیفیت میں تو ہے سب ہوس ہی ہوس

ہے کہ حق تعالیٰ اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں، یہ بات بدن کے اعمال سے نہیں آیا کرتی بلکہ اوّل قلب کے اعمال اور اس کے بعد بدن کے اعمال دونوں ہوں تب آیا کرتی ہے۔ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ زُہد یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے، اِخلاص یہاں ہوتا ہے۔ جو شخص فلاح کا طالب ہو اس کو چاہئے کہ مشائخ کے قدموں کے نیچے کی زمین بن جائے، وہ مشائخ کونسے؟ وہ جنھوں نے دُنیا اور مخلوق کو چھوڑ دیا، دونوں کو رُخصت کر چکے اور عرش سے لے کر فرش تک سب کو اَلوداع کہہ چکے، جنھوں نے ساری چیزوں کو چھوڑا اور ایسا رُخصت کیا کہ اس کی طرف کبھی واپسی ہی نہ ہوگی، انہوں نے ساری مخلوق کو رُخصت کر دیا اور ان کے نقوش بھی اسی (رُخصت کردہ) مخلوق میں داخل ہیں، ان کی ہستی ہر حالت میں اپنے پروردگار کے ساتھ ہے، جو شخص اپنے نفس کے موجود ہوتے ہوئے حق تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہو وہ ہوس اور ہذیان میں مبتلا ہے، اکثر بنے ہوئے عابد و زاہد مخلوق کے بندے اور مخلوق کو شریکِ خدا سمجھنے والے ہیں، اسباب پر بھروسہ کرو اور نہ ان کو شریک سمجھو، اور نہ ان پر اِعتماد رکھو، ورنہ تم پر حق تعالیٰ ناراض ہوگا جو مسبّب الاسباب اور اَسباب کا پیدا کرنے والا اور ان میں تصرف فرمانے والا ہے، اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ تلوار بالطبع قطع نہیں کر سکتی (بلکہ حق تعالیٰ قطع کرتا ہے بواسطہ تلوار کے) اور آگ بالطبع نہیں جلاتی بلکہ حق تعالیٰ جلاتا ہے اس کے ذریعے سے، اور کھانا اپنی ذات سے (کسی کا) پیٹ نہیں بھرتا بلکہ حق تعالیٰ پیٹ بھرتا ہے اس کے واسطے سے، اور پانی اپنی طبیعت سے (کسی کو) سیراب نہیں کرتا بلکہ سیراب کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور پانی واسطہ ہے، یہی حال ہے جملہ اسباب کا، کوئی جنس کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے اندر اور ان کے واسطے سے تصرف فرماتا ہے، اور اَسباب اس کے ہاتھ میں آلہ ہیں کہ ان کے ذریعے سے جو چاہے کرے (خواہ عادت کے موافق وہی کام لے جن کے لئے ان کو تجویز کیا ہے یا اس کے خلاف لے لے) پس جب کرنے والا حقیقت میں وہی ہے تو اپنے جملہ اُمور میں تم اس کی طرف رُجوع کیوں نہیں کرتے، اور اپنی ضرورت اسی پر کیوں نہیں چھوڑتے، اور اپنی ہر حالت میں اسی کو یگانہ و یکتا کیوں نہیں سمجھتے؟ بات بالکل کھلی ہوئی ہے، کسی صاحبِ عقل پر

بھی مخفی نہیں ہے، شریف کو تو اشارہ ہی کافی ہے، البتہ غلام کو لاٹھی سے پیٹنے کی حاجت ہوتی ہے، اللہ کی اطاعت کرو کیونکہ جو اس کی اطاعت کرتا ہے وہ اس کو عزت بخشتا ہے، اس کی نافرمانی نہ کرو، جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ اس کو رُسوا کرتا ہے، مدد کرنا اور محروم رکھنا اسی کے ہاتھ میں ہے، جس کو چاہتا ہے مدد فرما کر عزت دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے علم سے عزت بخشتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے جہل سے ذلیل کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے قرب دے کر معزز بناتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دُور فرما کر خوار کرتا ہے۔

باب نمبر (۴۵)

ایک مسلمان دُوسرے مسلمان کا آئینہ ہے[1]

(کچھ تقریر کے بعد جبکہ کسی سائل نے خاطر کے متعلق سوال کیا تو فرمایا) تو کیا جانے کہ خواطر کیا ہیں؟ تیرے خواطر تو شیطان، طبیعت، خواہشِ نفس اور دُنیا کی طرف سے ہیں، تیرا فکر وہی ہے جو بے چین بنا دے، تیرا خاطر بھی تیرے فکر ہی کی جنس میں سے ہے کہ جو کچھ بھی عمل کرے گا (ویسے ہی خطرات پیدا ہوں گے)۔ خاطرِ حق صرف اسی قلب میں آیا کرتا ہے جو ماسویٰ سے خالی ہو۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم نہ لیں گے مگر اسی کو جس کے پاس اپنا مال پائیں گے، جب حق تعالیٰ اور اس کا ذکر تیرے پاس ہوگا تو لامحالہ تیرا قلب اس کے قرب سے لبریز ہو جائے گا، اور شیطان و خواہشِ نفس اور دُنیا کے خطرات تیرے پاس سے بھاگ جائیں گے، دُنیا کا خواطر جدا، آخرت کا خواطر جدا، فرشتے کا خواطر جدا اور قلب کا خواطر جدا اور حق تعالیٰ کا خواطر جدا، پس اے سچے طالب! تجھ کو پوری خواطر حق سے قرار پانے کی حاجت ہے، تو خواطرِ نفس، خواطر خواہشِ نفس، خواطرِ شیطان اور خواطرِ دُنیا سے رُخ پھیرے گا تو آخرت کا خواطر تیرے پاس آئے گا، اور اس کے بعد فرشتے کا خواطر اور سب سے آخر میں خواطرِ حق سبحانہٗ آئے گا، اور وہی اصل مقصود ہے، جب قلب دُرست ہوتا ہے تو وہ خواطر کے پاس توقف کرتا اور اس سے پوچھتا ہے کہ تو کونسا خواطر ہے اور کس کی طرف سے ہے؟ پس وہ جواب دیتا ہے کہ میں فلاں خواطر ہوں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں، میں خیر خواہ دوست ہوں، حق تعالیٰ تجھ سے محبت فرماتا ہے (میں شاہی) سفیر ہوں اور احوالِ نبوّت میں سے تیرا حصہ ہوں۔

صاحب زادہ! حق تعالیٰ کی معرفت کے درپے ہو، کیونکہ وہ ہر خوبی کی جڑ ہے، جب تو اس کی اطاعت زیادہ کرے گا تو وہ تجھ کو اپنی معرفت بخشے گا، اسی لئے جنابِ رسول

---

(۱) بتاریخ ۲۰ رجب ۵۴۶ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

بندہ جب اپنے پروردگار کی اطاعت کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو اپنی معرفت بخشتا ہے۔

پس جب وہ اس کی اطاعت چھوڑ بیٹھتا ہے تو وہ معرفت کو اس کے قلب سے چھینتا نہیں بلکہ اس کو اس کے قلب میں قائم رہنے دیتا ہے تا کہ بروزِ قیامت اس کے ذریعے سے اس پر اِلزام قائم فرمائے اور کہے کہ میں نے تجھ کو اپنی معرفت سے ممتاز کیا اور تجھ کو معرفت عطا کر کے تجھ پر فضل فرمایا، پھر تو نے اپنی آگاہی پر عمل کیوں نہ کیا؟ صاحب زادے! تیرے نفاق طراری ولسانی اور رِیاکاری کے مجاہدے سے چہرہ زرد کرنے، کپڑوں میں پیوند لگانے، مونڈھے سکیڑنے اور رونی صورت بنانے سے تجھ کو حق تعالیٰ ذرا بھی ہاتھ نہ آئے گا، یہ ساری باتیں تیرے نفس، تیرے شیطان اور مخلوق کو شریکِ خدا سمجھنے اور ان سے دُنیا کمانے کی ہوس کے سبب ہیں۔ (کچھ تقریر کے بعد فرمایا) اپنے کو حقیر سمجھ اور اپنے حال کو مخفی رکھ اور اسی پر قائم رہ یہاں تک کہ تجھ کو (خدا ہی کی طرف سے) حکم ہو کہ اپنے رَبّ کی نعمت کو ظاہر کر۔ ابنِ شیعونؒ سے جب کوئی کرامت ظاہر ہوتی تو فرمایا کرتے کہ:-

یہ دھوکا ہے اور شیطانی مکر ہے (تا کہ میرے نفس میں بزرگی کا خیال ڈال کر مجھ کو تباہ کرے)۔

وہ ہر کرامت کے متعلق یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ان سے کہا گیا کہ:-

کون تم اور کون تمہارا؟ ہماری نعمت جو تم پر ہوا کرے اس کو بیان کیا کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے مناجات میں عرض کیا کہ بارِ خدایا! کچھ مجھ کو نصیحت فرمایئے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں تم کو اپنی طلب کے متعلق نصیحت کرتا ہوں'' چار مرتبہ حضرت موسیٰ نے یہی سوال کیا اور ہر مرتبہ ان کو یہی ارشاد ہوا اور وہی پہلا جواب ملتا رہا۔ نہ یوں فرمایا کہ دُنیا طلب کرو اور نہ یہ کہ آخرت طلب کرو کہ یا ان کو یوں اِرشاد ہوتا تھا کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ میری طاعت کرو اور معصیت چھوڑ دو، میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ مجھ کو واحد و یکتا سمجھو اور میرے ہی لئے عمل کرو، میں تم کو نصیحت کرتا

ہوں کہ میرے سوا سب سے رُخ پھیر لو، جب قلب دُرست اور حق تعالیٰ سے واقف ہو جاتا ہے تو دُوسروں کو اوپرا سمجھنے لگتا ہے، اللہ ہی سے مانوس ہوتا ہے اور دُوسروں سے متوحش ہوتا ہے، اسی کے ساتھ آرام پاتا ہے اور دُوسروں سے تکلیف اُٹھاتا ہے، اے میرے اللہ! تو گواہ رہیو کہ میں تیرے بندوں کو ضرورت سے زیادہ نصیحت کر چکا اور ان کی بہبودی میں پوری جدوجہد کر رہا ہوں، جملہ اشیاء (وعظ و نصیحت وغیرہ) جن میں مصروف ہوں معنی اور باطن کے اعتبار سے میں ان سے یکسو اور جس طرح تم ان سے الگ ہو اسی طرح ان سے علیحدہ ہوں (کہ اپنی طرف سے کوئی لفظ بھی زبان سے نہیں نکلتا) اگر میں اس کی تدبیر اور اس کے تصرفات میں کسی چیز کے ساتھ بھی دخیل ہوں تو میرے لئے کوئی عزت نہیں۔

اے معابد اور خلوت خانے والو! آؤ میرے وعظ کا کچھ تو ذائقہ چکھو، اگرچہ ایک ہی لفظ کیوں نہ ہو، ایک دن یا ہفتہ بھر تو میری صحبت میں رہو، کیا عجب ہے کہ وہ بات سیکھ جاؤ جو تم کو سودمند ہوگی، تم پر افسوس کہ اکثر تم میں ہوس در ہوس میں ہیں، اپنے خلوت خانوں میں بیٹھ جانے سے علم نہیں آیا کرتا، تجھ پر افسوس! علم اور عالم باعمل کی تلاش میں اتنا چل کہ طاقتِ رفتار باقی نہ رہے، اتنا چل کہ دونوں پنڈلیاں چلنے سے جواب دے دیں، پس جب تھک جائے تو بیٹھ جا اور اپنے ظاہر سے چل، اس کے بعد اپنے قلب اور باطن سے، جب تو ظاہراً و باطناً ہر طرح تھک کر بیٹھ جائے گا (اور کوشش کرنا جو تیرا کام تھا، پورا ہو جائے گا، تب) حق تعالیٰ کی طرف سے قرب اور وصول آئے گا، جب تیرے قلب کے قدم بیکار اور خدا کی طرف چلنے میں قوتیں ختم ہو جائیں تو یہ تیرے خدا سے قریب ہو جانے کی نشانی ہے، پس اس وقت (اپنے آپ کو اس کے) حوالہ کر اور (آستانے پر) پڑا رہ، خواہ وہ (تجھ کو عابد بنا کر) جنگل میں تیرے لئے خلوت خانہ تعمیر فرمائے یا (زاہد و مجرّد بنا کر) تجھ کو ویرانے میں بٹھائے یا تجھ کو (نائبِ رسول بنا کر) آبادی کی طرف واپس لائے اور دُنیا و آخرت و جنات و انسان اور ملائکہ و اَرواح کو تیری خدمت میں کھڑا کر دے، جب کسی بندے کا قلب دُرست ہو جاتا ہے تو ولایت اور نیابت اس کے پاس آتی ہے، اور جو کچھ دینی و دُنیاوی خزانے (مال و متاع) ہیں سب اس پر پیش کیا جاتا ہے اور اس کے باطن اور اندرون کی صفائی اور قلب کی نورانیت اور شاہی تقرب کی وجہ سے زمین و آسمان اور ان کے باشندے اس کے (ترقی عمرو

صلاح کی خدا سے) سفارش کیا کرتے ہیں (اس کا فکر رکھ کہ) اسلام اور ایمان کہیں تیرے پاس عاریت نہ ہوں (کہ چھین لیے جائیں) اس (تفکر) کی وجہ سے تیرے خوف اور روزہ نماز اور شب بیداری میں زیادتی ہوگی، یہی ہے جس سے اللہ والے سراسیمہ رہے اور جنگلی جانوروں میں شامل ہوئے اور زمین کی گھاس پات (کھانے) اور تالابوں کے پانی (پینے) میں ان کے شریک ہوئے کہ دُھوپ ان کا سایہ بنی اور چاند ستارے ان کا چراغ رہا، زیادہ بک بک اور قیل وقال اور مال کو برباد کرنا چھوڑو، پڑوسیوں، دوستوں اور واقفیت والوں کے پاس بلاوجہ زیادہ مت بیٹھو کہ یہ بوالہوسی ہے، اکثر جہاں دو آدمی ہوئے ہیں ان میں جھوٹ اور غیبت چلی ہے، معصیت بھی دو ہی کے درمیان پوری ہوتی ہے (ورنہ تنہا آدمی ہر طرح محفوظ رہتا ہے) بجز اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضروری مصلحتوں کے جن کے بغیر چارہ ہی نہ ہو کسی کو اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا چاہئے، کوشش کر کہ گفتگو کی ابتدا تیری طرف سے نہ ہوا کرے، بلکہ تیرا کلام جواب بنے (اور وہ بھی اس طرح) کہ جب کوئی شخص کوئی بات پوچھے تو اگر اس کا جواب دینا تیرے اور اس کے دونوں کے لئے مصلحت ہو تو جواب دے، ورنہ جواب بھی نہ دے، اللہ والے ہر حالت میں اپنے رَبّ سے ڈرتے رہتے ہیں، (چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ):-

اللہ والے اعمال بجالاتے ہیں جو کچھ ان سے بن پڑتا ہے اور ان کے دِل خائف رہتے ہیں۔

ان کو خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں اچانک مواخذہ نہ ہو جائے، وہ خائف رہتے ہیں کہ کہیں ان کا ایمان ان کے پاس عاریت نہ ہو (کہ لے لیا جائے اور خالی ہاتھ رہ جائیں)، ان میں بعض ہی بعض ہوتے ہیں جن پر حق تعالیٰ کی طرف سے (اطمینان دِلانے کے) احسانات و انعامات ہوتے ہیں کہ ان کو اس کے حضوری میں داخلے کی اجازت دی جاتی اور وہ ان کو سردار بناتا اور خود ان کی کارسازی فرماتا ہے، ان کو اپنے خاص اولیاء، نائبینِ انبیاء اور سربرآوردہ مخلوقات میں قرار دیتا ہے اور ان کو اپنے بندوں کا شیخ وسلطان بنادیتا ہے، زمین میں ان کو نائب وخلیفہ تجویز فرماتا اور اپنی چیدہ جماعت میں گردانتا ہے، اپنے علم کا ان کو عالم بناتا اور اپنے حکم کی گویائی بخشتا، اپنی عزت افزائی سے ان کو نوازتا اور اپنی مدد سے ان کی اعانت فرماتا ہے، ان کی مفید اور مضر چیزوں سے ان کو آگاہ کرتا، ان کے قلوب میں ایمان کا

قدم مضبوط جمتا اور ان کے ایمان کے سر پر معرفت کا تاج رکھتا ہے، تقدیر ان کی خادم بنتی ہے اور انسان و جنات و ملائکہ ان کی حضوری میں سرو قدر رہتے ہیں، فرمان ہائے شاہی ان کے قلوب اور باطن کے نام صادر ہوتے ہیں، ان میں سے ہر شخص بجائے خود بادشاہ ہے کہ خود اپنی دارالسلطنت کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور اپنے لشکر کو ابلیس کی کارروائی کے شکست اور مخلوق کی اصلاح کرنے کے لئے زمین میں (چار طرف) پھیلائے ہوئے ہے۔

صاحبو! اللہ والوں کے قدموں پر چلو کہ تمہارا فکر کھانے پینے، پہننے، نکاح کرنے اور دُنیا جمع کرنے کے متعلق نہ ہو، کیونکہ اہل اللہ کا فکر بس عبادت کرنا اور عبادت کا چھوڑنا ہے، اللہ کا دروازہ ڈھونڈو اور وہیں خیمہ گاڑ دو۔ حق تعالیٰ کے دروازے سے تکالیف کے سبب بھاگو مت کہ بلا و آفات اور اُمراض و تکالیف سے تو وہ تم کو جگاتا ہے تاکہ (دُکھ میں وہ یاد آوے اور) تم اس کا طالب بنو اور اس کے دروازے سے ہٹنے نہ پاؤ، ان لوگوں میں سے نہ بنو جو خبط کرتے ہیں اور جانتے ہی نہیں کہ حق تعالیٰ کو ان سے کیا مقصود ہے، اس کی عبادت کرو، اس کے بعد عبادت میں اِخلاص حاصل کرو، کیا تم نے سنا نہیں کہ وہ کیا فرماتا ہے کہ:-

میں نے جنات اور اِنسان کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔

تم اس مضمون کو حق کہتے اور مان چکے ہو، پھر کیا وجہ ہے کہ اس کی عبادت چھوڑ بیٹھے ہو اور اس حد تک پہنچانے والے راستے میں مخبوط الحواس بنے ہوئے ہو، جو شخص بھی اللہ کی عبادت نہیں کرتا وہ انہیں لوگوں میں داخل ہے جن کو اس کا پتہ نہیں کہ وہ کیوں پیدا کیے گئے؟ جو لوگ تحقیق اور واقعیت کے برسرِ قدم ہیں انہوں نے جان لیا ہے کہ وہ عبادت ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور ان کو ضرور مرنا ہے، اور مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، لہٰذا وہ بندہ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

صاحب زادہ! اس کے بعد باطنی اُمور کا درجہ ہے جن کا انکشاف حق تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کے دروازے پر کھڑا ہو جانے اور ان چیدہ اور نائبانِ رسالت سے ملاقات کرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے جو وہاں کھڑے ہوئے ہیں۔ جس وقت تو حق تعالیٰ کے دروازے تک پہنچ جائے گا اور گردن جھکائے پورے ادب کے ساتھ ہر وقت وہاں کھڑا

رہے گا تو تیرے چہرۂ قلب کے سامنے دروازہ کھول دیا جائے گا اور کھینچ لے گا تجھ کو جو بھی کھینچے گا، اور قریب کر لے گا تجھ کو جو بھی قریب کرے گا (لطف کو گود میں) سلائے گا تجھ کو بھی سلائے گا (دُلہن بنانے کو) تیرا سنگھار کرے گا جو بھی سنگھار کرے گا، سرمہ لگائے گا جو بھی سرمہ لگائے گا، زیور پہنائے گا تجھے مسرور کر دے گا، امن نصیب فرمائے گا، باتیں کرے گا جو بھی باتیں کرے، اور کلام کرے گا جو بھی کلام کرے گا، یعنی حق تعالیٰ شانہٗ محبوب بنا کر ہر قسم کی نعمتوں سے تجھ کو مالا مال کر دے گا۔

اے اصل مزے سے غافلو! تم کہاں ہو؟ جس مضمون کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں تمہارے اس سے کس قدر دور پڑے ہوئے ہیں؟ تم یوں سمجھتے ہو کہ بہت آسان کام ہے حتیٰ کہ بناوٹ اور تصنع اور نفاق سے بھی تم کو حاصل ہو جائے گا (سو یہ خیال خام ہے) اس مضمون کو ضرورت ہے صدق کی اور گزرہائے تقدیر کے نیچے صبر کرنے کی، جبکہ تو تونگری و عافیت کی حالت میں معصیتِ خداوندی میں مشغول ہو اس کے بعد جملہ معصیتوں اور چھپی اور کھلی ہر قسم کی لغزشوں سے توبہ کرے گا (اور ذاتِ حق کی تلاش میں بتوں اور جنگلوں کا رُخ لے گا، تب تیری جانچ کا وقت آئے گا اور ہر طرح کی) مصیبتیں تجھ پر نازل ہوں گی، پس تیرا نفس (تکلیفوں سے گھبرا کر) اس دُنیا اور عافیت کا طالب ہوگا، جس میں پہلے مشغول تھا، پس تو اس کی اس خواہش کو قبول نہ کر اور نہ اس کو وہ (آرام) دیجو، کیونکہ اگر تو (ان امتحانی مصیبتوں پر) صابر رہا تو دُنیا و آخرت کا ملک تجھ کو نصیب ہوگا اور اگر صبر نہ کیا تو یہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

اے توبہ کرنے والے! (توبہ پر) جما رہ اور مخلص بن اور گردشِ حال و نزولِ آفات پر اپنے نفس کو جما اور اس کو خوب جتا دے کہ حق تعالیٰ اس کو رات بھر جگائے گا بھی اور دن بھر پیاسا بھی رکھے گا، اور اس میں اور اس کے کنبے اور پڑوسیوں اور یار و احباب اور واقف کاروں میں جدائی بھی ڈالے گا اور ان کے دِلوں میں اس کی طرف سے ناراضی بھی واقع کرے گا کہ ان میں سے نہ کوئی اس کے پاس پھٹکے گا اور نہ قریب آئے گا، کیا تو نے ایوب علیہ السلام کا قصہ نہیں سنا کہ جب حق تعالیٰ نے ان کی محبت و برگزیدگی کو ثابت کرنا چاہا اور یہ چاہا کہ ان میں کسی دُوسرے کا کچھ بھی حصہ نہ رہے تو (دیکھ) ان کو مال اور اہل و عیال و خدام سے کیسا تنہا بنا دیا (کہ سب کو ان سے علیحدہ کر دیا) اور اُن کو آبادی سے باہر ایک کوڑی پر ایک

جھونپڑی میں لا بٹھایا، اور ان کے متعلقین میں سے ان کے پاس کوئی نہ رہا بجز ان کی بیوی کے، وہ لوگوں کی خدمت کر کے (کچھ ٹکے کما تیں) اور خوراک (خرید کر) ان کے پاس لے آتی تھیں، اس کے بعد (مرضِ جذام میں مبتلا فرما کر) ان کا گوشت، ان کی کھال اور ان کی قوت بھی لے لی، اور صرف کان، آنکھ اور دِل رہنے دیا، ان کے متعلق اپنی عجیب عجیب قدرتیں دِکھائیں (کہ بکثرت مال و اولاد و حشم و خدم والا حسین و رئیس پیغمبر چندہی روز میں استخوانِ محض اور بے مونس و غم گسار بن گیا) بایں ہمہ وہ حق تعالیٰ کو اپنی زبان سے یاد کرتے اور اپنے قلب سے اس کے ساتھ مناجات فرماتے اور اپنی آنکھ سے اس کی قدرت کے کرشموں کا نظارہ کرتے تھے، حالانکہ آپ کی رُوح آپ کے بدن کے اندر تڑپا کرتی، اور فرشتے آپ پر (ترس کھاتے اور) دُعائیں مانگا کرتے، اور آپ کی زیارت کو آیا کرتے تھے، آدم زاد سے آپ جدا اور حق تعالیٰ کے ساتھ اُنسیت سے متصل تھے کہ اسباب اور طاقت و زور آپ سے منقطع ہو گیا اور آپ حق تعالیٰ کی محبت کے، اس کی تقدیر کے، اس کی قدرت کے، اس کے ارادہ اور علم سابق کے قیدی بنے ہوئے رہ گئے۔ اوّل آپ کا معاملہ پوشیدہ تھا (کہ کمالِ صبر سے کوئی واقف نہ تھا) اس کے بعد آخر میں علانیہ بن گیا، پہلے تلخ تھا اور بعد میں میٹھا ہو گیا کہ تکلیف کی زندگی آپ کے لئے ایسی لذیذ بن گئی جس طرح ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ان کے لئے لذیذ بن گئی تھی۔ اہل اللہ مصیبت پر صبر کرنے کے خوگر ہوتے ہیں اور تمہاری طرح مضطرب نہیں ہوا کرتے ہیں اور تکالیف مختلف ہیں، بعض تو بدن میں ہوتی ہیں اور بعض مخلوق کی وجہ سے اور بعض خالق کی طرف سے، جس شخص کو کوئی ایذا نہیں پہنچے اس میں کوئی بھی خوبی نہیں، مصائب حق تعالیٰ کے آنکڑے ہیں (کہ ان سے پکڑ کر جن کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے کھینچ لیتا ہے) عابد و زاہد کی مراد دُنیا میں تو کرامتیں ہیں اور آخرت میں جنت، اور عارف کا مقصود دُنیا میں ایمان کا قائم رہنا اور آخرت میں حق تعالیٰ کی آگ سے نجات پانا، اس کی خواہش یہی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کے قلب سے (من جانب اللہ) کہا جاتا ہے کہ یہ کیا (فضول) ہے؟ اطمینان و دِل جمعی رکھو، ایمان تمہارا قائم ہے اور مسلمان تمہارے وسیلے سے اپنے ایمان کے لئے نور حاصل کر رہے ہیں، اور قیامت کو تمہاری شفاعت قبول اور درخواستیں منظور کی جائیں گی، تم بہت سی مخلوق کے دوزخ سے رہائی کا سبب بنو گے، اور اپنے

نبی کے سامنے ہوگے جو تمام شفاعت کرنے والوں کے سردار ہیں (پس اس فکر کو چھوڑ و اور) دُوسرے کام میں لگو۔ یہ دستاویز ہے عاقبت کی سلامتی، ایمان و معرفت کے قائم رہنے اور انبیاء و مرسلین و صدیقین کے ساتھ چلنے کی، پس جوں جوں ان پر امن کا اظہار ہوتا رہتا ہے ووں ووں اس کا خوف اور حسنِ ادب بڑھتا اور شکر گزاری میں ترقی ہوتی رہتی ہے، اللہ والے حق تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب سمجھ چکے ہیں کہ:-

وہ جو چاہتا ہے دیتا ہے، اور جو کچھ بھی وہ کرے اُس سے اس کی باز پُرس نہیں ہوسکتی اور لوگوں سے باز پُرس ہوگی۔

اور اس کے اس ارشاد کا کہ:-

تم چاہ بھی نہیں سکتے مگر یہ کہ اللہ ہی چاہے جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔

انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ جو کچھ بھی خود چاہتا ہے کرتا ہے، نہ یہ کہ جو مخلوق چاہے (وہ کرے) نیز یہ کہ ہر دن وہ ایک جدا شان میں ہے (کسی کو) آگے بڑھاتا ہے، کسی کو پیچھے ہٹاتا ہے، کسی کو رفعت دیتا ہے کسی کو پستی، کسی کو عزت بخشتا ہے کسی کو ذِلت، کسی کو معزول کرتا ہے کسی کو بحال، کسی کو مارتا ہے کسی کو جلاتا ہے، کسی کو تونگر بناتا ہے کسی کو مفلس، کسی کو دیتا ہے اور کسی سے ہاتھ روکتا ہے۔ اللہ والوں کے دِلوں کو حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ قرار ہی نہیں، وہ ان کو متغیر و متبدل کرتا رہتا ہے کہ (کبھی) قریب کرتا ہے کبھی بعید، کبھی کھڑا کرتا ہے کبھی بٹھاتا ہے، کبھی عزّت دیتا ہے کبھی ذِلت، کبھی عطا فرماتا ہے اور کبھی ہاتھ روکتا ہے، ان پر حالات ادلتے بدلتے رہتے ہیں، مگر وہ گردن جھکائے سچی بندگی اور حسنِ ادب کے قدم پر (جمے اور کھڑے رہتے ہیں)، یا اللہ! ہم کو اپنے ساتھ اور اپنی مخلوق میں اپنے خاص بندوں کے ساتھ حسنِ ادب نصیب فرما کر ہم کو اَسباب کی وابستگی اور ان پر اِعتماد کرنے میں مبتلا مت کر، اپنے لئے ہماری توحید اور اپنے اُوپر ہمارا توکل اور اپنے ساتھ ہماری تونگری اور تیری طرف جہتوں کو لوٹانا ہمارے لئے مستحق فرما دیجئے، ہم کو ہمارے اقوال اور اَعمال کے امتحان میں مت ڈال اور ان پر ہم سے مؤاخذہ نہ کر، ہمارے ساتھ اپنے کرم، درگزر اور چشم پوشی کا معاملہ فرما، آمین!

حق تعالیٰ کا راستہ وہ راستہ ہے جس میں نہ مخلوق ہیں، نہ اسباب، نہ اپنی واقفیت ہے اور نہ کوئی

سمت یا دروازہ، پس بدن دُنیا کے ساتھ ہوتا ہے اور دِل آخرت کے ساتھ، اور باطن مولیٰ کے ساتھ باطن حاکم ہوتا ہے قلب پر، اور قلب حاکم ہوتا ہے نفسِ مطمئنہ پر، اور نفسِ مطمئنہ حاکم ہوتا ہے بدن پر، اور اَعضائے بدن حاکم ہوتے ہیں مخلوق پر، جب بندے کے لئے یہ صحیح اور کامل ہو جاتا ہے تو جنات اور اِنسان اور فرشتے اس کے زیرِ قدم ہو جاتے ہیں کہ سب (دست بستہ) کھڑے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ مسندِ قرب میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔

اے منافق! یہ بات تیرے نفاق اور تصنع سے ہاتھ نہیں آسکتی، تو اپنے ننگ و ناموس اور مخلوق کے دِلوں میں اپنی مقبولیت اور اپنی دست بوسی کی ترقی، پرورِش میں لگا ہوا ہے، تو دُنیا و آخرت دونوں میں اپنے نفس کے لئے بھی منحوس ہے اور ان کے لئے بھی جن کی پرورِش کر رہا ہے اور جن کو اپنے اتباع کا حکم دے رہا ہے، تو رِیا کار و دجال اور لوگوں کے اموال کا ڈاکو ہے، پس ضرور ہے کہ نہ تیری کوئی دُعا مقبول ہو اور نہ صدیقین کے قلوب میں تیری جگہ، تجھ کو اللہ نے علم نہ دے کر گمراہ بنایا، جب غبار ہٹے گا تو تجھ کو نظر آئے گا کہ تو گھوڑے پر سوار تھا یا گدھے پر، جب (غفلت کا) غبار کھلے گا تو مردانِ خدا کو گھوڑوں اور سانڈنیوں پر سوار دیکھے گا اور خود ان کے پیچھے ایک شکستہ حال گدھے پر ہوگا کہ شیطان اور اِبلیسوں کی خواری تجھ کو تھام رہی ہوگی، کوشش کرو کہ اس کے قرب کا دروازہ تمہارے قلوب سے بند نہ کر لیا جائے، سمجھدار بنو، اور صحبت اِختیار کر ایسے شیخ کی جو حکمِ خداوندی اور علمِ لدنی کا واقف ہو کہ وہ تم کو راستہ بتائے، جو فلاح دہندہ کو دیکھے گا نہیں وہ فلاح بھی نہ پائے گا، جو علماء باعمل کی صحبت اختیار نہ کرے وہ گندہ انڈا ہے کہ نہ اس کے لئے مرغ ہے (جس کی طرف وہ منسوب کیا جائے) اور نہ ماں ہے (جو اس کو چھاتی سے لگا کر پرورِش کرے) اس کی صحبت اختیار کرو جس کو حق تعالیٰ کی صحبت نصیب ہے، جب رات کا اندھیرا چھا جائے اور ساری مخلوق سو جائے اور (بول چال کی) آوازیں بند ہو جائیں، تو تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ اُٹھے اور وضو کر کے دو رکعت پڑھے اور دُعا مانگے کہ اے میرے پروردگار! اپنے نیک اور مقرب بندوں میں سے کسی بندے پر مجھ کو مطلع کرتا کہ وہ مجھ کو تجھ پر اِطلاع بخشے اور مجھے تیرے راستے سے واقف بنائے، سبب کے بغیر چارہ نہیں (لہٰذا وصولِ حق کے لئے شیخ کا دامن پکڑنا لازمی ہے) حق تعالیٰ قادر تھا کہ انبیاء کے بغیر بھی ہدایت دے دیتا (مگر دُنیا چونکہ عالمِ اسباب ہے اس لئے

ان کو سببِ ہدایت بنا کر بھیجا) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

جس نے اپنی رائے کو کافی سمجھا وہ گمراہ ہوا۔

ایسے شخص کو تلاش کر جو تیرے دِین کے چہرے کے لئے آئینہ بنے، جس طرح کہ اس آئینے میں تو نظر کرتا اور اپنے ظاہری منہ اور دستار اور بالوں کو برابر کیا کرتا ہے، اسی طرح مرشد کی صحبت میں تجھ کو اپنے دِین کا چہرہ نظر آئے گا اور اس کو بنا کر سنوار سکے گا)۔ صاحبِ عقل بن! یہ کیا واہیات ہے (کہ بیعت کو فضول سمجھا ہے) تو کہتا ہے کہ "مجھے ایسے شخص کی حاجت نہیں ہے جو مجھ کو تعلیم دے" حالانکہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

مسلمان دُوسرے مسلمان کا آئینہ ہے۔

مؤمن کا ایمان صحیح ہو جاتا ہے تو وہ ساری مخلوق کے لئے آئینہ بن جاتا ہے کہ وہ اس کی زیارت کے اور اس کے پاس آنے کے وقت اس کی صاف اور سچی گفتگو کے آئینے میں اپنے دِین کا چہرہ دیکھتے ہیں، یہ فضول ہوس کیسی؟ تم ہر وقت حق تعالیٰ سے اس کا سوال کرتے رہتے ہو کہ تمہارے کھانے، تمہارے پانی، تمہارے کپڑے اور تمہاری بیوی اور تمہارے رزق میں ترقی دے حالانکہ یہ ایسی چیز ہے کہ تمہارے ساتھ ساتھ سارے مستجاب الدعوات بندے مل کر بھی دُعائیں کریں تو اس میں زیادتی ہوگی نہ کمی، رزق تو نہ ذرّہ برابر بڑھے گا اور نہ ذرّہ برابر گھٹے گا، اس سے فراغت ہو چکی ہے، اس کام میں لگو جس کے کرنے کا تم کو حکم ہوا ہے، اور اس سے باز رہو جس کی ممانعت ہوئی ہے، جس کا خود ہی آنا ضروری ہے اس میں مشغول مت ہو، کیونکہ اس کے لانے کا تو وہ تمہارے لئے ضامن ہو چکا ہے، سارے مقسوم اپنے اوقاتِ معینہ پر خود آ جائیں گے خواہ شیریں ہوں یا تلخ، تمہارے پسندیدہ ہوں یا ناگوار، اللہ والے ایسی حالت پر پہنچ جاتے ہیں کہ وہاں نہ ان کے لئے دُعا باقی رہتی ہے نہ درخواست، نہ وہ تحصیلِ منفعت کا سوال کرتے ہیں نہ دفعِ مضرت کا، ان کی دُعا باعتبارِ قلب صرف حکم کی تعمیل میں رہ جاتی ہے، کبھی اپنی ذات کے لئے اور کبھی مخلوق کے لئے پس وہ دُعائیہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں حالانکہ ان سے غائب ہوتے ہیں (کہ ان کو مقصود بالذات نہیں سمجھتے)۔ یا اللہ! ہم کو اپنے ساتھ تمام حالتوں میں حسنِ ادب نصیب فرما۔ اس کا روزہ، نماز اور ذکر، جملہ عبادتیں اس کی طبیعت بن جاتی ہیں کہ اس کے گوشت

اور خون سے گھل مل جاتی ہیں، اس کے بعد اس کے جملہ احوال میں حق تعالیٰ کی حفاظت اس کے پاس آتی ہے کہ ایک لحظہ کے لئے بھی شریعت کی پابندی اس سے جدا نہیں ہوتی حالانکہ وہ اس سے پرے ہو جاتا ہے (کہ حفاظتِ حق ہی اس سے کام لیتی رہتی ہے) حکمِ شرعی گویا اس کی کشتی بن جاتی ہے اور وہ اس کے اندر بیٹھا ہوا قدرتِ پروردگار کے سمندر میں چلتا ہے اور ہر وقت چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ساحلِ آخرت تک آ لگتا ہے اور لطف و قرب دوست کے سمندر کے کنارے آ پہنچتا ہے، پس وہ مخلوق کے ساتھ ایک بار ہوتا ہے تو خالق کے ساتھ ہزار بار، اس کا شغل اور اس کی محنت و مشقت مخلوق کے ساتھ ہے، اور اس کی راحت خالق کی معیت میں۔ تجھ پر افسوس اے منافق! تجھے اس کی مطلق واقفیت نہیں، تجھ پر افسوس کہ ان باتوں میں سے تیرے معاملات میں کوئی چیز بھی نہیں، اے مخلوق دِلوں میں بھرے ہوئے خلوت خانوں میں بیٹھنے والو! کیا میری چیخ و پکار اور ہٹو بچو تم کو سنائی نہیں دیتی؟ تم بہرے ہو؟ اُٹھو آؤ! اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے، میں تمہارے ساتھ برتاؤ اور خطاب تمہارے سوءِ ادب اور اَفعالِ بد کے موافق نہیں کروں گا بلکہ بہ شفقتِ خداوندی اس کے حکم سے تمہارے ساتھ نرمی برتوں گا، میری سخت کلامی سے نہ بھاگو (اور بدگمان نہ ہو) کیونکہ وہ میری طرف سے نہیں ہے، میں تو جس طرح بلوایا جاتا ہوں اسی طرح بولتا ہوں۔

صاحب زادے! اہل اللہ حق تعالیٰ کی عبادت میں رات کو دِن سے ملاتے ہیں اور باوجود اس کے وہ خوف اور اندیشے کی حالت میں رہتے ہیں، ان کو ڈر لگا رہتا ہے سوءِ خاتمہ کا، وہ اپنے متعلق اور اپنے خاتمے اور انجام کے متعلق حکمِ خداوندی سے ناواقف ہیں (لہٰذا باوجود صوم و صلوٰۃ اور حج اور جملہ عبادتوں کے حزن و غم اور گریہ میں رات دن لگے رہتے ہیں، وہ اپنے رَبّ کا اپنی زبانوں اور قلوب سے ذکر کرتے رہتے ہیں) لہٰذا جب وہ آخرت میں پہنچیں گے تو جنت میں داخل ہوں گے اور ذاتِ حق کا دیدار نصیب ہوگا اور اپنی عزت افزائی دیکھیں گے تو اس پر اس کی حمد کریں گے اور کہیں گے کہ ''شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے (خاتمہ و انجام کا فکر و غم) رفع کر دیا''، اور حق تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو ان مسلمانوں کے سر برآوردہ اور اکابر اور ان کے افسر اور بادشاہ ہوں گے، وہ یوں عرض کریں گے اور کہیں گے کہ ''شکر ہے اللہ کا جس نے آخرت سے قبل دُنیا ہی میں ہم سے غم

دُور فرما دیا' جب ان کے قلب اپنے رَبّ کے دروازے پر پہنچیں گے تو اس کو کھلا ہوا پائیں گے اور سواروں کے گروہ در گروہ کو ٹھٹ لگے ہوئے صف بستہ کھڑے ہوئے اپنی آمد کے منتظر پائیں گے جو ان کو سلام کریں گے اور ہٹو بچو کہتے ہوئے آگے بڑھیں گے، پس وہ قریب کے مکان میں داخل ہوں گے اور وہ بہار دیکھیں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کان نے سنی، اللہ کا شکر ہے کہ ہم کو دُنیا اور آخرت اور مخلوق میں مشغول نہ بنایا، شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو اپنی ذات کے لئے منتخب فرمایا اور اپنے قرب کے لئے اختیار کیا اور ہم سے دُور فرمایا اپنی جدائی کا غم اور اغیار میں مشغولیت کا غم، شکر ہے اللہ کا کہ جس نے اپنے ساتھ یکسوئی ہم کو نصیب فرمائی، واقعی پروردگار بڑا ہی بخشنہار اور قدرداں ہے۔

صاحب زادے! جب تو ایمان مضبوط کرے گا تو خانہ معرفت تک پہنچ جائے گا، اس کے بعد علم لدنی کی وادی، پھر اپنی اور مخلوق کی ہستی سے فنائیت کی وادی پر پہنچے گا، اور اس کے بعد خدا کے ساتھ ہستی ہوگی نہ کہ اپنے ساتھ اور نہ مخلوق کے ساتھ، اس وقت تیرا غم دُور ہو جائے گا، حفاظتِ حق تیری خادم بنے گی، حمایت تجھ کو محیط ہوگی، توفیق ہٹو بچو کہتی ہوئی تیرے آگے ہوگی، فرشتے تیرے چار طرف چلیں گے، اَرواح طیبات آئیں گی اور "السلام علیکم" کہیں گی، حق تعالیٰ مخلوق پر تجھ سے فخر فرمائے گا، اس کی نگاہیں پاسبانی کریں گی اور تجھ کو کھینچیں گی اس کے قرب کے گھر کی جانب اور اس کے ساتھ اُنس و مناجات کی جانب، جو عذر کے بغیر مجھ سے الگ ہو وہ برباد ہوا، تجھ پر افسوس! کہ جس مقام پر میں کھڑا ہوں اس میں میرا مقابلہ کرتا ہے، تیری اتنی طاقت نہیں ہے اور نہ تیرے اس مقابلے میں تیرے ہاتھ کچھ آ سکے، یہ چیز زمین کی طرف آسمان سے نازل ہوتی ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور ہم اس کو معین مقدار پر اُتارتے ہیں۔

بارش زمین کی طرف آسمان ہی سے اُترا کرتی ہے، اس سے اس کی رُوئیدگی ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح یہ مضمون بھی قلوب کی زمین کی طرف آسمان ہی سے اُترتا ہے، پس وہ ہر قسم کی خوبی سے اُگنے اور لہلہانے لگتے ہیں کہ اسرار و حکمتیں اور توحید و توکل اور مناجات و قربِ حق کے نبات پیدا ہوتے ہیں، یہ قلب ایسا باغ بن جاتا ہے جس میں قسم قسم کے

درخت اور پھل ہوتے ہیں، اس میں بڑے بڑے جنگل اور بن اور سمندر اور نہریں اور پہاڑ ہوتے ہیں، وہ انسان و جنات اور ملائکہ و ارواح کے جمع ہونے کا مقام بن جاتا ہے، یہ ایک چیز ہے جو عام عقول سے بالا ہے، محض قدرت ہے اور ارادہ علم ہے جو حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور یہ اس کی مخلوق میں خاص ہی خاص افراد کو نصیب ہوتا ہے، کوشش کرو کہ میرے وعظ کے جال میں آ پھنسو، میرا بیٹھنا اور وعظ کہنا ایک جال ہے، میں منتظر رہتا ہوں کہ کوئی تم میں سے اس میں آ پھنسے، یہ دستر خوان تو خدا ہے نہ کہ میرا، اللہ تم پر رحم کرے، میرا کہنا مان لو، میری اتباع کرو کہ میں کو اُٹھا کر دروازے تک لے جاؤں، صدق حق تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور کذب شیطان کی طرف بلاتا ہے، حق بھی ایک چیز ہے اور باطل بھی ایک چیز ہے، مؤمن کے نزدیک دونوں ظاہر ہیں، جن کو اپنے ایمان کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔
اے باشندگانِ عراق! تم کو ذکاوت کا دعویٰ ہے اور پھر بھی تم سچے اور جھوٹے اور برسرِ حق اور برسرِ باطل میں تمیز نہیں کرتے، تمہارے جھٹلانے کا نقصان تم ہی پر پلٹے گا اور مجھے اس کی پروا بھی نہ ہوگی، جو حق تعالیٰ کا طالب ہوتا ہے وہ نہ اس کی جنت کا خواہاں ہوتا ہے اور نہ اس کی دوزخ سے ڈرتا ہے، بلکہ صرف اس کی ذات چاہتا اور اس کی دُوری سے خائف رہتا ہے، تو شیطان اور نفس و دُنیا اور خواہشات کا قیدی بنا ہوا ہے، اور تجھے خبر نہیں تیرا قلب قید میں پڑا ہوا ہے اور تجھے اِطلاع نہیں، یا اللہ! اس کی قید سے رہائی دے اور ہم کو بھی خلاصی نصیب فرما، آمین۔ عزیمت کو اختیار کرو[1]، اور رُخصت سے اِعراض کرو، جو شخص رُخصت کا پابند ہوتا ہے اور عزیمت کو چھوڑتا ہے اس کا دِین برباد ہو جانے کا اندیشہ ہے، عزیمت مردوں کے لئے ہے، کیونکہ وہ خطرناک اور دُشوار اور تلخ شے کو اِختیار کرتا ہے، جس کی ہمت مرد ہی کر سکتے ہیں، اور رُخصت بچوں اور عورتوں کے لئے ہے، اس لئے کہ اس میں سہولت زیادہ ہے، اور ضعیفوں کے لئے سہولت ہی شایان ہے۔ صاحب زادے! پہلی صف کو اِختیار کر

(۱) شریعت میں اُحکام کے دو درجے ہیں، ایک وہ کہ جن سے عبادت کا اَجر زیادہ اور حسن دوبالا ہو جاتا ہے، اس کو "عزیمت" کہتے ہیں، اور دوم وہ جن سے اَجر تو کم ہوتا ہے مگر عمل صحیح ہو جاتا ہے، مثلاً نوافل کی پابندی اور کھڑے ہو کر پڑھنا "عزیمت" ہے اور کبھی نہ پڑھنا یا عذر بیٹھ کر پڑھ لینا "رُخصت" ہے کہ شرعاً اجازت ہے، پس دِین کے متعلق مرد بن کر عزیمت کی صورت اختیار کرنی چاہئے کہ دِینی مشقت اُٹھانا مردوں کا کام ہے، عورتوں کی طرح کاہل و کمزور بن کر رُخصت پر اکتفاء نہ کرنا چاہئے۔

کیونکہ وہ ہمت والے مردوں کی صف ہے، اور پچھلی سے علیحدہ رہ کہ وہ کم ہمتوں کی صف ہے، اس صف کا خدمت گار بن اور عزیمت کا خوگر بن کیونکہ جس قدر تو اس پر عزیمت کا بوجھ لادے گا تو وہ اس کا متحمل ہو جائے گا، اس کے اُوپر سے لاٹھی مت اُٹھا اور نہ وہ سو جائے گا اور بوجھ اپنے اُوپر سے پھینک دے گا، اس کو اپنے دانتوں کی سپیدی اور سفید آنکھیں مت دکھا (کہ مسکرانے اور پیار کی نگاہوں سے اس کو دیکھنے لگے) اس لئے کہ وہ نہایت بدغلام ہے کہ لاٹھی کے بغیر کام ہی کر کے نہ دے گا، اس کو پیٹ بھر کر کھانا مت دے، مگر اس وقت جب تجھ کو یقین ہو جائے کہ شکم سیری اس کو سرکش نہ بنا دے گی اور اب وہ پیٹ بھر کر بھی کام پورا ہی کرے گا، سفیان ثوریؒ عبادت بھی بہت کرتے تھے اور کھاتے بھی تھے، اور جب شکم سیر ہو جاتے تو کہاوت بیان کرتے تھے کہ حبشی کا پیٹ بھرو اور اس کو خوب گیدو کیونکہ حبشی تو گدھا ہے (کہ جتنا زیادہ کھلاؤ گے اسی قدر زیادہ بوجھ لادے گا) اس کے بعد آپؒ عبادت کے لئے کھڑے ہوتے، پس اس کا پورا حصہ لیتے تھے۔ ایک بزرگ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ کو دیکھا انہوں نے اتنا کھایا کہ مجھے ان سے نفرت ہوگئی، اس کے بعد نماز اور گریہ میں مشغول ہوئے تو ایسا ہوئے کہ مجھے ان پر ترس آ گیا۔
زیادہ کھانے میں حضرت سفیانؒ کا اِقتدا مت کر اور ان کی کثرتِ عبادت میں ان کی اِقتدا کر کیونکہ تو سفیان نہیں ہے (کہ زیادہ کھا کر کام کر سکے) تو اپنے نفس کو پیٹ بھر مت کھلا جیسا کہ سفیان کھلایا کرتے تھے، اس لئے تو نفس پر اتنی قدرت نہیں رکھتا جتنی کہ وہ اپنے نفس پر قدرت رکھتے تھے، ترکِ حرام اور اَخذِ حلال کی کوشش کر، اپنے ایمان و یقین کے قوی ہو جانے کے وقت سب ہی میں زُہد اختیار کر کہ اللہ کے بندگانِ خاص میں سے بن جائے گا، جب تیرا زُہد متحقق ہو جائے گا تو وہ تجھ پر عطا و اِنعام فرمائے گا، خواہ بالواسطہ خواہ بلاواسطہ، جب تک تو نہ مخلوق و اسباب کا بندہ رہے، نہ دُنیا و لذّات و خواہشات و شیاطین کا، نہ مخلوق کے نزدیک جاہ کی طلب کا اور نہ ان کی توجہ و بے توجہی اور مدح و مذمت کا بندہ رہے اُس وقت تک واعظ بننا جائز نہیں کہ اس سے کچھ بھی نہ کام چلے گا۔ جب تو اپنے نفس کے ساتھ، اپنی طبیعت خواہشِ نفس کے گھر میں پڑا رہے گا تو تیرا قلب ایک قدم بھی حق تعالیٰ کے دروازے کی طرف نہ چل سکے گا، میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ ہر وقت مخلوق اور اَسباب کا پابند

ہے، آخر یہ کب تک؟ اے نادان! ان کی قید سے رہائی مجھ سے سیکھ، تیرا قلب حق تعالیٰ کو کس طرح دیکھ سکتا ہے، حالانکہ وہ مخلوق سے لبریز ہے، جامع مسجد کا دروازہ تجھ کو کیسے نظر آ سکتا ہے حالانکہ تو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے؟ جب تو اپنے گھر، اپنے اہل اور اپنے عیال سے باہر نکلے گا تب جامع مسجد کا دروازہ دیکھ سکے گا، جب تو سب کو اپنی نشست کے پیچھے چھوڑ دے تبھی تو دیکھ سکے گا، اور جب تک دُنیا کے ساتھ رہے گا تو آخرت کو نہ دیکھ سکے گا، اور جب تک آخرت کے ساتھ رہے گا تو دُنیا و آخرت کے پروردگار کو نہ دیکھ سکے گا، جب سب (کے خیال ومحبت) سے باہر ہو جائے گا تب تیرا باطن تیرے رَب کی ملاقات حاصل کرے گا، مگر صوری نہیں بلکہ معنوی، عمل قلوب کے لئے ہے اور معافی باطن کے لئے، اللہ والوں نے اپنے اعمال سے منہ پھیر لیا اور اپنی نیکیوں کو بھلا دیا اور ان پر معاوضے کے طالب نہ ہوئے، لہٰذا ضرور ہے کہ حق تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے جائے قیام پر پہنچائے کہ وہاں نہ ان کو کوئی تکلیف ہو، نہ کسی قسم کا تکان، نہ انقطاع ہو اور نہ کمزوری، نہ کسبِ معاش ہو اور نہ محنت مزدوری کی مشقت۔ ارشادِ خداوندی "لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ" کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ جنت میں روٹی اور اس کے حاصل کرنے کا فکر واہتمام اور اہل وعیال کا بارِ معاش کچھ بھی نہ ہوگا، جنت سر بسر فضل ہے، سرتاپا خوبی اور بالکل راحت اور عطا بے شمار ہے، سارا مدار خالص اللہ کے لئے تیرے حضورِ قلب پر ہے کہ نہ کسی دُنیوی وجہ سے ہو، آخرت کے باعث اور نہ کسی مخلوق کے سبب۔ اور اللہ کے لئے تیرا حضورِ قلب موت اور موت کی سچی یادداشت کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتا کہ اگر تو دیکھے تو موت کو دیکھے اور سنے تو موت کو سنے (غرض کسی حال بھی وہ نظر اور خیال سے نہ ہٹے) درحقیقت پوری بیداری کے ساتھ موت کی یادداشت ہر قسم کی خواہش کو ناگوار بنا دیتی اور ہر خوشی کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے (پس غفلت اور اترانا پیدا نہیں ہوتا) موت کو یاد رکھو کہ اس سے کہیں بچاؤ نہیں، جب قلب دُرست ہو جاتا ہے تو خدائے قدیم وازلی دائم وابدی کے سوا سب کو بھول جاتا ہے، اس کے سوا ہر چیز فانی ہے، جب قلب دُرست ہو جاتا ہے تو جو بات بھی اس سے نکلتی ہے وہ ٹھیک ٹھیک اور حق ہوتی ہے کہ کوئی رَدّ کرنے والا اس کو رَدّ نہیں کر سکتا، قلب کو قلب خطا کرتا ہے اور باطن کو باطن، خلوت کو خلوت، معنی، مغز کو مغز اور حق کو حق، پس اس وقت اس کا کلام دِلوں

میں ایسا اثر کرتا ہے جیسے بیج نرم اور پاکیزہ اور بے شورہ کی زمین میں نکلتا ہے۔ جب قلب دُرست ہوتا ہے تو ٹہنیوں پتوں اور پھلوں والا درخت بن جاتا ہے کہ اس سے انسان و جنات وفرشتے ساری ہی مخلوق کے ہر قسم کے منافع ہوتے ہیں اور جب قلب میں دُرستی نہیں تو وہ حیوان کا سا قلب ہے کہ محض صورت ہے بلا معنی کے اور خالی برتن ہے جس میں کوئی چیز بھی نہیں، گویا درخت بلاثمر، قفس بلا طائر، مکان بلا مکین، اور ایسا خزانہ ہے جس میں دینار و درہم اور جواہرات سب کچھ ہیں مگر کوئی خرچ کرنے والا نہیں، اور جسم بلا رُوح جیسے وہ اجسام جو مسخ ہو کر پتھر بن گئے کہ صورت ہی صورت ہے اور اندرون کچھ بھی نہیں، حق تعالیٰ سے رُخ پھیرنے اور اس کا کفر کرنے والا قلب مسخ ہی کیا ہوا ہے اور اسی لئے حق تعالیٰ نے ایسے دِل کو پتھر کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا ہے کہ:-

پھر اس کے بعد تمہارے دِل سخت ہو گئے، پس وہ پتھر کی مثل یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

جب بنی اسرائیل نے توریت پر عمل نہ کیا تو حق تعالیٰ نے ان کے دِلوں کو مسخ فرما کر پتھر بنا دیا اور اپنے دروازے سے دھکے دے دیئے اسی طرح اے محمد! یوں اگر تم قرآن پر عمل نہ کرو گے اور اس کے اَحکام کو مضبوط نہ تھامو گے تو تمہارے قلوب کو بھی مسخ اور ان کو اپنے دروازے سے دُور کر دے گا، ان میں سے مت بنو جن کو حق تعالیٰ نے علم دے کر گمراہ بنایا، جب تو مخلوق کے لئے علم سیکھے گا تو مخلوق کے لئے عمل بھی کرے گا، اور جب اللہ کے لئے علم سیکھے گا تو اسی کے لئے عمل بھی کرے گا، جب تو دُنیا کی خاطر علم حاصل کرے گا تو دُنیا ہی کے لئے عمل کرے گا اور جب آخرت کے لئے علم حاصل کرے گا تو آخرت کے لئے علم کرے گا۔ شاخوں کا مدار جڑوں پر ہوتا ہے، جیسا تو کرے گا ویسا ثمرہ پائے گا، ہر برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے، تو اپنے برتن میں مال (کا بدبودار روغن) رکھے پھرتا ہے اور چاہتا یوں ہے کہ اس میں گلاب چھلکے، تیری کوئی عزت نہیں، تو عمل تو مخلوق کے لے کرے اور چاہے یہ کہ کل کو خالق اور اس کا قرب اور اس کی طرف توجہ تجھ کو نصیب ہو جائے، تیری کوئی عزت نہیں، ظاہر اور غالب تو یہی ہے (کہ ایسا نہ ہو باقی) اگر حق تعالیٰ تجھ کو عمل کے بغیر محض فضل سے عطا فرما دے تو یہ اس کے اختیار میں ہے، جنت (حاصل

ہونے کا عمل) تو طہر ہی ہے اور دوزخ کا عمل معصیت، اس کے بعد اختیار خدا کو ہے کہ اگر چاہے تو عمل کے بغیر کسی کو عذاب دے، وہ مالک ومختار ہے وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، اس کے کئے کی اس سے بازپرس نہیں ہوسکتی، اور دُوسروں سے بازپُرس ہوگی۔ اگر وہ انبیاء اور صالحین میں سے کسی کو دوزخ میں ڈال دے، تب بھی عادل ہی رہے گا، اور یہ حجتِ بالغہ ہوگی (کہ وہ مالک اپنے ملک میں جو چاہے تصرف کرے)۔ ہمارے اُوپر واجب ہے کہ یوں کہیں کہ حاکم بہرحال سچے ہیں، ہم چوں وچرا نہیں کرسکتے، ایسا ہونا کہ حق تعالیٰ مستحقِ جنت کو دوزخ میں ڈال دے امکان اور جواز کے درجے میں ضرور داخل ہے، اور اگر ایسا ہو تو عینِ انصاف اور حق ہوگا (ظلم یا کذب نہ ہوگا)، البتہ یہ ایسی بات ہے کہ وقوع میں نہ آئے گی اور ایسی کوئی بات کرے گا نہیں (اس لئے کہ وہ وعدہ خلاف نہیں ہے) میری سنو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو سمجھو کیونکہ میں اس کا غلام ہوں، اس کے سامنے کھڑا ہوا ہوں، ان کا تجارتِ اُخروی کا سامان پھیلاتا اور اس پر آواز لگاتا ہوں کہ جس کو خریدنا ہو آؤ اور خریدو، اس میں نہ میں ان کی خیانت کرتا ہوں اور نہ اس کو اپنی ملک بتاتا ہوں، میں ابتداء ان کے کلام سے کرتا ہوں، اور دُہراتا ہوں اپنی طرف گویا اس کا مفسر اور شارح بنتا ہوں اور برکت خدا کی طرف سے ہے (کہ جس کو چاہے اس سے نفع بخشے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور اللہ بخشے اپنے والد ووالدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی برکتوں سے حق تعالیٰ نے مجھے (وعظ ونصیحت کا) اہل بنادیا، میرے والد دُنیا سے بے رغبت تھے، باوجودیکہ اس کے حاصل کرنے پر ان کو قدرت تھی، اور میری والدہ اس زہد میں ان کی موافق اور اُن کے فعل پر دونوں (میاں بی بی) نیکوکار و دِین دار اور مخلوق پر مشفق تھے، باقی ان سے مخلوق میں سے کسی اور سے کیا لینا؟ میں تو پیغمبر اور ان کے بھیجنے والے خدا تک آپہنچا ہوں کہ انہیں دو سے فائز ہوتا ہوں، میری ساری بہتری اور نعمت انہیں دونوں کے پاس ہے، میں مخلوق میں بجز سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ارباب میں بجز اپنے رَبّ برتر و بزرگ کے اور کسی کا خواہاں نہیں ہوں۔ مولوی! تیرا وعظ محض زبان سے ہے قلب سے نہیں، اور صورت سے ہے معنی سے نہیں ہے، صحت والا قلب اس وعظ سے (نفرت کرکے) دُور بھاگتا ہے جو زبان سے ہو اور قلب سے نہ ہو، پس ایسا وعظ سننے کے وقت اس کی (وحشت) سے ایسی حالت

ہوتی ہے جیسی پنجرے کے اندر پرندکی اور مسجد کے اندر منافق کی، صدیقین میں سے کسی کو جب صاحبِ نفاق مولویوں میں کسی کی مجلسِ وعظ میں شریک ہونے کا موقع پڑتا ہے تو اس کی ساری آرزو وہاں سے نکل آنا ہوتی ہے، اللہ والوں کے لئے ریاکاروں، منافقوں، دجالوں، بدعتیوں اور دُشمنانِ خدا و دُشمنانِ رسول کے چہروں میں (ظلمت و تاریکی کی) علامتیں ہوتی ہیں، (جن سے وہ مکار واعظوں کو فوراً شناخت کرلیتے ہیں) ان کی علامت ان کے چہروں اور ان کی گفتگو (غرض ہر پہلو) میں موجود ہوتی ہے کہ وہ صدیقین سے خائف و متوحش ہوکر اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں، وہ ڈرتے ہیں کہ ان کے قلوب آگ سے (دھکے دے کر) اُٹھادیتے ہیں، ایسا مکار عوام کے نزدیک معزّز ہوتا ہے مگر صدیقین کے نزدیک ذلیل ہے، عوام کے نزدیک وہ آدمی ہے مگر صدیقین کے نزدیک بلاؤ ہے کہ ان کے نزدیک اس کی کچھ بھی قدر نہیں، صدیقین بنورِ خداوندی دیکھا کرتے ہیں (لہٰذا اندرونی حالت معلوم کرلیتے ہیں) نہ کہ اپنی آنکھوں کے نور سے اور نہ چاند سورج کے نور سے۔[1] یہ (چاند سورج یا آنکھوں کا) نور تو اللہ تعالیٰ کا عام نور ہے، اور ایک نور اس کا خاص ہے کہ وہ حق تعالیٰ صدیق کو عطا فرماتا ہے شریعت یعنی کتاب وسنت میں مستحکم اور راسخ ہونے کے بعد کہ وہ ان دونوں پر عمل کرتا ہے، پس اس علم کا نور عطا کردیا جاتا ہے۔ بارِ الٰہ! ہمیں اپنی شریعت وعلم اور قرب نصیب فرما۔

اے منافقو! خدا تمہیں برکت نہ دے، تم میں کس درجہ بکثرت ہیں وہ لوگ جن کا سارا مشغلہ اپنے اور مخلوق کے درمیان تعلق کو آباد کرنا اور اپنے اور حق تعالیٰ کے درمیانی تعلق

---

(۱) اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ نیکوکار کے لئے وعدے اور بدکاروں کے لے وعید جو کچھ بھی حق تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں ان کے خلاف کرنے پر اس کو قدرت حاصل ہے کہ چاہے تو صالح کو دوزخ میں ڈال دے، چاہے کفار کو جنت میں بھیج دے، اپنے فرمانے کی وجہ سے فرمائے ہوئے مضمون کا خلاف کرنا اس کی قدرت سے باہر نہیں ہوا، اور نہ اس کے خلاف کرنے کو ظلم یا ناحق کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ وہ شہنشاہِ مختار ہے، اور ساری مخلوق اس کی مِلک ہے کہ جس میں جو چاہے تصرف کرے، بایں ہمہ وہ فرمائے ہوئے کے خلاف کرنے کا نہیں، پس عہد و وعید کا خلاف بالذات ممکن ہے اور بالغیر ممتنع کہ کرسکتا ہے، مگر کرے گا نہیں، اس صورت میں قدرت اور صدق دونوں صفتیں قائم رہتی ہیں، اس مسئلے کو حضرت محبوبِ سبحانی قدس سرہٗ نے اس تقریر میں بیان کیا ہے۔ ۱۲

کو ویران بنانا بنا ہوا ہے، بار الٰہ! مجھ کو ان کے سروں پر مسلط فرما دے جو میرے پاس نہیں آتا، اور جب مجھ سے ملتا ہے تو سلام نہیں کرتا اور اگر کرتا بھی ہے تو بہ تکلف کرتا ہے (نہ کہ محبت واخلاص سے) دینِ محمدی کی دیواریں گرنے کے قریب پہنچ گئیں، یا اللہ! اس کی تعمیر پر مجھے مددگار نصیب فرما۔

اے منافقو! اور دُنیا طلب واعظو! اس کی بنا تمہارے ہاتھوں نہیں ہو سکتی، تمہاری کوئی عزت نہیں کہ تمہارے ہاتھوں اس کی تعمیر ہو، تم بنا کیسے سکتے ہو، حالانکہ تم کو بنانے کا طریقہ آتا ہے اور نہ اس کے اُوزار تمہارے پاس موجود ہیں، اے نادانو! اوّل اپنے دِین کی دیواریں تو بنالو، دُوسروں کی تعمیر میں اس کے بعد مشغول ہونا جب تم مجھ سے عداوت رکھو گے تو میں اللہ اور اللہ کی راہ میں تم سے دُشمنی رکھوں گا، اسی لئے کہ میں انہیں کی مدد سے قائم ہوں، بغاوت نہ کرو اور میری ایذا رسانی سے باز آؤ! کیونکہ اللہ اپنے حکم پر غالب ہے (کہ تمہارے روکے رد نہیں ہو سکتا)۔ یوسف علیہ السلام حق تعالیٰ کے نزدیک بادشاہ، اس کے نبیوں میں سے ایک نبی اور صدیقوں میں سے ایک صدیق تھے، اور ان کی تقدیر میں تجویز ہو چکا تھا کہ بہتری مخلوق کی بہبودیاں ان کے ہاتھوں پوری ہوں گی۔ اے زمانے کے منافقو! یہی حال تمہارا ہے کہ مجھ کو ہلاک کرنا چاہتے ہو، تمہاری کوئی عزت نہیں، میرے قتل تک تمہاری دسترس نہیں ہو سکے گی، اگر شرع (کا لحاظ) نہ ہوتا تو تم میں سے ایک ایک کو بالتعین بیان کر دیتا (کہ فلاں فلاں شخص منافق اور میرا دُشمن ہے) حکم کے ساتھ قائم ہونے کی حالت ہو، یا علم کے ساتھ قائم ہونے کی حالت ہو، بہر حال اس رَبِّ حق کے معاملے کی بنیاد شریعت ہی ہے، اللہ والے مخلوق سے ڈرتے نہیں کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی امان و سپر پرستی و حفاظت میں ہیں، ان کو اپنے دُشمنوں کی پروا بھی نہیں ہوتی، اس لئے کہ عنقریب وہ ان کو ہاتھ اور پاؤں اور زبان کٹا ہوا دیکھیں گے، ان کو معلوم اور تحقیق ہو چکا ہے کہ مخلوق عاجز و معدوم ہے، نہ ان کے ہاتھ ہلاکت ہے نہ سلطنت، نہ ان کے قبضے میں تونگری ہے نہ افلاس، اور نہ نقصان ہے نہ نفع، ان کے نزدیک بجز خدائے برتر و بزرگ کے نہ کوئی بادشاہ ہے نہ قدرت والا، اس کے سوا نہ کوئی دینے والا ہے نہ کوئی روکنے والا، نہ فائدہ یا نقصان پہنچانے والا، اور نہ جلانے اور مارنے والا، وہ خدائے واحد کو متصرف سمجھنے کی وجہ سے شرک

کے بوجھ سے آرام میں ہیں، وہ برگزیدگی و انتخاب میں ہیں، وہ حق تعالیٰ کے ساتھ اُنسیت اور اس کی معیت کی راحت میں ہیں کہ اس کی مہربانی ولطف و مناجات کے مزے اُڑاتے رہتے ہیں، دُنیا رہے یا نہ رہے، اور آخرت ہو یا نہ ہو، اور خیر وشر موجود ہو یا معدوم، ان کو (کسی چیز کی بھی) پروانہیں رہتی، ابتدائے حال میں دُنیا اور مخلوق اور شہوات سے بے رغبت ہونے میں تکلف کیا (اور طبیعت کو مجبور بنا بنا کر زُہد اختیار کیا) پھر جب اس پر جمے رہے تو حق تعالیٰ نے ان کے تکلف کو طبیعت اور میراث بنادیا کہ زُہد واقعی زُہد بن گیا اور طبیعت واقعی طبیعت بن گئی (صاحبو! زاہد بننا) ان سے سیکھو، بہ تکلف طاعتوں کو بجالاؤ اور معاصی و خلافِ شرع اُمور کو چھوڑ و کہ (ہوتے ہوئے آخرکار) یہ تکلف طبیعت بن جائے گا (اور اب اطاعت میں گرانی مطلقاً محسوس نہ ہوگی) اپنے پروردگار کا کلام سمجھنے کی کوشش کرو اور اس پر عمل کرو اور اپنے عمل میں مخلص بنو۔

صاحب زادہ! تو سرتاپا نفس کے تابع ہے، نامحرم عورتوں اور لڑکوں کے پاس بیٹھتا ہے اور پھر یوں کہتا ہے کہ "مجھے ان کی طرف مطلق توجہ نہیں ہوتی" تو جھوٹا ہے، نہ شریعت تیری موافقت کرتی ہے اور نہ عقل، تو آگ پر آگ اور لکڑی پر لکڑی بڑھاتے جاتا ہے، پس ضرور ہے کہ تیرے دِین وایمان کا مکان جل اُٹھے، اس (اختلاط بے ریش لڑکوں اور عورتوں) کے متعلق شریعت کا انکار عام ہے کہ کسی کو بھی اس نے مستثنیٰ نہیں کیا، ایمان و معرفتِ حق اور قرب کی طاقت حاصل کر، اس کے بعد نائبِ حق بن کر مخلوق کا طبیب بن جا، افسوس! تو سانپوں کو کس طرح چھو رہا ہے اور اُلٹ پلٹ رہا ہے، حالانکہ نہ تجھ کو سانپ پکڑنے والے کا ہنر معلوم ہے اور نہ تو نے تریاق کھا رکھا ہے (کہ زہر اثر نہ کرے) تو خود اندھا ہے پھر لوگوں کی آنکھوں کا علاج کیونکر کرے گا؟ تو گونگا ہے لوگوں کو تعلیم کس طرح کر سکتا ہے؟ تو ذاتِ حق اس کی قدرت، اس کے قرب اور مخلوق کے متعلق اس کی سیاست سے ناواقف ہے، یہ نہ میری عقل وضبط کے احاطے میں آسکتا ہے نہ تمہاری عقل وضبط میں آسکتا ہے، اس کی حقیقت تو بجز خدا کے کسی کو معلوم ہی نہیں (لہٰذا یہاں عقل کو دخل نہیں صرف طاعت کی حاجت ہے کہ) سنو اور مان لو، میں شاہی مُنادی اور اس کے رسول کا نائب بن کر آیا ہوں، دِین کے متعلق ساری دُنیا سے زیادہ بے لحاظ ہوں کہ خدا اور رسول کی

طرف داری میں تمہارے کسی چھوٹے بڑے کا بھی لحاظ نہیں کرتا، میں خدا اور رسول کا کارندہ ہوں، ان کا پیش دست مزدور ہوں اور انہیں کا کہلاتا ہوں، یہ دُنیا فانی ہے، یہ مصائب و تکالیف کا گھر ہے کہ یہاں بے کدورت زندگی کسی کو بھی حاصل نہیں، خصوصاً جبکہ عاقل ہو، (تو آفات بھی اس کے سر زیادہ پڑتی ہیں) چنانچہ کسی کا قول ہے کہ دُنیا میں دانا شخص کی آنکھ ٹھنڈی نہیں ہوتی، جس شخص کی یہ حالت ہو کہ درندہ اس کے سامنے کھڑا ہوا اپنا منہ کھولے قریب آپہنچا ہو اس کو قرار کس طرح آسکتا ہے اور اس کی آنکھ میں نیند کیونکر آسکتی ہے؟

اے غافلو! قبر اپنا منہ کھولے ہوئے اور موت کا درندہ اور اژدہا اپنے منہ کھولے ہیں، شاہ قضا و قدر کا جلاد اپنے ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے ہے، اور صرف حکم کا منتظر ہے لاکھوں میں ایک ہوتا ہے جو اس دانش پر قائم اور بلا غفلت کے بیدار ہوتا ہے، ابتدائے حال میں تجھ کو کسی سبب کی ضرورت ہے کہ اس کے ذریعے سے کماتا اور کھاتا رہے یہاں تک کہ تیرا ایمان قوی ہو جائے، پس جب تو اس پر قائم اور جما رہے گا تو حق تعالیٰ تجھ کو کل کی طرف لے آئے گا، پس تجھ کو سبب کے بغیر کھلائے گا، اے سبب کو شریکِ خدا سمجھنے والے! اگر توکل سے کھانے کا تو مزہ تو چکھ لیتا تو مشرک نہ بنتا، اور ضرور متوکل اور صاحبِ اعتماد بن کر اس کے دروازے پر بیٹھ جاتا، میں خورد و نوش کے صرف دو طریق جانتا ہوں، یا پابندِ شرع بن کر محنت مزدوری سے کماتا، یا توکل کے ذریعے سے کھانا، تجھ پر افسوس! کہ تو حق تعالیٰ سے شرماتا نہیں اور محنت و مزدوری چھوڑ کر لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا ہے، محنت مزدوری ابتدا ہے اور توکل انتہا، پس میں نہ تیرے لئے ابتدا ٹھیک پاتا ہوں نہ انتہا، میں تجھ سے حق بات کہتا ہوں اور تجھ سے شرماتا نہیں، سن اور مان! اور حق تعالیٰ سے منازعت مت کر! میں تمہاری ذات اور تمہارے مال متاع اور تمہاری تعریف و مذمت میں ساری مخلوق سے زیادہ زاہد اور بے رغبت ہوں، اگر میں نے تم سے کچھ لیا بھی ہے تو دُوسرے ہی کے لئے لیا ہے نہ کہ اپنے لئے، میرا وعظ تمہارے لئے گویا کاری ضرب ہے، جس کا مجھ کو ایسے طریق پر حکم دیا گیا ہے جس کو میں پہچانتا اور اس کو قطعی دُرست سمجھتا ہوں، اور خدا کے حکم کا نہ کوئی منسوخ کرنے والا ہے کہ اس کو نسخ کر دے اور نہ کوئی روکنے والا ہے کہ اس کو روک دے، پس ضرور ہے کہ یہ کڑی مار اپنا اثر کرے گی اور ہزاروں لاکھوں بدحالوں کو سیدھا بنا دے گی، تجھ پر

افسوس! دیکھ لوگوں کی باتیں تجھ کو دھوکے میں نہ ڈال دیں تو جس حالت پر اور جس شغل میں ہے اس سے تو خوب خوب واقف ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

انسان اپنے نفس سے خوب واقف ہے۔

تو عوام کے نزدیک کیا خوشنما اور خواص کے نزدیک کس قدر بدنما ہو رہے، اے عقل وفہم کا دعویٰ کے دُنیا کی رغبت رکھنے اور اس پر اترانے والو! کیا تم نے اپنے پروردگار کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ:-

معلوم کرلو دُنیا کی زندگی تو بس کھیل تماشا اور ایک آزمائش ہے۔

(اور ظاہر ہے کہ) کھیل تماشا اور آزمائش نادان بچوں کے لئے زیبا ہے نہ کہ سمجھ دار مردوں کے لئے، پس حق تعالیٰ نے تم کو (اس آیت میں) اطلاع دی ہے کہ دُنیا نادانوں اور کم سمجھ والوں کے لئے (کہ وہ اس پر شیدا ہو کر مریں کھپیں) وہ تم کو جتا چکا ہے کہ اس نے تم کو کھیل کے لئے پیدا نہیں کیا، دُنیا میں مشغول ہونے والا شخص کھیل میں لگنے والا ہے، (اور کھیل میں لگنا عاقل کا کام نہیں) جس نے آخرت کو چھوڑ کر دُنیا پر قناعت کی اس نے ناچیز محض پر قناعت کی، دُنیا جو کچھ بھی تم کو دے گی وہ سب سانپ، بچھو اور زہر ہیں، اگر تم نے ان کو نفس اور خواہش اور شہادت کے ہاتھوں سے لیا، آخرت میں مشغول ہوؤ اور اپنے دِلوں سے پروردگار کی طرف رُجوع کرو اور اسی کو شغل بناؤ، اس کے بعد جو کچھ بھی وہ تم کو اپنے دستِ فضل سے عطا فرمائے وہ لے لو، دُنیا اور آخرت کے متعلق غور سے کام لو اور پھر دونوں میں ایک کو ترجیح دو، اگر تو جو کچھ سیکھنا چاہے گا وہ سیکھ بھی لے گا، تب بھی میرے پاس اس سے زیادہ پائے گا، میری کھیتی کمال و جمال کر چکی ہے، اور تیری کھیتی جب کبھی اُگتی ہے اس وقت جل جاتی ہے، سمجھ دار بن، ریاست کو چھوڑ اِدھر آ اور عام لوگوں کی طرح یہاں بیٹھ تا کہ میرا کلام تیرے قلب میں جمے، اگر تجھے سمجھ ہوتی تو ضرور میری صحبت میں بیٹھتا، دن بھر میں ایک لقمہ مل جان پر قناعت کرتا اور میری سخت کلامی پر جما رہتا، جس کے پاس ایمان ہوگا وہ جمے گا اور پھولے گا اور پھلے گا، اور جس کے پاس ایمان ہی نہ ہوگا وہ مجھ سے بھاگے گا۔

باب نمبر (۳۶)

نفس کی اصلاح کسی پابندِ شرع عالم باعمل شیخ کی بیعت سے ضروری ہے[1]

حق تعالیٰ کی توحید کا اتنا معتقد ہو کہ ساری مخلوق میں سے ایک ذرہ بھی تیرے قلب کے اندر باقی نہ رہے کہ نہ کسی مکان پر نظر ہو نہ کسی مکین پر، توحید سب ٹوٹا بود کر دیا کرتی ہے، ساری دوا حق تعالیٰ کو یگانہ سمجھنے اور مارِ دُنیا سے اِعراض کرنے ہی میں ہے، اس سانپ سے بھاگ یہاں تک کہ کوئی سپیرا آوے اور اس کے دانت توڑ کر اس کا زہر نکال دے، اور اس کو تیرے قریب لا کر تجھ کو اس کا ہنر سکھا دے، اور اس کو تیرے حوالے کر دے کہ اس میں کسی قسم کی بھی اذیت باقی نہ رہے، پس اس وقت تو اس کو الٹے پلٹے اور اس کو تیرے ڈسنے کی قدرت نہ ہوگی، جب تو حق تعالیٰ کو محبوب سمجھے گا اور وہ تجھ کو محبوب بنا لے گا تو دُنیا اور شہوات اور لذات اور نفس اور خواہش اور شیاطین سب سے کفایت فرمائے گا، پس تو اپنا مقسوم بلاضرورت، بلا کدورت لے گا، اے مدعی بلا گواہ! تو مشرک بن کر توحید کا دعویٰ کب تک کئے جائے گا؟ کیا تجھ میں طاقت ہے کہ رات کے وقت میرے ساتھ خوفناک مقامات میں چلے کہ میرے پاس تو کوئی ہتھیار نہ ہو اور تو مسلح ہو، پھر دیکھ کہ کون گھبراتا ہے، میں یا تو؟ کون دُوسرے کے کپڑوں میں چھپتا، میں یا تو؟ تو نے پرورش پائی ہے نفاق میں اور میں نے پرورش پائی ہے توحید میں (لہٰذا میں بجز خدا کے نہ کسی سے ڈرتا ہوں، نہ کسی سے پناہ لیتا ہوں)۔ صاحبو! تم دُنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہو تاکہ وہ تم کو کچھ دیدے، اور دُنیا اہل اللہ کے پیچھے دوڑ رہی ہے تاکہ ان کو کچھ دیدے، وہ ان کے سامنے سر جھکائے کھڑی رہتی ہے، اپنے نفس کو توحید کی شمشیر سے مار، اس کے (مقابلے کے) لئے توفیق کا خول پہن، مجاہدے کا نیزہ اور تقویٰ کی ڈھال اور یقین کی تلوار ہاتھ میں لے کہ کبھی نیزہ بازی ہو اور کبھی مار کے

(۱) بروز جمعہ بوقت صبح، آخر رجب ۵۴۶ھ بمقام مدرسہ معمورہ۔

وار، برابر ایسا ہی کرتا رہے یہاں تک کہ وہ تیرے سامنے سر جھکائے اور تو اس پر سوار ہو جائے، اس کی لگام تیرے ہاتھ میں ہو اور تو اس پر بری و بحری سفر کرے، پس اس وقت تیرا پروردگار تیرے سبب فخر فرمائے گا، اس کے بعد تو ان لوگوں کا افسر بن جائے گا جو اپنے نفسوں کے ساتھ قائم ہیں اور اس سے رہائی نہ پاسکے، جس نے اپنے نفس کو پہچانا اور مغلوب بنالیا تو نفس اس کی سواری بن جاتا ہے کہ اس کے بوجھ اُٹھاتا ہے اور اس کے حکم کی مخالفت نہیں کرتا، تیرے اندر کوئی خوبی نہیں یہاں تک کہ تو اپنے نفس سے واقف ہو جائے اور اس کو لذت سے روکے اور اس کا حق ادا کرے، ہاں! اس وقت تجھ کو قلب سے قرار اور قلب کو باطن کے ساتھ قرار ملے گا اور باطن کو حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ، اپنے نفوس سے مجاہدے کی لاٹھی مت اُٹھاؤ، نفوس کی چال بازیوں سے دھوکا مت کھاؤ اور ان کی بناوٹ کی نیند سے دھوکا مت کھاؤ کہ وہ (اس چال بازی سے) تم پر تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ سو رہا ہے اور در حقیقت کسی شکار کی تاک میں ہے کہ (کوئی زد پر آئے اور فوراً) اس کو دبوچ لے (اسی طرح) یہ نفس اطمینان و عاجزی و انکساری اور نیک کاموں میں موافقت ظاہر کیا کرتا ہے (تاکہ انسان اس کی اصلاح سے بےفکر ہو جائے) اور باطن میں ان مضامین کے خلاف ہوتا ہے، پس اس کے بعد جو صورت اس سے انجام پانے والی ہے اس سے ڈرتا رہ، اہل اللہ کے لئے ایسا شغل ہے جس نے ان کو مخلوق سے بے توجہ بنا رکھا ہے، مگر وہ امر و نہی کے فرض سے ان کی طرف توجہ کرنے اور ان کے پاس بیٹھنے اُٹھنے میں اپنی طبیعت کو مجبور کیا کرتے ہیں، اہل اللہ کی مثال مخلوق کے ساتھ ایسی ہے جیسے کچھ لوگوں نے چاہا کہ دریا کو عبور کریں اور بادشاہ تک پہنچ جائیں، پس بعض لوگ راستے سے واقف ہوئے اور عبور کر گئے اور جب وہ بادشاہ تک پہنچ گئے تو بادشاہ کو خیال ہوا کہ باقی لوگ خبط الحواس بنے ہوئے ہیں اور قریب کہ ڈوب جائیں کیونکہ وہ اس راستے واقف نہیں ہوئے جس پر پہلے لوگ چلے (اور ہم تک پہنچ گئے) لہٰذا جو لوگ بادشاہ تک پہنچ گئے تھے ان کو اس نے حکم فرمادیا کہ ان کی طرف واپس ہوں تاکہ جس راستے سے یہ لوگ خود آئے ہیں ان کو واقف کردیں، پس وہ آئے اور کنارے پر کھڑے ہو گئے اور ان کو آواز دی کہ راستہ اِدھر ہے، غرض ان کو راہ سے باخبر کرتے رہے اور جب وہ ان کے قریب پہنچ گئے تو ان کے ہاتھ پکڑ لئے اور (ان کو سمندر سے خشکی پر کھینچ

لیا) اس کی اصل حق تعالیٰ کا یہ قول ہے:-

اور کہا اس شخص نے جو ایمان لا چکا تھا کہ اے میری قوم! جس راستے سے میں آیا ہوں اسی پر تم آؤ کہ میں تم کو ہدایت کے راستے پر لگا دوں گا۔

جو شخص تم میں عقل مند ہوگا وہ دُنیا پر خوش ہوگا نہ اولاد اور متعلقین اور اموال اور کھانے پہننے کی چیزوں اور سواریوں پر، یہ سب ہوس ہے، مؤمن کی خوشی ایمان و یقین کی قوت اور قلب کے دروازہ قرب تک پہنچ جانے پر ہوا کرتی ہے، اچھی طرح سن لو کہ دُنیا اور آخرت کے بادشاہ ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عارف اور اس کے لئے عمل کرنے والے ہیں۔

صاحب زادہ! تیرا قلب کب صاف ہوگا اور تیرے باطن میں صفائی کس وقت آئے گی حالانکہ تو مخلوق کو شریکِ خدا قرار دیئے ہوئے ہے، اور فلاح کیونکر پائے گا جبکہ تو ہر وقت مخلوق ہی سے مدد چاہتا، مخلوق کے ہی طرف جاتا، مخلوق ہی سے شکوہ کرتا اور مخلوق ہی سے بھیک مانگتا رہتا ہے، جبکہ تیرے قلب میں توحید نہیں تو وہ صاف کس طرح ہوسکتا ہے؟ توحید نور ہے اور مخلوق کو شریک قرار دینا ظلمت ہے، تو فلاح کس طرح پاسکتا ہے حالانکہ تیرا قلب تقویٰ سے ایسا خالی ہے کہ اس میں اس کا ذرہ بھر بھی نہیں، تو مخلوق کے سبب خالق سے مجوب ہے، اسباب کے سبب مسبب الاسباب سے مجوب ہے، اور مخلوق پر بھروسہ و اعتماد رکھنے کے سبب توکل سے مجوب، یہ تو محض دعویٰ ہے اور گواہ کے بغیر محض دعویٰ سے ایک مٹھی گھاس بھی تجھ کو نہیں مل سکتی، یہ مضمون معرفتِ حق تو صرف دو صورت سے صحیح ہوسکتا ہے، اوّل تو مجاہدہ و ریاضت اور محنت و مشقت کی برداشت سے، اور صلحاء میں یہی صورت غالب و معروف رہی ہے، دوم بلا مشقت کے عطائے حق سے، اور یہ شاذ و نادر کسی مخلوق کے لئے ہوتا ہے کہ اس کو اپنی معرفت بخشتا اور اس کو اہل و عیال اور کام کاج سے جدا کر کے اس میں اپنی قدرت ظاہر فرماتا ہے، ڈاکا زنی سے اس کو نکال کر بلند عبادت خانے میں پہنچاتا ہے، اور اس کے قلب سے مخلوق کو نکال کر اس میں اپنے قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے، بکواس (اور دُعا و سوال سے) اس کو نکال لیتا ہے، یہاں تک کہ ذرا سی چیز بھی اس کو کافی ہو جاتی ہے (اور اس کی نوبت ہی نہیں آتی)، اس کو فہم و دانش و غلبہ نصیب فرماتا ہے کہ جو کچھ وہ دیکھتا ہے اس سے نصیحت لیتا اور جو کچھ سنتا ہے اس سے نصیحت حاصل کرتا ہے اور وہی کام کرتا ہے

جو اس کو حق تعالیٰ کا مقرب بناتا ہے، ہدایت وعنایت و کفایت کو حکم ہوتا کہ اس سے جدا نہیں ہوتیں، اس کی وہ حالت ہوتی ہے جس کا ذکر حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ ''ہم نے ایسا ہی کیا تا کہ یوسف سے بدی و بے حیائی کو دور رکھیں'' اور توفیق کو اس کا خادم بنا دیتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کا عارف ہوتا ہے وہ ہر طریقے سے مخلوق کو نصیحت کرتا ہے، کبھی اپنے قول سے اور کبھی اپنے فعل سے اور کبھی صرف ہمت سے، الغرض جس طریق کو وہ سمجھتے ہیں اور جس کو وہ سمجھ نہیں سکتے دونوں طرح کا ناصح بنتا ہے۔

صاحب زادہ! اپنے ایمان کی کمزوری کے وقت صرف اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہ، دُوسروں کی فکر نہ کر، تیرے ذمے تیرے متعلقین اور پڑوسی و پڑوسن اور اہلِ شہر اور اہلِ ملک کسی کا بھی بار نہیں، ہاں! جب تیرا ایمان قوی ہو جائے تب اپنے اہل وعیال کی طرف (اصلاحِ حال کے لئے) توجہ کر اور اس کے بعد عام مخلوق کی طرف اس وقت توجہ ہو جبکہ تقوٰی کی زرہ پہن لے اور اپنے قلب کے سر پر ایمان کا خود رکھ لے اور ہاتھ میں توحید کی تلوار لے لے اور ترکش میں قبولیتِ دُعا کے تیر بھر لے اور توفیق کے گھوڑے پر سوار ہو جائے اور بھاگ دوڑ اور شمشیر زنی اور تیر اندازی سیکھ لے اور اس کے بعد دُشمنانِ خدا پر حملہ کرے، پس اس وقت تیری چھیوں جانبوں سے نصرت و اعانت آئے گی اور تو مخلوق کو شیطان کے ہاتھوں سے چھین چھین کر دروازۂ خداوندی پر لا ڈالے گا کہ ان کو جنت کے اعمال کی ترغیب دے گا اور اہلِ دوزخ کے اعمال سے ڈرائے گا، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ تو جنت و دوزخ سے واقف اور ان دونوں کے اعمال سے آگاہ ہو چکا ہے، جو شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے اس کے قلب کی آنکھ سے پردے ہٹ جاتے ہیں کہ چھیوں جانبوں میں جدھر توجہ کرتا ہے اپنی نظر پردوں کے پرے پہنچا دیتا ہے اور کوئی چیز اس کو روکتی نہیں، وہ اپنے قلب کا سر اُٹھاتا ہے تو عرش اور آسمانوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب نیچے جھکاتا ہے تو زمین کے طبقے اور ان کے باشندوں یعنی جنات کو دیکھ لیتا ہے، اس سارے کمال کا سبب صرف ایمان اور شریعت کے علم کے ساتھ حق تعالیٰ کی معرفت ہے، جب تو اس مقام پر پہنچ جائے تب مخلوق کو دروازۂ خداوندی کی طرف بلائیو (اور واعظ بن کر منبر پر آئیو) اور نہ اس سے پہلے تو تجھ سے کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ تو نے مخلوق کو خدا کی طرف بلایا اور خود دروازۂ خداوندی پر نہ ہوا تو یہ تیرا ان کو لانا اُلٹا تجھ پر وبال ہوگا، جب تو کبھی

حرکت کرے گا تو گھٹنے ٹیک کر لیٹ جائے گا اور جب بھی بلند ہوتا جائے گا تو پستی میں آ رہے گا، تجھے صالحین کے حالات کی کچھ بھی اطلاع نہیں، تو محض بک بک ہے، تو خالی زبان ہے بلا قلب کے، تو ظاہر محض ہے بلا باطن کے، جلوت بلا خلوت کے اور جولانی ہے بلا ہمہ کے، تیری تلوار لکڑی کی ہے اور تیر دیا سلائی کے ہیں، تو بزدل ہے شجاعت نام کو بھی نہیں، ہلکا سا تیر تجھ کو قتل کر ڈالتا ہے اور ایک مچھر تجھ پر قیامت قائم کر دیتا ہے (کہ ذرا سی تکلیف میں ہائے واویلا مچا کر مر جاتا ہے)۔ یا اللہ! ہمارے دین و ایمان اور اجسام کو اپنے قرب کی قوت دے اور ہم کو عطا فرما دُنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

(شیخ نے فرمایا) میں اوّل تو کسی کے پاس بھی بیٹھا اُٹھتا نہ تھا، پھر اگر بیٹھتا اُٹھتا بھی تھا تو اپنے موافقین میں سے دو تین ہی کے پاس بیٹھتا اُٹھتا تھا (اے مخاطب!) اللہ والوں کی صحبت اختیار کر کیونکہ ان کی یہ شان ہوتی ہے کہ جب کسی پر نظر اور توجہ و ہمت ڈالتے ہیں تو اس کو (رُوحانی) حیات بخشتے ہیں کہ جس طرف نظر ڈالی اگرچہ وہ یہودی، عیسائی یا مجوسی بھی ہو تو صاحبِ ایمان ہو جاتا ہے، اور اگر مسلمان ہوتا ہے تو (ان کی نظر و توجہ سے) اس کے ایمان و یقین و استقامت میں زیادتی ہو جاتی ہے، جب قلب دُرست ہوتا ہے تو نظر بھی دُرست ہوتی ہے، جب قلب دُرست ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے اور جب (کسی پر) نظر ڈالتا ہے تو چشمِ معرفت اور قرب سے ڈالتا ہے، اس کی نگاہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، اس کے قلب میں قرب گویا گھٹا ہوتی ہے کہ نگاہ اس کی بجلی ہے اور وعظ اس کی بارش، اس کی زبان وہی مضمون ظاہر کرتی ہے جو اس کے قلب میں ہوتا ہے، اس کی زبان گویا قلم بن جاتی ہے کہ معرفت کی دوات اور دریائے علم سے ڈوبا لیتی ہے اس کا کلام اور اس کی نگاہ اس (گھٹا) کی بجلی ہوتی ہے جو اس کے قلب میں (چھائی ہوئی) ہے کہ دونوں منجانب اللہ ایک مضبوط اصل ظاہر ہوتے ہیں، (دونوں کے میل کچیل کو خاکستر کرتے چلے جاتے ہیں) جو شخص اوامر کے بجالانے اور منہیات سے باز آنے اور (ہر اُمر میں اِتباعِ شریعت ملحوظ رکھ کر) جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لینے میں پختہ ہو جاتا ہے اس کے لئے (کلام اور نگاہ کے بجلی کی طرح بن جانے کا) یہ مضمون صحیح ہو جاتا ہے، ہاں! اب بھی کچھ کسر اس میں رہ جاتی ہے لہٰذا وہ اصل بھیجنے والے (خدائے تعالیٰ) کے حکم کی طلب میں

برگشتہ پھرتا رہتا ہے (کہ کسی طرح بلاواسطہ رسول حکمِ الٰہی سے آگاہ ہو جاؤں) یہاں تک کہ وہ کسر بھی نکل جاتی ہے اور اس کا علم اور قرب بڑھ جاتا ہے، حق تعالیٰ کی سچی طلب نیک اعمال کا ثمرہ ہے اور نیک عمل وہی ہے جو خالص حق تعالیٰ کے لئے ہو کہ اس میں کوئی بھی ساجھی نہ ہو، نیک عمل تجھ کو اس راستے پر ڈال دے گا جو حق تعالیٰ کو تجھ سے مقصود ہے، پس تو اِدھر اُدھر ہوئے بغیر اپنے قلب و معنی اور اندرون کے پاؤں سے چلے گا اور سب سے یکسو رہے گا کہ نہ مخلوق کے ساتھ ہوگا، نہ دُنیا کے اور نہ آخرت کے تو من جملہ ان کے بن جائے گا جو خاص ذاتِ حق چاہتے ہیں اور عرض کرے گا جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ:-

اے پروردگار! میں تیری طرف جلد اس لئے آیا تا کہ تو راضی ہو جائے۔

جو شخص حق تعالیٰ کی خوشنودی اور ذات کا طالب ہوا وہ ایسا بن گیا جیسا کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے کہ:-

ہم نے (بجز ماں کے پستان کے) دُوسری پستانیں پہلے ہی ان پر ممنوع کر دیں۔

اسی طرح عاشقِ صادق کے قلب پر ہر فانی و مخلوق سے تربیت پانا ممنوع کر دیا جاتا ہے کہ فنا کے بعد اس کو بقا نصیب ہوتی ہے اور غیرتِ خداوندی کی وجہ سے اس کے حلق میں تمام دُودھ پلائیوں کا دُودھ سوکھ جاتا ہے (کہ اس کی تربیت بجز اپنے کسی دُوسرے کے ہاتھوں گوارا نہیں فرماتا) سارے (پرورش دہندہ دُودھ) خشک کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے قلب سے سب کچھ مٹا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کو اسی محبوب سے کوئی چیز بھی نہیں روکتی، یہ صاحبِ ایمان (و معرفت شخص پیغمبر کی معیت میں سنت کے موافق) عمل کر کے ہر وقت حضرت کو خوش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قلب کے لئے اپنے رَبّ کی حضوری میں داخلے کی اجازت حاصل فرما لیتے ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں غلام کی طرح (حاضر باش خدمت گار) بنا رہتا ہے، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدت گزار لیتی ہے تب عرض کرتا ہے کہ "حضور! مجھ کو بادشاہ کا دروازہ دِکھلا دیجئے، اس کے کلام میں لگا دیجئے، ایسی جگہ کھڑا کر دیجئے کہ میں بادشاہ کو دیکھتا رہوں، اور میرا ہاتھ اس کے دروازۂ قرب کے کڑے میں ڈال دیجئے (کہ اس کو چھوڑ نہ سکوں)۔"

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے ہاتھ لیتے اور دروازۂ قرب کے قریب لاتے ہیں، وہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے اے محمد؟ تمہاری معیت میں ہے کیا اے سفیر اور اے راہبر و راہنما (بتاؤ تو سہی) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں کہ (بارِ الٰہ!) آپ تو واقف ہی ہیں (کبوترانِ حرا کا) چھوٹا سا کبوتر ہے جس کو میں نے پرورش کیا اور اس (شاہی) دروازے کی خدمت کے لئے پسند کیا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بندۂ مؤمن کے قلب سے فرماتے ہیں کہ لو (میں تو اپنا کام پورا کر چکا) اب تم جانو اور تمہارا پروردگار۔ جیسا کہ (شبِ معراج میں) جبریل علیہ السلام نے جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر چڑھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کے قریب پہنچا دیا تو کہا تھا (لیجئے! میں تو اپنی خدمت انجام دے چکا) آپ جانیں اور آپ کا پروردگار۔ صاحب زادہ! نیک اعمال اختیار کر اور پروردگارِ عالم کا قرب حاصل کر۔ اے صاحب زادہ! اپنی آرزو کوتاہ اور حرص میں کمی کر، ایسی نماز پڑھ جیسی (دُنیا سے) رُخصت ہونے والا پڑھا کرتا ہے، مؤمن کو سونا زیب نہیں جب تک کہ اس کا وصیت نامہ لکھا ہوا سر کے نیچے نہ رکھا ہو کہ اگر حق تعالیٰ بعافیت بیدار کر دے تو بہتر ہے ورنہ اس کے متعلقین اس کی وصیت کو پا تو لیں گے کہ اس کے مرنے کے بعد اس سے نفع اُٹھا کر اس کو دُعائیں دیتے رہیں گے، تیرا کھانا پینا بھی ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا (قریب المرگ دُنیا سے) رُخصت ہونے والے شخص کا ہوا کرتا ہے، اور اپنے گھر والوں میں رہنا بسنا بھی ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا رُخصت ہونے والے کا ہوا کرتا ہے، اپنے قلب میں یہ بات پیدا کر کہ میں رُخصت ہو رہا ہوں اور جس کی ہر بات غیر ہی کے قبضے میں ہو اس کی یہ حالت کیوں نہ ہو، مخلوق میں بعض ہی افراد ایسے ہوتے ہیں[1] جو آگاہ ہو جاتے ہیں کہ ان کے لئے کیا تجویز ہوا ہے اور ان سے کیا صادر ہوگا اور کب وفات پائیں گے؟ یہ ان کے دِلوں میں مخفی رہتا ہے اور اس کو کھلا اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح تم آفتاب کو دیکھتے ہو، ان کی زبانیں اس کو بیان نہیں کر سکتیں، اوّل اس کی اطلاع باطن کو ہوتی ہے اور باطن قلب کو اطلاع دیتا ہے، اور قلب

(۱) یہ حضرات صاحبِ خدمت کہلاتے ہیں اور ان کا افسر اعلیٰ قطب التکوین ہوتا ہے، درصورتیکہ اُمورِ تکوینیہ میں تصرفات ظاہر ہوں اور قطب الارشاد ہوتا ہے درصورتیکہ اصلاحِ قلوب واحوال وارشاد و ہدایت کے تصرفاتِ قلبیہ صادر ہوں۔ ۱۲

نفسِ مطمئنہ کو اِطلاع دے کر اخفا کی تاکید کردیتا ہے، نفس اس مضمون پر صاحبِ ادب بن جانے اور قلب کی خدمت گزاری اور اس کی معیت میں قائم رہنے کے بعد مطلع ہوا کرتا ہے، اس کی اہلیت بہتیرے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے، جو اس مقام پر پہنچ گیا وہ زمین میں حق تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ بن جاتا ہے (کہ باذنِ خداوندی اس میں فرماتا ہے) اور اسرار کا دروازہ ہوتا ہے کہ قلوب کے خزانوں کی جو کہ حق تعالیٰ کے خزانے ہیں کنجیاں اس کے پاس ہوتی ہیں یہ مضمون مخلوق کی سمجھ سے بالا ہے کیونکہ مخلوق سے جو کچھ بھی ظاہر ہورہا ہے وہ اس کے پہاڑ کا ایک ذرّہ اور اس کے سمندر کا ایک قطرہ اور اس کے آفتاب کا ایک چراغ ہے (لہٰذا ان کی عقول کو وہاں تک رسائی نہیں ہوسکتی)۔ بار الٰہ! میں ان اسرار کے متعلق گفتگو کرتا ہوں، تو جانتا ہے کہ میں مغلوب ہوں، ایک بزرگ کا قول ہے کہ ''جس بات کی معذرت کرنا پڑے اس سے اپنے آپ کو بچایا کر'' مگر جب میں اس منبر پر چڑھتا ہوں تو تم سے گویا غائب ہوجاتا ہوں[1] اور میرے قلب میں وہ موجود ہی نہیں رہتا جس سے معذرت کرنے کی ضرورت ہو، اور تم وعظ کہنے کی حالت میں اس کا خیال رکھو، میں تم ہی سے بھاگا تھا اور تم ہی میں آکر پڑا، میں نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ رات نئی جگہ گزاروں گا اور شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں چلتا پھرتا رہوں گا اور مسافر و پوشیدہ حال رہوں گا یہاں تک کہ وفات پاجاؤں گا، یہ تو میرا ارادہ تھا مگر حق تعالیٰ کا ارادہ اس کے خلاف تھا، سو (ہو کر رہا اور) جس بات سے بھاگا تھا اس کے بیچوں بیچ آکر پڑا، یہ قلب جب دُرست ہوجاتا ہے اور اس کے پاؤں دروازۂ خداوندی پر جم جاتے ہیں تو وہ تکوین کے ریگستان اور جنگلوں اور اس کے سمندروں میں آکر پڑتا ہے (کہ انتظامِ عالم قائم رکھے، پس) یہ کبھی اس کے کلام سے انجام پاتا ہے (کہ اس کا وعظ سن کر مخلوق صالح بنتی اور نظامِ عالم دُرست ہوتا ہے) اور کبھی ہمت سے انجام پاتا ہے (کہ قلب کی توجہ اور صرف ہمت سے دُور بیٹھے ہوئے لوگوں کو

---

(۱) مطلب یہ کہ یہ قول تو بالکل صحیح ہے کہ ایسی بات کہو جس کی معذرت نہ کرنی پڑے مگر اس کا کیا علاج کروں کہ وعظ کہتے وقت جوش نصیب و آمد مضامین اور اس قلبی کیفیت کے سبب جو وعظ میں پیدا ہوتی ہے مغلوب الحال اور حاضری سے بے خبر ہوجاتا ہوں کہ اس کا امتیاز ہی نہیں رہتا کہ کون بیٹھا ہے اور کون کلام اس کے سامنے ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور کون کلام چھپانا چاہئے، جب غلبہ حال میں یہ کیفیت ہو تو قابلِ معذرت مضمون سے اپنے آپ کو بچانے کی قدرت کہاں رہ سکتی ہے۔ ۱۲

نیکوکار بنا تا ہے) اور کبھی اس کی نگاہ سے انجام پاتا ہے (کہ جس پر نگاہ ڈالی اس کی حالت سنواردی، خود یکسو ہوتا ہے) اور فعل حق رہ جاتا ہے (کہ تصرفاتِ خداوندی اپنے ظہور کا اس کو آلہ بنا لیتے ہیں) وہ خود فنا ہو جاتا ہے اور فعلِ حق باقی رہ جاتا ہے، تم میں بہت ہی کم ہیں جو اس کو سچا سمجھیں گے ورنہ اکثر تو تکذیب ہی کریں گے، اس کو سچا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا انتہائی مرتبہ ہے صالحین کے احوال کا انکار وہی شخص کرتا ہے جو منافق ہو، اپنی خواہشِ نفس پر سوار ہو، یہ مضمون اعتقاد صحیح اور اس کے بعد عمل کرنے پر موقوف ہے جو شخص ظاہر شریعت پر عمل کرتا رہے تو یہ عمل کرنا اس کو حق تعالیٰ کی معرفت اور اس پر عمل کرنا نصیب کرے گا، شریعت تو اس کے اور مخلوق کے درمیانی معاملات کے لئے ہوگی اور معرفت اس کے اور پروردگار کے مابین، اب اس کے اعمالِ باطنی کے مقابلے میں اعمالِ ظاہری (گویا پہاڑ کے سامنے) ذرہ بن جائیں گے، اس کے اعضاء خاموش ہوں مگر اس کا قلب خاموش نہ ہوگا، اس کے چہرے کی آنکھیں سو جائیں گی مگر اس کے قلب کی آنکھیں نہ سوئیں گی، یہ سورہا ہوگا اور اس کا قلب اپنے کام اور ذکر میں لگ رہا ہوگا۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی جس پر پڑھ رہے تھے کہ ان کی آنکھ لگ گئی، تھوڑی دیر کے بعد جاگے تو انہوں نے تسبیح کو دیکھا کہ تسبیح ہاتھ میں بدستور چل رہی ہے اور زبان اپنے ربّ کا ذکر کر رہی ہے، اس قلب کو بھی کام کرنے کا حکم ہوتا ہے چنانچہ وہ اپنا کام کرتا ہے اور باطن کو (اس کے قابل کام کرنے) کا حکم ہوتا ہے چنانچہ وہ باطنی اعمال کرتا رہتا ہے (الغرض ہر ایک کے اعمال جدا ہیں چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) اللہ والوں کے لئے ان (ظاہری اعمال کے علاوہ اور بھی اعمال ہیں جن کو کرتے رہتے ہیں) ظاہری اعمال تو عام بندوں کے لئے ہیں، اعضاء کے اعتبار سے اور باطنی اعمال خاص بندوں کے لئے ہیں قلوب اور بواطن کے اعتبار سے، اور اندرون در اندرون ان کے اور ربّ کے درمیان ایک ناگفتہ بہ مضمون ہے جس کی دوسروں کو خبر نہیں کہ باوجود قرب کے وہ خوف کے پاؤں پر کھڑے رہتے ہیں کہ حالات کے تغیر اور زوالِ مرتبہ کی بابت اغیار کے سے انقلاب کا اندیشہ رکھیں، اور قلوب کے مسخ ہو جانے سے ڈرتے رہتے ہیں اور خائف رہتے ہیں کہ کہیں ان کے قلوب مسخ نہ کر دیئے جائیں اور ان کے چاند اور سورج گرہن میں نہ آجائیں اور ان کے پاؤں پھسل نہ جائیں،

ہر وقت اس کے دروازۂ قلب کے حلقے سے لٹکتے رہتے ہیں اور اس کی رحمت کا دامن تھامے رہتے اور واسطے دے کر اِلتجا کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! نہ ہم تجھ سے دُنیا چاہتے ہیں اور نہ آخرت بلکہ دِین کے متعلق عفو اور عافیت چاہتے ہیں، ایمان اور معرفت کی بقا چاہتے ہیں، ہم پر اس مضمون کی خیرات فرما، ہم نے تیری رحمت کا دامن تھاما ہے، ہمارے گمان کو اپنے متعلق نامرادمت بنا، ہمارے لئے (کُنْ کے اشارے سے) اس کو موجود فرمادے، کیونکہ جب تو کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو کُنْ فرمادیتا ہے، پس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

صاحبو! اقوال وافعال سب میں اللہ والوں کا اِتباع کرو، ان کے خادم بنو اور اپنے جان و مال سے ان کا قرب حاصل کرو کہ جو کچھ بھی تم ان کو دو گے وہ ان کے پاس تمہارے لئے جمع رہے گا کہ کل (قیامت کے دن) وہ اس کو تمہارے حوالے کریں گے (اے مخاطب!) تو فراخیٔ معاش کا آرزومند ہے حالانکہ قلم ان کی تنگی کے متعلق چل چکا ہے لہٰذا تو (اس آرزو کی وجہ سے) مبغوض بن گیا کہ ایسی شے کا طالب ہے جو تیرے مقسوم میں نہیں ہے تو کیا کچھ دُنیا طلب کرتا اور حریص بنتا ہے حالانکہ مقسوم سے شاید تجھے کچھ بھی نہ ملے گا۔ اللہ والے تو طاعتیں کرتے اور اس پر بھی ان کے دِل خوف زدہ رہتے ہیں اور تم معصیتیں کرتے ہو اور پھر تمہارے دِل بے خوف ہیں، یہی تو صریح دھوکا ہے، بچو! بچو! کہیں بے خبری ہی کی حالت میں تمہاری گرفت نہ فرمالے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:-

ہر فن کے متعلق انہیں سے مدد چاہا کرو جو اس کے ماہر ہوں۔

یہ عبادت بھی ایک فن ہے اور اس کے اچھے ماہر وہ لوگ ہیں جن کے اعمال میں اِخلاص ہے، جو شریعت کے عالم اور اس پر عمل کرنے والے، مخلوق سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ان کو رُخصت کر دینے والے، اپنے اموال، اپنی اولاد اور ربّ کے سوا تمام چیزوں سے اپنے قلوب اور اسرار کے قدموں پر بھاگنے والے ہیں کہ ان کے اجسام تو آبادی کے اندر مخلوق کے درمیان ہیں اور دِل جنگلوں اور بیابانوں میں، وہ ہر وقت اسی حالت میں ہیں یہاں تک کہ ان کے دِل پرورش پا جاتے اور ان کے بازو مضبوط ہوتے اور آسمان کی طرف اُڑنے لگتے ہیں، ان کی ہمتیں بلند ہوتی ہیں اور ان کے قلوب پرواز کرتے اور حق تعالیٰ کے قریب جا پہنچتے

ہیں، پس اس گروہ میں سے بن جاتے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

بے شک وہ ہمارے نزدیک البتہ چیدہ و بہترین لوگوں میں ہیں۔

جس وقت ایمان یقین بن جائے گا اور یقین معرفت اور معرفت علم بن جائے گا، اس وقت تو خدائی کارندہ بن جائے گا کہ (دینی) دولت مندوں کے ہاتھ سے لے کر تہی دستوں پر تقسیم کیا کرے گا، (دین کے) باورچی خانے کا داروغہ بن جائے گا کہ تیرے قلب اور باطن کے ہاتھوں خوراکیں بانٹی جائیں گی۔

اے منافقو! جب تک تو ایسا نہ ہو جائے تیری کوئی عزت نہیں ہے، تجھ پر افسوس کہ تو نے کسی پرہیزگار صاحبِ زُہد اور شریعتِ خداوندی سے واقف شیخ کے ہاتھ پر (بیعت ہو کر) تہذیب نہیں پائی، تجھ پر افسوس کہ تو ناچیز سے چیز کا طلب گار ہے، وہ تیرے ہاتھ نہ آئے گی، جب دُنیا ہی مشقت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی تو قربِ حق کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ کہاں تو اور کہاں وہ جن کی کثرتِ عبادت کا وصف حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ:-

وہ رات کو بہت ہی کم سونے والے اور (اس شب بیداری پر بھی)
علی الصباح اِستغفار کیا کرتے تھے۔

جب حق تعالیٰ نے ان کی سچی بندگی جانچ لی تو (باطنی چوکیدار) ان کے لئے مقرر فرما دیا جوان کو وقت پر جگا دے اور بستر سے اُٹھا کھڑا کرے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے جبریل! فلاں شخص کو اُٹھا دو اور فلاں شخص کو سلا دو۔

اس کی توجیہ دو طرح ہے، ایک یہ کہ فلاں شخص کو اُٹھا دو کیونکہ وہ بندگی کرنے والا اور سچا اور اپنے گناہوں سے بھاگنے والا ہے، لہٰذا اس کی گرانی اور نیند کو دُور کرو، اور فلاں شخص کو سلا دو کیونکہ وہ منافق، کذاب ہے، باطل در باطل اور لعنت در لعنت، لہٰذا اس پر اُونگھ مسلط کرو تا کہ میں شب بیداروں میں اس کا منہ نہ دیکھوں۔ اور دُوسری توجیہ یہ ہے کہ فلاں شخص کو (جگا) اُٹھاؤ کیونکہ وہ محبّ طالب ہے اور مشقت اُٹھانا شرطِ محبّ ہے، اور فلاں شخص

کو سلا دو اس لئے کہ وہ محبوب ہے اور شرطِ محبوبیت اِستراحت ہے، محبوب کو اس لئے سلایا اور آرام دیا جاتا ہے کہ وہ مدتوں (ریاضت میں) رات دن ایک کر چکا ہے یہاں تک کہ عہد پورا کر چکا محبت کا، پس جب یہ صحیح ہو چکا تو اب حق تعالیٰ کے ایفائے وعدہ کا وقت آیا کیونکہ وہ ضامن ہو چکا ہے کہ جو اس کے متعلق مشقت اُٹھائے وہ اس کی معیت میں استراحت پائے، اللہ والوں کے قلوب اپنے پروردگار کی طرف چلنے میں انتہا تک پہنچ جاتے ہیں، تو ان کے قلوب و بواطن کے خواب میں وہ اُمور نظر آتے ہیں جو بیداری میں نظر نہیں آتے، انہوں نے (مدتوں) نمازیں پڑھیں، روزے رکھے اور فاقہ و بے آبروئی کے مجاہدوں میں اپنے آپ کو ڈالا اور طرح طرح کی مختلف عبادتوں میں رات اور دن ایک کر دیئے تھے یہاں تک کہ ان کو جنت حاصل ہوگئی، پھر ان کو اِرشاد ہوا کہ راستہ تو دُوسرا ہی ہے جس کو طلبِ مولیٰ کہتے ہیں لہٰذا ان کے اعمال اب قلبی بن گئے، پس قلوب جب حق تعالیٰ تک پہنچ گئے تو اسی کے پاس مقیم و راسخ بن گئے، جس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا سلطنت طلب کر رہا ہے، تو اس کو اپنے پروردگار کی طاعت اپنی قوت وسعی کا خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے، بندۂ مؤمن ہر وقت ریاضت میں رہا کرتا ہے یہاں تک کہ (وفات پاتا اور) اپنے پروردگار سے ملاقات کرتا ہے، تجھ پر اِفسوس کہ میرے مرید ہونے کا مدعی ہے اور پھر اپنا مال مجھ سے چھپاتا ہے، تو اپنے دعوے میں جھوٹا ہے، مریدان کے لئے شیخ کے مقابلے پر نہ کُرتا ہوتا ہے نہ پاجامہ، نہ سیم و زر ہوتا ہے نہ مال و اسباب، بس وہ تو اس کے طباق پر وہی چیز کھاتا ہے جس کے کھانے کا وہ اس کو حکم دیا جاتا ہے، وہ اپنے آپ سے فنا اور شیخ کے حکم و ممانعت کا منتظر رہا کرتا ہے، اس لئے کہ اس کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ (شیخ کا حکم و ضع) اللہ پاک کی طرف سے ہے، اس کی ساری بہبودیاں شیخ ہی کے ہاتھوں پوری ہوتی ہیں اور اس کی رسّی کو وہی بٹتا ہے، اگر تو شیخ پر اِلزام رکھے تو اس کی صحبت اختیار نہ کر، نہ اس کی صحبت اختیار کرنا تیرے لئے دُرست ہے اور نہ اس کا مرید بننا (کیونکہ) مریض جب طبیب پر اِلزام قائم کرتا (اور اس سے بدگمان ہوتا ہے) تو اس کے معالجے سے شفایاب نہیں ہوا کرتا۔ (نیز آپؒ نے فرمایا) مخلوق کے متعلق جس شخص کی بے رغبتی دُور ہو جاتی ہے تو مخلوق کا اس کی طرف رغبت کرنا بھی دُرست ہو جاتا اور اس کی گفتگو (سننے) اور اس کی طرف دیکھنے سے اس کو نفع پہنچا کرتا ہے۔ جب تجھ

کو بعلم خداوندی مخلوق کا علم اور بمعرفت خداوندی مخلوق کی واقفیت حاصل ہو جائے گی تو مخلوق کی ساری صفتیں تیری نظر سے غائب ہو جائیں گی، جنات و انسان و ملائکہ تیرے اعتبار سے معدوم ہو جائیں گے، تیرا قلب ایک دوسری ہی صفت کے ساتھ متصف ہوگا اور اس طرح تیرا باطن اس سے علیحدہ کر دیا جائے گا، تیری ہستی کا پوست اور عادات بنی آدم کا پوست یعنی اب ان کو ان مکروہات سے واسطہ نہ رہے گا جن کو ہستی اور عادات کے ساتھ علاقہ ہے۔ شریعت آئے گی تو وہ تیرا پیراہن بن جائے گی (کہ تیرے سارے جسم کو گھیر لے گی) پس تو شریعت کا لباس پہنتے ہوئے ملک میں پھرے گا اور اپنے نفس اور اپنے ربّ کی مخلوق کو احکام الٰہی کی تاکید کرے گا، اور ربانی و خداوندی علم آئے گا پس تیرے قلب اور تیرے باطن کا پیراہن بن جائے گا، قرآن و حدیث کی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، مضبوط تھام کیونکہ جس نے قرآن و حدیث کو چھوڑا وہ مرتد اور حدِ اسلام سے خارج ہوا کہ آخرت میں اس کا انجام دوزخ اور عذاب ہوگا اور دُنیا میں غضب الٰہی۔

شریعت کی پابندی اور دروازۂ خداوندی پر جماؤ متحقق ہو جانے کے بعد عارف کے قلب کے لئے اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان (تعلق کا) ایک خاص مضمون ہوتا ہے کہ اسی کی وجہ سے وہ اس کا مستحق ہوتا ہے کہ لوگ اس کا اتباع کریں اور اس کی باتیں سنیں اور اسی لئے ان لوگوں کے اِتباع کی ممانعت ہے جو شریعت کے پابند نہ ہوں، کیونکہ پابندیٔ شریعت ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں اور وہی بنیاد ہے اس طریقت و سلوک کی کہ جس نے عمل اور اِخلاص سے اس کو مضبوط کیا اور مخلوق کو اس کی تعلیم دی وہی حق تعالیٰ کے نزدیک باعظمت ہوا اور اسی لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

جس نے علم حاصل کیا اور عمل کیا اور دُوسروں کو سکھایا وہ عالمِ ملکوت میں باعظمت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جہالت لے کر خلوت خانے میں عزلت نشین مت بن کیونکہ جہالت لے کر مخلوق سے عزلت اِختیار کرنا پوری خرابی ہے اور اسی لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

اوّل فقہ حاصل کر، اس کے بعد عزلت اِختیار کرو۔

جب تک سطح زمین پر ایک شخص بھی ایسا رہے کہ تجھ کو اس سے خوف یا اس سے کسی

قسم کی طمع ہو، اس وقت تک خلوت خانے میں بیٹھنا تجھ کو شایانِ شان نہیں ہے، تیرے لئے خوف اور طمع کے قابل بجز ایک ذات یعنی حق تعالیٰ کے اور کوئی بھی باقی نہیں رہے، میں اللہ کے تقرب حاصل کرنے کے لئے اس کے دِین پر قائم رہنے کے سوا اور کچھ جانتا نہیں، میں اس کے دِین کا معاون و مددگار محض بوجہ اللہ ہوں نہ کہ دُوسری وجہ سے، عوام الناس جب حدودِ شریعت سے بڑھ جاتے، ممنوعات کے مرتکب ہوتے، اَحکامات کو ترک کرتے اور دِین کو پیٹھ پیچھے ڈال دیتے ہیں تو یہ دِین دُہائی دیتا ہے اور صدق اس کی دُہائی کو سنتا ہے، اس کے قلب اور باطن کو آواز سنائی دیتی ہے کہ کس طرح سے چیخ رہا اور حق تعالیٰ سے فریاد کر رہا ہے، لہٰذا وہ مستعد ہو کر اس کے سامنے کھڑا ہوتا اور مخلوق کو طاعت کی ترغیب دے کر اور معصیت سے روک کر دِین کی مدد کیا کرتا ہے، الغرض ہر ممکن طریقے پر دِین کی خیرخواہی اور اس کی طرف سے مدافعت کرتا رہتا ہے، اور یہ سب کچھ اپنے رَبّ کی قوت سے کرتا ہے نہ کہ اپنے نفس، اپنی خواہش، اپنی طبیعت، اپنی رعونت، اپنی جہالت اور اپنے نفاق کی قوت سے، عبادت اس کا نام ہے کہ عادت کو ترک کیا جائے نہ یہ کہ عبادت کو بھی بنالیا جائے کہ عادت ہی عبادت کی قائم مقام ہے، دُنیا اور آخرت اور مخلوق کے ساتھ وابستگی حاصل کرو، ملمع سازی نہ کرو کیونکہ پرکھنے والا بڑا ہوشیار ہے کہ کسوٹی پر پرکھے بغیر تم سے نہ لے گا، جو کھوٹ تمہارے پاس ہے اس کو پھینک دو اور اس کو کوئی چیز بھی نہ سمجھو، تم سے وہی لیا جائے گا جو بھٹی میں داخل اور میل کچیل سے صاف ہو چکا ہوگا، بس کام کو سہل نہ سمجھو، بہیترے تم میں دعویٰ تو اِخلاص کا کرتے ہیں مگر ہیں منافق، اگر جانچ نہ ہوتی تو دعوے دار بکثرت ہوتے، جو شخص بُردباری کا مدعی ہوگا ہم غصہ دِلا دِلا کر اس کا امتحان لیں گے، اور جو شخص سخاوت کا مدعی ہوگا ہم مانگ کر اس کا امتحان لیں گے، غرض جو شخص جس شے کا مدعی ہوگا ہم اس کی ضد سے اس کا امتحان لیں گے، بوالہوسی چھوڑ دو اور اپنے جملہ معاملات میں تقویٰ لازم کرو، آپ انہیں کے لئے ہیں جو تقویٰ شعار ہیں، اصل (یعنی ایمان) میں شرکت سے بچو اور فرع (یعنی اعمال) میں معصیتوں سے بچو، اس کے بعد قرآن وحدیث کی رَسّی کو مضبوط پکڑو اور اس کو ہاتھ سے نہ چھوڑو، حق تعالیٰ بڑا کریم ہے وہ کسی بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا، اللہ والوں کا خوف دُنیا میں خورونوش اور لباس و مجامعت غرض جملہ تصرفات میں معدوم ہو چکا ہے کہ آخرت میں بے خوف رہیں، انہوں نے رَبّ کے

حساب اور سخت عذاب کے خوف سے حرام و مشتبہات اور بہتیری حلال چیزوں کو بھی چھوڑے رکھا، اپنے کھانے کی چیزوں اور تمام حالتوں میں احتیاط رکھی، زُہد کی وجہ سے سب اشیاء کو ترک کیا، پس جب زُہد راسخ ہو گیا اور معرفت بن گیا اور جب معرفت راسخ ہو گئی تو حق تعالیٰ سے آگاہی آئی اور اس کے سروں کا تاج بن گئی، پس لامحالہ حرام و مشتبہ اور مباح ان سے دُور ہوا اور وہ خالص حلال ان کے پاس رہ گیا، جو صدیقین کا حلال ہے کہ جس کا نہ وہ خود اہتمام کرتے ہیں اور نہ اس کا خیال بھی ان کے دِل میں گزرا کرتا ہے، بلکہ من جانب اللہ بحکم تقدیر ان کی طرف آیا کرتا ہے، بندہ جب دُنیا و آخرت کو ترک کر دیتا اور ماسویٰ سے باہر نکل آتا اور اس کا قرب حق تعالیٰ کے مکان و احسان و لطف میں آ پہنچتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو آب و دانہ یا لباس و ضروریات کی کسی شے کے حاصل کرنے کی بھی تکلیف گوارا نہیں کرتا، اس کے قلب کو اس میں مشغولیت سے بے لوث رکھتا ہے، مقربین کے قلوب ہر وقت قرب اور علمِ خاص کے مکتب میں رہتے ہیں، جہاں ان کے قلوب و باطن کو ارادوں سے فنا ہونے اور حق تعالیٰ کے آستانے پر پڑا رہنے کی تعلیم ملتی ہے، پس وہ خود ان کا سرپرست بنتا اور انہیں کسی دُوسرے کے حوالے نہیں کرتا، یہ مخلوق کی عقلوں اور اس ظاہر سے بالاتر بات ہے کہ ان کو فنا کر دیتا ہے اور پھر جب چاہتا ہے ان کو زندہ فرما دیتا ہے (اور مخلوق کی طرف) واپس کر دیتا ہے، پہلے علم کی دُوسرے علم سے تائید ہوا کرتی ہے، اوّل جہل ہوتا ہے اس کے بعد علم، اس کے بعد علم اور اِخلاص اور پھر اس کے بعد دُوسرا علم (یعنی علمِ لدنی) اور اس کے بعد علم دُوسرا علم (یعنی عملِ قلبی) اوّل خاموشی اس کے بعد گویائی اوّل اپنی ہستی سے فنا ہوتا ہے اور اس کے بعد باقی باللہ۔ اے مردہ دِلو! میرے پاس تمہارا بیٹھنا کس کام کا؟ اے دُنیا و سلاطین کے بندو! اور اے گرانی کے بندو! تم پر افسوس اگر گیہوں کے ایک دانے کی قیمت ڈھائی روپیہ بھی ہو جائے تو صاحبِ ایمان شخص کو پروا نہیں ہوتی اور نہ اس کے قوتِ یقین اور اپنے رَبّ پر بھروسہ رکھنے کی وجہ سے اس کو اپنی معاش کا فکر لاحق ہوتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ رزق خدا کے ذمے ہے، وہ ضرور پہنچائے گا، تو اپنے آپ کو مومنین میں شمار مت کر، پرے ہٹ، جملہ اشیاء حق تعالیٰ کی (محکوم و ماتحت) لشکر اور اس کے زیرِ اثر ہیں، مخلوق سے روگردانی مناسب اور خالق کے ساتھ مشغولیت بہت ہی زیادہ مناسب ہے، میرا خیال یہ ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تمہاری سمجھ

میں نہیں آتا، دلائل توحید اور صدیقین و اولیاء کی باتوں پر کان دھرنا ضروری سمجھو، ان کی باتیں وحیٔ خداوندی کی طرح (بلاشبہ حق) ہوتی ہیں، وہ خدا ہی کی طرف سے اور اسی کے حکم سے بولتے ہیں نہ کہ عوام کے حکم سے، تو بوالہوس ہے کہ کتابوں سے وعظ اکٹھا کر لیتا اور بیان کرنے لگتا ہے، بجھ جائے یا تیرے گھڑے پھوٹ جائیں اور اس کا پانی بہہ جائے (یعنی ظاہری سامان ریاکاری جاتے رہیں) تو بتلا کیا کرے گا؟ چقماق اور پھوس اور دیا سلائی اور چشمہ کہاں ہے؟ (جس سے دوبارہ کام چلا سکے) جو شخص علم سیکھتا اور عمل کرتا اور مخلص بنتا ہے تو اس کے قلب میں چقماق اور چشمہ نورِ خداوندی کا ایک نور آ جاتا ہے، پس وہ بھی منور ہو جاتا ہے اور دُوسرے بھی۔ اے بکواس کے غلامو! اور اے نفس و خواہش کے ہاتھوں جمع کی ہوئی کتابوں کے تابع دارو! تم پر افسوس کہ خوش حال شخص پر حسد کر کے کشاکشی کر رہے ہو اور برباد ہو رہے ہو اور اپنی مراد کو نہیں پہنچ سکتے، بھلا اپنی کوشش سے تقدیر و علمِ الٰہی کو کس طرح بدل سکتے ہو؟ صاحبِ ایمان و اسلام بنو، کیا تم نے ارشادِ خداوندی نہیں سنا کہ:۔

(جنتی وہ لوگ ہیں) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان بنے۔

اسلام کی حقیقت گردن کا جھکا دینا ہے، اللہ والے حق تعالیٰ کے حضور میں آ پڑے اور چوں و چرا کو اور اس کو کہ یوں کر اور یوں نہ کر بھلا بیٹھے، خوف کے پاؤں پر کھڑے ہوئے طرح طرح کی عبادتیں کرتے رہتے ہیں اور اسی بنا پر حق تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے کہ:۔

وہ دیتے ہیں جو کچھ بھی ان سے بن پڑتا ہے اور ان کے دِل ڈرتے رہتے ہیں۔

کہ ارشادِ خداوندی کی تعمیل کرتے، اس کی منہیات سے بچتے، میری (نازل کی ہوئی) مصیبت پر صبر کرتے، میرے احسان پر شکرگزار بنتے اور اپنی جان کو، اپنے حال کو، اپنے بچوں کو اور اپنی آبرو سب کو میرے علمِ سابق (یعنی تقدیر) کے حوالے کرتے ہیں، اور (بایں ہمہ) ان کے دِل خائف و ترساں رہتے ہیں، صاحبِ معرفت کو جب آخرت کے متعلق زُہد نصیب ہوتا ہے وہ آخرت سے کہتا ہے کہ مجھ سے الگ ہو کہ میں تو دروازۂ خداوندی کا خواہاں ہوں کیونکہ میرے نزدیک تو اور دُنیا غیراللہ ہونے کے سبب یکساں ہے، دُنیا مجھ کو تجھ سے روکتی تھی اور تو مجھ کو میرے پروردگار جل جلالہٗ سے روکتی ہے، اور جو چیز مجھ کو اس سے

رو کے اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ (صاحبو! طالبِ مولیٰ کے) اس کلام کو سنو کہ یہ علمِ خداوندی کا مغز ہے اور حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے متعلق جو کچھ مقصود ہے اس کا خلاصہ ہے، اور یہ حالت ہے انبیاء و مرسلین اور اولیا و صالحین کی کہ ان میں سے کسی نے بھی آخرت کو مقصود سمجھ کر طلب نہیں کیا، اے دُنیا کے بندو! اور اے آخرت کے بندو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کی دُنیا و آخرت سے ناواقف ہو، تم انسان نہیں بلکہ دیوار ہو (کہ جس کو دیکھو ما سوی اللہ کا طالب ہو رہا ہے) تیرا بت دُنیا بنی ہوئی ہے اور تیرا بت آخرت بنی ہوئی ہے، اور تیرا بت مخلوق بنی ہوئی ہے، اللہ کے سوا جو چیز بھی ہے وہ سب بت ہے، اللہ والے صرف ذاتِ حق کے طالب ہوا کرتے ہیں، دُنیا اور آخرت (کی نعمتیں) دروازۂ خداوندی پر ان کو کھلاتی جاتی ہیں طبیب کے گھر میں کھلائی جاتی ہیں کہ طبیب ان میں سے جو چیز بھی چاہے لے اور مریض کو کھلا دے۔ اے منافقو! تم اس (حال) سے بے خبر ہو، منافق تو اس مضمون کا ایک حرف سننے کی بھی طاقت نہیں رکھتا (اگر سنے تو) اس پر قیامت ٹوٹ پڑے کیونکہ وہ حق بات کو سن ہی نہیں سکتا، میرا کلام حق ہے اور بر سرِ حق ہوں، میرا کلام حق تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ کہ میری طرف سے، شریعت کی طرف سے ہے نہ کہ (اس کی طرف سے) مگر (کیا کیجئے کہ) تیرا علم تجھ کو مفید کس طرح ہو؟ تو نے جوانی کے زمانے میں تو مشائخ کی خدمت کی ہی نہیں اب اپنے بڑھاپے (اور ضعیفی) کے عالم میں کاہے خدمت کرے گا، مرتے وقت ہر مؤمن کی آنکھ سے پردہ اُٹھ جاتا ہے اور اس کے لئے جو کچھ بھی (نعمتیں) جنت میں (مہیا) ہیں اسے نظر آ جاتی ہیں کہ خوبصورت حوریں اور غلمان اور جنت کی خوشبوئیں جہاں اس کو پہنچنا ہے اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں (کہ آؤ ہم تمہاری منتظر ہیں) موت اور سکرات اس کے لئے لذیذ بن جاتی ہے، حق تعالیٰ ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ فرماتا ہے جو آسیہ علیہا السلام کے ساتھ کیا تھا، اور بعض ایمان والے ایسے بھی ہیں کہ مرنے سے پہلے ہی اس سے آگاہ ہو جاتے ہیں، مگر وہ مقرب، منتخب اور محبوب بندے ہیں۔ اے خدا پر اعتراض کرنے والے! (اور مصیبت کے وقت بلبلا جانے والے!) بے فائدہ بکواس مت کر، تقدیر نہ کوئی رَدّ کرنے والا رَد کر سکتا ہے اور نہ کوئی روکنے والا روک سکتا ہے، شانِ تسلیم اختیار کر کہ پوری راحت حاصل ہو، یہ رات دن جو یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں کیا ان کا لوٹا دینا تیرے اِمکان میں ہے؟ جب رات آتی

ہے تو آ ہی جاتی ہے، خواہ تو راضی ہو یا ناراض، اور یہی حال دن کا ہے کہ دونوں تیری خواہش کے خلاف بھی آتے رہتے ہیں، یہی حالت قضا و قدر کی ہے خواہ تیرے نفع کے متعلق ہو یا نقصان کے (کہ تو راضی ہو یا ناراض وہ آئے بغیر نہ رہے گی) جب شبِ افلاس آوے تو اس کو منظور کر اور روزِ تونگری کو رُخصت کر دے اور جب شبِ مرض آوے تو اس کو تسلیم کر اور روزِ عافیت کو الوداع کہہ دے، اور جب مکروہات کی شب آوے تو اس کو قبول کر اور مرغوبات کے روز کو رُخصت کر، اَمراض واَسقام اور اِفلاس وآبروریزی کی شب کا راحت دِلی کے ساتھ استقبال کر اور حق تعالیٰ کے قضا وقدر میں کسی شے کو بھی (ناگواری یا اضطراب یا شکوہ کر کے) رَدّ نہ کر ورنہ ہلاک ہو جائے گا، اور تیرا ایمان جاتا رہے گا اور تیرا قلب مکدّر بن جائے گا اور تیرا باطن مردہ ہو جائے گا، حق تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں ہوں اللہ، بجز میرے کوئی معبود نہیں، جو شخص میری قضا وقدر کے سامنے سر جھکائے اور میری (ڈالی ہوئی) تکلیف پر صبر اور میرے اِحسانات پر شکر کرے میں اس کو اپنے نزدیک صدیق درج کروں گا، اور جو میرے قضا وقدر کے سامنے سر نہ جھکائے اور میری تکلیف پر صبر اور میرے احسانات پر شکر ادا نہ کرے، اس کو چاہیے کہ میرے علاوہ دُوسرا پروردگار تلاش کرے (کہ اب اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں رہا) جب تو تقدیر پر راضی نہ ہوا اور تکلیف پر صبر نہ کیا اور اِحسانات پر شکر گزار نہ بنا تو (وہ تیرا رَب نہیں) پس اس کے سوا اور دُوسرا رَبّ تلاش کر اور دُوسرا رَبّ کوئی ہے نہیں، اگر تو مرید بنتا ہے تو قضا وقدر پر راضی ہو اور تقدیر پر اِیمان لا، خواہ خیر ہو یا شر، اور شیریں ہو یا تلخ، اور اسباب کو یقینی سمجھ کہ جو کچھ بھی تکلیف تجھ کو پہنچی ہے وہ تیری احتیاط کرنے سے ہرگز ٹل نہ سکتی تھی اور جو کچھ تیرے ہاتھ سے جاتا رہا وہ تیرے دوڑ دُھوپ کرنے سے ہرگز ہاتھ نہ آ سکتا تھا، جب تیرے لئے ایمان متحقق ہو جائے گا، تب تو دروازۂ ولایت کی طرف بڑھے گا، پس اللہ کے ان بندوں سے ہو جائے گا جو بندگی میں راسخ ہیں، ولی کی شناخت یہی ہے کہ وہ اپنے جملہ (احوال میں) اپنے پروردگار کے موافق رہا کرتا ہے وہ ادائے فرائض اور ترکِ محرّمات کے ساتھ چوں وچرا کے بغیر سرتاپا موافق بن جاتا ہے، پس لامحالہ اس کی صحبت حق تعالیٰ کے ساتھ دائمی ہوتی ہے، ہر وقت اس کے قرب کی معیت میں رہتا ہے، نہ دایاں رُخ نہ بایاں اور نہ پیچھے بلکہ صرف آگے کا رُخ بن جاتا ہے، سینہ بلا پشت، قرب بلا بُعد، صفائی بلا کدورت، خیر

بلا شر، تجھ کو تو توقع بھی مخلوق ہی سے ہے اور خوف بھی انہیں سے اور یہ پروردگار کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے (کہ جو حق تعالیٰ کے لئے زیبا تھا وہ مخلوق کے لئے تجویز کیا) تو عطا کے وقت مخلوق ہی کی تعریف کرتا ہے اور منع کے وقت انہیں کی مذمت کرتا ہے اور یہ پروردگار کے ساتھ شریک کرنا ہے (کہ دینے اور نہ دینے والا مخلوق کو سمجھا) تجھ پر افسوس! ان باتوں میں سے مخلوق کی طرف کوئی شے بھی منسوب نہیں، نہ تیرے پاس خیر رہی اور نہ تیرے پاس توحید رہی، یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس موجود ہیں، اور اسی سے لی جاتی ہیں، نہ کہ اس کی مخلوق سے، اس کا راستہ طے کرنے کے بعد اس کے دروازے کی طرف رُجوع کر کے لے جایا کرتی ہیں، یہ سبب (کی ضرورت) ابتداء میں ہے اور مسبّب (پر نظر کرنا) انتہا میں مبتدی ذریعہ اسباب کے طلب کرتا ہے جیسا کہ پرند کا بچہ اپنی ماں اور باپ کو ڈھونڈتا ہے کہ وہ اس کو دانہ دے، پر جب بڑا ہو جاتا ہے اور اُڑنا سیکھ جاتا ہے تو والدین کی اس کو حاجت نہیں رہتی، اپنے بازو قوی ہو جانے کے وقت وہ اپنا رزق خود مستقل طلب کیا کرتا ہے، کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اپنے زور، اپنی طاقت اور مخلوق پر بھروسہ کئے بغیر محض اپنے رَبّ کے بھروسے پر کوئی نوالہ کھاتا ہو، افسوس کہ تم ایسی حالت کے مدعی ہو جو تمہارے اندر پائی نہیں جاتی (اے مخاطب!) تو اِسلام و ایمان اور اِیقان و توحید کا مدعی کس طرح بنتا ہے حالانکہ تم اپنے زور، اپنی طاقت اور اپنے اسباب پر بھروسہ کئے ہوئے ہو، سمجھ دار بن، یہ بات دعوے سے حاصل نہیں ہوا کرتی، تجھ پر افسوس کہ اس کے اس منبر پر بیٹھ کر وعظ کہتا اور اس میں خود بھی ہنسا، ہنسانے والے افسانے بیان کر کے لوگوں کو بھی ہنساتا ہے، یقینی بات ہے کہ نہ تجھے فلاح نصیب ہوگی اور نہ سننے والوں کو، واعظ تو اُستاد اور معلّم ہوا کرتا ہے، سامعین گویا مکتب کے لڑکے ہیں، بچہ سختی اور احتیاط و رکھاوٹ اِختیار کئے بغیر نہیں سیکھ سکتا اور شاذ و نادر ہی ایسے بچے ہوتے ہیں جو اس کے بغیر محض عطائے اِلٰہی سے سیکھ جایا کرتے ہیں، بہتیرے لوگ بظاہر اِسلام کے مدعی ہیں اور کافروں کی طرح، زبان سے نہیں تو بزبانِ حال یوں کہہ رہے ہیں کہ "بس ہماری زندگی تو یہی دُنیا کی زندگی ہے کہ مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہم کو ہلاک کیا کرتا ہے" کافروں نے یہ (زبانوں سے کہا) اور اکثر تم میں اس کو چھپاتے ہیں، اور ایسے افعال کے ذریعے اس کے قائل ہو رہے جو کہ ان قول کا مقصود ہے، پس میرے نزدیک ان کی مچھر کے

پر کے برابر بھی قدر نہیں، حق تعالیٰ کے ہاں سب حقیقت کھل جائے گی، ان کو تو عقل اور تمیز ہی نہیں کہ اس کے ذریعے سے مفید اور مضر میں فرق کر سکیں۔ یوسف علیہ السلام کے قصے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (شاہی گمشدہ پیالہ جب بنیامین کی خورجی میں نکلا اور برادرانِ یوسف نے یہ درخواست کی کہ سزا میں ان کی جگہ ہم میں سے جس کو چاہے رکھ لیجئے، تو ان کو یہ جواب ملا کہ) ''اللہ پناہ میں رکھے کہ جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے اس کے سوا کسی دُوسرے کو لیں'' اس سے یہ مطلب بھی مفہوم ہوتا ہے کہ ہم اسی کو لیا کرتے ہیں جس کے پاس ولایت اور توحید و ایمان کی پونجی پائی جاتی ہے کیونکہ جب حق تعالیٰ کے قابل بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو نہ مخلوق اور اسباب کے ساتھ چھوڑتا ہے کہ اس پر بھروسہ کرے اور نہ بواسطہ اسباب خرید و فروخت اور لین دین کے ساتھ چھوڑتا ہے (بلکہ) اس کو صاحبِ تمیز بنا کر رذی حالت سے اُٹھاتا اور اپنے دروازے پر بٹھاتا اور کنار شفقت میں سلا لیتا ہے، تجھ پر افسوس کہ تیرے اسلام کی قمیص پھٹی ہوئی اور تیرے ایمان کا کپڑا ناپاک بنا ہوا ہے، تو (لباس قرب ولایت سے) برہنہ ہے، تیرا قلب جاہل ہے، تیرا باطن مکدّر ہے، اسلام سے تیرا شرح صدر نہیں ہوا، تیرا باطن ویران ہے اور ظاہر آباد، تیرے نامۂ اعمال سیاہ پڑے ہوئے ہیں، تیری دُنیا جس کو تو محبوب بنائے ہوئے ہے تجھ سے رُخصت ہو رہی اور قبر و آخرت سامنے آ رہی ہے (مگر تجھے پروا نہیں) اپنے معاملے اور انجام کے لئے کہ جس کی طرف جانا ہے بیدار ہو، ممکن ہے کہ تیری موت آج بلکہ اسی ساعت میں آ جائے کہ تیری اُمیدوں کے درمیان حائل ہو جائے، دُنیا کی جو آرزوئیں لئے بیٹھا ہے نہ تو اس کو پا سکے گا اور نہ تو تجھ کو مل سکیں گی اور جس آخرت کو بھلا رکھا ہے وہ آ ملے گی، غیر اللہ میں مشغول ہونا بے سود ہے، اور غیر اللہ سے ڈرنا اور اُمید رکھنی بے سود، بجز اللہ تعالیٰ کے نہ ہم کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ فائدہ، وہی ہے جس نے ہر چیز کے لئے سبب مقرر فرما دیا ہے، حکم سبب ہی پر وارِد ہوتا ہے، جب تو حکم پر عمل کرتا رہے گا تو اس عمل کی حقیقت تک رسائی پائے گا کہ اسباب تجھ سے اس طرح ساقط ہو جائیں گے جس طرح درخت سے پتے ساقط ہو جایا کرتے ہیں، اسباب جاتے رہیں گے اور سبب کا ظہور ہوگا، چھلکا جاتا رہے گا اور مغز ظاہر ہوگا۔ مسبّب الاسباب سے تعلق رکھنا ہی مغز ہے، وہی اصل ہے اور وہی درخت کا پھل ہے، صاحب توحید شخص حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے

مشکیزے سے چرس کی جانب، چرس سے ہر کی جانب، نہر سے دریا کی جانب، شاخ سے جز کی جانب، ولد سے والد کی جانب، عبد سے معبود کی جانب، صنعت سے صانع کی جانب، عاجز سے قادر کی جانب، افلاس سے تونگری کی جانب، ضعف سے قوت کی جانب، اور قلیل سے کثیر کی جانب، میرے سامنے زیادہ باتیں نہ بناؤ تم میں اکثر ایسے ہیں کہ ان کے قلوب ایمان سے کورے ہیں، جس شخص کو اپنے نفس کے دُرست کرنے کی ضرورت (محسوس) ہو اس کو چاہئے کہ نفس کو سکون اور حسنِ ادب کی لگام دے اور تقویٰ کی زرہ پہنائے کہ یہی اس کے لئے مطمئنہ بننے اور حق تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، وصول الی اللہ کی دو قسمیں ہیں، ایک وصولِ عام اور ایک وصولِ خاص، وصولِ عام تو وہ ہے جو موت کے بعد ہوتا ہے (اور وہ ہر شخص کے لے ہوگا)، اور خاص وصول قلوب کا موت سے پہلے حق تعالیٰ سے ملنا ہے، اور وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے نفسوں کی پوری مخالفت کرتے اور نفع ونقصان کے متعلق مخلوق (پر نظر کرنے) سے باہر ہو جاتے ہیں۔ پس اس پر مداومت کرنے سے خدا تک پہنچ جاتا ہیں، جس طرح عوام الناس مرنے کے بعد پہنچتے ہیں، جس کے لئے یہ مضمون صحیح ہو جاتا ہے اس کو استقامت وبسط اور ہم کلامی وانس نصیب ہوا ہے، اس وقت یہ واصل (اپنے حال کے تغیر سے مامون ہو کر عام اہلِ اسلام سے) کہتا ہے کہ اپنے سارے متعلقین کو میرے پاس لے آؤ (کہ ان کی اصلاح کروں) یوسف علیہ السلام جب قید خانے سے باہر نکل آئے اور ان سختیوں پر صابر رہے اور جب (عزیز مصر کی جگہ تعینات ہو کر) ہر طرح کا اطمینان حاصل ہو گیا اور ہر چیز ان کے تحت تصرف میں داخل ہو گئی تب انہوں نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ اپنے سارے متعلقین کو میرے پاس لے آؤ یعنی جبکہ ان کو تونگری وسلطنت نصیب ہوئی اور قبض مرتفع ہو کر بسط حاصل ہو گیا (ورنہ) اس سے پہلے کنویں اور قید خانے میں مہمان بنے ہوئے تھے (کہ دوسرے کو بلا ہی نہ سکتے تھے) پس جب اس سے باہر نکل آئے تو گویائی حاصل ہوئی۔

صاحبو! سب چیزیں اسی سے مانگو جو سب چیزوں کا خالق ہے، اپنا سب کچھ اسی کی طلب میں خرچ کر دو، اللہ والوں نے اپنے رب کے قرب کے طلب میں اپنی جانوں کو بھی خرچ کر دیا، انہوں نے جان لیا کہ کیا چیز طلب کر رہے ہیں لہٰذا اپنی جانوں کا خرچ کرنا ان پر سہل ہو گیا، جو سمجھ لیتا ہے کہ کیا چیز طلب کر رہے ہیں جو کچھ بھی خرچ کرنا پڑے وہ اس پر سہل ہو جاتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص کا بردہ فروش کی دُکان پر گزر ہوا اور ایک خوبصورت کنیز پر نظر پڑی جو اس کے دِل میں بیٹھ گئی کہ یہ شخص اپنی جگہ سے سرک نہ سکا، اس شخص کی سواری میں ایک گھوڑا تھا جس کی قیمت سو دِینار تھی اور بدن پر نفیس کپڑے تھے، سونے کی جڑاؤ تلوار حمائل کئے ہوئے تھے اور آگے آگے غلام جو حاشیہ برداری کرتا تھا، پس کنیز کے مالک کی طرف بڑھا اور کنیز کو خریدنا چاہا، مالک نے کہا "اس میں شک نہیں رہا کہ تم میری کنیز پر عاشق ہو گئے ہو اور عاشق اپنے معشوق کی طلب میں جو کچھ بھی اس کے قبضے میں ہوا کرتا ہے سب خرچ کر دیتا ہے، لہٰذا جو کچھ بھی اس وقت تمہاری ملک میں ہے سب کے معاوضے میں اس کو فروخت کرتا ہوں (اگر خریدنا ہے تو خرید لو)" پس وہ شخص اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا اور جو کچھ بھی کپڑے اس کے بدن پر تھے سب اُتار دیئے، بردہ فروش سے ایک کُرتا مستعار لے کر پہنا اور معہ اس غلام کے جو اس کے سامنے تھا سب کچھ اس کے حوالے کر دیا اور کنیز کو لے کر ننگے پاؤں اور ننگے سر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا، جب اس نے قیمت خرچ کی تب سودا حاصل کیا، جب مطلوب کی قدر کو پہچانا تب خرچ کرنا سہل ہوا، جو شخص محبت میں سچا ہوتا ہے وہ بجز محبوب کے کسی دُوسرے کے پاس کھڑا ابھی نہیں ہوتا، اگر کوئی شخص کہے کہ حق تعالیٰ کے اس فرمان میں کہ "جنت کے اندر وہ تمام چیزیں ملیں گی جن کی نفس خواہش کریں اور جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں" میں نے جنت اور اس کی نعمتوں کی اطلاع حاصل کر لی ہے پس بتاؤ کہ اس کی قیمت کیا ہے (جس کو دے کر میں جنت حاصل کر سکوں) تو ہم اس کو جواب دیں گے کہ حق تعالیٰ ہی نے (اس کی قیمت بھی) بیان فرمائی ہے کہ "اللہ نے خرید لیا ایمان والوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس معاوضے میں کہ ان کے لئے جنت ہے" لہٰذا نفس اور مال کو حوالہ کر، جنت تیری ہو گئی اور اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اس گروہ میں سے بن جاؤں جو طالبِ ذاتِ حق ہیں، میرا قلب دروازۂ قرب کی جھلک دیکھ رہا اور عشاق شاہی خلعتوں کو زیب تن کئے ہوئے اس دروازے میں داخل ہوتے اور نکلتے مجھ کو نظر آ رہے ہیں، پس بتاؤ کہ اس داخلے کی قیمت کیا ہے (جس کو دے کر میں قرب حاصل کر سکوں؟) تو ہم اس کو جواب دیں گے کہ سرتاپا اپنے آپ کو خرچ کر اپنی شہوات ولذات کو ترک کر اور اس میں (مشغول ہو کر) اپنے آپ سے فنا ہو جا، جنت اور مافیہا کو رخصت کر اور چھوڑ دے نفس وخواہش اور طبیعت کو الوداع کہہ دے، اور دُنیوی و

اُخروی دونوں خواہشات کو رُخصت کر، سب کو الوداع کہہ اور سب کو اپنے قلب کے پس پشت ڈال، اس کے بعد (اس دروازے میں) داخل ہوجا کہ اب تجھ کو وہ جلوہ نظر آئے گا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر اس کا وسوسہ گزرا، جس کے لئے یہ مضمون کامل ہوجاتا اور جس کے قلب کے پاؤں اس میں مستحکم ہوجاتے ہیں دُنیا و آخرت دونوں اس کی ہوجاتی ہیں کہ دونوں نعمت کے بغیر اس کے لئے خاص نعمت بن جاتی ہیں، دونوں اس کی مہمانی کا کھانا بنتی ہیں اور اس کا صلہ قرب اور دیدار قرار پاتا ہے کہ دُنیا میں قلب کے اعتبار سے قریب اور قیامت کے دن آنکھوں سے دِیدار۔

صاحب زادہ! کہہ اللہ اس کے بعد سب کو چھوڑ دے، کہ وہی جس نے پیدا کیا ہے مجھ کو مقصود تک پہنچائے گا بھی، اے دُنیا سے بے رغبت بن جانے والے زاہد! جب تیرا قلب آخرت کا خواہاں بن کر دُنیا سے باہر نکلے تو کہہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی مجھ کو راہِ مقصود بھی دِکھائے گا، اور اے طالبِ مولیٰ کہ جس کو مولیٰ ہی کی رغبت ہے اور جملہ ماسوا سے بے رغبتی، جب اپنے مولیٰ کا طالب بن کر تیرا قلب جنت کے دروازے سے باہر نکلے تو کہہ کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہ مجھ کو راہِ مقصود بھی دِکھائے گا، اسی کی رہبری کو راستے کی دُشواری کا راہنما بنا، اے وہ شخص جوان (شریعت وطریقت کے) دونوں راستوں میں چلنا چاہتا ہے، ایسے لوگوں کو راہبر بنا جو ان راستوں میں چل چلے اور ان راستوں کے خوفناک موقعوں سے آگاہ ہوچکے ہیں، اور وہ مشائخ ہیں جو علم کے عامل اور اپنے اعمال میں اِخلاص والے ہیں۔

صاحب زادہ! راہبر کا غلام بن جا، اس کا اِتباع کر، اپنی سواری اس کے سامنے چھوڑ دے اور اس کی معیت میں چل، کبھی اس کے دائیں اور کبھی اس کے بائیں، اور کبھی اس کے پیچھے اور کبھی اس کے آگے اس کی رائے سے باہر مت نکل اور نہ اس کے قول کی مخالفت کر کہ ضرور تو اپنے مقصود کو پہنچ جائے گا اور اپنے سیدھے راستے سے بہکے گا نہیں۔ حق تعالیٰ کو یگانہ سمجھ کر تیرے سارے کم بن جائیں گے اور تمام سختیاں دُور ہوجائیں گی، ابراہیم علیہ السلام کو جب گوپھن میں رکھا گیا تاکہ آگ میں پھینکا جائے تو آپ نے سارے واسطوں کو قطع کردیا اور بجز اپنے پروردگار کے کسی کی طرف بھی توجہ نہ کی، لہٰذا ضرور ہوگا کہ آگ کو حکم ہو کہ:۔

اے آگ! ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا ابراہیم پر۔

اے آگ! اپنی خدمت سے معزول ہو، عادت میں تبدیلی پیدا کر اور کیفیت کو بدل ڈال، یعنی حرارت و تکلیف کو روک لے اپنی بھال کو، اپنی تلوار کو، اپنی سوزش کو اور اپنے غصے کو تھام لے، سمٹ جا، سکڑ جا، ٹھنڈی اور برف بن جا، (مگر ٹھکری) ایذا کے بغیر، یہ سب حق تعالیٰ کا یگانہ سمجھنے اور توحید میں مخلص بننے کی برکت تھی، بندہ جب اپنے رَبّ کو یگانہ سمجھتا اور مخلص بنتا ہے تو وہ کبھی اس میں خود تصرف فرماتا ہے اور اس کو تصرفات کے تحت داخل کرتا ہے اور کبھی تصرف اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے کہ بندہ اپنے لئے خود تصرف کرنے لگتا ہے، یہ مرتبہ خاص خاص مخلوق کو حاصل ہوتا ہے (چنانچہ جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا تصرف اس کے حوالہ ہوگا کہ) جس شے سے بھی کہے گا کہ ہو جا وہ ہو جائیں گی، مگر کمال اس میں ہے کہ یہ تصرف کا اختیار آج حاصل ہو نہ کہ کل (جنت میں کہ تو ہر مسلمان کو نصیب ہو جائے گا) ابراہیم علیہ السلام بچپن سے لے کر بڑھاپے تک ہر زمانے میں توکل کے قدموں پر قائم رہے، اس وقت بھی جبکہ مخلوق میں پڑوسیوں اور غیر پڑوسیوں سب نے علیحدگی اختیار کی اور اس وقت بھی جبکہ افلاس و تنگیٔ معاش کے ساتھ اہل وعیال کی کثرت ہوئی اور غلے کا نرخ بھی گراں ہو گیا اور بھائی بندوں نے آپ کی تشریف آوری پر اپنے دروازوں کو بند کر دیا۔ (صاحبو!) جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں عنقریب تم اس کو دیکھا کرو گے اور پشیمان ہو گے، میری بات سنو کہ میں پیغمبر اور خداوند تعالیٰ کا نائب ہوں، بارِ الٰہ! میں نیابت کے متعلق عفو اور عافیت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، میں جس امر میں مشغول ہوں اس پر میری مدد فرما، انبیاء و مرسلین کو تو تو نے اپنے پاس بلا لیا اور مجھ کو (ان کا جانشین بنا کر) صفِ اوّل میں کھڑا کر دیا تا کہ تیری مخلوق کی ایذائیں برداشت کرتا رہوں، پس میں عفو و عافیت کا تجھ سے خواستگار ہوں، مجھے انسان و جنات ہر قسم کے شیطانوں اور جملہ مخلوقات کے شر سے محفوظ رکھیں، آمین۔

(نیز آپؒ نے فرمایا) اے زاہدو! اور اے عابدو! اِخلاص پیدا کرو ورنہ (عمل کی فضول) مشقت مت اُٹھاؤ، روزہ نماز اور موٹا جھوٹا کھانا اور پہننا نیت اور اِخلاص کے بغیر نفسانیت اور خواہشِ نفس کی شمولیت میں تم کو پیارا معلوم ہونے لگا، تم پر افسوس! اللہ والوں کے عمل قلبی حیثیت سے کچھ اور ہی ہوتے ہیں، وہ شریعت کی مصاحبت کو محفوظ رکھ کر تقدیر کے ساتھ گھومتے رہتے ہیں، ظاہر میں بھی اور چھپے بھی اور کھلے خالق کے ساتھ بھی اور مخلوق

کے ساتھ بھی، ہر بزرگ کی بزرگی اور حق دار کا حق ملحوظ رکھتے ہیں، کتاب اللہ کا حق کتاب اللہ کو دیتے ہیں اور سنتِ نبویہ کا حق سنتِ نبویہ کو دیتے ہیں، اور ان کے قلوب میں جو حق تعالیٰ کا علم ہے اس کا حق اس کو دیتے ہیں، اہل وعیال کے حقوق اہل وعیال کو دیتے ہیں، نفس کا حق نفس کو، قلب کا حق قلب کو اور مخلوق کے حقوق مخلوق کو، وہ شانِ تسلیم وتصرف اور قید ورہائی اور داد وستد میں مشغول ہیں کہ قلب اور باطن اور نفوس پر شرعی سزائیں قائم کرتے اور مخلوق کے محتسب بنتے ہیں، یہ مضمون تمہارے معاملات اور معلومات سے بالا ہے، بندۂ مؤمن جب اپنے بھائی کو نصیحت کرتا ہے اور وہ اس کو قبول نہیں کرتا ہے تو وہ یہ کہا کرتا ہے کہ جو کچھ میں تجھ سے کہہ رہا ہوں عنقریب وہ اس کو یاد کرے گا اور میں تو اپنا معاملہ خدا کے حوالے کرتا ہوں، عارف اپنی توحید ومعرفت کی تلوار سے مخلوق کے نفسوں پر جہاد کرتا ہے اور جو کوئی ان میں سے اس کی قید میں آجاتا ہے اس کو اُٹھا کر شاہی دروازے پر لے آتا ہے کہ وہی اپنے بندوں کا دانا بینا ہے، مؤمن کے نزدیک سب سے پیاری چیز عبادت ہے، اس کو سب سے زیادہ محبوب نماز کی طرف اُٹھا کر لے جاتا ہے کہ بیٹھا ہوا ہے اپنے گھر میں اور اس کا دِل منتظر یہ مؤذِن کا کہ مؤذِن حق تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہے، اس نے اُذان سنی اور اس کے قلب میں ایک سرور آیا اور مساجد کی طرف لپک جاتا ہے، وہ سائل کے آنے سے خوش ہوا کرتا ہے اور جب اس کے پاس کچھ ہوتا ہے تو اس کو دے ڈالتا ہے اس لئے کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ سائل حق تعالیٰ کا ہدیہ ہے جو بندے کی طرف بھیجا جاتا ہے، وہ خوش کیوں نہ ہو اس کے رَبّ نے تو پیام بھیجا ہے کہ فقیر کی معرفت اس سے قرض طلب فرماتا ہے، یہ ہیں مؤمنِ عارف کے خصائل۔ اور جو عارف ہوتا ہے وہ حدودِ شرعیہ کو محفوظ رکھتا ہے، اپنے قلب کو خدا کے سوا دُوسرے کے داخلے سے محفوظ رکھتا ہے، وہ خائف رہتا ہے کہ کہیں حق تعالیٰ اس کے قلب کو دیکھے تو اس میں کسی دُوسرے کا خوف یا دُوسرے سے توقع یا دُوسرے پر بھروسہ نہ دیکھ پائے، وہ اپنے قلب کو مخلوق اور اسباب کے میلے پن سے محفوظ رکھتا ہے، مخلوق سے میل جول اس کو گراں گزرتا ہے، حالانکہ اس کے بغیر اس کو چارہ نہیں، کیونکہ مخلوق بمنزلہ مریضوں کے ہے اور وہ ان کا طبیب ہے، اس کو اپنے رَبّ کے قرب کی عزت کے مقابلے جو کہ اس کی آرزو اور مقصود کا خلاصہ ہے دُنیا اور آخرت کی زندگی مکروہ معلوم ہوتی ہے، جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

قیامت کے دن حق تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں سے فرمائے گا کہ: تم نے اپنی آخرت کو دُنیا پر مقدم رکھا اور میری عبادت کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی، قسم ہے اپنی عزت وجلال کی کہ میں نے جنت تمہارے ہی لئے پیدا کی ہے۔

یہ ارشاد تو مؤمنین کے لے ہوگا اور جو محبین ہیں ان کے لئے یوں ارشاد ہوگا کہ:۔

تم نے مجھ کو مقدم سمجھا میری ساری مخلوق پر، یعنی دُنیا پر بھی اور آخرت پر بھی، تم نے اپنے قلوب سے مخلوق کو علیحدہ اور اپنے اندرون سے ان کو جدا رکھا ہے، لہٰذا یہ میرا دِیدار تمہارے لئے ہے اور میرا قرب تمہارے لئے ہے اور تم ہی میرے حقیقی بندے ہو۔

بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ آج بھی جنت کا کھانا کھا رہے ہے اور اس کا پانی پی رہے اور جو کچھ جنت میں ہے اس کا نظارہ کر رہے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو کھانے پینے سے، مخلوق سے یکسو مجوب ہو جاتے اور زمین میں اِلیاس وخضر علیہما السلام کی طرح بلا موت کے زندگی گزارتے ہیں، اور اللہ کی بہترین مخلوق ایسی ہے جو زمین میں مخفی ہے کہ وہ لوگوں کو دیکھتے ہیں، اولیاء کی تو کثرت ہے مگر ان میں خواص کم ہیں کہ چند ہی افراد اور اِکا دُکا ہیں (جن کی یہ حالت ہے کہ سب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کا تقرب ڈھونڈتے ہیں، یہی ہیں جن کی برکت سے زمین سبزہ اُگاتی اور آسمان پانی برساتا ہے اور مخلوق سے وبائیں دُور ہوتی رہتی ہیں، فرشتوں کا کھانا پینا حق تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح وتہلیل ہے، اور اولیاء میں سے بہت سے افراد ایسے ہیں جن کا کھانا پینا ہی (ذکر، تسبیح وتہلیل) ہوتا ہے، تم کو اس کلام کے سننے سے کیا فائدہ؟ تم میں سے اکثر تو اِبلیس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے غلام بنے ہوئے ہیں، تمہاری عزت نہ ہوا ے دیر کے خادمو! دیر کی خدمت چھوڑ دو، اس سے الگ ہو، تم اپنے قلوب کے قدموں پر چل کر حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو اور اس سے سوال کرو کہ تم کو وہ بات بتائے جو اس کو تم سے راضی بنا دے، اس سے درخواست کرو کہ وہ تم کو اپنا خادم بنا لے اور اس سے دُعا مانگو کہ ایسا خزانہ دِکھا دے جو کبھی ختم نہ ہوگا، ایسا چشمہ بتا دے جو کبھی خشک نہ ہوگا، اس سے

سوال کرو کہ دُنیا کی تم کو نفرت دے اور آخرت کی محبت دے، پس جب یہ عطا فرمائے تو آب یہ درخواست کرو کہ آخرت سے بھی متنفر بنادے، ہاں اس کے عمل کی توفیق دے اور اپنی محبت بخشے اور جملہ ماسوا سے چھڑا دے، تو مخلوق کا بندہ بنا ہوا ہے، سبب کا بندہ بنا ہوا ہے، اگر تو حق تعالیٰ کا بندہ ہے اور تیرے سب کام اسی کے حوالے اور ساری حاجتیں اسی پر پیش کی جاتی ہیں تو تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جس میں تمہارا فعل خود تمہارے قول کو جھٹلا رہا ہے، کیا تم نے اپنے پروردگار کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "اے ایمان والو! جو کام کرتے نہیں وہ زبان سے کیوں کہتے ہو؟ اللہ کے نزدیک بڑی غصہ دِلانے والی بات یہ ہے کہ زبان سے ایسی بات کہو جس کو کرو نہیں" تمہاری بے حیائی پر فرشتوں کو تعجب ہوتا ہے، توحید کے متعلق تمہاری دروغ گوئی سے وہ متعجب ہوتے ہیں، تمہاری ساری باتیں گرانی و ارزانی اور سلاطین و اُمراء کے قصے کہانی کے متعلق ہوتی ہیں کہ فلاں شخص نے یہ کھایا، فلاں نے یہ پیا، فلاں نے نکاح کیا، فلاں شخص مال دار ہوگیا، فلاں مفلس بن گیا، یہ سب بوالہوسی اور عذاب پھٹکار ہے، توبہ کرو اور گناہوں کو چھوڑ دو اور دُوسروں کو چھوڑ کر اپنے پروردگار کی طرف رُجوع کرو یاد کرو دُوسروں کو بھلا دو، میری نصیحت پر جمے رہنا علامت ہے ایمان کی، اور اس سے بھاگنا علامت ہے نفاق کی، اے وہ شخص جو میرے متعلق طعن کرتا ہے! ادھر آ کہ اپنی اور تیری حالت کو شریعت پر پرکھیں، پس جس کی حالت پیتل اور چاندی نکلے وہ بے شک اس کا مستحق ہے کہ اس پر طعن کیا جائے اور اس کو چھوڑ دیا جائے اور وہ مرجائے، بسم اللہ آجا، باہر نکل، مخنثوں کی طرح منہ چھپا کر بھاگ مت، یہ محض لاشے اور ہوس اور کاہل ہے، تجھ پر افسوس! عنقریب تیری حقیقت کھل جائے گی۔ یا اللہ! ہم پر توجہ فرما اور دُنیا و آخرت میں ہم کو رُسوا مت کر۔

صاحب زادہ! تیرا کام بغیر بنیاد کے ہوا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ دیواریں گر پڑیں، تیری بنیاد جو کہ بدعتیں اور گمراہیاں بنی ہیں، اور تعمیر ریا و نفاق ہے، پس تعمیر کس طرح قائم رہ سکتی ہے؟ یہ محض خواہشِ نفس و طمع ہے، تو خواہشِ نفس و طبیعت سے کھاتا پیتا اور جماع کرتا اور (مال) جمع کرتا ہے، کسی بات میں بھی تیری نیت نیک نہیں ہے، مؤمن کے لئے بہر حال ہر کام میں نیت نیک ہوا کرتی ہے، حکمِ خداوندی کے بغیر نہ وہ کھاتا ہے، نہ پہنتا ہے، نہ جماع کرتا ہے اور دُنیا ہو یا آخرت اسی حال پر قائم رہتا ہے۔ دُنیا میں اس کو حق تعالیٰ کا حکم شریعت

کے واسطے سے ہوتا ہے اور آخرت میں بلا واسطہ وہ اس دُنیا اور اس کے جلد فنا ہو جانے پر نظر کرتا ہے، پس اس سے متنفر ہو جاتا ہے اور اپنے مقسوم کے آنے کو یاد رکھا کرتا اس کو شریعت اور اپنے قلب کی شہادت سے استعمال کرتا ہے، لہٰذا (جب مقسوم کی کوئی شے اس کو ملتی ہے) تو وہ کہتا ہے نہ مجھے اس کی حاجت ہے اور نہ میری یہ مراد ہے اس کا قلب (ہر شے سے متنفر ہو کر) اِدھر اُدھر بھاگتا ہے پس وہ اس کے استعمال پر مجبور ہو جاتا ہے، یہ ہوتی ہے اس کی حالت دُنیا میں، اب رہی آخرت سو وہاں تو جب تک وہ اپنے پروردگار سے ملاقات نہ کرے گا اس وقت تک جنت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے گا، جب جنت کی کوئی چیز کھائے گا تو امر یقینی اور تقدم و اشارہ کے بغیر کھائے گا، یہی نہیں صرف جنت کا حق ادا کرنے کے لئے اس کو قبول کرے گا تاکہ حور و غلمان اور ان خواہشات کا حق ادا کرے، اس ادائے حق میں کسی وقت انبیاء و مرسلین اور شہداء و صالحین کی موافقت کرے گا ورنہ بسا اوقات تو اپنے پروردگار ہی کے پاس رہے گا، جب تو اپنے پروردگار سے ڈرے گا، تو تیرے جملہ احوال میں اس کی طرف سے کشائش نصیب ہوگی، کیا تو نے سنا نہیں حق تعالیٰ کیا ارشاد فرماتا ہے کہ ”جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لئے سبیل نکال دیتا ہے، اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں جاتا“ اس آیت نے اس بات پر بھروسہ کرنے کا دروازہ ہی بند کر دیا، اُمراء و سلاطین کا دروازہ بند کر دیا اور توکل کا دروازہ کھول دیا کہ جو خدا سے ڈرے گا حق تعالیٰ اس کو یہ صلہ دے گا کہ اس کو وسعت بخشے گا اور جن اُمور میں مخلوق کو تنگی پیش آتی ہے اس کے لئے اس میں سبیل نکال دے گا، میں تمہیں لے کر کیا کروں؟ کیا کچھ تم سے کہتا ہوں، مگر تمہارے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی، کسی کا شعر ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”اگر تو زندہ شخص کو پکارتا تو وہ سن بھی لیتا، مگر (مصیبت تو یہ ہے کہ) جس کو پکار رہا ہے اس میں مطلق حیات ہی نہیں“ تیرا قلب اسلام و اِیمان اور اِیقان سے خالی ہے، نہ تجھے معرفت نصیب ہے نہ علم، پس تو سرتاپا ہوس ہے اور تیرے ساتھ گفتگو کرنا بھی بیکار ہے۔ اے منافقو! تم توکل کے متعلق محض اپنی زبانوں سے تکلم کرنے پر اِکتفا کر بیٹھے، حالانکہ تمہارے قلوب مخلوق کو شریکِ خدا سمجھے ہوئے ہیں، غیرتِ خداوندی کی وجہ سے میرا قلب تمہاری طرف سے غصے کے ساتھ لبریز ہو رہا ہے تاکہ تم چپ رہو، اور مزاحمت چھوڑ دو، ورنہ میں تمہارے گھروں کو جلا دوں گا، اے وہ ذات جو

شیریں اور کھاری پانی کے درمیان حائل ہے (کہ ایک کو دوسرے سے نہیں ملنے دیتی) ہمارے اور اپنے غصہ اور قضا وقدر کے متعلق منازعت کرنے کے درمیان حائل ہو جا، اپنی رحمت کے ترشح سے ہمارے اور اپنی معصیت کے درمیان آڑ بن جا، آمین۔

صاحب زادہ! جب تو اپنے پروردگار سے ڈرنے والا، اس کو یاد رکھنے والا، اس کو یگانہ دیکھتا سمجھنے والا اور مصیبت سے پہلے اس کی طرف جھکنے والا بن جائے گا تو جس وقت کسی مصیبت میں واقع ہوگا تو حق تعالیٰ مصیبت سے فرمائے گا کہ اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔ یا اللہ! ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ فرما، اگرچہ ہم اس کے مستحق نہیں، ہمارے ساتھ اپنے کرم کا برتاؤ فرما، ہماری جانچ مت کر، نہ ہم کو (اپنی نظروں سے) اوجھل مت کر اور نہ مقامِ امتحان میں کھڑا فرما، آمین۔ جس طرح مجرم کو حق میں توبہ کرنی فرض ہے اسی طرح عارف کے حق میں ادب کرنا فرض ہے، اور وہ باادب کیوں نہ ہو جبکہ ساری مخلوق سے زیادہ وہ خالق کے قریب ہے، جو شخص جہالت لے کر بادشاہوں سے میل جول رکھے گا اس کی جہالت اس کو قتل کے قریب پہنچائے گی، اور جس شخص کو ادب نصیب ہوگا وہ خالق کا اور مخلوق کا دونوں کا محبوب رہے گا، حق تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ادب کے بغیر چارہ نہیں، حسنِ ادب اختیار کرو، آخرت کی طرف متوجہ ہو، دُنیا سے رُخ پھیرو، کافروں کی طرح اس پر مت گرو، کیونکہ وہ اس سے لاعلمی کی وجہ سے اس پر متوجہ ہوتے اور اس کو محبوب سمجھتے ہیں، بندہ اپنی معصیتوں، لغزشوں اور خطاؤں سے توبہ کرتا، دن اور رات کی نمازوں میں مشغول ہوتا اور اپنے کسب سے شرعاً حلال کھانا کھایا کرتا ہے، اس کے بعد ترقی کرتا ہے تو محتاط بن جاتا ہے، پس حرام میں جا پڑنے کے اندیشے سے اس کے کسب میں کمی آجاتی ہے، اس کے بعد ترقی کرتا ہے تو منزہ بنتا ہے، اور پھر چڑھتا ہے تو زاہد بن جاتا ہے، اس کے بعد ترقی کر کے عارف بن جاتا ہے کہ قلب خالی اور مستغنی ہوتا ہے اور خالق کا محتاج، اس کو انبیاء وخاصانِ خدا کی معیت میں ہم نشینی نصیب ہوتی ہے اور ذاتِ حق سے مانوس ہونے والا اور اس کے قریب ہوتا ہے، مگر یہ بہت کچھ مدت بعد حاصل ہوتا ہے، تجھ پر افسوس تو ان کیفیات سے واقف نہیں ہے، پھر ان میں کلام کیوں کرتا ہے؟ تو حق تعالیٰ سے واقف نہیں پھر (واعظ بن کر) اس کی طرف بلاتا کیوں ہے؟ تو تو نگری اس (دُنیوی) بادشاہ سے واقف ہے، نہ تیرے لئے رسول ہے نہ خدا،

تو پرہیزگاری سے نہیں کھاتا بلکہ حرام سے کھارہا ہے، کیونکہ دِین فروشی کر کے دُنیا کمانا حرام ہے، تو منافق، دجال ہے، اور میں منافقوں کا دُشمن اور اس کی سرکوبی کرنے والا اور ان کی عقلوں کو چاک کردینے والا ہوں، میری (سخت گیری کی) کدالیں اس منافق کا گھر منہدم اور جس ایمان کا وہ دعویٰ کررہا ہے اس کو زائل کردیں گی، منافق کے پاس نہ ہتھیار ہوتا ہے کہ اس سے لڑے اور نہ گھوڑا ہوتا ہے جس پر سوار ہو اور کرّوفرّ دِکھائے، مخلوق اور خالق کے درمیان ظاہر اور باطن کے درمیان، سبب اور مسبّب کے درمیان اور حکم اور علم کے درمیان ایمان کا اثر اور ایقان کا عمل اور توحید کی قوت اور توکل اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ مصیبتوں کے آنے کے وقت کھلتا ہے، ایمان ہی تو اس دعوے کی دلیل ہے جو ایمان والے ہوتے ہیں وہ اپنے دِلوں سے صرف خدا ہی سے ڈرتے ہیں، اور اسی کے دروازے کی طرف لوٹا کرتے ہیں نہ کہ دُوسرے کے دروازے کی طرف، اس کی شناخت یہی ہے کہ تم کو اپنے رَبّ کی معرفت کیسی حاصل ہے؟ جو دُنیا سے واقف ہوجاتا ہے وہ دُنیا کو چھوڑ دیتا ہے، اور جو آخرت سے واقف ہوجاتا ہے وہ سمجھ لیتا ہے کہ آخرت بھی مخلوق ہے اور عدم کے بعد وجود میں آتی ہے، لہٰذا وہ آخرت کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور اس کے پیدا کرنے والے کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے، پس اس کے قلب کی آنکھ میں دُنیا اور آخرت دونوں حقیر ہوجاتی ہیں، اور اس کی چشمِ باطن میں خالق ہی معظم باقی رہتا ہے، لہٰذا وہ اسی کا طالب ہوتا ہے نہ کہ غیر کا، ساری مخلوق اس کے آگے ایسی ہوتی ہے جیسے چیونٹیاں، وہ ان کو ایسا پاتا ہے جیسے ناسمجھ بچے مٹی سے کھیل رہے ہیں، اس کو صاحبِ حکومت سلاطین معزول نظر آتے ہیں اور دولت مند مبتلائے دھوکا، وہ غیر اللہ میں مشغول ہونے والوں کو محجوب پاتا ہے، میں تم کو دیکھتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ اور کلامِ معلّٰی کے ساتھ کھیل رہے ہو، اور یہ کھیل کرنا اپنی جہالت کی وجہ سے ہے، اگر تم کتاب و سنت کا اتباع کرتے تو عجیب برکات کو دیکھتے، اللہ والے مشیتِ خداوندی پر ہمیشہ خوش رہتے ہیں، مصیبت ایک عذاب ہے اور اگر صبر ہو تو کرامت وعزت ہے، بندۂ مؤمن مصیبت کے اندر قربِ حق اور مناجات کے مزے لیا کرتا ہے اور جگہ سے ہٹنا پسند نہیں کرتا، میرے وعظ کا بازار کس درجہ مندا پڑ گیا کیونکہ نفوس وخواہشات کے سامنے رواج نہیں پکڑتا، یہ آخری زمانہ ہے کہ نفاق کا بازار جما ہوا ہے، اور میں اس طریقے کے قائم کرنے کی کوشش

کر رہا ہوں جس پر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اور آپ کے تابعین رہے ہیں، یہ آخری زمانہ ہے کہ اکثر لوگوں کے معبود دِرہم و دِینار ہبز بن گئے ہیں، لوگ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح بن گئے کہ ان کے دِلوں میں گوسالہ کی محبت رچ گئی، اور اس زمانے کا گوسالہ دِینار اور دِرہم بن گیا، تجھ پر افسوس! تو دُنیا کے بادشاہ سے جاہ و مال کا طالب کس طرح بنا ہوا اور اپنی مہمات میں اس پر کیسے بھروسہ کرتا ہے، حالانکہ وہ عنقریب معزول ہونے والا ہے یا مرجانے والا ہے، اس کا مال و ملک و جاہ سب جاتا رہے گا، اور وہ ایسی قبر میں جا بسے گا جو تاریکی و وحشت اور انتہائی اندوہ و رنج وغم اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہے، وہ حکومت سے ہلاکت کی طرف منتقل ہو جائے گا، ہاں اگر اس کے پاس نیک عمل اور ان کے متعلق نیک نیتی ہوگی تو حق تعالیٰ اس کو اپنی نعمت سے ڈھانپ لے گا اور حساب کتاب میں تخفیف فرمائے گا، جو معزول ہونے والا، مرجانے والا ہے ان پر بھروسہ مت کر، ورنہ تیری توقع نامراد رہے گی اور مدد منقطع ہو جائے گی، مؤمن کی ہمت دُنیا اور اہلِ دُنیا اور اہلِ آخرت سب سے اُونچی اُٹھ جاتی ہے، اس نے جان لیا ہے کہ حق تعالیٰ بلند ہمتوں کو محبوب سمجھتا ہے، لہٰذا اس کی ہمت اتنی بلند ہوئی کہ حق تعالیٰ تک جا پہنچی اور اس کے سامنے سجدے میں گر پڑی، پس سجدے سے سر اُٹھانے کا اس کو حکم نہ ہوا، یہاں تک کہ قلب نے باطن کو پکارا اور ان کو مخلوق میں تصرف اور حکومت اور ریاست نیابت عطا فرمائی، پس اس نے دُنیا میں بھی رئیس بن کر زندگی گزاری کہ دُنیا میں بھی بادشاہ بنا رہا اور آخرت میں بھی بادشاہ بنا۔

صاحبو! خدا کی نعمتوں پر خدا کے شکر گزار بنو، اور ان کو دُوسروں کی طرف منسوب نہ کرو، کیا تم نے سنا نہیں وہ فرماتا ہے کہ جو نعمت بھی تمہارے پاس ہے وہ اللہ ہی کی دی ہوئی ہے، فقراء کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر دیا کر اور کوشش کر کہ تجھ پر اس چھوٹے مکار منافق کا داؤ نہ چل جائے جو مال دار ہو کر فقیروں کی سی صورت بنائے پھرتا اور ظاہر داری کے برتاؤ اور رونی صورت بنانے اور خستہ حال پھرنے سے مفلسوں کی صف میں گھستا ہے، جب کوئی ایسا شخص تجھ سے کچھ مانگا کرے تو تو ذرا توقف کیا کر اور اپنے دِل سے فتویٰ پوچھ لیا کرو، کیونکہ ممکن ہے کہ مال دار ہو اور اپنے آپ کو فقیر ظاہر کرتا ہو، پس دیکھ لیا کر کہ تیرا دِل کیا کہتا ہے (بزرگوں کا قول ہے کہ) اپنے نفس سے فتویٰ لیا کر اگرچہ مفتی فتویٰ دے چکیں۔ مؤمن مخلوق کو پہچان لیا کرتا

ہے، اس کو ان کی بہت کچھ شناخت ہوتی ہے، اس کے قلب میں بڑی حس ہوتی ہے، وہ اللہ کے نور سے دیکھا کرتا ہے کہ جو حق تعالیٰ نے اس کے قلب میں رکھا ہے، تجھ پر افسوس کہ تو نہایت درجہ کاہل ہے، لہٰذا ضرور ہے کہ تیرے ہاتھ کچھ بھی نہ لگے، تیرے پڑوسی تیرے بھائی بند اور عزیز و اقارب (کا قافلہ) کوچ کر گیا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر انہوں نے (غیبی) خزانوں کو کھودا، پس خزانے ان کے ہاتھ لگے کہ ایک ایک دِرہم پر دس دس اور بیس بیس کا نفع ہوا اور بامراد لوٹ بھی آئے مگر تو اپنی جگہ بیٹھا ہی رہا، قریب ہے کہ یہ قلیل پونجی جو تیرے ہاتھ میں ہے وہ بھی غارت ہو جائے گی، اور لوگوں سے بھیک مانگتا پھرے گا، تجھ پر افسوس راہِ خدا میں مجاہدہ کر اور تقدیر پر بھروسہ کر کے مت بیٹھ، کیا تو نے سنا نہیں وہ کیا فرماتا ہے؟'' اور جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کیا کرتے ہیں، ہم ان کو اپنے راستوں کی ضرور ہدایت کیا کرتے ہیں'' تو کام شروع کر دے اس کے بعد دُوسرا آئے گا ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا دُوسروں سے کچھ بھی مت مانگ، کیا تو نے سنا نہیں کہ وہ فرماتا ہے کوئی چیز بھی ہو ہمارے ہی پاس اس کے خزانے ہیں اور ہم اس کو مقدارِ مقرّر پر اُتارتے رہتے ہیں، اس آیت کے بعد بحث کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی، اے دِینار و دِرہم کے طالب! دِینار و دِرہم بھی چیز ہی میں داخل ہیں اور وہ دونوں بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں، لہٰذا ان کو مخلوق سے مت مانگ اور نہ ان کے دینے سے مخلوق کو شریکِ خدا سمجھ اور نہ ان کو اَسباب پر اِعتماد کرنے کی زبان سے مانگ۔ اے اللہ! اے مخلوق کے پیدا کرنے والے اور اسباب تجویز فرمانے والے! ہمیں اپنی مخلوق اور اپنے اسباب کو شریک سمجھنے کی قید سے رہائی بخش اور ہم کو عطا فرما دُنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

آپؒ نے فرمایا اے بندگانِ خدا! تم حکمت کے گھر میں ہو، لہٰذا واسطے کی ضرورت ہے، اپنے معبود سے طبیب طلب کرو، جو تمہارے قلوب کی بیماریوں کا علاج کرے، معالج طلب کرو جو تم کو دُعائیں دے اور رہبر طلب کرو جو تم کو راستہ بتائے، اور تمہاری دستگیری کرے، خدا کے مقرّب و مؤدّب بندوں اور اس کے قرب کے دربانوں اور دروازے کے آستانہ بوسوں کا قرب حاصل کرو، تم تو اپنے نفوس کی خدمت اور خواہشات طبائع کی اطاعت پر راضی ہو بیٹھے، میں اخلاق کے اعتبار سے تم سب میں بہتر ہوں اور دِینِ

خداوندی کے متعلق تم سب سے زیادہ بے باک ہوں (کہ حق گوئی میں کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتا) ان (دُنیادار واعظوں) کی مت سنو جو اِدھر اُدھر کے قصے سنا کر تم کو خوش کر دیتے ہیں اور اُمراء کے سامنے ذلیل اور ان کے آگے چیونٹیوں کی طرح (حقیر) بن جاتے ہیں کہ نہ ان کو اَمرِ خداوندی کا حکم سناتے ہیں اور نہ ممنوعاتِ خداوندی سے ان کو روکتے ہیں اور اگر ایسا کرتے بھی ہیں تو بناوٹ اور نفاق کی راہ سے کرتے ہیں (تاکہ حق گوئی کا سکہ جم کر عزت بڑھے) اللہ پاک یا تو زمین کو پاک کر دے ان سے اور ہر منافق سے، یا ان کو توبہ کی توفیق بخشے اور اپنے دروازے کی ہدایت فرمائے، مجھے بڑی غیرت آتی ہے جب میں کسی کو سنتا ہوں کہ زبان سے تو ''اللہ، اللہ'' کہتا ہے اور اس کی نظر جاتی ہے دُوسروں پر، اے اللہ کا ذکر کرنے والے! اللہ کے پاس ہو کر اللہ کا ذکر کیا کر اور اپنی زبان سے اس کا ذکر مت کیا کر کہ قلب دُوسرے کے پاس ہو، میرے نزدیک میرا دُشمن اور دوست دونوں برابر ہیں، سطحِ زمین پر نہ میرا کوئی دوست باقی رہا اور نہ کوئی دُشمن، اور یہ مضمونِ توحید کے دُرست ہو جانے اور مخلوق کو عاجز دیکھنے کے اعتبار سے ہے، ورنہ یوں تو جو کوئی بھی خدا سے ڈرتا ہے وہ میرا دوست ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ میرا دُشمن ہے کہ وہ میرا دینی دوست ہے ورنہ میرا دینی دُشمن ہے، بارِ الٰہ! اس مضمون کو میرے لئے محقق و ظاہر فرمائیو اور مجھ کو اس پر قائم رکھیو، اس کو ہبہ قرار دیجیو (واپس نہ لیا جائے) نہ کہ عاریت، یہ ایسی چیز ہے کہ دعویٰ اور سجادٹ اور ہوس اور نام و لقب اور زبان کی بکواس سے نہیں آیا کرتی، بلکہ صدق و اِخلاص حاصل کرنے اور رِیاکاری چھوڑنے اور نفس و خواہش و شیطان کو دُشمن سمجھنے سے آیا کرتی ہے، سمجھ دار بنو، میں تم کو دیکھتا ہوں کہ نہ صاحبِ دِل ہو اور نہ قلب دینے والے کی تم کو معرفت حاصل ہے، تمہارے نفوس نہ ریاضت پائے ہوئے ہیں، نہ تعلیم یافتہ، بلکہ تکبر و بڑائی سے لبریز ہیں، خدا کے راستے میں میرا اور میں اور میرے ساتھ کوئی چیز نہیں یہ سارا راستہ تو فنائیت و محویت ہے کہ ابتداء میں ایمان کے ضعیف ہونے کے وقت ''لا اِلٰہ اِلَّا اللہ'' ہے (کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ) اور اِنتہاء میں جبکہ ایمان قوی ہو جائے تو ''لا اِلٰہ اِلَّا انت'' ہے (کہ کوئی معبود نہیں مگر تو) کیونکہ وہ مخاطب اور حاضر و شاہد ہوا کرتا ہے، جس نے مخلوق سے کچھ مانگا وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہوا کہ نہ خدا کی خدمت کی اور نہ اس کی صحبت

اس کو نصیب ہوئی، اگر جوانی میں اس کی خدمت کرتا تو بڑھاپے میں وہ اس کو تونگری بخشتا، وہ تو ان کو بھی دیتا ہے جو اس کی خدمت نہیں کرتے، پھر ان کا تو کیا پوچھنا جو اس کی خدمت کرتے ہیں، مؤمن جوں جوں بوڑھا ہوتا ہے ووں ووں اس کا ایمان قوی اور قربِ حق کی وجہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اگرچہ ایک ذرّہ اور ایک لقمہ اور ایک گدڑی کا بھی مالک نہ ہو۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اس میں غور کرو اور اس کو پسِ پشت نہ ڈالو، میں سرتاپا حق در حق ہوں اور تجربے کی بات کہہ رہا ہوں، میں تم میں اکثر لوگوں کو محجوب دیکھتا ہوں کہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کی حقیقت میں سے کچھ بھی ان کے پاس نہیں، تم پر افسوس! تم پر صرف اسلام کا نام آجانا تمہارے لئے کچھ مفید نہیں، تم شرائطِ اسلام پر ظاہراً عمل کر رہے ہو باطناً نہیں، تمہارا عمل کسی ادنیٰ چیز کے بھی برابر نہیں، اللہ کے نیک بندوں کے پاس شبِ قدر کی علامت ہوا کرتی ہے کہ ان کی آنکھوں سے حجاب اُٹھ جایا کرتے ہیں پس ان کو ان علموں اور جھنڈوں کی روشنی نظر آتی ہے جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں، ان کو فرشتوں کے چہروں اور دروازہائے افلاک کی روشنی اور ذاتِ حق کا نور نظر آتا ہے، کیونکہ حق تعالیٰ اس کے قلب کو قرب نصیب فرماتا اور پوری عطا سے نوازتا اور اُنس کامل بخشتا اور ہر قسم کی عزت سے نوازتا ہے، پس جب وہ اس سے قرار پالیتا ہے تو (اب ان دُنیوی نعمتوں کو) اس سے زائل فرما دیتا ہے کہ عزت، جاہ و مالِ دُنیا سے تہی دست بناتا اور اس کے پہلے حال کی طرف اس کو لوٹا دیتا ہے اور اپنے اور اس کے درمیان پردہ ڈال لیتا ہے (اس طرح پر) اس کو آزماتا ہے کہ دیکھیں کیا کام کرتا ہے؟ یعنی بھاگتا ہے یا جمار ہتا ہے؟ پس اگر وہ جمار ہتا ہے تو اس سے پردے اُٹھا دیتا اور سابق (خوش حالی) کی طرف لوٹا لیتا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ بسا اوقات یوں فرمایا کرتے کہ:-

میری طرف سے مجھ پر ہے ہی کیا؟ غلام اور جو کچھ بھی غلام کے قبضے میں ہے سب آقا ہی کا ہے۔

انہوں نے اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے حوالے کر دیا اور اپنے اختیار و مزاحمت کو سلب کر لیا اور تقدیرِ خداوندی کے کارساز ہونے پر راضی ہو گئے تھے، چونکہ ان کا قلب صالح اور نفس مطمئنہ بن گیا تھا لہٰذا انہوں نے اس قول پر عمل کیا کہ میرا کارساز وہی اللہ ہے جس

نے قرآن نازل فرمایا اور وہی صالحین کی ضروریات کا متکفل ہوا کرتا ہے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے ملتے تو یوں کہا کرتے تھے کہ:-

آیئے اس فکر میں روئیں کہ خدا جانے حق تعالیٰ کا علم ہمارے متعلق کیا ہے۔

کیسا اچھا کلام ہے، یہ اس شخص کا کلام ہے جو خدا کا عارف اور خدا سے اور خدا کے تصرفات سے آگاہ تھا، وہ حق تعالیٰ کا علم جس کی طرف فضیل نے اشارہ کیا تھا کون سا ہے؟ وہ یہ کہ یہ لوگ جنتی ہیں اور یہ دوزخی اور مجھے نہ ان کی پرواہ ہے نہ ان کی، سب کو ایک جگہ ملا جلا دیا ہے، لہٰذا پتہ نہیں کہ اپنا نفس (بحکم تقدیر) کس گروہ میں شامل ہے؟ اللہ والے اپنے ظاہری اعمال پر کبھی مغرور نہیں ہوا کرتے، اس لئے کہ اعمال کا اعتبار خاتمے پر ہے، بہتیری مخلوق کے معبود تو سلاطین بنے ہوئے ہیں کہ انہیں سے مرادیں مانگ رہے ہیں، دُنیا اور تونگری اور عافیت اور طاقت وزوران کے معبود بنے ہوئے ہیں، تم پر افسوس کہ تم نے شاخ کو جڑ اور مرزوق کو رازق بنالیا، غلام کو آقا، محتاج کو تونگر سمجھ لیا، عاجز کو قوی، مردہ کو زندہ قرار دے لیا، تمہاری کوئی عزت نہیں، ہم نہ تمہارا اتباع کریں اور نہ تمہارے کہے پر چلیں، ہم تو تم سے علیحدہ ہو کر سلامتی کے ٹیلے پر طریقِ سنت اور ترکِ بدعت کے ٹیلے پر، توحید و اِخلاص کے ٹیلے پر ترکِ ریا و نفاق کو بہ نگاہِ عجز وضعف و مغلوبیت دیکھنے پر جائیں گے، جب تو نے دُنیا کے ظالم حاکموں، فرعونوں اور سلاطین واُمراءِ دُنیا کو باعظمت سمجھا اور حق تعالیٰ کو بھولا اور اس کو معظم نہ سمجھا تو تیرا حکم وہی ہے جو بت پرستوں کا حکم ہے کہ جس کو تو نے باعظمت سمجھا وہی تیرا بت (اور معبود)۔ تجھ پر افسوس! ان مورتوں کے بنانے والے (خدا کی) پرستش کر کہ ساری مورتیں تیرے سامنے جھک جائیں گی، حق تعالیٰ کا تقرّب چاہ کہ ساری مخلوق تیرا تقرّب چاہے گی، جتنی تو خدا کی عظمت کرے گا اسی قدر ہر مخلوق تیری عظمت کرے گی، جس قدر تو خدا سے محبت کرے اتنا ہی مخلوق تجھ سے محبت کرے گی، جتنا تو خدا سے ڈرے گا اسی قدر مخلوق تیرا احترام کرے گی، جتنا تو خدا کا قرب چاہے گا اسی قدر مخلوق تیرا قرب چاہے گی، اور جس قدر تو خدا کی خدمت کرے گا اسی قدر مخلوق تیری خدمت کرے گی، موت کو یاد رکھنا نفس کی بیماریوں کی دوا اور اس کے سر (کچلنے) کے لئے گُرز ہے، برسوں میرے اُوپر

ایسے گزرے ہیں کہ میں رات اور دن موت کو یاد کرتا رہا اور اس کی یاد کی بدولت مجھ کو فلاح نصیب ہوئی، اور اسی یاد کی بدولت میں نے اپنے نفس کو زیر کیا ہے، بعض رات تو موت کو یاد کرتا اور شروع رات سے آخر شب تک روتا رہا ہوں، ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ میں روتا رہا اور یوں عرض کرتا رہا کہ بارِ الٰہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری رُوح ملک الموت قبض نہ کریں اور تو ہی میری رُوح قبض فرمادے، ناگہانی میری آنکھ جھپک گئی اور میں نے ایک اچھی صورت والے بوڑھے کو دیکھا کہ دروازے سے اندر آیا، پس میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں ملک الموت ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نے تو حق تعالیٰ سے دُعا مانگی تھی کہ میری قبضِ رُوح کا کام وہی انجام دے اور تم قبض نہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ یہ دُعا تم نے مانگی کیوں؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟ میں تو بندۂ محکوم ہوں کہ کسی کے ساتھ نرمی کرنے کا مجھ کو حکم دیا جاتا ہے اور کسی کے ساتھ سختی کرنے کا۔ اس کے بعد مجھے گلے لگالیا اور رونے لگے، اور میں بھی ان کے ساتھ رونے لگا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی درآنحالیکہ میں رو ہی رہا تھا۔

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ ناگوار وہ قلوب ہیں جن کو دُنیا نے جلادیا ہو، حالانکہ ان کے سینوں نے قرآن جمع کر رکھا ہے۔ بھائی! جو دِین دار ہوں، بکثرت قیام ورکوع وسجود کرنے والے ہوں، نیکی کی ترغیب دینے والے اور معصیت سے روکنے والے ہوں کہ احتیاط وتقویٰ نے کسب سے ان کے ہاتھوں کو روک رکھا اور ان کی ساری ہمت طلبِ مولیٰ میں مصروف ہو، انہیں پر اپنا مال خرچ کیا کرو کہ کل کو خدا کے پاس انہیں کو دولت نصیب ہوگی (جس سے تم بھی منتفع ہوسکو گے)۔

ایک شخص نے آپؒ سے سوال کیا کہ "کونسی آگ زیادہ سخت ہے، یعنی آتشِ خوف یا آتشِ شوق؟" آپ نے کہا کہ مرید طالب کے لئے آتشِ خوف اور مطلوب کے لئے آتشِ شوق، یہ اور چیز ہے اور وہ اور چیز ہے، اے سائل! تو بتا کہ تیرے پاس کونسی آتش ہے؟ اے اسباب پر بھروسہ کرنے والو! تم کو نفع پہنچانے والا بھی ایک ہی ہے اور نقصان پہنچانے والا بھی ایک ہی ہے، تمہارا بادشاہ بھی ایک اور سلطان بھی ایک اور معبود بھی ایک، کیا تم نے سنا نہیں؟ وہ فرماتا ہے:۔

پس جس کو اُمید ہو اپنے رَبّ سے ملنے کی تو اس کو چاہئے کہ نیک عمل
کرے اور اپنے رَبّ کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

تیرے اور تیرے رَبّ کے درمیان تو خود ہی پردہ ہے، پس اپنے آپ کو جدا کر کہ اس کو دیکھ پائے گا، اگر کوئی کہے کہ اپنے آپ کو کس طرح جدا کروں؟ تو میں جواب دُوں گا کہ نفس کی مخالفت کر کے، اس کو مجاہدے میں ڈال کر، اور اس کا کہا ماننے سے اپنے کانوں کو بہرا بنا کر اپنے آپ کو جدا کر کہ اس کی خواہشات ولذّات اور اس کی رعونتوں میں اس کا کہنا مت مان، پس اس وقت وہ جھک جائے گا اور تیرے قلب کے منہ کے سامنے سے ہٹ جائے گا (اور قلب کا مقابلہ ومخالفت نہ کرے گا) وہ بے حس وحرکت پڑا ہو مضغۂ گوشت بن جائے گا، پس اس میں رُوحِ طمانیت سرایت کرے گی، کیونکہ جب ہستیٔ نفس کی رُوح نکل جاتی ہے تب اس میں رُوحِ طمانیت سرایت کرتی ہے، پس اس وقت وہ نفس اور قلب دونوں اپنے رَبّ کا نظارہ کرتے ہیں، جب نفسِ مطمئنہ اور (قلب کا) موافق بن جاتا ہے تو اس میں پہلی رُوح کے علاوہ ایک اور رُوح پھونکی جاتی ہے یعنی رُبوبیت کی رُوح، عقل کی رُوح، بے رغبتی کی رُوح، وجود مع اللہ کی رُوح اور حق تعالیٰ کے ساتھ قرار پانے اور دُوسروں سے نفرت کرنے کی رُوح جو شخص عمل میں سچا بن جاتا ہے وہ (بعض وقت مرتبے میں اپنے) مشائخ کو الوداع کہہ کر ان سے آگے بڑھ جاتا اور ان کو اِشارہ کرتا ہے کہ آپ حضرات یہیں ٹھہریں تاکہ جس مقام کی آپ حضرات نے میری رہنمائی فرمائی ہے میں وہاں ہو آؤں، مشائخ تو (شاہی دربار کے) دروازہ ہیں، پس اس میں خوبی ہی کیا ہے کہ تو دروازے کو چمٹا رہے اور مکان کے اندر داخل نہ ہو۔ حق تعالیٰ لوگوں کے سمجھانے کے لئے مثالیں بیان فرمایا کرتا ہے، اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور جو کچھ پیغمبر نے اطلاع دی ہے اس میں اللہ اور اس کے رسول کو سچا سمجھو، حق تعالیٰ تک پہنچنے کی اصل بنیاد ایمان ہی ہے، ہر قسم کی بھلائی کی اصل بنیاد ایمان ہے، اور اخلاص بنیاد ہے نبوّت کی، اور نبوّت بنیاد ہے رسالت کی، اور وہی اخلاص بنیاد ہے ولایت وابدیت وغوثیت وقطبیت کی۔